سلسلۂ اشاعت العلوم حیدرآباد دکن نمبر ۲۵

لقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر

جلد اول

حکمۃ بالغۃ

فما تغن النذر

مؤلفہ

فاضل جلیل عالم نبیل عالیجناب مولانا مولوی ابو الجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی

مصنف و مؤلف

السمع الاسمع ـ رسالہ شطرنج ـ حل الغنا ـ بارہ امام ـ کرامت اللطائف ـ الاخلاق
چراغ حکمت وغیرہ ملازم دفتر نظامت تعمیرات دولت آصفیہ رکن رکین مجلس اشاعۃ العلوم

حسب منظوری مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

باہتمام

جناب ابو الدرجات مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

مطبع ادارۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

(۱۰۰۰)

بشارت

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کی تصانیف جنکی بحسب اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے مندرجہ ذیل پتہ سے شائقین کی طلب پر روانہ کیجا سکتی ہیں۔

انوار احمدی - اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابۂ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل پر نہایت محققانہ بیان کیا گیا ہے جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی و پسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہوچکی تھی۔ اب پھر شائقین کے تقاضہ پر مکرر طبع کی گئی ہے قیمت ۱۲ر

کتاب العقل اس میں عقل کی حقیقت کھولدی گئی ہے کہ دینی ابواب میں عقل کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ اور فلسفۂ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا اُن کے جوابات عقلی نہایت محققانہ انداز سے دئے گئے ہیں۔ قیمت کاغذ چکنا ۱۲ر کاغذ کھرا ۸ر

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ طرز سے جوابات دئے گئے ہیں جن کے ضمن میں کئی دینی ضروری مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہوجاتی ہے کاغذ چکنا عہ کھرا ۸ر

مقاصد الاسلام ہر پنج حصہ جن میں اخلاق تمدن فقہ کلام فلسفۂ اسلام اور تصوف وغیرہ وغیرہ مضامین پر نہایت محققانہ اور دلکش طرز پر بحث کی گئی ہے قیمت عہ ۸ر

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ اس میں محققین و محدثین کے فرائض منصبی ان کے کارنامہ اور حدیث و فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کی گئی ہے خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں قیمت عہ

انوار الحق مولوی حسن علی صاحب نے جو اسکی تائید الحق جو مرزا صاحب قادیانی کی تائید میں لکھی گئی ہے اسکے جواب میں یہ محققانہ رسالہ لکھا گیا ہے اس کا انداز بیان دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ کسقدر دلچسپ ہے۔ قیمت ۶ر

فہرست مضامین کتاب حکمۃ بالغہ جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کی لائف یا تاریخ

پورا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس (۲۳) یا پچیس (۲۵)* برس میں نازل ہوا جب کوئی آیت نازل ہوتی آپ اسی وقت ارشاد فرما دیتے کہ اس کو فلاں سورہ میں فلاں مقام پر لکھو اور صحابہ اسی طرح پر لکھ لیتے اور فوراً یاد کر لیتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنی زندگی میں قرآن کو آخر تک مرتب کرا دیا تھا۔ مگر آج ہمارے سامنے قرآن بین الدفتین جس صورت میں موجود ہے اور تیرہ سو چار برس سے متواتراً بلا کسی کمی بیشی کے چلا آتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں اسیطرح ایک جگہ مرتب نہیں تھا بلکہ متفرق چیزوں پر لکھا ہوا تھا یا مقدس سینوں میں محفوظ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۂ عبس میں فرماتا ہے:۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ فِيْ
صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ
مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ
كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔

سنو جی! قرآن تو سرتا سر نصیحت ہے پس جو چاہے اسکو سوچے (اور وہ قرآن) پاکیزہ اوراق میں (لکھا ہوا ہے) جو اونچی جگہ رکھے جاتے ہیں اور جنکی عزت کیجاتی ہے (اور یہ اوراق) بزرگ نیکوکار لکھنے والوں (یعنی اصحاب رسول) کے ہاتھوں میں (دیں)

* کتاب اتقان للسیوطی النوع السادس عشر ۱۲ -

مدوّن کرکے ایک جگہ جمع کر دیا جائے تا آئندہ کسی خرابی کے واقع ہونے کا اندیشہ نہ رہے
حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں وہ کام نہیں کرسکتا جو رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا۔ عمرؓ نے فرمایا سچ ہے
مگر یہ نیا کام اسلام کی بہت بڑی خدمت اور کارِ خیر ہے کیونکہ قرآن ہی ہمارا ایمان اور اسلام کی
جڑ ہے، اگر اس میں خدانخواستہ کوئی نقصان واقع ہوا تو اسلام تباہ ہو جائے گا۔ اور پھر قرآن
کا بھی وہی حال ہوگا جو توریت و انجیل* کا ہوا ہے۔ آخر ابوبکرؓ نے فاروق اعظم کی صائب
رائے سے اتفاق کیا اور زید بن ثابتؓ کو بلا کر اُن سے فرمایا کہ تم نے کتابتِ وحی
کی اہم خدمت انجام دی ہے لہٰذا اس مہم کو بھی تمہیں سر کرو۔ زیدؓ نے کہا یا امیرالمومنین!
آپ کیونکر ایسے کام کرنے پر جسارت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے عہد میں نہیں ہوا! ابوبکرؓ نے
فرمایا کہ دراصل یہ مشورہ عمرؓ کا ہے۔ ان کے مشورہ پر میں نے بھی وہی اعتراض کیا تھا۔
جواب تم نے کیا ہے لیکن سچ یہ ہے کہ عمرؓ کی قابل قدر صلاح نہایت مناسب ہے اور
اسکو ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔ ابوبکرؓ کے سمجھانے پر زید بن ثابتؓ فوراً سمجھ
گئے اور عمرؓ کی اصابتِ رائے کی تعریف و توصیف کرنے لگے۔

غرض چند صحابۂ کرام کی ایک کمیٹی اس کام کے لئے قائم ہوئی اور زید بن ثابتؓ کاتب وحی
ہونے کی وجہ سے کمیٹی کے میر مجلس قرار پائے۔

ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے زید بن ثابت اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے دروازہ
پر جا بیٹھے جو صحابی یا حافظ قرآن، کوئی آیت پیش کرتا اس سے باضابطہ حلفیہ قسم لیتے کہ
وہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے یہ آیت قرآنی سنی ہے اور فلاں فلاں صحابہ اس امر کے گواہ ہیں۔

---

* کتاب کمپری ہنسیو کمنٹری آن دی قرآن مصنفہ ای۔ یم ہویری ایم۔ اے۔
Comprehensive Commentary on the Qoran by Rev. E. M. Wherry M. A. Vol I London 1882

عہ اتقان النوع الثامن عشر۔ عہ لائف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور۔

اس آیت میں حاملین اور کاتبینِ قرآن صحابہ کو سراہا گیا ہے۔ جن مختلف چیزوں اور ٹکڑوں پر قرآن مجید مکتوب تھا ان کو اللہ تعالیٰ اوراق پاکیزہ فرماتا ہے جن کو اہل اسلام اسوجہ سے کہ ان پر قرآن لکھا ہوا تھا بہت عزیز رکھتے تھے جیسا کہ آلان ما بین الدفتین کی عزت کیجاتی ہے ان اوراق کے لکھنے والے محترم صحابہ رسول تھے جن کی نیکوکاری و بزرگی مسلم تھی اور جوان چیزوں کی دل و جان سے حفاظت کرتے تھے۔

رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلعم کے مبارک عہد میں قرآن مجید ایک جگہ مدون کیوں نہ کردیا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن مجید تورات شریف کی طرح ایک ہی دفعہ نہیں اترا بلکہ نجماً نجماً حسب موقع اُترتا رہا اور اسکا سلسلہ برابر بیس (۲۰) یا تیئیس (۲۳) یا پچیس (۲۵)* برس تک جاری رہا۔

رسول اللہ صلعم کے وقت وفات تک سلسلۂ وحی منقطع نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے قرآن کو ایک جگہ پر مرتب نہ فرمایا کہ شاید پھر کوئی آیت یا سورہ نازل ہو جائے۔ تکمیلِ قرآن کا یقین اُسوقت ہوا جب خود پیغمبر خدا کے وصال کا وقت آگیا اور جب آنحضرت م عالمِ اجساد سے رہگرائے جنت الفردوس ہوئے تو جو ترتیب آپ نے صحابہ کو بتلائی تھی اور جس ترتیب سے قرآن مختلف اجزا متفرقہ پر لکھا ہوا تھا۔ اُسی کے مطابق صدیق اکبرؓ نے ایک جگہ قرآن کو مرتب کر کے لکھوا دیا۔

قرآن کیونکر جمع و مرتب ہوا

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بہت سے حفاظِ قرآن، جنگ یمامہ میں کام آئے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے مضطر ہو کر خلیفہ سے عرض کیا کہ قرآن مجید مکمل طور پر ایک جگہ مدون نہیں ہے! ایسا نہ ہو کہ حفاظ قرآن سب کے سب غزوات میں قتل ہو جائیں تو قرآن ضائع ہو جائے یا اُس میں کچھ کمی بیشی آجائے اسلئے مناسب ہے کہ قرآن کو مرتب و

* اتقان للسیوطی النوع السادس عشر ۱۲

اسی ایک واقعہ سے اُن صحابۂ کرام اور جامعین قرآن کی راستبازی اور باضابطگی کا بیّن ثبوت ملجاتا ہے۔

سورۂ توبہ کے شروع میں دوسری سورتوں کی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے اسلئے کہ سورتوں کا ٹھیرا ؤ پیغمبر خدا کا کیا ہوا ہے اور بسم اللہ سورتوں کی علیحدہ گی کی علامت ہے مصحف بناتے وقت تحقیق نہیں ہوا کہ یہ سورہ خود مستقل ہے یا کسی دوسرے سورہ کی جزو ہے لیکن چونکہ اس سورہ کی آیتوں کا مطلب سورۂ انفال سے ملتا ہوا تھا اس مناسبت سے اس سورہ کو سورۂ انفال کے بعد رکھدیا گر احتیاطاً اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی تاکہ دوسری سورتوں کی طرح مستقل سورت نہ سمجھی جائے۔

اللہ اللہ! اُن بزرگوں نے کلام الہی کی کس درجہ حفاظت کی ہے کہ سورتوں کی تقسیم تک بھی اپنی رائے سے نہیں کی۔

حارث محاسبی نے کتاب فہم السنن میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی جمع و ترتیب جو کی وہ کوئی نیا کام نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آیات قرآنی کو لکھوادیا کرتے تھے اور صحابۂ کرام کو لکھنے کی ہدایت[ع] فرماتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے صرف اتنا ہی کیا کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں جو مختلف چیزوں پر لکھی ہوی تہیں ان سب کو ترتیب وار ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کر دیا۔

یہ مصحف قرآن جب تک امیر المومنین ابوبکر صدیق رض زندہ رہے آپ کے پاس رہا آپ کے انتقال کے بعد حضرت فاروق اعظم رض نے اپنی حفاظت میں لیا۔ آپ نے مرتے وقت اس مصحف کو اپنی بیٹی ام المومنین حفصہ رض کے پاس امانت رکھدیا[ع]۔

امیر المومنین عثمان بن عفان رض کے عہد خلافت میں جبکہ حذیفہ بن الیمان ارمینیہ اور اذربیجان کی فتوحات میں مشغول تھے قرائت قرآن پر شام وعراق والے اختلاف کرنے لگے[ع]

ع اتقان النوع الثامن عشر۔ ع اتقان النوع الثامن عشر۔
ع اتقان النوع الثامن عشر۔

اور جب آیت کا پیش کرنے والا قسم کھا لیتا تو اس کی صفائی میں دو ایسے ثقہ اور پاکباز قوی محافظ گواہ طلب کئے جاتے جن کی ثقاہت معلوم ہو اور جن کے حافظہ پر کسی نے قدح نہ کی ہو[۵] اور ان مراحل کے طے ہو جانے کے بعد وہ آیت لکھ لی جاتی تھی۔

صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق مختلف اوقات میں، درختوں کی چھالوں، باریک چوڑے چکلے پتھروں، ہڈیوں، لکڑی کے ٹکڑوں، چمڑوں اور کاغذ پر قرآن مجید کی آیتیں اور سورتیں لکھ رکھی تھیں، رسول اللہ صلعم کے انتقال کے بعد آپ کے دولتکدہ[۵] سے ان سب چیزوں کو فراہم کیا گیا اور حفاظ کے سینوں میں جو محفوظ تھا اس سے مقابلہ کرنے کے بعد قرآن کی ترتیب و تدوین کی گئی۔

سورۂ براءۃ کی آخری آیت صرف خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پائی گئی اور خزیمہ اپنی تائید میں کوئی شہادت پیش نہ کر سکے۔ لوگوں کو اس کے لکھنے میں کچھ پس و پیش ہوا مگر حضرت زید نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے خزیمہ بن ثابت کی شہادت کو دو شہادتوں کے مساوی فرمایا ہے اس لئے ان کی قسم اور ان کی اکیلی شہادت قابل قبول اور معتمد علیہ ہے اور اس آیت کو سورۂ براءۃ میں شامل کر لیا بخلاف اس کے جناب فاروق اعظم نے اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْهُمَا کو پیش کر کے فرمایا کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہے مگر یہ آیت قرآن میں شامل نہیں کی گئی اس لئے کہ نہ تو حضرت عمرؓ اپنی تائید میں کوئی شہادت لا سکے نہ اُن کی ایک گواہی دو گواہیوں کے مساوی سمجھی گئی اور چونکہ حسب ضابطہ ایک گواہی مستند نہیں تھی اسلئے آیت الرجم کو آیت قرآنی نہیں سمجھا جا سکا وہ آیات قرآنیہ سے خارج کی گئی اور صرف کتابوں میں باقی رہ گئی[۵]

---

[۵] اتقان النوع الثامن عشر[۵] اتقان النوع الثامن عشر عن اللیث بن السعد۔

[۵] اتقان النوع الثامن عشر۔ ہم نے اپنی کتاب العشرۃ کی جلد اول میں روشن دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ آیت رجم ہرگز کوئی آیت نہیں ہے جیسا کہ گروہ علماء کا خیال ہے بلکہ وہ صرف حکم توریت کا ترجمہ ہے۔

اختلاف قرارت پر

بعض عیسائی علماء اور اکثر آریوں نے ناسمجھی سے عجیب عجیب اعتراضات کئے ہیں ایسے بیمعنی اعتراضات کا جواب دینا محض تضیع اوقات عزیز ہے مگر ہمارے ناظرین کو بحث اختلاف قرارت سمجھ لینی چاہئیے۔ اختلاف قرارت حقیقی اختلاف سے بالکل مغائر ہے۔ اختلاف قرارت یہ ہے کہ مثلاً قرآن میں کسی مقام پر عام طور پر تَعْلَمُوْنَ (ی) کے ساتھ ہے مگر کسی قرارت میں تَعْلَمُوْنَ (ت) سے بھی آیا ہے۔ کسی مقام پر وَالضُّحٰی (زح الف ممدودہ کے ساتھ) ہے اور بعض قرارت میں وَالضُّحٰی (حائے حطی کے کسرۂ مجہول کے ساتھ) ہے سورۃ الفاتحہ میں مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو بعض قراء نے مالک بر وزن فاعل پڑھا ہے بعض نے مَلِک (بفتح المیم وکسر اللام) اختیار کیا ہے اور بعض قرارت میں مَلّاک (بر وزن حباب) بھی آیا ہے۔ ان سب صورتوں میں فقط اختلاف حرکات اور کلمات کی صورت کا پھیر ہے، معانی میں کوئی فرق یا تبدیلی نہیں ہوتی اور ان اختلافات قرارت کا بھی سبب یہ ہے کہ قرآن مجید عربی زبان میں تھا اور عرب کے مختلف قبائل کے سامنے پیش کیا گیا۔ قریش کی زبان میں ہونے سے قریش کو اسکو اُسی کے اصل الفاظ میں پڑھتے تھے

بقیہ حاشیہ گذشتہ کسی نے کچھ لکھدیا ہو کسی نے کچھ لکھدیا ہو پھر اسکا کیا ثبوت کہ ساتوں نقلیں بجنسہ ایک ہی طرح پر تھیں اور کسی میں کچھ فرق نہیں ہونے پایا کیونکہ نقل و اصل میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق رہتا ہے۔

جواب اس اعتراض کے جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے آپ اپنا جواب ہے اور بدیہیات و مشاہدات کے سراسر خلاف۔ آج دنیا میں ہزاروں لاکھوں قرآن روزانہ چھپتے رہتے ہیں مگر کوئی ایک مصحف دوسرے سے مغائر نہیں ہوتا نہ حروف کلمات میں کمی بیشی پائی جاتی جس قرآن کو اٹھالو اور جس سے چاہو مقابلہ کر لو سب کو یکساں پاؤگے نہ کسی میں کلمات کم ہونگے نہ کسی میں زیادہ، آیات کا اُلٹ پھیر یا کم زیادہ ہونا تو بڑی بات ہے۔ پھر اگر یورپین ڈاکٹر صاحب کا یہ مقولہ درست مان لیا جائے کہ نقل کرنے میں کمی وبیشی کا ہونا ضروری ہے تو چاہیئے کہ جتنی کتابیں مکرر سہ کرر چھپتی ہیں سب ناقابل اعتماد ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اسکی تسلیم سے فرق اجماع لازم آتا ہے جو بداہتہً نادرست ہے۔ علاوہ اس کے قرآن کی جمع و ترتیب میں جو کاوش اور اسکی صحت کے قائم رکھنے کیلئے جو کوشش کی گئی اسکا یہ مقتضا نہیں تھا کہ اوٹ پٹانگ نقلیں کرا کر بلا مقابلہ کئے اور بغیر تصحیح ہوئے ان نقلوں کو شائع ہونے دیا جاتا

حذیفہ نے ان اختلافات سے گھبرا کر فوراً خلیفہ عثمانؓ کو اطلاع دی کہ لوگ قرآن کی قراتوں میں لاحاصل اختلاف کرنے لگ گئے ہیں۔ آپ جلدی قبل از وقت خبر لیجئے ورنہ آخر میں یہ اختلاف قرات یہود و نصاریٰ کا سا اختلاف ہو جائے تو عجب نہیں۔ جناب عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ ابوبکرؓ کا جمع کیا ہوا مصحف قرآن جو تمہارے پاس امانت رکھا ہوا ہے وہ میرے پاس بھیجدو، میں اسکی چند نقلیں لیکر اس مصحف کو بجنسہ تمہارے پاس واپس بھیجدونگا۔ ام المومنین رضؓ نے فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور مصحف کو عثمانؓ کے پاس بھیجدیا۔

حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن الزبیرؓ، سعیدؓ بن العاصی اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام چار نفوس کو متعین کیا کہ اس مصحف کی متعدد مگر صحیح نقلیں لیں اور پچھلے تین صاحبوں کو ہدایت دی کہ اگر تم تینوں کو کسی قرات میں زید بن ثابت سے اختلاف ہو تو قریش کی قرات کا لحاظ رکھنا اور قریش کی جو قرات ہو اسی کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن مجید قریش ہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

اس مقدس کمیٹی نے ابوبکرؓ کے مرتبہ قرآن کی سات نقلیں لیں۔ حضرت عثمانؓ نے اصل نسخہ ام المومنین حفصہؓ کے پاس واپس بھیجدیا اور ان سات نسخوں میں سے ایک نسخہ خود مدینہ منورہ میں رکھ لیا دوسرا مکہ معظمہ میں بھیجا تیسرا شام میں۔ چوتھا یمن میں۔ پانچواں بحرین میں چھٹواں بصرہ میں اور ساتواں کوفہ میں اور ساتھ ہی ہر مقام کے گورنر کو حکم قطعی دیا کہ ان نسخوں کو رواج دو اور جو نسخے قرآن کے ان نسخوں کے خلاف ہوں ان کو بلا تامل لیکر جلا دو، تا آگے چلکر یہ اختلاف قرات کسی بڑے فساد کا باعث نہ ہو۔

عـــ گمپری ہنسو کنکرڈی آف دی قرآن مصنفہ ریو ای۔ ہیم ہوبری ایم اے۔ عـــ اتقان النوع الثامن عشر۔

عـــ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مطلے نے اس مقام پر اور کوئی بات نہ پاکر اپنے دانست میں یہ ایک نہایت زبردست اعتراض صحت قرآن پر کیا ہے کہ جب قرآن کی سات نقلیں مختلف مقامات پر اشاعت کیلئے بھیجی گئیں اور انہیں پر اشاعت وصحت قرآن کا دارومدار رہا تو بہت ممکن ہے کہ نقل کرنے میں ایر پھیر ہوگیا ہو۔

فصیح سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی اشاعت قرآن کا واقعہ ۲۵ھ میں واقع ہوا، اور اسی کو شیخ ابن جریر نے صحیح بتلایا ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو جو عام طور پر جامع القرآن کہا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے قرآن کی جامعیت کا سہرا جناب صدیق اکبر کے سر پر باندھا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے صرف اتنا کیا کہ جب عوام اختلاف قرأت میں پڑکر جھگڑا کرنے لگے تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے جمع کئے ہوئے قرآن کی صحیح نقلیں کراکر متعدد صوبوں میں بھیجدیں اور اسی کی اشاعت کی۔[ع]

قرآن مجید کی ایک ترتیب جناب علی بن ابوطالبؓ نے بھی دی تھی جو موجودہ ترتیب سے بالکل جداگانہ تھی حضرت علیؓ کی ترتیب نزول پر تھی یعنی جس ترتیب سے سورتیں اور آیتیں نازل ہوئیں اسی ترتیب پر آپ نے قرآن کو مرتب کیا تو آپ کے مصحف میں سب سے اول سورۂ اقرا تھی اسکے بعد مدثر پھر ن پھر مزمل پھر تبت پھر تکویر وعلیٰ ہذا۔[ع]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی کے مصحف میں سب سے پہلے سورۃ البقرہ تھی[ع] اس کے بعد سورۃ النسا پھر آل عمران وعلیٰ ہذا۔

یہ ترتیبیں اگرچہ بجائے خود جائز تھیں مگر چونکہ رسول اللہ صلعم کی بتائی ہوئی ترتیب ان ترتیبوں کے خلاف تھی اس لئے عبداللہ بن مسعودؓ ابی اور علی مرتضیٰؓ کے مصاحف مرتبہ مقبول و مستند نہیں ہوسکے اور ابوبکرؓ کا مرتبہ مصحف شائع اور مقبول و مستند ہوگیا اور اسی پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا یہانتک کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے اس مہتم بالشان کار خیر کی داد تحسین[ع] دی اور تمام صحابہ نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ یہ قرآن بین الدفتین بعینہٖ

ع ۵ لائف آف محمد مولفہ سر ولیم میور ۱۲ — ع ۵ اتقان السیوطی النوع الثامن عشر ۱۲۔

ع ۵ اتقان النوع الثامن عشر فصل ۱۲ — ع ۵ اتقان النوع الثامن عشر فصل (۱) ۱۲۔

مگر دوسرے لوگوں کو اختلاف زبان کی وجہ سے صحیح تلفظ ذرا مشکل تھا اسلئے رسول اللہ صلعم نے شروع شروع میں عام اجازت دیدی کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے محاورہ میں تلاوت کرلیا کرے رفتہ رفتہ حضرت عثمان رض کے عہد خلافت میں اختلاف قرات سے جھگڑے پیدا ہونے لگے اور معاملہ کچھ کا کچھ ہو چلا۔ قرآن کی حفاظت واجب تھی اور حفاظت بھی ایسی کہ معانی و مطالب کے علاوہ الفاظ قرآنی بھی محفوظ رہیں کیونکہ جب تک اصل الفاظ و کلمات محفوظ نہ رہیں، کتاب محفوظ نہیں رہ سکتی جیسا کہ توریت و انجیل کا حال مشاہدہ ہے اور اختلاف کی صورت میں نزاع کا پیدا ہونا امر لازم تھا۔ ان مشکلات پر غور کرنے کے بعد حضرت عثمان رض نے حکم دیا کہ اب لوگ قرآن کی زبان اور محاورات سے خوب واقف ہو گئے ہیں اس لئے پہلے حکم کے باقی رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اجازت ایک ضرورت کے لئے عارضی تھی جب ضرورت رفع ہو گئی تو وہ حکم بھی اٹھ گیا۔ آخر آپ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر رض کا ترتیب دیا ہوا قرآن جو حفصہ بنت عمر رض کے گھر میں رکھا ہوا تھا شایع کیا گیا اور جابجا اسکی نقلیں بھیجدی گئیں۔

قرآن کی اصلی زبان قریش کی زبان تھی اسلئے محاورہ قریش پر جمع کرکے باقی تمام قبائل کے الفاظ کو قرآن سے چھانٹ کر الگ کر دیا گیا۔ وہ الفاظ اگرچہ قرآن مجید میں نہ رہے مگر تفسیر اور فن قرأت کی کتابوں میں ان کی روایتیں موجود ہیں مگر ان روایات سے صحت قرآن پر کوئی اثر مضر نہیں پڑتا۔ اسی کا نام اختلاف قرأت ہے اور اسکی ایک اور بین مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک ہی لفظ کو دہلی والے مذکر بولتے ہیں اور لکھنؤ والے مؤنث مگر اس اختلاف سے اردو لٹریچر یا اسکی کسی کتاب کی صحت پر کوئی مضر اثر نہیں پڑتا بلکہ اپنی اپنی جگہ دونوں صحیح اور دونوں

بقیہ حاشیہ گذشتہ ایسی بے پروائی تو ادنیٰ ادنیٰ کتابوں کی اشاعت میں نہیں برتی جاتی۔ چہ جائیکہ قرآن کی نسبت ایسا خیال کیا جائے جسکی نقلیں لینے والے صحابۂ رسول جیسے مقدس حفاظ تھے۔ پھر نقل کیسی ہی بے پروائی سے کی جائے مقابلہ و تصحیح کے بعد عین مطابق اصل ہو جاتی ہے۔ ہمارے معزز مخاطب نے شاید نقل کرنے والے دیکھے نہیں ورنہ ایسی بھونڈی بات کبھی نہ فرماتے درحالیکہ اس سے بالاتر اعتراض انکی انجیلوں پر الٹ پڑتا ہے۔

میں یہ ایک بڑی عظمت مضمر ہے۔ قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) سورۃ الفاتحہ	(۲) البقرہ	(۳) آل عمران	(۴) النساء	(۵) المائدہ	(۶) الانعام
(۷) الاعراف	(۸) الانفال	(۹) التوبۃ	(۱۰) یونس	(۱۱) ہود	(۱۲) یوسف
(۱۳) الرعد	(۱۴) ابراہیم	(۱۵) الحجر	(۱۶) النحل	(۱۷) بنی اسرائیل	(۱۸) الکہف
(۱۹) مریم	(۲۰) طٰہٰ	(۲۱) الانبیاء	(۲۲) الحج	(۲۳) المومنون	(۲۴) النور
(۲۵) الفرقان	(۲۶) الشعراء	(۲۷) النمل	(۲۸) القصص	(۲۹) العنکبوت	(۳۰) الروم
(۳۱) لقمان	(۳۲) السجدہ	(۳۳) الاحزاب	(۳۴) السبا	(۳۵) الفاطر	(۳۶) یٰسٓ
(۳۷) الصافات	(۳۸) صٓ	(۳۹) الزمر	(۴۰) المومن	(۴۱) حٰم السجدہ	(۴۲) الشوریٰ
(۴۳) الزخرف	(۴۴) الدخان	(۴۵) الجاثیہ	(۴۶) الاحقاف	(۴۷) محمد	(۴۸) الفتح
(۴۹) الحجرات	(۵۰) قٓ	(۵۱) الذاریات	(۵۲) الطور	(۵۳) النجم	(۵۴) القمر
(۵۵) الرحمٰن	(۵۶) الواقعہ	(۵۷) الحدید	(۵۸) المجادلہ	(۵۹) الحشر	(۶۰) الممتحنہ
(۶۱) الصف	(۶۲) الجمعہ	(۶۳) المنافقون	(۶۴) التغابن	(۶۵) الطلاق	(۶۶) التحریم
(۶۷) الملک	(۶۸) نٓ	(۶۹) الحاقۃ	(۷۰) المعارج	(۷۱) نوح	(۷۲) الجن

وہی کتاب کریم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلعم پر نازل فرمائی اور بلا ایک
حرف کی کمی بیشی کے اور بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے اُسی ترتیب پر ہے جسکی تعلیم رسول اللہ صلعم
نے دی تھی[ع۸]۔ گویا قرآن کی یہ جمع و ترتیب بالکل لوح محفوظ کی نقل ہے[ع۹]۔
پھر کیوں نہو، آخر اسی کا تو یہ اثر ہے کہ باوجود تیرہ سو برس گذر جانے کے اسوقت بھی
قرآن مجید بلا کسی نقصان کے ویسا ہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔
قرآن مجید برابر کے تیس (۳۰) حصوں پر منقسم ہے۔ ہر حصہ کو پارہ کہتے ہیں۔ ہر پارہ کا نام اسکا
اول لفظ ہے جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) الف لام میم	(۲) سیقول	(۳) تلک الرسل		(۴) لن تنالوا	(۵) والمحصنات	(۶) لا یحب اللہ
(۷) واذا سمعوا	(۸) ولو اننا	(۹) قال الملاء		(۱۰) واعلموا	(۱۱) یعتذرون	(۱۲) وما من دابۃ
(۱۳) وما ابری نفسی	(۱۴) ربما	(۱۵) سبحان الذی		(۱۶) قال الم اقل	(۱۷) اقترب للناس	(۱۸) قد افلح المومنون
(۱۹) وقال الذین	(۲۰) امن خلق	(۲۱) اتل ما اوحی		(۲۲) ومن یقنت	(۲۳) وما لی	(۲۴) فمن اظلم
(۲۵) الیہ یرد	(۲۶) حٰمٓ	(۲۷) قال فما خطبکم		(۲۸) قد سمع اللہ	(۲۹) تبارک الذی	(۳۰) عم یتساءلون

قرآن کی تلاوت اور اسکی مزاولت شرعاً مسنون و موکد اور عقلاً پسندیدہ ہے مہینے کے
انتیس یا تیس دن ہوتے ہیں۔ اگر ایک پارہ روز پڑھا جائے تو مہینہ میں ایک ختم ہوجاتا
ہے تلاوت کا یہی طریقہ احادیث صحیحہ میں مستحب فرمایا گیا ہے کیونکہ کم کم پڑھنے میں
معانی پر بھی نظر رہتی ہے طبیعت بھی نہیں اُکتاتی۔ قرآن کے علی التساوی تیس حصے کرنے

ع۸ شرح السنۃ للبغوی ع۹ اتقان نوع (۱۸)

(۲۵) القدر	(۲۶) الشمس	(۲۷) البروج	(۲۸) التین	(۲۹) القریش	(۳۰) القارعہ
(۳۱) القیامۃ	(۳۲) الہمزہ	(۳۳) المرسلات	(۳۴) قٓ	(۳۵) البلد	(۳۶) الطارق
(۳۷) القمر	(۳۸) صٓ	(۳۹) الاعراف	(۴۰) الجن	(۴۱) یٰس	(۴۲) الفرقان
(۴۳) الملائکۃ	(۴۴) مریم	(۴۵) طٰہٰ	(۴۶) الواقعہ	(۴۷) الشعراء	(۴۸) طٰس
(۴۹) القصص	(۵۰) بنی اسرائیل	(۵۱) یونس	(۵۲) ہود	(۵۳) یوسف	(۵۴) الحجر
(۵۵) الانعام	(۵۶) الصافات	(۵۷) لقمان	(۵۸) السبا	(۵۹) الزمر	(۶۰) المومن
(۶۱) حٰم السجدہ	(۶۲) الشوریٰ	(۶۳) الزخرف	(۶۴) الدخان	(۶۵) الجاثیہ	(۶۶) الاحقاف
(۶۷) الذاریات	(۶۸) الغاشیہ	(۶۹) الکہف	(۷۰) النحل	(۷۱) نوح	(۷۲) ابراہیم
(۷۳) الانبیاء	(۷۴) المومنون	(۷۵) السجدہ	(۷۶) الطور	(۷۷) الملک	(۷۸) الحاقہ
(۷۹) سال	(۸۰) النباء	(۸۱) النازعات	(۸۲) الانفطار	(۸۳) الانشقاق	(۸۴) الروم
(۸۵) العنکبوت	(۸۶) المطففین	(۸۷) البقرہ	(۸۸) الانفال	(۸۹) آل عمران	(۹۰) الاحزاب
(۹۱) الممتحنہ	(۹۲) النساء	(۹۳) الزلزال	(۹۴) الحدید	(۹۵) القتال	(۹۶) الرعد
(۹۷) الرحمٰن	(۹۸) الانسان	(۹۹) الطلاق	(۱۰۰) لم یکن	(۱۰۱) الحشر	(۱۰۲) النصر
(۱۰۳) النور	(۱۰۴) الحج	(۱۰۵) المنافقون	(۱۰۶) المجادلہ	(۱۰۷) الحجرات	(۱۰۸) التحریم

(۷۳) المزمل	(۷۴) المدثر	(۷۵) القیامۃ	(۷۶) الدھر	(۷۷) المرسلات	(۷۸) النبا
(۷۹) النازعات	(۸۰) عبس	(۸۱) التکویر	(۸۲) الانفطار	(۸۳) التطفیف	(۸۴) الانشقاق
(۸۵) البروج	(۸۶) الطارق	(۸۷) الاعلی	(۸۸) الغاشیہ	(۸۹) الفجر	(۹۰) البلد
(۹۱) الشمس	(۹۲) اللیل	(۹۳) الضحی	(۹۴) الانشراح	(۹۵) التین	(۹۶) العلق
(۹۷) القدر	(۹۸) البینہ	(۹۹) الزلزال	(۱۰۰) العادیات	(۱۰۱) القارعہ	(۱۰۲) التکاثر
(۱۰۳) العصر	(۱۰۴) الہمزہ	(۱۰۵) الفیل	(۱۰۶) القریش	(۱۰۷) الماعون	(۱۰۸) الکوثر
(۱۰۹) الکافرون	(۱۱۰) النصر	(۱۱۱) اللہب	(۱۱۲) الاخلاص	(۱۱۳) الفلق	(۱۱۴) الناس

سورتوں کی یہ وہ ترتیب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مدون کی گئی اور اسوقت قرآن مجید میں ہمارے سامنے ہے اور جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے یہی ترتیب لوح محفوظ کی بھی ہے۔ مگر نزول کی وہ ترتیب نہیں ہے جس ترتیب پر مصحف بنایا گیا اور آلان موجود ہے بلکہ ترتیب نزول حسب ذیل ہے۔

(۱) سورۃ العلق	(۲) الفاتحہ	(۳) ن	(۴) مزمل	(۵) مدثر	(۶) اللہب
(۷) التکویر	(۸) الاعلی	(۹) اللیل	(۱۰) الفجر	(۱۱) الضحی	(۱۲) الانشراح
(۱۳) العصر	(۱۴) العادیات	(۱۵) الکوثر	(۱۶) التکاثر	(۱۷) الماعون	(۱۸) الکافرون
(۱۹) الفیل	(۲۰) الفلق	(۲۱) الناس	(۲۲) الاخلاص	(۲۳) النجم	(۲۴) عبس

(٦٧) الطلاق	(٦٨) النازعات	(٦٩) التغابن	(٧٠) عبس	(٧١) المطففین	(٧٢) الانشقاق
(٧٣) التین	(٧٤) العلق	(٧٥) الحجرات	(٧٦) المنافقون	(٧٧) الجمعہ	(٧٨) التحریم
(٧٩) الفجر	(٨٠) البلد	(٨١) اللیل	(٨٢) الانفطار	(٨٣) الشمس	(٨٤) الطارق
(٨٥) الاعلیٰ	(٨٦) الغاشیہ	(٨٧) الصف	(٨٨) لم یکن	(٨٩) الضحیٰ	(٩٠) الانشراح
(٩١) القارعہ	(٩٢) التکاثر	(٩٣) العصر	(٩٤)	(٩٥)	(٩٦) الہمزہ
(٩٧) الزلزال	(٩٨) العادیات	(٩٩) الفیل	(١٠٠) القریش	(١٠١) الماعون	(١٠٢) الکوثر
(١٠٣) القدر	(١٠٤) الکافرون	(١٠٥) النصر	(١٠٦) اللہب	(١٠٧) الاخلاص	(١٠٨) الفلق
(١٠٩) الناس					

اس کے علاوہ عبد اللہ بن مسعودرضؓ وغیرہ کے اور بھی مصاحف مختلف ترتیبوں کے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی مقبول و مستند نہیں ہوسکا اور سب نے اسی مصحف صدیقؓ کو مستند تسلیم کیا کیونکہ اسکی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و تعلیم اور لوح محفوظ کے مطابق ہے۔

قرآن مجید میں سات منزلیں ہیں۔ اگر ایک منزل روز پڑھی جائے تو ایک ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید میں (٥٥٨) پانچ سو اٹھاون رکوعات ہیں اور (٦٦٦٦) چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں جن میں سے ایک ہزار (١٠٠٠) آیتیں وعید کی ہیں۔ ایک ہزار احکام کی ہیں ایک ہزار نواہی کی ہیں۔ ایک ہزار امثال میں ہیں

(۱۰۹) الجمعہ	(۱۱۰) التغابن	(۱۱۱) الصف	(۱۱۲) الفتح	(۱۱۳) المائدہ	(۱۱۴) التوبہ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مصحف کی یہی ترتیب تھی۔
تیسری ترتیب وہ ہے جس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف قرآن تیار کیا تھا اور وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) الفاتحہ	(۲) البقرہ	(۳) النساء	(۴) آل عمران	(۵) الانعام	(۶) الاعراف
(۷) المائدہ	(۸) یونس	(۹) الانفال	(۱۰) التوبہ	(۱۱) ہود	(۱۲) مریم
(۱۳) الشعراء	(۱۴) الحج	(۱۵) یوسف	(۱۶) الکہف	(۱۷) النحل	(۱۸) الاحزاب
(۱۹) بنی اسرائیل	(۲۰) الزمر	(۲۱) طٰہٰ	(۲۲) الانبیاء	(۲۳) النور	(۲۴) المومنون
(۲۵) السبا	(۲۶) العنکبوت	(۲۷) المومن	(۲۸) الرعد	(۲۹) القصص	(۳۰) النمل
(۳۱) الصافات	(۳۲) صٓ	(۳۳) یٰسٓ	(۳۴) الحجر	(۳۵) الشوریٰ	(۳۶) الروم
(۳۷) الحدید	(۳۸) الفتح	(۳۹) القتال	(۴۰) المجادلہ	(۴۱) الملک	(۴۲) السجدہ
(۴۳) نوح	(۴۴) الاحقاف	(۴۵) قٓ	(۴۶) الرحمٰن	(۴۷) الواقعہ	(۴۸) الجن
(۴۹) النجم	(۵۰) سال سائل	(۵۱) المزمل	(۵۲) المدثر	(۵۳) القمر	(۵۴) الدخان
(۵۵) لقمان	(۵۶) الجاثیہ	(۵۷) الطور	(۵۸) الذاریات	(۵۹) نٓ	(۶۰) الحاقہ
(۶۱) الحشر	(۶۲) الممتحنہ	(۶۳) المرسلات	(۶۴) النبا	(۶۵) القیامہ	(۶۶) التکویر

قرآن مجید میں (۱۷۷۳۸۲) ایک لاکھ ستہتر ہزار تین سو بیاسی نقطے ہیں۔

ف

منزلوں، پاروں، سورتوں اور رکوعوں کی تعداد متفق علیہ ہے۔ آیتوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بہت سی آیتیں ایسے نہج پر واقع ہوئی ہیں کہ ایک آیت بھی ہو سکتی ہے اور دو آیتیں بھی کہی جا سکتی ہیں۔ ایسے مقامات پر جن لوگوں نے ایک ہی آیت قرار دی اُن کے نزدیک تعداد آیات کم ہو گئی اور جنہوں نے آیت کے دو حصے کر کے دو الگ آیتیں قرار دیں اُن کے نزدیک تعداد بڑھ گئی۔ بہر حال کچھ ہو یہ اختلاف لائق توجہ نہیں ہے بلکہ اس اختلاف کو اختلاف کہنا ہی غلطی ہے۔

ایسا ہی اختلاف حروف کی تعداد میں ہے۔

عربی زبان میں بعض کلمات کے ساتھ چند حروف ایسے آتے ہیں جو صرف لکھنے میں ہوتے ہیں جزو لفظ نہیں ہوتے مثلاً فَعَلُوْا کا الف یا مثلاً قرآن مجید میں لَاۡاِلَی اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ کا پہلا الف۔ جن لوگوں نے ان حروف کو بھی شامل کر لیا انہوں نے تعداد زیادہ بتلائی اور جنہوں نے ایسے حروف کو نظر انداز کر دیا اُن کے حساب میں کمی آ گئی۔

یہی حال نقطوں کے اختلاف تعداد کا ہے۔ قرآن میں بہت ایسے الفاظ ہیں جو بعض کے نزدیک ی کے ساتھ ہیں اور بعض کے نزدیک الف کے ساتھ ہیں جیسا کہ ہم اختلاف قرات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اس صورت میں نقطوں کی تعداد کا حساب میں گھٹنا بڑھنا ظاہر ہے۔

ایک ہزار قصوں سے متعلق ہیں ۔ پانچسو حرمت وحلت یا حرام و حلال کے متعلق ہیں
ایک سو دعاؤں کی اور چھیاسٹھ آیتیں ناسخ و منسوخ ہیں ۔

قرآن مجید میں

(۷۷۹۳۴) ستہتر ہزار نو سو چونتیس الفاظ ہیں مگر بعض حساب لگانیوالوں نے[۵]
(۷۷۶۳۹) الفاظ گنوائے ہیں اور انہوں نے حساب میں غلطی کی ہے ۔
قرآن مجید میں (۳۳۷۷۴۳) تین لاکھ سینتیس ہزار سات سو تینتالیس
حروف ہیں اور ان حروف کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

۳۹۷۳	۳۲۷۳	۱۲۷۶	۱۰۱۹۹	۱۰۴۲۸	۴۸۸۷۲
ح	ج	ث	ت	ب	الف
۵۸۹۱	۱۵۷۰	۱۵۷۹۳	۴۶۹۹	۵۶۴۲	۲۴۱۶
س	ز	ر	ذ	د	خ
۹۲۲۰	۸۴۲	۱۲۷۶	۱۶۰۷	۲۶۱۳	۲۲۵۳
ع	ظ	ط	ض	ص	ش
۲۶۵۶۰	۳۰۶۳۲	۹۵۲۲	۶۸۱۳	۸۴۹۹	۲۴۰۹
م	ل	ک	ق	ف	غ
۳۳۰۷۴۳	۲۵۹۱۹	۴۷۲۰	۱۹۰۷۰	۲۵۵۳۶	۴۵۱۹۰
جملہ	ے	لا	ہ	و	ن

[۵] کمپری ہینسو کمنٹری آفن دی قرآن مصنفہ ریو - ای - یم - ہویری یم - اے مطبوعہ لندن ۱۲

(۳۱) الانفطار	(۳۲) الانشقاق	(۳۳) البروج	(۳۴) الطارق	(۳۵) الاعلی	(۳۶) الغاشیہ
(۳۷) البلد	(۳۸) الشمس	(۳۹) اللیل	(۴۰) الضحیٰ	(۴۱) الانشراح	(۴۲) العلق
(۴۳) القارعۃ	(۴۴) التکاثر	(۴۵) الفیل		(۴۶) اللہب	(۴۷) حٰم السجدہ

یہہ مذکورہ (۴۷) سینتالیس سورتیں بتمامہا مکی ہیں۔

(۴۸) سورۃ انعام مکی ہے مگر مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ الخ تین آیتیں مدنی ہیں اور بعضوں کے نزدیک قُلْ تَعَالَوْا الخ تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۴۹) سورۃ الاعراف مکی ہے مگر وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الخ پانچ یا آٹھ آیتیں اس میں کی مدنی ہیں۔

(۵۰) سورۂ یونس مکی ہے مگر فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ الخ دو یا تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۱) سورۂ ہود مکی ہے مگر اَقِمِ الصَّلٰوةَ ایک آیت یا فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ ایک آیت اور اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ الخ دو یا تین آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۲) سورۂ ابراہیم مکی ہے مگر اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا ایک یا دو آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۳) سورۃ النحل مکی ہے مگر وَاِنْ عَاقَبْتُمْ ایک آیت مدنی ہے۔

(۵۴) سورۃ الاسراء مکی ہے مگر وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ آٹھ آیتیں مدنی ہیں۔

(۵۵) سورۃ الکہف مکی ہے مگر وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ایک آیت

آیات مکی و مدنی

جو آیتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں ان کو اصطلاح میں مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں ان کو مدنی کہتے ہیں عام اس سے کہ مکہ میں اُتری ہوں یا مدینہ میں یا کہیں اور۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

یحیٰ بن سلام کے نزدیک مکی وہ آیات ہیں جو پیغمبر خدا صلعم کے مدینہ جانے سے پہلے مکہ میں نازل ہوئیں اور بقیہ مدنی ہیں بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ جو آیتیں مکہ معظمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں خواہ ہجرت کے بعد ہوں یا پہلے اور جو آیتیں مدینۂ منورہ میں اُتریں وہ مدنی ہیں۔ اس مسلک کی بناء پر اُن آیتوں کو جو سفر میں نازل ہوئیں نہ مکی کہہ سکتے نہ مدنی۔

یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن کی کتنی آیتیں مکی ہیں اور کتنی مدنی۔ کثرت آراء اس طرف ہے کہ چار ہزار آٹھ سو چالیس (۴۸۴۰) آیتیں مکی ہیں اور ایک ہزار آٹھ سو چھبیس (۱۸۲۶) آیتیں مدنی ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) سورۃ الفاتحہ	(۲) یوسف	(۳) الحجر	(۴) طٰہٰ	(۵) الانبیاء	(۶) المومنون
(۷) النمل	(۸) العنکبوت	(۹) الروم	(۱۰) السجدہ	(۱۱) الفاطر	(۱۲) الصافات
(۱۳) صٓ	(۱۴) الذاریات	(۱۵) النجم	(۱۶) الطور	(۱۷) الملک	(۱۸) نٓ
(۱۹) الحاقۃ	(۲۰) المعارج	(۲۱) نوح	(۲۲) الجن	(۲۳) المدثر	(۲۴) القیامۃ
(۲۵) الدہر	(۲۶) المرسلات	(۲۷) النباء	(۲۸) النازعات	(۲۹) عبس	(۳۰) التکویر

اور وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بھی مدنی ہیں۔

(۷۰) سورۃ قٓ کی ایک آیت وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ الخ مدنی ہے۔

(۷۱) سورۃ القمر کی ایک آیت سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ الخ مدنی ہے۔

(۷۲) سورۃ الرحمٰن کی ایک آیت يَسۡـَٔلُهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ الخ مدنی ہے

(۷۳) سورۃ الواقعہ کی دو آیتیں ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ اور اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ الخ مدنی ہے۔

(۷۴) سورۃ المزمل کی ایک آیت اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ الخ مدنی ہے۔

مدنیات

(۷۵) سورۃ الانفال مدنی ہے مگر وَاِذۡ يَمۡكُرُ بِكَ الخ سات آیتیں مکی ہیں۔

(۷۶) سورۃ التوبۃ کی آخر کی دو آیتیں مکی ہیں باقی سب سورہ مدنی ہے۔

(۷۷) سورۃ البقرہ	(۷۸) آل عمران	(۷۹) النساء	(۸۰) المائدہ	(۸۱) النور	(۸۲) الاحزاب
(۸۳) الفتح	(۸۴) الحجرات	(۸۵) المجادلہ	(۸۶) الحشر	(۸۷) الممتحنہ	(۸۸) الجمعہ
(۸۹) المنافقون	(۹۰) الطلاق	(۹۱) التحریم	(۹۲) النصر	(۹۳) الفلق	(۹۴) الناس

یہ مذکورہ اٹھارہ سورتیں[۵] تمامہا مدنی ہیں۔

مختلف فیہ

(۹۵) سورۃ الرعد	(۹۶) یٰس	(۹۷) القتال	(۹۸) الحدید	(۹۹) الصف	(۱۰۰) التغابن

عـ۵ اتقان النوع الاول ۱۲

مدنی ہے۔
(۵۶) سورۂ مریم مکی ہے مگر فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ دو آیتیں مدنی ہیں۔
(۵۷) سورۃ الحج مکی ہے مگر وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ دو آیتیں مدنی ہیں۔ اور بعضوں کے نزدیک هٰذٰنِ خَصْمٰنِ چھ آیتیں مدنی ہیں۔
(۵۸) سورۃ الفرقان مکی ہے مگر وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ ایک آیت مدنی ہے۔
(۵۹) سورۃ الشعراء کی آخر کی دو آیتیں وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمْ مدنی ہیں۔
(۶۰) سورۃ القصص کی ایک آیت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ مکی نہیں ہے اور ایک آیت اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ سے لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ تک مدنی ہے۔
(۶۱) سورۂ لقمان کی دو آیتیں وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ الخ مدنی ہیں۔
(۶۲) سورۃ السبا کی ایک آیت وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الخ مدنی ہے۔
(۶۳) سورۃ الزمر کی ایک آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ مدنی ہے
(۶۴) سورۃ الغافر کی دو آیتیں اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ الخ مدنی ہیں
(۶۵) سورۃ الشوریٰ کی چار آیتیں قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ الخ مدنی ہیں۔
(۶۶) سورۃ الزخرف کی ایک آیت وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا الخ مدنی ہے
(۶۷) سورۃ الدخان کی ایک آیت اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ مدنی ہے
(۶۸) سورۃ الجاثیہ کی ایک آیت قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ مدنی ہے۔
(۶۹) سورۃ الاحقاف کی ایک آیت قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدنی ہے اور بعض کے نزدیک دو آیتیں وَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ

آیات سفری وحضری

کونسی آیتیں سفر کے وقت نازل ہوئیں اور کونسی اقامت میں

(۱)

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

سورۃ البقرہ کی یہ آیت حسب روایت جابرؓ و عمر فاروقؓ حجۃ الوداع کے سال اسوقت نازل ہوئی جبکہ پیغمبر خدا طواف کعبہ کر رہے تھے مگر ابن الحصار کا بیان ہے کہ یہ آیت عمرۃ القضا ریا غزوۃ الفتح کے وقت اتری۔

(۲)

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى
وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

سورۃ البقرہ کی یہ آیت عمرۂ حدیبیہ میں یا حسب روایت سدی حجۃ الوداع میں نازل ہوئی

(۳)

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ
مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ
فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَا اَمِنْتُمْ
فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ
اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ
اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ

(۱۰۱) التطفیف	(۱۰۲) الفجر	(۱۰۳) التین	(۱۰۴) القدر	(۱۰۵) لم یکن	(۱۰۶) الزلزال
(۱۰۷) العادیات	(۱۰۸) العصر	(۱۰۹) الہمزہ	(۱۱۰) القریش	(۱۱۱) الماعون	(۱۱۲) الکوثر
		(۱۱۳) الکافرون	(۱۱۴) الاخلاص		

یہ بیس سورتیں مختلف فیہ ہیں۔ بعض کے نزدیک مکی ہیں بعض کے نزدیک مدنی ہیں۔

آیتوں میں سب سے پہلے

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ اور سب سے آخر میں یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ نازل ہوئی[۵]

سورتوں میں آخری سورۃ

سورۃ التوبۃ ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی سورت نازل نہیں ہوئی اور قرآن مکمل ہوگیا۔

قرآن مجید میں

سب سے بڑی سورت ، سورۃ البقرہ ہے اور سب سے چھوٹی سورت ، سورۃ الکوثر ہے۔

قرآن مجید میں سب سے بڑی آیت

آیۃ المداینہ ہے جو سورۃ البقرہ میں ہے اور جس کا شروع ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ اور قرآن بھر میں سب سے چھوٹی آیت ہے "مُدْهَآمَّتٰنِ"۔

---

۵ اتقان النوع الثامن۔

نازل ہوی۔

(۷)

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ الخ

سورۃ النساء کی یہ آیت تیمم سفر کی حالت میں نازل ہوی جبکہ پانی مفقود تھا اور اسکے نزول کا باعث جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ تھیں مگر وہ سفر کونسا تھا! یہ تحقیق نہیں ہے۔

(۸)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا الآیہ

سورۃ النساء کی یہ آیت حسب روایت حضرت ابن عباس رضہ فتح مکہ کے دن خاص کعبۃ اللہ کے اندر نازل ہوئی۔

(۹)

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا الآیہ۔

سورۃ النساء کی یہ آیت حسب روایت زرقی مقام عسفان میں ظہر اور عصر کے درمیان میں نازل ہوی۔

(۱۰)

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ الآیہ

سورۃ النساء کی یہ آخری آیت کلالہ سفر میں نازل ہوئی مگر یہ محقق نہیں کہ وہ سفر کونسا تھا۔

(۱۱)

سورۃ المائدہ کے شروع کی ایک آیت یا دو آیتیں یا چار آیتیں یا پانچ آیتیں حسب روایت اسماء بنت یزید منا میں بحالت سفر نازل ہوئیں اور محمد بن کعب سے

شَدِیْدُ الْعِقَابِ

سورۃ البقرہ کی یہ آیت حدیبیہ کے عمرہ میں نازل ہوئی۔ پیغمبر خدا عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لیجاتے تھے کہ حدیبیہ ایک موضع میں کافروں نے آپ کو روکدیا آپ نے وہیں قربانی کرا کے سب کے احرام اُتروائے اسی کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۴)

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

سورہ بقر کی یہ آیت آخر سورہ تک اس روز نازل ہوئی جب رسول اللہ صلعم مکہ فتح کر چکے تھے اور مع تمام صحابہ کے سفر کی حالت میں تھے[۱]

(۵)

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ

سورۃ البقرہ کی آیت حجۃ الوداع کے سال مقام منا میں نازل ہوئی (رواہ البیہقی فی الدلائل)

(۶)

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ

سورۃ آل عمران کی یہ آیت حسب روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی مقام حمراء الاسد میں

---

[۱] اس کے بعد امام سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت کے فتح مکہ کے دن نازل ہونے پر کوئی برہان نہیں ہے۔

سورۃ المائدہ کی یہ آیت حسب روایت جابر رضؓ غزوہ بنی انمار میں مقام ذات الرقاع میں نازل ہوئی۔

(۱۶)

سورۃ الانفال کی شروع کی تین آیتیں حسب روایت سعد بن ابی وقاصؓ مقام بدر میں جنگ کے بعد نازل ہوئی۔

(۱۷)

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ الآیہ

سورۃ الانفال کی یہ آیت بھی مقام بدر میں واقعہ کے بعد نازل ہوئی۔

(۱۸)

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا الخ

سورۃ التوبہ کی یہ آیت حسب روایت سوبانؓ سفر میں نازل ہوی مگر سفر کونسا تھا اسکی تحقیق نہیں۔

(۱۹)

لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ الآیہ

سورۃ التوبہ کی یہ آیت حسب روایت عبداللہ بن عباس رضؓ غزوہ تبوک میں نازل ہوئی۔

(۲۰)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ الآیہ

سورۃ التوبہ کی یہ آیت بھی حسب روایت ابن عمرؓ غزوہ تبوک میں نازل ہوئی۔

(۲۱)

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ الخ

ابو عبید نے روایت کی ہے کہ سورۃ المائدہ حجۃ الوداع میں مابین مکہ و مدینہ نازل ہوئی۔

(۱۲)

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

سورۃ المائدہ کی یہ آیت حجۃ الوداع کے سال جمعہ کے روز عرفہ کی رات کو نازل ہوئی۔

(۱۳)

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ مِّنْہُ الخ

سورۃ المائدہ کی یہ آیت تیمم حسب روایت عائشہ صدیقہؓ مقام بیدار یا ذات الجیش میں نازل ہوئی بیدار کا دوسرا نام ذوالحلیفہ ہے اور ذات الجیش مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔

(۱۴)

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

سورۃ المائدہ کی یہ آیت حسب روایت قتادہ اسوقت نازل ہوئی جب کہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب نے پیغمبر خدا کو ایذا پہونچانے کا ارادہ کیا تھا اور آپ نخلستان کے بیچ میں تشریف فرما تھے۔

(۱۵)

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ الخ

سورۃ الحج کی یہ آیت سفر ہجرت میں نازل ہوئی۔

(۲۷)

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ الخ (سورۃ الفرقان)

یہ آیت مقام طائف میں نازل ہوئی مگر امام سیوطی کو اس روایت پر وثوق نہیں ہے۔

(۲۸)

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ (سورۃ القصص)

یہ آیت سفر ہجرت میں مقام جحفہ پر نازل ہوئی۔

(۲۹)

سورۃ الروم کی شروع آیت غُلِبَتِ الرُّومُ الخ مقام بدر میں جنگ سے پہلے نازل ہوئی۔

نمبر	نام سورہ	آیت	مقام نزول مع کیفیت
۳۰	سورۃ الزخرف	وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ	معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔
۳۱	سورۂ محمد	وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً الخ	سفر ہجرت میں نازل ہوئی۔
۳۲	سورۃ الفتح	سُورَةُ الْفَتْحِ	کراع الغمیم یا بروایت دیگر، درمیان مکہ و مدینہ۔
۳۳	الحجرات	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ الخ	مکہ بعد فتح۔ جب کہ حضرت بلال رض

سورۃ التوبۃ کی یہ آیت مقام عسفان میں نازل ہوئی جب رسول خداؐ نے اپنی مادر مشفقہ کی قبر پر جاکر اُن کے لئے دعائے مغفرت کی تھی۔

(۲۲)

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ۔

سورۃ النحل کی یہ آخری آیت مقام احد پر نازل ہوئی جب رسول اللہ صلعم حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد اُن کے پاس جاکر کھڑے ہوئے تھے مگر ابی بن کعب سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔

(۲۳)

وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ الآیہ

سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت حسب روایت عبدالرحمن بن غنم مقام تبوک میں نازل ہوئی۔

(۲۴)

سورۃ الحج کی شروع کی آیت وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ تک غزوہ بنی مصطلق کے سفر میں نازل ہوئی۔

(۲۵)

هَٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا الخ

سورۃ الحج کی یہ آیت مقام بدر میں عین جنگ کے وقت نازل ہوئی جب کہ اہل اسلام کفار کا ناطقہ بند کر رہے تھے۔

(۲۶)

آیات لیلی و نہاری

کونسی آیتیں رات کے وقت نازل ہوئیں کونسی دن کے وقت

ا

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ الخ (البقرہ - سیقول)

بعض روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سورۃ البقرہ کی یہ آیت تحویل قبلہ دن کے وقت ظہر و عصر کے درمیان میں نازل ہوی۔ مگر قاضی جلال الدین وغیرہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ آیت مذکورہ رات میں اُتری۔

(۲)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ الآیہ

سورۂ آل عمران کی یہ آخر کی آیتیں رات میں عشا کے وقت یا بعد نازل ہوئیں۔

(۳)

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ الخ

جنگ اُحد میں رات کے وقت لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کرتے تھے کہ کہیں بیخبری میں دشمنان اسلام آپ کی جان کو نقصان نہ پہونچائیں۔ اسی رات کو یہ آیت عشا کے بعد نازل ہوی۔ آپ نے پہرہ دینے والوں سے فرمایا کہ بس اب پہرہ کی ضرورت نہیں رہی۔ تم لوگ آرام کرو کیونکہ خدا نے میری حفاظت کا ذمہ لیا ہے

(۴)

سورۃ الانعام مکہ معظمہ میں اور سورۂ مریم اور سورۃ المنافقین یہ تینوں سورتیں رات کے وقت نازل ہوئیں۔

(۵)

نمبر	نام سورہ	آیت	مقام نزول مع کیفیت
			اذان دینے کے لئے کعبہ کی چھت پر چڑھے تھے۔
۳۴	سورۃ الواقعہ	ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ الخ	سفر مدینہ۔
۳۵	"	أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ الخ	"
۳۶	الممتحنہ	يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ الخ	اسفل حدیبیہ
۳۷	المنافقون	سُوْرَةُ الْمُنَافِقِيْنَ	مقام تبوک
۳۸	المرسلات	سُوْرَةُ الْمُرْسَلَات	غار منا
۳۹	المطففین	سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ	سفر ہجرت وقبل دخول آنحضرتؐ بمدینہ
۴۰	العلق	شروع سورہ	غار حرا
۴۱	سورۃ الکوثر	سورۃ الکوثر	حدیبیہ۔ مگر امام سیوطی اس کو غیر مستند فرماتے ہیں۔
۴۲	النصر	سورۃ النصر	منا۔ روز اوسط ایام تشریق حجۃ الوداع۔

یہ کل بیالیس نمبر کی مصرحۂ بالا آیتیں سفری ہیں اور ان کے علاوہ کل آیات قرآنیہ حالت اقامت میں نازل ہوئیں۔

امام سخاوی نے کتاب جمال القراء میں ابن مسعود رضہ سے روایت کی ہے کہ سورۃ المرسلات حراء میں لیلۃ الجن میں نازل ہوئی مگر امام سیوطی کا صحیح و مستند بیان یہ ہے جیساکہ انہوں نے صحیح اسماعیلی اور بخاری کی سند سے لیا ہے کہ سورۃ المرسلات نویں ذی الحجہ کو رات کے وقت منا مین نازل ہوئی۔

(۱۱)

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دونوں سورتیں رات میں نازل ہوئیں۔ (رواہ عقبۃ بن العامر الجہنی)

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الآیہ

سورۃ التوبہ کی یہ آیت رات کے دو ثلث گذر جانے پر نازل ہوئی جب کہ صرف ایک تہائی رات باقی تھی۔

(۶)

سورۃ الحج کے شروع کی چار یا پانچ آیتیں رات میں نازل ہوئیں۔

(۷)

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ

مدینہ منورہ میں ، بیت الخلاء گھروں کے اندر بنانے کا دستور نہ تھا۔ بی بیاں رات کو پڑوس کے میدانوں میں قضائے حاجت کیلئے جاتی تھیں۔ ایسا ہوا کہ آیت حجاب کے اترنے سے پہلے ایک روز اُمّ المومنین سودہ رضؓ قضائے حاجت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں۔ واپسی میں حضرت عمرؓ ملے اور اُمّ المومنین سودہؓ چونکہ جسیم اور قد آور بی بی تھیں ، عمرؓ نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اُنکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح باہر نکلیں۔ دیکھتے ہی حضرت سودہؓ کو للکارا کہ خدا کی قسم یا ہم نے تمکو پہچان لیا بھلا دیکھوں تو سہی اب تم کیونکر باہر نکلتی ہو ! حضرت سودہؓ نا نبیق کا نپتی گھر میں آئیں اور سارا ماجرا رسول اللہ صلعم سے عرض کیا۔ اور اسی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی

(۸)

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا الآیہ

سورۃ الزخرف کی یہ آیت معراج کی رات میں نازل ہوئی۔

(۹)

سورۃ الفتح کی شروع کی ایک یا دو آیتیں رات میں نازل ہوئیں

(۱۰)

آیات فراشی و نومی

کونسی آیتیں سونے کے وقت نازل ہوئیں اور کونسی نیند میں

(۱)

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ الآیہ

سورۃ التوبۃ کی یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب تہائی رات باقی تھی اور پیغمبر خدا صلعم ام سلمہ رضہ کے حجرہ میں بستر راحت پر تھے۔

(۲)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ الآیہ

سورۃ المائدہ کی یہ آیت رات کے اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلعم سونے کیلئے بستر پر لیٹ چکے تھے۔

(۳)

مسلم نے حضرت انس رضہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے تبسم کا کیا سبب ہے فرمایا! مجھپر ابھی ایک سورت نازل فرمائی گئی ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے سورۃ الکوثر تلاوت کی۔

حضرت انس رضہ وغیرہ کے سامنے رسول اللہ صلعم خواب استراحت میں تھے اس لئے اُن حاضرین کو گمان ہوا کہ سورۃ الکوثر نیند کی حالت میں نازل ہوئی ہے مگر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بیدار ہوتے ہی نزول وحی شروع ہوگیا ہو، اور دیکھنے والوں نے اس حالت وحی کو بھی حالتِ خواب ہی سمجھا ہو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بازاری اور ایک ثقہ شخص کے خوابوں میں فرق ہوتا ہے۔

آیات الصبح

جو آیتیں صبح کے وقت نازل ہوئیں

(۱)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ الآیہ

آیۃ التیمم جس کا ذکر ایک دفعہ گذر چکا ہے صبح کے وقت نازل ہوی جب کہ پانی بالکل مفقود ہو گیا تھا۔

(۲)

لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ الخ

سورۂ آل عمران کی یہ آیت صبح میں اُسوقت نازل ہوی ماجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ کر ابوسفیان وغیرہ کے حق میں بددعا کرنے کے ارادہ میں تھے۔

ان گیارہ اور دو مقامات کے علاوہ بقیہ سارا قرآن مجید دن کے وقت (نجماً نجماً) نازل ہوا۔

آیاتِ صیفی و شتائی

کونسی آیتیں گرمی میں نازل ہوئیں اور کونسی جاڑے میں ؏

(۱)

قرآن مجید میں کلالہ کے متعلق دو جگہ بیان کیا گیا ہے۔ایک وہ آیت جو سورۃ النساء کے شروع میں ہے۔

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ

یہ آیت جاڑے میں نازل ہوئی۔

(۲)

دوسری وہ آیت جو سورۃ النساء کے آخر میں ہے:۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ الآیہ

یہ آیت گرمیوں میں نازل ہوئی۔

(۳)

سورۃ المائدہ کا شروع اور

(۴)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

؏ حال میں بعض نئے نادان دشمنان قرآن نے اس پر یہ انوکھا اعتراض کیا ہے کہ موسم کے اعتبار سے جو آیات کی صرف سرمائی و گرمائی دو تقسیمیں کی ہیں تو کیا عرب میں برسات کا موسم نہیں ہوتا۔ **جواب** برسات کا موسم تقریباً ہر حصہ دنیا پر ہوتا ہے مگر کہیں برسات کو جداگانہ موسم قرار نہیں دیا گیا ہے کیونکہ برسات بھی انہیں سرما گرما دو موسموں میں سے کسی ایک موسم میں ہوگا۔ افسوس! چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنر ش در نظر

اعلیٰ درجہ کے آدمی کا خواب ادنیٰ درجہ کے آدمی کے خواب سے متفاوت ہوتا ہے۔ بادشاہ کا خواب عام رعایا کے خواب سے ایسے ارفع درجہ پر ہوتا ہے کہ عامیوں کے خواب کو اس سے لگاؤ تک نہیں ہوتا۔ وعلیٰ ہذا القیاس جو لوگ نہایت متقی و پرہیزگار ہیں۔ سچے عبادت گزار ہیں۔ صاف باطن اور صاحبِ دل ہیں ان کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ وہ خوابوں میں بہت سے واقعات اور بہت سی باتوں پر متنبہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہرگز خواب پریشاں نہیں دیکھتے کیونکہ ایسے واہی تباہی خواب انہیں لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں جن کا باطن گندہ ہوتا ہے اور جو دن رات فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔

اس عقل و نقل سے بدیہی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے خواب جھوٹے نہیں بلکہ سچے اور مطابق واقع کے ہوتے ہیں اور کبھی اُن کو دربار الٰہی سے خواب ہی میں احکام عطا ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو رویا میں اسمٰعیل علیہ السّلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں فتح مکہ کی خبر دی گئی اور ہُوبہُو ویسا ہی واقعہ ہوا جیسا کہ خواب میں ملاحظہ فرمایا تھا۔ اس بنا پر ہم علمائے اسلام علیہم الرحمۃ کے اختلافات و مباحث سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ، اگر سورۃ الکوثر نیند میں ہی نازل ہوئی تو اس میں کچھ قباحت نہیں نہ کچھ محل اعتراض ہو سکتا۔ جس طرح حضرت ابراہیم کو خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا اور وہ خواب سچا تھا اسی طرح ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند کی حالت میں سورۃ الکوثر نازل ہوئی اور وہ برحق ہے جس نے شروع زمانۂ نبوت میں نازل ہوتے ہی فصحائے عرب کے چھکے چھڑا دئے اور سب ششدر ہو کر رہ گئے

اِن تین مقامات کے سوا، باقی تمام قرآن مجید بیداری میں نازل ہوا۔

سورۃ النور میں إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ سے لیکر
أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ تک
جو ، چودہ آیتیں جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات و طہارت میں ہیں وہ سب
جاڑوں میں نازل ہوئیں۔

(۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ سے لیکر
وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا تک
اُنیس ۱۹ آیتیں جو سورۃ الاحزاب میں غزوۂ خندق کے متعلق ہیں یہ سب
جاڑوں میں نازل ہوئیں۔

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ
غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(۵)

اور سورۃ البقرہ کی آیت۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى
كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

یہ سب آیتیں گرمیوں میں نازل ہوئیں۔

(۶)

سورۃ النصر بھی موسم گرما میں نازل ہوئی

(۷)

سورۃ التوبہ میں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مَا لَكُمْ
اِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى
الْاَرْضِ

سے لیکر وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكٰفِرِينَ تک

اور

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ
اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اور اس کے پہلے کی آیتیں جو غزوہ تبوک کے متعلق ہیں نہایت سخت گرمیوں
میں نازل ہوئیں۔

(۸)

آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ بعض روحانی معراج کے قائل ہیں اور بعض کا مسلک یہ ہے کہ واقعہ معراج خواب تھا اور چونکہ رسول کا خواب بالکل سچا اور مطابق واقع کے ہوتا ہے اس لئے معراج میں جو کچھ آپ نے دیکھا وہ سب برحق اور واقعی تھا۔ قرآن مجید میں نہ تو جسمانی معراج پر کوئی برہان ہے نہ اس کا بطلان ہے۔ البتہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک رسول کا جانا قرآن میں مصرح ہے اور الفاظ قرآنی کا انداز یہی کہتا ہے کہ معراج جسمانی تھا بہرحال اگر ہم معراج کو روحانی یا خواب میں ہونا مانیں تو بھی کوئی ہرج نہیں ہے اور جسمانی معراج تسلیم کریں تو اس میں بھی کوئی عقلی استحالہ نہیں ہے۔

(۳)

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الآیہ

سورۃ البقرہ کی یہ آخری آیت معراج میں قاب قوسین پر نازل ہوئی۔ اور ان چار مقامات کے سوا بقیہ تمام قرآن زمین پر نازل ہوا۔

بحث

غیر مذہب اور فلسفی خیال والے غالباً اس کو باور نکریں گے کہ آسمان و زمین کے درمیان میں آیات کا نازل ہونا اور انسان کا زمین سے آسمان کو جانا دور از قیاس باتیں ہیں مگر اہل اسلام مجبور ہیں کہ نص اور وحی قطعی پر ضرور ایمان لائیں گو وہ محال عادی ہوں۔ وحی کے مقابلہ میں شبہات فلسفیانہ اَوْهَنُ مِنْ بَیْتِ الْعَنْکَبُوْتِ ہیں۔ اگرچہ یہ موقع اس بحث کا نہیں ہے پھر بھی دلچسپی ناظرین کے لئے کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے کہ اَنَّ مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ

ان اور ان جیسی باتوں سے انکار کرنے والے تین صورت سے خالی نہیں (۱) یا تو

آیات ارضی و سماوی

کونسی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں اور کونسی آسمان پر

چھ آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج کی رات میں نازل ہوئیں۔

(۱)

تین آیتیں سورۃ الصافات میں ہیں۔

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ

(۲)

چوتھی آیت سورۃ الزخرف میں ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ

(۳)

دو آیتیں سورۃ البقر کے آخر کی۔ یہ چھ آیتیں رسول خدا صلعم پر اُسوقت نازل ہوئیں جب آپ معراج میں بیت المقدس سے عالم بالا کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

اب یہاں علماء کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ آیتیں زمین و آسمان کے درمیان میں نازل ہوئیں اور امام سیوطی اسی گروہ میں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آیات مذکورہ ما رسول اللہ صلعم کے آسمانوں پر پہونچنے کے بعد نازل ہوئیں تو اس مسلک پر یہ آیتیں سماوی ہوئیں اور پہلے مسلک پر گویا جو اسما میں اُتریں۔

علمائے اسلام مسئلہ معراج میں بھی مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اسی خاکی جسد کے ساتھ

رہی یہ بات کہ ایسی ایجادات تو عرب میں اُسوقت تھیں نہیں! تو ہم اہل اسلام محمد مصطفٰے علیہ الصّلواۃ والسّلام کو قادر مطلق کا رسول برحق ملنتے ہیں جو روحانیات میں ایسے بڑے درجہ پر تھے جہاں تک طائر وہم کا گذر بھی محال ہے اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جبریل فرشتہ یا ارواح فلکی کے ذریعہ سے اپنے پیغمبر کو زمین سے آسمانوں پر پہونچا کر دم کی دم میں واپس کر دیا۔ بہرحال جب زمین سے آسمان کی طرف چڑھنا خلاف عقل نہیں بلکہ مشاہد ہے تو رسول عرب پر زمین و آسمان کے بیچ میں یا قاب قوسین پر قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا بھی خلاف عقل نہیں سکتا۔

یورپ کے فلسفۂ جدیدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ مشتری سیارہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل کی مسافت طے کرتا ہے اور بہت سے سیارات ایک ایک منٹ بلکہ ایک ایک سکنڈ میں لاکھوں میل طے کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر حرکت کے لئے محرک کا ہونا ضروری ہے۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ جب تک کوئی قوت حرکت دینے والی نہو کوئی حرکت نہیں ہوسکتی اور جب یہ ثابت و مسلم ہے کہ ہر حرکت کیلئے ایک محرک کا ہونا واجب ہے تو جس محرک نے مشتری وغیرہ سیاروں کو اتنی سرعتِ رفتار بخشی ہے اُسی قوت نے اگر محمد مصطفٰے صلعم کی ذری سے جثہ میں ایسی تیزی اور سرعت رفتار پیدا کر دی تو کونسی دشوار بات ہے اور کیا استبعاد ہے! حالانکہ اعراض کے قبول کرنے میں اجسام سب برابر ہیں۔ حرکت کے لحاظ سے جسم کی چھوٹائی بڑائی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ بہ نسبت بڑے جسم کے چھوٹے جسم میں ہی زیادہ تیزی ہوگی اور ہوتی ہے

کمالات روحانیات کا ایک ایسا درجہ ہے کہ کمال انسانی کے منازل کو طے کرکے انسان ارواح مجرّدہ میں شامل و مثل ملائکہ ملأ اعلےٰ کے ہوجاتا ہے اور اُسوقت اس سے عجیب وغریب خلاف عادت حرکات ظہور پذیر ہوتے ہیں جن کو اصطلاح شرع میں معجزہ کرامات کہتے ہیں

منکر مسلمان ہے (۲) یا اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کا پیرو ہے (۳) یا سرے سے مذہبی ہی نہیں بلکہ صرف فلسفی خیال کا ایک سائنٹیفک آدمی ہے۔

(۱) مسلمان اس حیثیت سے کہ وہ مسلمان ہے ایسے خلاف عادت امور سے انکار نہیں کر سکتا جو کتاب وسنت میں منصوص ہیں اس لئے کہ پیغمبروں سے خرق عادات ومعجزات کا ظہور، قیامت کا برپا ہونا۔ تمام مُردوں کا صور کی آواز پر قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونا، قبر میں مرنے کے بعد سوال وجواب ہونا وغیرہ وغیرہ اس سے زیادہ حیرت انگیز اور خلاف عادت امور ہیں تو ایسے بڑے بڑے خرق عادات کو تسلیم کر لینے کے بعد صرف حیرت خیز امور سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوسرے مذہب والوں کو اسلام کی خلاف عادت باتوں پر اعتراض کرنے کی گنجایش نہیں ہے کیونکہ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں خلاف عادت امور نہ ہوں اور جب خود اپنے مذہب میں ویسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ خلاف عقل امور موجود ہیں جن پر ایمان واعتقاد رکھنا جزو مذہب ہے تو وہ اسلام پر کس منہ سے اعتراض کرنے کی جرات کر سکتے ہیں!

(۳) اگر معترض قید مذہبیت سے آزاد اور صرف سائنٹیفک آدمی ہے تو ہم اس سے ادب کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ زمین سے آسمان کی طرف یا آسمان پر جانا اور جو سماء میں پیغمبر اسلام پر آیات قرآنی کا نازل ہونا کیوں ناقابل تسلیم اور اس میں کونسی بات خلاف عقل ہے؟ زمین سے آسمان کی طرف صعود کرنا ہرگز خلاف عقل اور محال نہیں بلکہ خلاف عادت بھی نہیں ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی ذریعہ کے پردار پرندوں کی طرح آسمان کو پرواز کر گئے۔ بلکہ یہ کہ آپ کسی ذریعہ سے آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور یہ محال نہیں ہے آخر سر توڑ کوششوں کے بعد یورپ والوں نے ہوائی جہاز بنا لیا کہ نہیں! جس کے ذریعہ سے زمین سے آسمان پر اُڑنا آسان ہو گیا

تواترِ قرآن

اسلام کے تمام فرقہ ہائے مختلفہ ومتعددہ کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ قرآن شریف جو کچھ مابین الدفتین اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے (سوائے عنوانات کے) وہی کلام الٰہی اور وحی ربانی ہے۔ نہ اس میں کچھ تغیر وتبدل ہوا نہ کسی کی شرارت یا عدم محافظت سے اس میں زیادتی ونقصان یا الحاق واقع ہوا جتنا کچھ پیغمبرِ اسلام علیہ السلام پہ نازل ہوا اتنا ہی بلا کسی کمی وبیشی کے اسوقت بھی بین الدفتین ہمارے سامنے ہے۔ بین الناس مشہور ومعروف ہے۔ مشرق سے مغرب تک شائع وذائع ہے اس کی تعظیم ضروریات دین سے ہے اور اسکا استہزا کرنے والا خارج از اسلام ہے۔

مسلمانوں نے سلفاً عن خلفٍ ہر ایک طبقہ میں اس کی حفاظت اور ضبط وکتابت اور دل وزبانوں پہ حفظ کرنے کا اہتمام تام کیا ہے کہ مطلق شک وشبہ کی گنجایش باقی نہیں ہے۔ جسطرح اسلام دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل گیا۔ اُسی طرح لاکھوں کروڑں مسلمان حفاظ اسکو حفظ ونقل کرتے رہے اور یہ حفظ ونقل کا کام اتنے اعلیٰ درجہ پر رہا کہ دنیا کی کوئی مشہور سے مشہور بات اور غایت تواتر کو پہونچی ہوئی خبر بھی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی صحت تواتر میں قرآن آپ اپنی نظیر ہے۔

قرآن مجید خود آنحضرت صلعم کے حضور میں تلاوت کیا جاتا تھا صحابہ کرام رضنے بارہا پیغمبر کے روبرو اسکو ختم کیا۔ آنحضرت صلعم کے عہد میں قرآن مجموع ومولف ہوگیا اور آپ کے بعد اہل اسلام ہمیشہ اس کے حفظ ونسخ اور ضبط وتلاوت وقرارت میں مصروف وسرگرم رہے اور لاکھوں حفاظ وقرّاء کے وسیلہ سے سینہ بہ سینہ ہم تک چلا آیا۔

آیات فوق الارض و تحت الارض

کونسی آیتیں زمین پر نازل ہوئیں اور کونسی زمین کے نیچے نازل ہوئیں۔
قرآن مجید میں صرف ایک سورۃ المرسلات ہے جو زمین کے نیچے غار (حرار یا غار منا) کے اندر نازل ہوی۔ باقی سب قرآن زمین کی سطح پر نازل ہوا (الا ما نزل فی السما رکما مر)

ہم نے قرآن مجید کی لائف پھر بھی مختصر بیان کی ہے۔ امام سیوطی کی کتاب اتقان فی علوم القرآن میں یہ مباحث بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں اور ہماری کتاب کا یہ مقدمہ اتقان کے اُن چند بابوں کا گویا خلاصہ ہے۔

اس لائف کے مطالعہ سے ناظرین پر یہ امر بخوبی روشن ہوگیا ہوگا کہ اسبارۂ خاص میں دنیا کی کوئی آسمانی یا غیر آسمانی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

شیعہ اثنا عشریہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ نقصان قرآن کے قائل ہیں اور یہ کہ ان کی بعض کتب معتبرہ میں بعض روایات تحریف فی الجملہ وارد ہیں جن سے نقصان یا ایک آدہ لفظ کا تبدل ثابت ہوتا ہے۔

پہلا جواب: ـ شیعہ اثنا عشریہ آئمہ معصومین کی حدیثوں کو خلاف واقع کہنے کی جرارت نہیں کر سکتے اور اُن کے سب آئمہ اثنا عشر اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں کچھ کمی و بیشی نہیں ہوی بلکہ جیسا کا ویسا محفوظ رہا ہے جیسا کہ دو تین اماموں کے قول ہم نقل کر چکے ہیں تو اب کوئی شیعہ اپنے اماموں کے خلاف قرآن کو محرف کہکر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

دوسرا جواب: ـ مذہب شیعہ کے اکثر علمائے متقدمین و متاخرین اس امر میں اہل سنت کے ہمزبان ہیں کہ قرآن میں کچھ نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن بابویہ قمیؒ رسالہ اعتقادات میں لکھتے ہیں کہ:۔

اِعتِقَادنَا اَنَّ القرآن الذی انزل الله علی محمد نبیہ وھو مابین الدفتین وھو مافی ایدی الناس لیس باکثر من ذالك ومبلغ سورة عند الناس مائةٌ واربعة عشر سورةً وعندنا والضحٰے والم نشرح سورة واحدة ولایلاف قریش والم ترکیف سورة واحدة ومن نسب الینا انا نقول انه

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بلاشبہ وہ قرآن جو اللہ نے اپنے نبی محمد صلعم پر نازل کیا اور جو بین الدفتین موجود ہے اور جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ اس (موجودہ قرآن) سے زیادہ نہیں ہے عامۂ اہل اسلام کے نزدیک ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور ہمارے نزدیک (ایک سو بارہ سورتیں ہیں و الضحیٰ اور الم نشرح ایک سورہ ہے اور لایلاف قریش اور الفیل ایک سورہ ہے اور جس نے ہماری طرف اسبات کو منسوب کیا کہ ہم قرآن کو موجودہ قرآن سے زیادہ سمجھتے ہیں

پس قرآن مجید کا بعینہ محفوظ رہنا ایسے ہی تواتر سے ثابت ہے جیسے خود رسول عربی
کا وجود یا آلان مکہ و مدینہ اور لندن وغیرہ کا موجود ہونا۔
سنی و شیعہ دونوں فریق کے علماء اور عوام و خواص کا اسی پر اتفاق ہے کہ
تواتر قرآن محل کلام نہیں ہے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور کمی و بیشی نہیں
ہوی ہے۔ علمائے اثناعشریہ میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ قرآن
مجید میں غیر قرآن داخل ہوا یا اوس میں سے کچھ کم ہوگیا۔ آئمہ اثناعشر کا زمانہ مدت تک
رہا ان بزرگان کبار کے سیرت و عمل اور قول و فعل سے بجز قرآن موجودہ کی تصدیق
و تسلیم کے کوئی دوسری بات ظاہر نہیں ہوی۔ وہ ہمیشہ کتاب اللہ کی تلاوت اور
اسکی درس و تدریس کرتے رہے۔ سورتوں اور آیات کے فضائل و کرامت کا بیان
کرتے رہے اور اپنے لڑکوں، لونڈیوں، عیال و اطفال اور خدام کو قرآن کی
تعلیم کرتے رہے اور اسی قرآن کو نمازوں میں پڑھتے پڑھاتے رہے اور مخالفین
اسلام کے مقابلہ میں اسی قرآن سے تمسک کرتے رہے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر وہ آئمہ دین
قرآن موجودہ کو کلام اللہ نہ سمجھتے تو ہرگز اس پر ان کا مدار کار اور اعتماد و احتجاج نہ ہوتا
حضرت امام محمد باقر کا قول ہے کہ ،، جس وقت فتنے تم پر ملتبس ہو جائیں تو قرآن کی طرف
رجوع لاؤ کہ وہ شفاعت کرنے والا مقبول الشفاعۃ ہے جو کوئی اسکو آگے رکھیگا
البتہ وہ اُسے جنت میں لیجائے گا امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ:-

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ فِيْهِ اَنْوَارُ الْهُدٰى وَمَصَابِيْحُ الدُّجٰى۔	اس قرآن میں انوار ہدایت اور تاریکی ضلالت کے دور کرنے والے چراغ ہیں

حضرت امام علی نقی نے جو خط اپنے شیعوں کو لکھا تھا اس میں یہ کلام وارد ہے کہ ،،

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ قَاطِبَةً عَلٰى اَنَّ الْقُرْآنَ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔	تمام امت محمدیہ اس امر پر متفق ہے کہ اس قرآن (کے کلام اللہ ہونے) میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

علی الہدی سید مرتضی مسائل طرابلسات کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

ان العلم لصحة نقل القرآن کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام والکتب المشہورة واشعار العرب المسطورة فان العنایة اشتدت والدواعی توفرت علی نقلہ وحراستہ وبلغت الی حد لم تبلغہ فیما ذکرناہ لان القرآن معجزة النبوة وماخذ العلوم الشرعیة والاحکام الدینیة وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ وحمایتہ الغایة حتی عرفوا کل شئ اختلف فیہ من اعرابہ وقراءتہ وحروفہ وآیاتہ فکیف یجوز ان یکون مغیرا او منقوصا مع العنایة الصادقة والضبط الشدید انتہی کلامہ۔

غرض ان تمام محقق اور معتبر علمائے شیعہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ہمارے (یعنی شیعوں کے) اعتقاد میں قرآن جیسا کا ویسا ہے۔ اس میں کچھ کمی ہوئی نہ الحاق ہوا اور جو لوگ ہم شیعوں پر یہ اتہام رکھتے ہیں کہ مذہب شیعہ نقصان قرآن کا قائل ہے وہ بالکل جھوٹے ہیں قرآن کی صحت نقل کا علم ویسا ہی ہے جیسا کہ سب کو یقین ہے کہ دنیا میں فلاں فلاں شہر کا وجود ہے اور فلاں فلاں واقعات مشہورہ وقوع پذیر ہوئے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ کتاب سیبویہ، کتاب شاہنامہ فردوسی، گلستان سعدی الشان کی جولانی طبع کا نتیجہ ہیں اور وہ بلاغت کے کچھ ایسے بالاترین درجہ پر بھی نہیں ہیں کہ کوئی ویسا لکھ نہ سکے پھر بھی ان کتابوں میں اگر چہ چند باب لکھکر لگا دیئے جائیں تو صاف کھل جائے گا کہ یہ ابواب الحاقی ہیں اور ہرگز اصل مصنف کے لکھے ہوئے نہیں ہیں چنانچہ دیکھو کہ برزو و رستم وغیرہ کے دو تین داستان لکھکر لوگوں نے شاہنامہ میں الحاق کر دیئے جن کو بعد

اکثر من ذالک فهو کاذب۔ وہ محض جھوٹا ہے۔

حکیم میر باقر داماد حاشیہ قبسات میں لکھتے ہیں کہ:۔

الذکر الحکیم هو القرآن الکریم قال الله تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون والمراد حفظه عما تطرق الی الکتب السماویه من ضلة من التحریف والتبدیل بان یزاد فی التنزیل ما لم ینزل الله سبحانه او یبدل او یحرف شئ منه لغیره اما بحسب احتمال تنزیله او بحسب نظمه وترتیبه وهذا کله موضع وفاق بین الامة اجماعاً او بحسب الترک بان یکون سقط منه بعض ما قد کان فی تنزیله فاکثر اصحابنا وبعض العامة یجوزون ذالک واکثر الجمهور یمنعون منه مطلقاً والاخبار من طرقهم وطرقنا متظافرة الخ

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن طوسی تفسیر تبیان میں تحریر فرماتے ہیں:۔

لان الزیادة فیه مجتمع علی بطلانه والنقصان منه فالظاهر ایضاً من مذهب المسلمین خلافه وهو الالیق بالصحیح من مذهبنا الخ

شیخ ابوعلی طبرسی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں:۔

ومن ذلک الکلام فی زیادة القرآن ونقصانه فانه لایلیق بالتفسیر فاما الزیادة فمجمع علی بطلانه واما النقصان فیه فقد روی جماعة من اصحابنا وقوم من حشویة العامة ان فی القرآن تغیراً ونقصاناً والصحیح من مذهبنا خلافه وهو الذی اختاره المرتضیٰ قدس الله سره۔

جسطرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ویسا ہی بلا کسی کمی وبیشی کے مُولف ومرتب ہوا اور وہی بعینہ بین الناس دائر وسائر رہا، قرآن مجید کے محفوظ اور بجنسہ قائم رہنے کی روشن دلیل ہے۔

تیسرا جواب

قرآن مجید ہی اسلام کی جڑ اور اسی سے اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر کوئی مسلمان یا اسلام کا کوئی فرقہ موجودہ قرآن کو غیر معتبر سمجھتا ہے یا اسکو کلام اللہ تسلیم نہیں کرتا تو خود اسکا اسلام وایمان کس بنیاد پر ہوگا! موجودہ قرآن، کلام اللہ نہیں اور دوسرا قرآن پیش نہیں کیا جا سکتا تو وہ اپنے کو مسلمان کس بنا پر قرار دیتا ہے!

اس دلیل سے ظاہر ہے کہ کوئی شیعہ بحیثیت (مسلمان) شیعہ ہونے کے صحت قرآن سے انکار نہیں کرسکتا بلکہ وہ اسباب کے تسلیم کرنے پر طوعاً یا کرہاً مجبور ہے کہ قرآن بین الدفتین جو تیرہ سو برس سے نسلاً بعد نسلٍ سلفاً عن خلفٍ سینہ بسینہ ہم تک پہونچا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے، بلاشبہ وہی قرآن ہے جو رسول عربؐ پر نازل ہوا جسکو ابوبکر رضؓ نے ایک جگہ مرتب کیا، عثمان رضؓ نے شائع کیا اور بلا ایک جملہ کی کمی بیشی کے اسوقت بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے پھر بھی اگر کوئی، بدنام کنندۂ نیکو نامے چند کسی خباثت یا حماقت کے سبب سے مدعی اسلام ہوکر قرآن مجید کو محرف قرار دیگے اس کو غیر معتبر سمجھے تو وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسلام کے بھیس میں دیرینہ دشمنِ خطرناک ہے اور کسی سمجھدار اہل مذہب کو لائق نہیں ہے کہ دشمن اسلام کے قول مردود کو اہل اسلام کے مقابلہ میں حجت لائے۔

چوتھا جواب

والوں نے چھانٹ کر الگ کر دیا کہ یہ کلام فردوسی کا نہیں ہے۔ پھر قرآن مجید میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ کچھ الحاق کر دیا جائے اور پتہ نہ چلے۔

بہر حال علمائے شیعہ کی ان تصریحات سے صاف روشن ہو گا کہ تواتر اور صحت نقل قرآن میں اُن کا مذہب بالکل سنیوں کے مذہب کے مطابق ہے۔ اگر چند عامیوں نے ضد و مخالفت یا حماقت و جہالت سے لکھ مارا کہ قرآن میں کمی و بیشی ہوی ہے تو وہ کسی شمار میں نہیں ہے اور اس سے مذہب شیعہ پر کوئی مضر اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ چند عامی افراد اصولی و جمہوری ضابطہ کو نہیں توڑ سکتے بلکہ جمہور اور اصول مذہب کے خلاف کہنے والا خود غلط ہو جاتا ہے اور اسی صحیح مسلک پر دنیا کا چلن ہے۔

سید نور اللہ شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب کے جلد رابع میں لکھتے ہیں کہ:-

مَا نُسِبَ الی الشیعۃ الامامیۃ بوقوع التغیر فی القرآن لیس مما قال بہ جمہور الامامیۃ انما قال بہ شرذمۃ قلیلۃ اخراھم الخ	وہ جو شیعہ امامیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ قرآن میں تغیر واقع ہوا تو یہ مذہب ہرگز جمہور امامیہ کا نہیں ہے بلکہ تھوڑے مخذول و منکوب لوگوں کا ایسا خیال ہے۔

پس علمائے اصولین کی تصریحات اور جمہور اہل مذہب کو چھوڑ کر چند منکوب و کج فہم لوگوں کے اقوال مطرودہ و مردودہ کو سند پکڑنا بالکل نادرست اور دلیل جہالت و حماقت ہی۔

لطیفہ

شیعی صحابہ کرام کو عموماً اور خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ) کو خصوصاً نہ صرف غیر معتبر بلکہ بہت ہی برا یقین کرتے ہیں۔ وہ، خلفائے ثلثہ کو غاصب، خائن، ظالم، فاسق اور ان کے سب و دشنام کو بموجب خیر و برکت اور باعث ثواب سمجھتے ہیں باوجود اس کے قرآن ما بین الدفتین کو وحی ربانی سمجھنا اور اس پر اعتقاد صحیح رکھنا کہ وہ

کے معنی آئمہ کئے اور اُمّتہ سے آئمہ اثنا عشر کو مراد لیا۔

اسی طرح سورۃ المائدہ میں ہے یَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ الخ شیعوں کی کتب احادیث میں امام سے مروی ہے مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (فِيْ عَلِيٍّ) تو فِيْ عَلِيٍّ کا لفظ جو روایت میں مستزاد ہے وہ جزو قرآن نہیں ہے بلکہ آیت کی تفسیر اور شان نزول کا بیان ہے کہ یہ آیت علی رضہ کی شان میں ہے غرض ہم کہاں تک بیان کریں اس قسم کی ہزاروں روایتیں نہ صرف شیعوں کی روایتوں میں ہیں بلکہ اہل سنت کی کتب احادیث بھی ایسی صحیح روایتوں سے مالامال ہیں مگر حاشا و کلا اگر اُن روایتوں سے ذرہ برابر بھی تحریف الفاظ کا ثبوت ملسکتا ہو ہم نے جو دو مثالیں پیش کی ہیں وہ سنجیدہ سمجھدار کے لئے کافی ہیں اور مولوی چراغ علی شیعی المخاطب بنواب اعظم یار جنگ نے تو اپنی کتاب تواتر قرآن میں اسپر بہت مبسوط بحث کی ہے ان پانچ جوابوں کے سوا، ہمارے پاس اور بہت سے جوابات ہیں مگر کافی سے زیادہ سمجھکر بخوف طوالت ہم نے پانچ ہی جوابوں پر اکتفا کیا ہے اور وہ حق جو کے لئے کافی و شافی ہیں۔

بعض متعصبین نے اختلاف قرات کو تحریف کا مرادف سمجھا ہے جو معترض کی کم علمی پر روشنی ڈالے بغیر نہیں رہتا اور گذشتہ صفحات میں ہم اس مسئلہ کو بھی صاف کر چکے ہیں۔

بہر حال ان بدیہی دلائل سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ قرآن متواتر ہے اور جیسا کچھ محمد مصطفےٰ صلعم پر نازل ہوا، جس طرح پر آپ نے مؤلف کیا، اُسی طرح بلا کسی کمی بیشی کے صحابۂ کرام نے حضرت ابوبکر رضہ کے عہد میں ایک جگھ مدون و مرتب کیا اور بجنسہ ہمارے ہاتھوں میں تواتر کے ذریعہ سے پہونچا اور

قرآن مجید کا ہر ہر لفظ متواتر ہے یعنی ہر طبقہ میں اس کے روایت کرنیوالے اس کثرت سے رہے ہیں کہ اُن پر جھوٹ کا وہم بھی نہیں ہو سکتا اور وہ روایات و اخبار جن سے نقصان و تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے سب یا تو ضعیف موضوع ہیں یا اخبار احاد سے ہیں اور یہ مسلم ہے کہ اخبار آحاد سے دلیل قطعی کا معارضہ نہیں ہو سکتا ضعیف اور روایات احاد سے تواتر کا مقابلہ محال ہے اُن میں ہرگز اتنی طاقت و قدرت نہیں ہے کہ قرآن کے تواتر لفظی کا معارضہ کرسکیں پس ایسی ایسی اخبار احاد، ایک یا دو کیا معنی، ہزاروں لاکھوں بھی ہوں تو غیر معتبر اور اہل اصول کے قاعدہ مقررہ میں کَاَنْ لَمْ یَکُنْ متصور ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو مذہب در کنار تمام تواریخ عالم سے اماں اُٹھ جائے اور عالم تاریخ و اخبار زیر و زبر ہو جائے اور دنیا کی کوئی ذرہ سی ذری اور بڑی سی بڑی خبر بھی قابل اعتبار نہ رہے۔

پانچواں جواب

بعض روایات صحیحہ میں جو وارد ہے کہ فلاں آیت یا فلاں لفظ اس طرح ہے تو اس سے مراد تحریف نہیں ہے کہ در اصل قرآن میں کچھ تھا اور لوگوں نے کچھ لکھدیا جیسا کہ مخالفین اسلام اور بعض نادان آریوں کا خیال ہے بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ اس آیت یا لفظ کے معنی یہ ہیں مثلاً قرآن میں ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم امت محمدیہ سب سے بہتر امت ہو) شیعوں کے امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ انہوں نے خَیْرَ اُمَّةٍ کو خَیْرَ اَئِمَّةٍ پڑھا (آئمہ امام کی جمع ہے یعنی تمام اماموں سے بہترین امام ہو) پس اس سے امام صادق کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ قرآن میں لفظ آئمہ کو نکال کر امۃ لکھدیا گیا بلکہ انہوں نے آیت کی تفسیر بیان کی اور امۃ

قرآن کے اسماء و صفات

دنیا میں بہتیرے مذاہب ہیں۔ ہر مذہب اپنے برحق ہونے کا مدعی ہے ہر ایک کے پاس ایک کتاب ہے اور ہر ایک اپنی کتاب کو آسمانی اور منجانب اللہ قرار دیتا ہے حق و ناحق ہونے یا من جانب اللہ ہونے نہ ہونے کا فیصلہ تم پیچھے کرنا۔ پہلے ایک ذرا سی بات یہ تو دیکھو کہ کوئی کتاب جسکو اس کے مقلدین آسمانی کہتے پھرتے ہیں اپنے لئے دو ایک سے زیادہ عمدہ اور مقدس نام پیش نہیں کرتی۔ یہ شرف صرف ایک قرآن مجید ہی کو حاصل ہے جو اپنے کو بہتر سے بہتر، پاکیزہ سے پاکیزہ اور منتخب مگر سچے القاب اور ناموں سے ملقب کرتا ہے پھر دو ایک ہی نہیں جس صفحہ پر نظر ڈالو دو ایک نام ضرور ملیں گے۔

بناءً علیہ ہم چاہتے ہیں کہ اصل مقصود کے شروع کرنے سے پہلے قرآن مجید کے اسماء و صفات اور اس کے اسماء عالیہ کے وجوہ تسمیہ کی بقدر کافی تشریح کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مبارک کتاب کو ایک سو ناموں سے یاد فرمایا ہے جن میں سب سے زیادہ مشہور جو اصلی نام کہا جا سکتا ہے **قرآن** ہے چنانچہ اللہ جل شانہ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۔

اے پیغمبر! ان کفار سے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان دبڑا معتبر) گواہ خدا ہے اور یہ قرآن میری طرف اسی لئے وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے تمکو اور جسے پہونچے ڈراؤں۔

لاکھوں کروڑوں مسلمان ہر دور میں اس کے حفاظ و روات رہے ہے۔ دنیا کی کوئی آسمانی و غیر آسمانی کتاب اگر تواتر، صحت و حفاظت، اشاعت عینی اور اس خاص شان میں قرآن کے دسویں حصہ کے برابر بھی ہو اور کوئی ثابت کر دے تو ہم قرآن کے منجانب اللہ اور اس کے کلام اللہ ہونے کے دعوے سے دست بردار ہو، وَلَاشَكَّ اَنَّهٗ مُحَالٌ۔

دنیا کے پڑھنے پڑھانے کا یہ طریقہ دنیا کے کسی مذہب میں پایا نہیں جاتا۔
مسلمانوں میں نماز تراویح سنت موکدہ ہے۔ یہ کل بیس رکعتیں ہیں جو رمضان شریف کے مہینے میں روزانہ رات کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ رمضان بھر میں کم از کم ایک بار تمام قرآن کا سننا ضرور ہے۔
تراویح کے لئے حافظ قرآن کا ہونا لابدی ہے اور حفاظ کا قاعدہ ہے بلکہ ان پر واجب ہے کہ ہمیشہ قرآن کا دور کیا کریں اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھول جانا لازمی ہے اور قرآن کو یاد کر لینے کے بعد بھلا دینا گناہ ہے۔ ان دو مذکورہ وجہوں کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کثرت سے قرآن پڑھا پڑھایا جاتا ہے اس کے برابر تو کیا اسکا عشر عشیر بھی کوئی دوسری آسمانی یا غیر آسمانی کتاب نہیں پڑھی جاتی یہی سبب ہے کہ اسکا نام رکھا گیا قرآن یعنی پڑھا گیا۔
امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن قرأت سے مشتق نہیں ہے بلکہ وہ بذاتہ مستقل لفظ اور کتاب کا عَلَم ہے۔ قرآن کے معنی ہیں اصل پڑھنے کے لائق چیز اور یہ نام بالکل اسم بامسمیٰ ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دینیات میں قرآن کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے نہ کسی اور کتاب سے عرفان الٰہی معلوم کرنے کی حاجت۔
قرآن کے حقائق، معارف دینی اور اس کے اوّل و اوّل مضامین پر غور کرو تو دنیا بھر کی کتابیں ردی نظر آئیں۔ اسکے فلسفہ حقہ اور حکمت روحانیہ کے سامنے تمام فلاسفۂ قدیم و حکماء جدید کی حکمت، گپ سے زیادہ باوقعت نظر نہ آئے۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر دور کا فلسفہ دوسرے دور میں ردی ہو جاتا ہے۔ کل جو بات یقینیات میں شمار ہوتی تھی آج اسپر اسکول کے نو آموز بچے تک مضحکے اڑاتے ہیں مگر قرآن کے فلسفہ حقیقیہ اور حکمت الٰہیہ پر نظر کرو کہ باوجود تیرہ سو برس گذر جانے کے اور باوصف

سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ -

(روزوں کا) مہینہ رمضان ہے جس میں خدا کی طرف سے قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کا رہنما ہے اور اس میں ہدایت اور (حق و باطل کی) تمیز کے کھلے کھلے حکم ہیں

قرآن کامل ایک بار رمضان میں رسول صلعم پر اُترا، اور اس کے بعد تدریجاً نازل ہوتا رہا (اتقان)، قرآن مجید میں قرآن کا لفظ پینسٹھ مقامات پر آیا ہے جن میں سینتالیس جگہ القرآن معرف باللام ہے اور بقیہ مقامات پر نکرہ لایا گیا ہے پھر ان میں بھی بارہ جگہ نکرہ موصوفہ ہے اور بقیہ چھ مقامات پر (قرآن) نکرہ محض ہے۔

وجہ تسمیہ - قرآن بروزن فعلان مصدر ہے اسکے معنی ہیں پڑھنا جیساکہ سورۃ القیامہ میں وارد ہوا ہے:-

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ

اے پیغمبر! وحی کے (یاد کرنے کے) لئے اپنی زبان نہ چلانے لگا کرو تاکہ تمکو وحی جلدی سے یاد ہو جائے قرآن کا یاد کرا دینا اور اسکا پڑھنا ہمارا کام ہے تو جب ہم (جبرئیل کے ذریعے سے) پڑھا کریں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کیا کرو۔

مگر قرآن مصدر بمعنی مفعول ہے اور اس کے معنی ہیں پڑھا گیا۔

بلاشک دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو پڑھی نہ گئی ہو لیکن قرآن کا پڑھا جانا ایسا عجیب وغریب ہے جو عجائبات عالم میں شمار کیے جانے کے لائق ہے ہر مسلمان عام اس سے کہ عربی دان ہو یا جاہل، سمجھ سکتا ہو یا نہ سمجھ سکتا ہو اس کیلئے محض قرآن کی تلاوت ہی باعث ثواب اور موجب نجات ہے۔ جو لوگ بسبب اُمّی محض ہونے کے پڑھ نہیں سکتے وہ دوسروں سے پڑھوا کر سنتے ہیں۔

جیساکہ سورۂ یٰسٓ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ۔	یہ (قرآن) تو بس (نری) نصیحت ہے اور روشن قرآن یعنی حق کو باطل سے جدا کرنے والا اور کھول کھول کر بیان کرنیوالا

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے ایک سورۂ ابراہیم میں ۱ دوسرے سورۂ یٰسٓ میں۔

(۴) قُرْآنٌ عَظِيْمٌ

جیساکہ سورۃ الحجر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ	اور ہم نے تمکو (سورۂ فاتحہ کی) سات آیتیں عطا فرمائیں جو (نماز کی ہر رکعت میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور ہم نے تمکو بڑا قرآن عنایت کیا۔

چونکہ عظمت و تقدس میں قرآن ، آسمانی و غیر آسمانی تمام دوسری کتابوں سے اعلیٰ و بہتر ہے اس لئے قرآن عظیم فرمایا۔ بڑے ہونے سے ضخامت مراد نہیں ہے بلکہ علو شان مقصود ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ایک ہی جگہ وارد ہے

(۵) قُرْآنٌ مَجِيْدٌ

جیساکہ سورۃ البروج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ	ان کے جھٹلانے سے ہوتا ہی کیا ہے

فلسفہ کے اسقدر ترقی کر جانے کے اسکا ایک شوشہ بھی نہ بدل سکا اور نہ انشاء اللہ
تعالےٰ کبھی قیامت تک بدل سکیگا۔
اللہ اکبر۔ قرآن ہی وہ سچی کتاب ہے جس نے دنیا میں پہونچتے ہی توحید و معارف
کا ڈنکا بجایا جسکی صدا کرہ ہوا میں آجتک اسی آب و تاب کے ساتھ گونج رہی ہے
وہ تمام صداقتوں کی جڑ ہے۔ کوئی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سی بڑی بات بھی
معارف حقہ کی ایسی نہیں جو قرآن مقدس میں موجود نہ ہو۔ کوئی مفید علم دینی و دنیاوی
ایسا نہیں جسپر قرآن حاوی نہ ہو۔ اسی لئے تو یہ کتاب **قرآن** یعنی قرارت کے
قابل اور تلاوت کی سزاوار ٹھیری بیشک جس شخص نے اس پاک کتاب کو نہیں پڑھا
وہ سعادت ابدی کے اکتساب سے محروم رہا۔

قرآنٌ عربیٌّ (۲)

جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔	ہم نے اس قرآن کو زبان عربی میں اتارا تاکہ تم (عرب) لوگ سمجھ سکو۔

قرآن مجید عربی میں ہے اس کو "قرآن عربی" کہنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن
بات یہ ہے کہ قرآن کی عربی خالص عربی ہے اور اس امتیاز کی وجہ سے جو کسی
دوسری کتاب میں نہیں پایا جاتا قرآن عربی کہا گیا۔ یہ مرکب لفظ قرآن مجید میں
چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

قرآنٌ مُّبینٌ (۳)

لا یمسّہٗ الا المطہرون کی تفسیر میں علماء کے دو گروہ ہوگئے ہیں۔ ایک وہ جو لا یمسّہٗ کی ضمیرہ کا مرجع کتاب مکنون کو قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک مطہرون سے مراد فرشتے ہوں گے یعنی جس کتاب میں قرآن لکھا ہوا ہے اسکو فرشتوں کے سوا کوئی دوسرا ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ دوسرے وہ جو لا یمسّہٗ کی ہٗ کا مرجع قرآن کریم کو ٹھیراتے ہیں تو مطہرون سے مراد صاحب طہارت مسلمان ہونگے یعنی قرآن کو اُن مسلمانوں کے سوا جو باوضو اور طہارت والے ہیں کوئی دوسرا نہیں چھوتا۔ احادیث میں بھی بلاوضو قرآن کے چھونے اور پڑھنے کو ناپسندیدہ اور نجس کو چھونے کی ممانعت کی گئی ہے ہمارے نزدیک پہلا مسلک صحیح ہے۔ لا یمسّہٗ الا المطہرون کو اگر قرآن کریم کی صفت قرار دیں تو خالی از اشکال نہیں ہے۔ اس لئے کہ لا یمسّہٗ اخبار ہے نہ انشاء اور اخبار بلا تاویل مجہو صحیح نہیں اس لئے کہ غیر مطہر بھی قرآن کو مس کرتے ہیں حدیث کا حکم صحت اخبار کا ذریعہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اکثر مسلمان حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور مطابع میں تو بہت ہی بے پروائی برتی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ بعض آئمہ و علماء تو بلا طہارت پڑھنا اور چھونا جائز قرار دیتے ہیں۔
اگر لا یمسّہٗ الا المطہرون ہٗ کو کتاب مکنون کی صفت قرار دیں تو کوئی اشکال لازم نہیں آتا پھر وہ قریب بھی ہے اور کرامت یہ ہے کہ قرآن کتاب مکنون میں ہے جہاں سوائے فرشتوں کے کوئی نہیں پہونچ سکتا اور نہ کوئی اُس میں ردّ و بدل یا محو و اثبات کرسکتا آیت مابعد "تنزیل" من رب العالمین" اس معنی پر واضح قرینہ ہے یعنی یہ قرآن کریم ایسی کتاب مکنون میں ہے جہاں سوائے فرشتوں کے کسی کا گذر نہیں ہے جہاں سے خداوند کریم اپنے بندوں پر نازل کرتا ہے پس ہرگاہ وہ ایک پوشیدہ کتاب میں ہے جہاں فرشتوں کے سوا کوئی نہیں جاسکتا تو اُس پر اطلاع حاصل کرنے کا سوائے اس کے کیا ذریعہ ہے کہ خدا

لوحِ محفوظ یہ کچھ ایسی ویسی باتیں تو ہیں نہیں، بلکہ یہ قرآن بڑے رتبہ کا قرآن ہے جو لوحِ محفوظ میں موجود ہے

جو قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہی بلا کم و کاست اسوقت بھی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ نہ کہیں ایک حرف کی زیادتی ہوئی ہے نہ ایک نقطہ کی کمی ہوئی ہے قرآن کی یہ صحت ایسی بدیہی اور متواتر ہے جس سے انکار کرنا بدیہات سے انکار کرنا ہے صحت کا یہ مرتبہ دوسری کتابوں کو تو کیا، توریت و انجیل کو بھی حاصل نہیں بلکہ اس بارہ میں توریت و انجیل کو قرآن مجید سے وہی نسبت ہے جو نسبت ذرہ کو آفتاب سے ہے۔

اس مرتبۂ صحت اور دوسری صفات عالیہ و خاصہ کی وجہ سے مجید کہا گیا۔

یہ لفظ قرآن مجید میں دو ہی مقام پر آیا ہے ایک سورۂ ق میں دوسرے سورۃ البروج میں۔

(۶) قرآنِ کریم

جیسا کہ سورۃ الواقعہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۔	یہ قرآن بڑی قدر و منزلت کا قرآن ہے جو ایک پوشیدہ کتاب میں موجود ہے پاک نفوس کے سوا کوئی اسکو ہاتھ نہیں لگا تا اور اسی کی نقل یہ قرآن ہے جو پروردگار عالم کی طرف سے (پیغمبر آخر الزماں پر) نازل ہوا ہے۔

ہم صرف دو عمدہ وجوہ کو اس موقع پر بالاختصار لکھتے ہیں۔

(پہلی وجہ) قرآن بوجہ اپنی غیر معمولی فصاحت وبلاغت اور خلاف عادت سلاست درروانی کے بلاشک کلام عجیب اور کتاب غریب ہے۔

کیا یہ عجیب وغریب بات نہیں ہے کہ جس زمانہ میں اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی پر غرہ و ناز تھا، عین ایسے وقت میں قرآن نے اتر کر دعوے کیا کہ میں قادر مطلق کا کلام ہوں اور اگر اے فصحائے عرب! تم کو میرے دعوے میں شبہہ ہے تو تم میری جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ لیکن معزور طلاقت لسان عرب قرآن کا مقابلہ تو کیا کرتے دریائے حیرت میں غوطے کھانے اور قرآن کی فصاحت پر عش عش کرنے لگے اور آخر کار سب نے میدان مقابلہ میں ہتھیار ڈالکر اعتراف کیا کہ بے شک اے قرآن! تو اُسی ذات واحد بیمثل کا کلام ہے جو تمام عالم کا خالق ہے اور تیرے مثل ایک سورت بنانے سے بھی ہم عاجز ہیں نزول قرآن کو تیرہ سو برس گذر گئے۔ اس کا دعوے اُسی زور وشور کے ساتھ قائم ہے مگر آجتک کسی کو یہ جرأت نہ ہوی جو قرآن کے مثل ایک سورہ بھی بناکر پیش کر دیتا۔

اے منصف انسان یا اے سرکش نفس! ذرا انصاف سے کہنا کیا یہ عجائب غرائب بات نہیں ہے کیا تو اب بھی قرآن کے قرآن عجب اور کلام الہی ہونے میں شک کرتا ہے!

(دوسری وجہ) نزول قرآن سے غرض صرف ہدایت خلق اللہ ہے اسلئے وہ صرف احکام ضروری اور وعد و وعید اور پند ونصائح پر جسکے پیرائے مختلف ہیں مشتمل ہیں مگر علوم وفنون حقہ کے لئے ایک عظیم الشان ذخیرہ ہے سبحانہ جلت کبریائہ۔ قرآن کے علوم وفنون اور صنائع بدائع کی بحث انشاء اللہ تعالی

خود ہی اسکو بندوں پر نازل کرے یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ ہے۔

(۷) قرآن حکیم

جیسا کہ سورۂ یٰس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔

قرآن کی قسم جس میں (سرتاسر) دانائی کی باتیں ہیں کہ (اے محمدؐ) کچھ شک نہیں کہ تم پیغمبروں میں سے ہو۔

اللہ تعالےٰ بلاشک حکیم مطلق ہے۔ قرآن۔ اُس کا کلام مقدس ہے۔ حکیم کا کلام حکمت سے خالی ہو، یہ کیونکر ممکن ہے! اس کا سرتاسر پُراز حکمت ہونا یقینی بات ہے اور اسی لئے قرآن کو حکیم کا ممتاز وصف دیا گیا۔ یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ ہے۔

(۸) قرآن عجب

جیسا کہ سورۃ الجن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ۔

اے پیغمبر کہدو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات میں سے کچھ لوگوں نے (مجھے قرآن پڑھتے سنا، اور (اپنے لوگوں سے جاکر) کہا کہ ہم نے عجیب طرح کا قرآن سنا جو نیک راہ دکھاتا ہے سو ہم اسپر ایمان لے آئے

قرآن کو قرآن عجب کہنے کے بہت سے وجوہ ہیں جن میں سے بخوف طوالت

سے نے اپنی کتاب محمڈن اینڈ محمدنزم بین اور علامہ نولڈے سے نے اپنی کتاب "غشنحتی آف دی قرآن" میں اوران کے علاوہ اور بہت سے کثیر التعداد علمائے مخالفین اسلام سے نے اپنی اپنی بیش بہا تصانیف میں باوجود تعصب کے قرآن کے اعجاز اور کلام الٰہی ہونے کا اقرار کیا ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ اگر آنکھوں سے تعصب کی پٹی دور کر کے انصاف وحق جوئی کی نظر ڈالی جائے تو دنیا کی کوئی قوم قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار نہیں کرسکتی۔

کتاب اللہ کا لفظ قرآن مجید میں پانچ مقامات پر آیا ہے۔

قرآن مجید میں کتاب اور الکتاب کے ساتھ بھی اسکا ذکر آیا ہے مثلاً شروع سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ کتاب کا لفظ یوں تو قرآن مجید میں بہت کثرت سے آیا ہے مگر قرآن کے معنی میں یہ لفظ اکہتر مقامات پر وارد ہوا ہے تینتیس (۳۳) مقامات پر الکتاب یعنی معرف باللام ہے۔ تیرہ مقامات پر صرف کتاب بغیر الف لام کے نکرہ واقع ہوا ہے۔ چھ جگہ اضافت کے ساتھ ہے اور انیس مقامات پر موصوف ہے۔

کتاب لفظ عام المعنی ہے اسلئے علی الظاہر اسکو نام قرار دینا مستبعد ہے مگر چونکہ قرآن اشرف الکتب ہے اور ہر کلی سے علی الاولیئۃ والاولویۃ فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ اس لئے کتاب سے قرآن مقصود ہوسکتا ہے اور اسی اعتبار سے اسکو قرآن کا نام بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۱۰)
کتاب رب

جیسا کہ سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کسی شہرت میں آئے گی۔

(۹) کتاب اللہ

جیساکہ سورۂ فاطر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ۔

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اُس میں سے چھپاکر اور کھلے طور پر خرچ کرتے ہیں بیشک وہ ایسے بیوپار کی آس لگائے بیٹھے ہیں جس میں کبھی گھاٹا ہو نہیں سکتا۔

بلاشک قرآن کے کتاب اللہ ہونے میں ہم مسلمانوں کو تو ذرا بھی شبہ نہیں ہے بلکہ بہت سے انصاف پسند علمائے نصاریٰ نے بھی اسکی تعلیم اور بدیہی دلائل کو دیکھکر بے چون وچرا تسلیم کیا اور اپنی تصنیفات میں کھلے الفاظ سے اقرار کیا کہ یہ قرآن مجید بلاشبہ کتاب اللہ ہے چنانچہ پادری رامچندر جی نے اپنی کتاب " ابطال اعجاز قرآن " میں۔ علامہ ریورنڈ سیل فیلو آف مدراس یونیورسٹی نے اپنی کتاب "ہسٹاریکل ڈیولپمنٹ آف دی قرآن دفیتھ آف اسلام" میں۔ ڈاکٹر راڈ ویل نے اپنے دیباچہ ترجمہ قرآن میں۔ ڈاکٹر نیکلسن پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی نے اپنی کتاب "لٹری ہسٹری آف دی عربیا" ، قرآن چاپٹر میں۔ علامہ ڈی ٹامس فرانسیسی نے اپنی کتاب " قرآن اینڈ اسلام میں ، ڈاکٹر وان کریمر جرمنی نے اپنی کتاب ہسٹری آف اسلام قرآن چاپٹر میں۔ ڈاکٹر گستالی بان فرانسیسی نے اپنی کتاب "لاسیوی لینیزیشن آف دی عرب قرآن چاپٹر" (تمدن عرب مترجم) میں ڈاکٹر گیلی

ایسی قوم میں اتنا امتحاجس کے اکثر افراد اُمّی یا اونٹ کے چرانے والے بدوی تھے ان کی ہدایت کے لئے ایسی ہی واضح کتاب درکار تھی جسکی روشنی سے وہ سب مستفید ہوسکیں۔ قرآن اپنی فصاحت وسلاست کی وجہ سے اعلیٰ وادنیٰ دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ اُمّی و بدوی تو اوسکے واضح آیات سے فائدہ اٹھاکر خوش ہوتا ہے اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ اس کے نکات ولطائف سے جو اس میں مرموز ہیں محفوظ ہوتے ہیں۔

فحوا اسکا سہل ہے اور اس کے اندر دقیق مسائل منطوی ہیں۔ جسقدر اسکو باریک نظر سے دیکھا جائے نکات بدیعہ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ کلام الٰہی ہونے کی یہ ایک کافی دلیل ہے۔ قرآن مجید میں کتاب مبین چھ جگہ اور الکتاب المبین پانچ جگہ آیا ہے۔

کتاب (۱۳) مُبارک

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ھٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ مُبَارَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

یہ کتاب (یعنی کتاب قرآن) ہم ہی نے اسکو اُتارا ہے برکت والی کتاب ہے تو اسی پر چلو اور ڈرتے رہو عجب نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے

ف

بھلا جس کتاب کا مصنف خود اللہ تعالیٰ ہو، اس کے مبارک اور بابرکت ہونے میں کسکو کلام ہوسکتا ہے؟ اور وہ کیوں نہ مبارک ہو کہ اس پر عمل کرنا اور اس کے احکام کے مطابق چلنا موجب فلاح دنیا اور باعث نجاتِ اُخرویٰ ہے۔

وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ۔

اور اے پیغمبر! تمھارے پروردگار کی کتاب جو وحی کے ذریعہ سے تم پر نازل ہوی ہے اسکو پڑھتے رہو۔ کوئی اسکی باتونکو بدل نہیں سکتا۔

یہ مرکب لفظ قرآن میں اسی ایک مقام پر آیا ہے۔

(۱۱) کِتَابٌ حَکِیْمٌ

جیساکہ سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

تِلْكَ آیَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِیْمِ۔

یہ ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جس میں بڑی بڑی حکمت کی باتیں ہیں۔

حکیم کی وجہ تسمیہ قرآن حکیم کے عنوان میں گذر چکی ہے۔ کتاب حکیم کا لفظ قرآن میں دو جگہ آیا ہے۔

(۱۲) کِتَابٌ مُّبِیْنٌ

جیساکہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

تِلْكَ آیَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ

یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب روشن کی۔

ایسی ہی ایک آیت سورۂ یوسف کے شروع میں ہے جہاں الکتاب المبین فرمایا ہے

تِلْكَ آیَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِیْنِ

یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی۔

قرآن مجید کو کتاب واضح یا روشن کہنا بہت ہی صحیح اور مطابق واقع ہے۔ قرآن

اب تک کوئی تحریف وتبدیل نہیں ہوئی۔ یہ لفظ قرآن مجید میں اسی ایک مقام پر وارد ہوا ہے۔

(۱۶)
کِتَابٌ مَّسْطُوْرٌ

جیساکہ سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ۔	ہمکو طور (پہاڑ) کی قسم اور کتاب (لوح محفوظ) کی قسم جو چوڑے پھلکے کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے

ف

کتاب کی ایک توجیہہ تو وہ ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کی ہے تو اسکا چوڑے پھلکے کاغذوں پر لکھا ہونا اُسکی جامعیت کے اعتبار سے ہے کہ اس سے کوئی بات متروک نہیں ہوئی۔ بعض مفسروں نے کتاب کو لوگوں کا نامۂ اعمال سمجھا اور شاید عام کتاب مراد ہو جو اکثر چوڑے پھلکے کاغذوں پر لکھی جاتی ہے (حاشیہ مولوی نذیر احمد دہلوی بر ترجمہ قرآن)

مولوی نذیر احمد دہلوی "کتاب مسطور" سے لوح محفوظ کو مراد لیتے ہیں جیساکہ اونکے ترجمہ سے ظاہر ہے لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے۔

اوّلاً:۔ اس وجہہ سے کہ لوح محفوظ واقعی کوئی کتاب مکتوب یا زمرد و زبرجد کی تختی یا درحقیقت کوئی رجسٹر نہیں ہے جیساکہ عامی لوگوں کا خیال ہے۔ لوح محفوظ دراصل علم الٰہی سے عبارت ہے کہ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے بھی ایسا ہی مستنبط ہوتا ہے اور یہی مطابق عقل ہے۔

ثانیاً:۔ اس وجہہ سے کہ لوح محفوظ کا چوڑے پھلکے کاغذوں پر مکتوب ہونا

اب اس سے بڑھکر برکت کیا ہوسکتی ہے!
کتاب مبارک کا لفظ قرآن مجید میں تین مقام پر آیا ہے۔ ایک سورۂ انعام کے ع۱۱ میں دوسرے ع۱۹ میں تیسرے سورہ ص کے ع۳ میں

(۱۴) کِتَابٌ مُّتَشَابِهٌ

جیسا کہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔	اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ) کتاب اُتاری جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

ف

قرآن کو کتاب متشابہ اس لئے فرمایا کہ اس کی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی تشابہ کی وجہ سے حفاظ اکثر مغالطہ میں پڑتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۃ الزمر میں دوسرے شروع سورۂ آل عمران میں۔

(۱۵) کِتَابٌ عَزِيْزٌ

جیسا کہ سورہ حم السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ۔	اور یہ (قرآن) تو بڑے پایہ کی معزز کتاب ہے

قرآن مجید کی ظاہری عزت تو یہ ہے کہ کوئی مسلمان بغیر طہارت کے اسکو ہاتھ لگانیکی جرأت نہیں کرتا۔ باطنی عزت یہ ہے کہ وہ اہل اسلام کا عین دین و ایمان ہے اس میں

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔	یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام آلہٰی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں ہے (اور) پرہیزگاروں کے لئے رہنما ہے۔

ف

ہدی اور ہدایت کے معنی ہیں راہ دکھانا۔ اور راہ دکھانا دو طرح پر ہے۔ ایک تو صرف راستہ بتا دینا۔ دوسرے راستہ بتاتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچا دینا۔ اس آیت میں دوسرے معنی مراد ہیں اس لئے کہ ایسے پرہیزگار جو غیب پر ایمان لائیں، پابندی سے نماز پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں، کتب منزلہ پر ایمان لائیں اور قیامت کا یقین رکھیں وہ صراط مستقیم تو گویا دیکھے ہوئے ہیں۔ اب اس کے بعد اُن کے لئے حالت منتظرہ ہی کیا باقی ہے سوائے اسکے کہ وہ منزل مقصود تک پہونچ جائیں چنانچہ اسی سلسلۂ نظم کی آیۃ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ نے اس معنی کی صراحت کردی ہے اس لئے کہ کامیابی منزل مقصود تک پہونچ جانے ہی میں ہے۔

اس بیان سے مبرہن ہوگا کہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی یہ تشریح کہ "اس سے پرہیزگاروں کو نکو زیادہ ہدایت ہوتی ہے یا جن میں پرہیزگاری کی صلاحیت ہے ان کے لئے وہ رہنما ہے" نادرست ہے اللہ تعالےٰ نے اسی سورہ میں آگے چلکر جو فرمایا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ	رمضان کا مہینا ہے جس میں خدا کی طرف سے قرآن لوگوں کی رہنمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے۔

وہاں ہدیٰ سے راہ حق دکھانا مقصود ہے نہ منزل مقصود تک پہونچا دینا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہی راہ نمائی موصل الی المقصود ہوجائے پس چونکہ یہاں راہ حق دکھانا

ایسا قیاس محض ہے جو نہ قرآن شریف سے ثابت ہے نہ حدیثوں میں کہیں اسکا نشان ہے نہ عقل سلیم اس سے اتفاق کرتی ہے۔

ثالثاً:۔ اس وجہ سے کہ مترجم نے جو توجیہہ کی ہے کہ لوح محفوظ کا چوڑے چھلکے کا غذوں پر ہونا اُس کی جامعیت کے اعتبار سے ہے کہ اس سے کوئی بات متروک نہیں ہوئی" محض ایک من گھڑت قیاس ہے جسکا شریعت میں کوئی اثر نہیں اور توجیہہ بھی بہت رکیک و کمزور ہے۔ کتاب سے لوگوں کا نامۂ اعمال مراد لینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی تاویل بعید ہے۔ پھر عام کتاب بھی مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ عام کتاب مراد ہونے کے لئے کوئی شہادت عادلہ چاہیئے ایسے مواقع پر محض عقل و قیاس سے کام لینا معتبر نہیں ہوسکتا نہ عام کتابوں کی قسم کوئی ایسی موقر بات ہے۔

ہم تو ایسا سمجھتے ہیں کتاب مسطور سے یہی ہمارا قرآن مراد ہے اور اسی پُرعظمت کتاب کی اوس ذات عدیم المثال نے قسم کھائی ہے جیسا کہ سورہ لقمان وغیرہ میں کتاب حکیم اور قرآن مبین وغیرہ کی قسم کھائی گئی ہے۔ باقی رہا کتاب کا چوڑے چھلکے کا غذوں پر ہونا وہ برابر مشاہد ہے۔ اب بھی ہزاروں قرآن مجید چوڑے چھلکے کا غذوں پر لکھے نظر آتے ہیں منجملہ ان کے آگرہ اکبر آباد کا مطبوعہ قرآن ہم نے دیکھا ہے جو مکمل تیس روپے میں ہدیہ ہوتا ہے اور اتنا ضخیم و عظیم القامتہ ہے کہ ایک آدمی پوری کتاب کو اٹھا نہیں سکتا۔ لغت میں "رق" کے معنی پوست کے ہیں۔ چونکہ پیغمبر خدا کے عہد میں قرآن کی سورتیں چمڑوں وغیرہ پر ہی لکھی جاتی تھیں اس لئے اسکو رقِ منشور کہنا بھی بہت صحیح ہوا۔

(۷) ھُدًی

جیسا کہ شروع سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

ف

ہدیٰ اللہ کے معنی اللہ کی ہدایت اور قرآن مجید بلا ریب اللہ کی طرف سے مجسم ہدایت ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ وارد ہوا ہے ایک سورۃ الانعام میں دوسرے سورۃ الزمر میں۔

(۲۰)

رحمۃ

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔	اور ہمنے اُن کو قرآن پہونچا دیا سمجھ بوجھکر اسمیں ہر طرح کی تفصیل بھی کر دی (اور وہ) ایمان والوں کے حق میں ہدایت اور رحمت ہے

ف

قرآن کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ ہمکو راہ مستقیم دکھا کر جنت تک پہونچانا چاہتا ہے اور ایسی باتیں سکھاتا ہے کہ اس پر عمل کریں تو حسن آخرت کے ساتھ دنیا بھی خوشی اور عزت میں گذرے قرآن کی معنی ہیں "رحمۃ" کا لفظ قرآن مجید میں تیرہ جگہ وارد ہوا ہے۔

(۲۱)

بشریٰ

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔	یہ آیات، قرآن اور کتاب روشن کی ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہیں

مقصود تھا اس لئے للناس کہا کیونکہ تمام خلق کے لئے یہ موصل الی المطلوب نہیں ہے
ہدیٰ مصدر ہے آیت اولیٰ میں بمعنی اسم فاعل یعنی ہادی آیا ہے مبالغۃً اور آیت
ثانیہ میں بمعنی مصدری ہے۔
قرآن مجید میں ہدیٰ کا لفظ بہت کثرت سے ہے مگر قرآن پر اس کا اطلاق
اٹھارہ مقامات پر ہوا ہے۔

(۱۸)
اَلْهُدٰی

جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰی۔	اور ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت (یعنی قرآن) بھی آچکی۔

ف

یہاں ہدیٰ بمعنی مصدری ہدایت ہے۔ چونکہ قرآن سرتاسر ہدایت ہے اسلئے
یہی اسکا وصف ہوگیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مبالغۃً ہدیٰ سے ہادی مراد ہو۔
الہدیٰ بمعنی قرآن نو (۹) مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۱۹)
هُدَی اللّٰہِ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔	یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اس کے ذریعے سے ہدایت دیتا ہے۔

علی الظاہر اس کو مومن کہا جائے گا پھر رحمت جو فلاح دین و دنیا ہے اقصی الکمال ہے یعنی جو شخص اس رحمت سے پوری طرح مستفید ہو اور ظاہراً باطناً انتہائے کمال کو پہونچ گیا مومن کامل مصداق ان چاروں امور کا ہے لیکن ان چاروں کا منشاء معنی مختلف ہے مثلاً قرآن کے بعض مواعظ سے کوئی بہرہ مند ہوا اور بعض امراض قلبی دور نہ ہوں یا احکام شرعیہ کا پابند ہو جسکی بناء پر اسکو مومن کہا جائے مگر بعض امراض قلبی باقی ہوں یا بعض مواعظ کا وہ کسی وجہہ سے پابند نہ ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ شفاء کو شفاء روحانی کے معنی میں لینے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا اور نہ وہ قادح بلاغت ہو سکتا۔

شفاء کو امراض جسمانی سے متعلق نہیں کر سکتے جیسا کہ جامع طب نبوی اور بعض دوسرے اہل علم کا خیال بھی ہے اس لئے کہ شفا مخصوص کر دی گئی ہے۔

"لما فی الصدور" سے جسکا نحوی امراض قلبی ہے اور جس کا ذکر قرآن میں جا بجا مختلف طور پر کیا گیا ہے (فی قلوبہم مرض وغیرہ) اور اس مرض سے وہ قلبی و روحانی امراض ہی مقصود ہیں جن کا سیاق کلام کا موقع وغیرہ مقتضی ہے۔

لما فی الصدور کا لفظ عام ہے یعنی صدر کے امراض روحانی اور جسمانی دونوں کو شامل ہو سکتا ہے لیکن امراض جسمانی مراد نہیں لئے جا سکتے اسلئے کہ اگر تمام امراض جسمانی مراد لئے جائیں تو وہ خلاف نص ہے۔ الفاظ میں جو منصوص ہے اس سے زائد معنی نہیں لیسکتے ورنہ بالرائے زیادۃ علی القرآن لازم آئیگی۔ اور یہ بقاعدۂ اصول صحیح نہیں ہے۔ اور اگر صرف امراض جسمانی صدر مراد ہوں تو صفت قرآن ناقص رہتی ہے اسلئے کہ اطباء تو تمام امراض جسمانی کا علاج کریں اور قرآن کا اثر باوجود اپنی اس عظمت و قوت کے صرف امراض جسمانی صدر کے لئے شفا ہو اور باقی اعضا کے علاج سے قاصر ہو اور جب کہ یہ مان لیا جائے کہ قرآن جسمانی

خوشخبری یہ ہے کہ قرآن کی تبعیت کرنے والے دنیا میں حرمت اور راحت کے ساتھ رہیں اور آخرت میں داخل جنت ہوں۔ قرآن میں بشریٰ کا لفظ بمعنی قرآن سات جگہ پر آیا ہے۔

(۲۲) شفاء

جیسا کہ سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔

لوگو! تمھارے پروردگار کی طرف سے آئی تمھارے پاس نصیحت اور امراض قلبی کی دوا، اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے

ف

یہاں قرآن کی چار صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ موعظت۔ شفاء الصدور۔ ہدیٰ و رحمت موعظت یعنی نصیحت حسنات کے اختیار کرنے اور سیئات سے بچنے کے لئے ہے خواہ وہ شخص جسکو نصیحت کی گئی ہے اسکو قبول کرے یا نہ کرے۔

شفاء قلبی امراض کے دوا کرنے کے لئے ہے جیسے بغض، عداوت، حرص، طمع، نفاق، کبر، کفر، شرک وغیرہ ہے پس شفا اسی وقت متحقق ہوگی جب مرض دور ہوجائے ورنہ شفا نہیں ہے۔ ہدیٰ دین کا سیدھا رستہ دکھانا ہے جو احکام شرعیہ سے متعلق ہے اور رحمت فلاح دین و دنیا ہے۔ پس موعظت عام ہے جس میں امور دین و دنیا دونوں داخل ہیں اور شفاء خاص ہے امراض قلبی سے اور ہدیٰ دین کا سیدھا رستہ بتاتا ہے جسکا تعلق ظاہر احکام شرعیہ سے ہے مثلاً کوئی شخص ظاہر احکام شرع کا پابند ہو اور اوسکے دل میں کچھ شکوک وغیرہ بھی ہوں تو ہدایت

صورت میں کوئی امر اس کا مانع نہیں ہے کہ اس سے للمومنین کو متعلق کریں۔ پس دیکھیے ایسا مقصود نہ ہو کلام خلاف مقصود ہوگا جو خلاف بلاغت ہے ۔

بالفرض اس کو مطلق رکھا جائے تو لازم آئیگا کہ قرآن کے نقوش ہر کافر و مسلمان کے امراض کے لئے علاج ہوں حالانکہ اسی آیت کے آخر میں ہے وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا جس کے معنی یہ ہوئے کہ مومنین کے لئے تو شفا و رحمت ہے اور کفار کے لئے خسران پس اب سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ للمومنین کو شفا و رحمت دونوں سے متعلق کریں ۔

اگر شفا سے مومنین کی روحانی و جسمانی دونوں شفائیں مراد لی جائیں تو بھی خالی از اشکال نہیں کیونکہ ایک ہی حکم جب ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو تو بقاعدہ اصول مطلق میں بھی وہی قید معتبر ہوگی جو مقید میں ہے تو اگر یہاں مومنین کے لئے شفا مطلق بھی ہو تو لما فی الصدور کی قید یہاں بھی معتبر ہوگی اور پھر اطلاق باقی نہ رہیگا ۔

طب نبوی کے مولف نے نقوش قرآنیہ کے باثر اور شفا ہونے پر ایک یہ دلیل عقلی بھی قائم کی ہے کہ گالی محرک غضب ہے اور جب گالی کے کلمات میں اثر ہے تو کلام الٰہی میں بالضرور بہت زیادہ اثر ہونا چاہیئے ۔

یہ دلیل محض ایک وسوسہ ہے اس لئے کہ اگر گالی کا کلمہ بالذات موثر ہے تو چاہئے کہ ہر جگہ موثر ہو جیسا کہ سنکھیا ہر جگہ موثر ہوتی ہے مگر ایسا نہیں ہے ۔ جب ایسے شخص کو گالی دیجائے جو زبان نہیں جانتا تو اس پر کچھ بھی گالی کا اثر نہیں ہوتا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اثر کیلئے سمجھنا شرط ہے تو اراذل پر جو رات دن گالی کھایا کرتے ہیں کچھ اثر نہیں ہوتا ۔ اگر بذاتہ گالی میں اثر ہوتا تو نا ممکن ہے کہ اس کا اثر ظاہر نہ ہو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ گالی میں بذاتہ کچھ اثر نہیں ہے بلکہ موثر کوئی اور چیز ہے ۔ گالی محض واسطہ ہے وہ بھی باتباع عرف مثلاً غیور آدمی گالی سے یہ سمجھتا ہے کہ اسکی آبرو کو جو محترم چیز ہے نقصان پہونچایا گیا ۔

امراض کے لئے دوا ہی ہی تو سوائے امراض جسمانی صدر کے باقی اعضاء کے
علاج سے قاصر رہنا بڑا نقص ہوگا۔
یہ خیال کہ جب قلب کے امراض روحانی وجسمانی کے لئے شفا ہو تو دوسرے
امراض جسمانی کے لئے کیوں نہ شفا ہو کمزور خیال ہے کیونکہ اس صورت میں بالکل
زیادت لازم آتی ہے اور مجرد رائے وقیاس نہ صرف ناکافی بلکہ بالاثر ممنوع ہے
اگر قرآن تمام امراض جسمانی وروحانی کے لئے علاج ہوتا تو البتہ نص میں اس کا
کوئی منشاء ہوتا یا یہ کہا جاتا کہ "شفاء لما فی الصدور ولما دونہ" واذ الیس فلیس۔
قرآن کے نزول کی غایت کیا ہے! تعلیم توحید واصلاح اخلاق بالمعنی الاعم۔ اگر
اس سے امراض جسمانی کا علاج بھی مقصود ہوتا تو البتہ اس امر کی تصریح کی جاتی
کہ کوئی آیت یا سورہ کسی مرض کے لئے مفید ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان علینا
بیانہ پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوتا کہ اسکی تعلیم فرماتے۔
کیونکہ ہرگاہ یہ امر مقاصد قرآن میں داخل ہو تو بغیر اسکی تعلیم کے رسالت کی تکمیل
نہیں ہوسکتی اگر یہ کہا جائے کہ علاج امراض جسمانی قرآن کے مقاصد میں داخل نہیں
ہے بلکہ بالعرض وبالتبع یہ غرض اس سے حاصل ہوتی ہے تو اولاً اس امر کے
اثبات کے لئے بینۂ شرعیہ درکار ہے، دوسرے یہ کہ اگر ایسا ہوتا تو پیغمبر صلعم ضرور
نقوش قرآنیہ سے علاج فرمایا کرتے حالانکہ اس کے متعلق ایک اثر بھی موجود نہیں
ہے بلکہ خیر القرون میں بھی اسکا وجود شیوع پایا نہیں جاتا۔ البتہ تین سو برس کے
بعد گنڈہ تعویذ کا نشو ونما ہوا ہے پس اس سے تو اس کا بدعت ہونا ثابت ہوا
"ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین" میں شفا ایک صلہ کو چاہتا ہے جیسا رحمت
کے لئے مومنین ہے پس اگر للمومنین کو شفاء سے متعلق نہ کریں تو بروے بلاغت
ضرور ہے کہ اس کے بعد اس کا کوئی صلہ مثلاً للناس مذکور ہو کیونکہ ایسا نہ کرنے کی

میں اس کثرت سے ہیں جس کا احصا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے تو بالفرور ہے اتنے اقوال کثیرہ کو جن کے رواۃ میں بعض بعض صلحا بھی پائے جاتے ہیں ہم محض افسانہ و غول تصور نہیں کر سکتے درحالیکہ ہمارے بعض تجربیات بھی اس کے مؤید ہیں۔ علاوہ اس کے سانپ بچھو کے منتر اور اس کے امثال دوسرے منتروں کو بھی کبھی صحیح یا با اثر دیکھا جاتا ہے اور اس کے متعلق بھی روایات نا محصور ہیں الناس مشہور ہیں ان وجوہ سے عقل تجویز کرتی ہے کہ کلمات میں ایک قسم کا اثر معنوی ضرور ہے خواہ یہ اثر تنہا کلمات کا ہو یا عامل کی قوت روحانی کی مشارکت سے ہو۔

روح مجردات میں سے ہے اور بعد تزکیہ اسکی قوت بہت زبردست ہو جاتی ہے اس لیئے اسکی تاثیر معنوی میں کوئی شک نہیں ہے چنانچہ خود حکماء متقدمین میں ایک فرقہ اشراقیین کا تھا جو قوت روحانی سے مسائل عویصہ کو حل کیا کرتے تھے اور صوفیہ کرام اسی طاقت سے سلب امراض وغیرہ کرتے ہیں مسمریزم اسی کا ایک شعبہ ہے جو فی الحال لوگوں میں دائر و سائر ہے الحاصل جب عام کلمات میں تاثیرات معنوی مشاہد ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قرآن مجید میں جو کلام ربانی ہے اس سے مافوق تاثیرات کو باور نہ کریں مگر چونکہ امور شرعیہ نصوص و آثار شرعیہ کے تابع ہیں اور نصوص و آثار میں اس قسم کے احکام مفصل محکم وضاحت کیساتھ نہیں پائے جاتے اسلئے توقف کے سوا چارہ نہیں ہے۔ باقی رہا مشاہدہ تو عامیوں کا مشاہدہ نتیجہ کلیہ کے استخراج کیلئے کافی نہیں ہے۔ مشاہدہ عارف یا حکیم یا واقف علل و اسباب کا معتبر ہو سکتا ہے ؎

(۲۳)

موعظة

جیسا کہ سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے۔

اس لئے بغرض انتقام غضب کو التہاب ہوتا ہے اور گالی ہی پر کیا ہے کسی کی مذہبی معزز چیز پر جو تار کہدینے کرڑوی نظر سے متہور کو دیکھنے کسی کے ناموس مین دست اندازی کرنے حتی کہ مزارع کے کھیت مین جہاں غلہ ہو گھوڑا دوڑا دینے سے غضب کی تحریک ہوتی ہے حالانکہ یہ چیزیں بذاتہ موثر نہیں ہیں بلکہ یہ واسطہ ہیں توہین مذہب یا اذیت یا ہتک ناموس یا نقصان مایہ وغیرہ کے اسی طرح اشعار جو حزن وفرح کے محرک ہوتے ہیں وہ بھی واسطہ ہیں -

حقیقت میں وہ مضمون جس سے متعلق ہے اس کے صور قوت متخیلہ و وہمیہ مین متمثل ہوتے ہیں اور نفس اس سے محزون یا متلذذ ہوتا ہے اور یہ آثار محض عرف کے تابع ہیں دیکھو الو ہند مین منحوس سمجھا جاتا ہے کسی غیور آدمی کو الو کہدیا جائے تو وہ متاذی ہوتا ہے بخلاف اس کے یورپ میں الو مسعود مبارک سمجھا جاتا ہے پس وہاں کسی کو الو کہنا گویا اسکو مبارک ومیمون کہنا ہے -

یہی حال تمام عرفی امور مین بحسب عرف دائر وسائر ہے - بہرکیف ان الفاظ مین بذاتہ کوئی اثر نہیں ہے جیسا کہ سنکھیا، نوشادر دوا ناوغیرہ میں ہے -

ممکن ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں کوئی اس قسم کا معنوی اثر ہو مگر چونکہ اس بارہ میں کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے نہ اسکی تائید میں متواتر عمل خیر القرون پایا جاتا اس لئے مباح نہیں ہو سکتا کہ باتباع خواہشات نفسانی خواہ مخواہ کو کھینچ تان کر بطریق نامرضی کوئی اثر مفروض ثابت کیا جائے یا ثابت کرنیکی کوشش کیجائے -

خواص سور جو بیان کئے جاتے ہیں انکی تمام حدیثیں موضوع ہیں الا ماشاء اللہ فلاسفہ اور علت سے بحث کرنیوالے لوگ کلمات کی تاثیر معنوی کے قائل نہیں ہیں کیونکہ نہ اس پر کوئی عقلی دلیل قائم ہے اور نہ ہو سکتی اور تجربیات شکوک سے خالی نہیں ہیں لیکن بعض اوقات ہم تعویذ گنڈے اور پھونک جھاڑ کو موثر پاتے ہیں پھر اقوال سلف تو اسبارہ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوا اس کے بعد قیامت تک پیغمبری کا خاتمہ ہو گیا۔

ان میں سے یہودی، عیسائیوں کو نہیں مانتے۔ عیسائی ہم مسلمانوں کو نہیں مانتے اور ہم مسلمان ہیں کہ یہود اور عیسائی دونوں کو مانتے ہیں۔ کہ موسیٰ اور ان کی تورات اور عیسےٰ اور ان کی انجیل سب برحق ہیں موسیٰ اور عیسیٰ خدا کے پیغمبر۔ تورات و انجیل خدا کی منزل کتابیں ہیں۔

آیت میں جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اس سے اجمالی تصدیق مراد ہے مثلاً حضرت موسیٰ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے اور جیسے قرآن خدا کا کلام ہے تورات بھی منزل من اللہ ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگلی کتابیں جیسی کہ وہ اب ہیں شروع سے آخر تک بلا کم وکاست صحیح محفوظ ہیں۔ قرآن میں جا بجا اہل کتاب کو تحریف وتبدیل کا الزام بھی دیا گیا ہے تاہم جیسی اجمالی تصدیق ہے ویسا ہی ان کا اجمالی ادب بھی مسلمانوں کو ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ مصدق کا لفظ قرآن میں دس جگہ آیا ہے۔

(۲۵)
تصدیق

جیسا کہ سورہ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ	یہ قرآن اس قسم کی کتاب نہیں کہ خدا کے سوا کوئی اسکو اپنی طرف سے بنا لایا ہے بلکہ یہ تصدیق ہے اس کتاب کی جو اس کے سامنے ہے (یعنی تورات وانجیل) اور تفصیل شریعت کی

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ	مسلمانو ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام اور حالات ان لوگوں کے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت آ

ف

موعظت بمعنی قرآن پانچ مقامات پر وارد ہے۔ اس سے پہلے کی آیت میں بہت صاف وصریح ہے۔

(۲۴)

مُصَدِّق

جیساکہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ۔	یہ قرآن، کتاب (آسمانی) جسکو ہم نے اتارا ہے برکت والی (کتاب ہے اور) جو کتابیں اس سے پہلے کی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے

اس سے صاف وہ آیت ہے جو سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ آمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ۔	ای اہل کتاب! ایمان لاو قرآن پر جسکو ہم نے نازل کیا ہے اور جو تصدیق کرتا ہے ان (کتابوں کی) جو تمہارے پاس ہیں۔

ف ہم مسلمان چار فرقوں کو اہل کتاب مانتے ہیں۔ ایک داودی جن کے پیغمبر حضرت داؤد پر زبور نازل ہوئی مگر یہ فرقہ اب دنیا سے نابود ہوگیا ہے۔ دوسرے یہود کہ ان کے پیغمبر حضرت موسیٰ پر توریت نازل ہوئی۔ تیسرے عیسائی کہ ان کے پیغمبر حضرت عیسیٰ پر انجیل نازل ہوئی پھر آخر میں چوتھے ہم اہل اسلام کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد

ختم نبوت سے یہی مراد ہے کہ احکام الہیٰ جو بندوں تک پونچنے تھے ہو چکے۔ اور ان کی تفصیل و تکمیل ہو گئی اور چونکہ یہ امر قرآن سے اتمام کو پہونچا ہے اس لیے اسکا نام تفصیل ہوا۔ یہ نام قرآن بھر میں یہیں ایک جگہ آیا ہے۔

(۲۸) مُفَصَّل

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ؂

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتَابَ مُفَصَّلًا | وہ وہی ذات پاک ہے جس نے تم لوگوں کی طرف دیہ کتاب بھیجی جو مفصل ہے یعنی جس مین بیان کردنی احکام کا کھلا کھلا بیان ہے۔

(۲۹) حق

جیسا کہ سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ؂

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ۔ | اور یہ قرآن سچا ہے (اور جو کتاب ان (یہود و نصاریٰ) کے پاس ہے اسکی تصدیق بھی کرتا ہے

ف ہر امر نفس الامری اور مطابق واقع احق ہے۔
قرآن مجید ابتداءً ایک بار رمضان میں حضرت سرورکائنات صلعم پر جملۃً واحدۃً نازل ہوا اس کے بعد (۲۳) سال تک نجمًا نجمًا نازل ہوتا رہا۔
اگر قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو عقل تجویز نہیں کرتی کہ اتنی مدت تک خیالات انسانی

فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ | (کتب سابقہ) اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ (یہ) تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے ہے

ف

یعنے قرآن مجید تورات و انجیل کے منزل من اللہ ہونے کی تصدیق ہے تصدیق قرآن میں دو جگہ آیا ہے ۔

(۲۶)
تَفْصِيْلُ الْكِتَابِ

یہ نام ابھی اس سے اوپر والی آیت میں گذر چکا ہے۔ قرآن اگلی کتابوں کے احکام کی تفصیل ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ تورات و انجیل میں مجمل احکام ہیں اور نا مکمل ہیں۔ قرآن نے ان احکام کی تفصیل و تکمیل کر دی ۔

(۲۷)
تَفْصِيْلٌ

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ | یہ (قرآن) کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ وہ تصدیق کرتا ہے اس کتاب یعنی (تورات و انجیل) کی جو اس کے سامنے ہے اور اس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

ف

جیساکہ سورۃ الحدید میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖ آیَاتٍ بَیِّنَاتٍ	وہی خدا ہے جو اپنے بندے (محمدؐ) پر کھلی کھلی آیتیں نازل فرماتا ہے۔

ف یعنی قرآن کے احکام، اور اوامر و نواہی بہت صاف و صریح ہیں۔ اُن میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔

(۳۲)

آیَاتٌ مُّبَیِّنَاتٌ

جیساکہ سورۃ النور میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ آیَاتٍ مُّبَیِّنَاتٍ	اور ہم نے تمھارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں۔

ف

آیات بینات اور آیات مبیّنات دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ آیات بینات قرآن میں سات مقامات پہ ہے اور آیات مبیّنات صرف دو جگہہ ہے۔

(۳۳)

عِلْمٌ

جیساکہ سورۃ البقرۃ کے رکوع میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ	اور اگر تم اسکے بعد کہ تمھارے پاس یعنی قرآن آچکا ہے ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہشوں پر چلے تو دیکھو تم کو خدا (کے غضب) سے

یکساں رہیں۔ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک انسانی خیالات میں بے انتہا رد و بدل ہوتا رہتا ہے پس اگر قرآن کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس میں بھی خیالات مختلف ہوتے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔	تو کیا یہ لوگ (قرآن کے مطالب) میں غور نہیں کرتے اور اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔

مگر وہ شروع سے آخر تک ایک نسق پر چلا جاتا ہے اور جو تعلیم مد نظر ہے وہ قرآن کی ہر جگہ سے یکساں جلوہ گر ہے۔ یہ اس کے کلام الٰہی اسچے اور برحق ہونیکی بڑی دلیل ہے اور اسی لئے اس کا نام حق ہے حق کا لفظ یوں تو قرآن میں اَن گنت آیا ہے مگر قرآن کی صفت میں چھبیس مقامات پر واقع ہوا ہے۔

(۳۰)

آیات اللہ

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ۔	(اے پیغمبر!) یہ واقعی اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم (جبریل کی معرفت) تمکو پڑھ پڑھکر سناتے ہیں

ف

آیات اللہ کا لفظ قرآن مجید میں اس صفت کیساتھ سولہ جگہ آیا ہے۔

(۳۱)

آیات بینات

وَاَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ	اللہ نے جو اپنے رسول پر کتاب اُتاری ہے اس کے احکام کو نہ سمجھیں۔

(۳۶)

مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ

(وہ جو رسول کی طرف اُتارا گیا)

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰۤی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ	اور جب سنا انہوں نے (قرآن کو) جو ہمارے رسول پر اتارا گیا ہے تو اے مخاطب تو انکی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ اُنسے آنسو جاری ہیں۔

ف

جب کچھ مسلمان ہجرت کر کے مکہ معظمہ سے حبشہ چلے گئے تو کفار نے ان کی شکایت نجاشی بادشاہ سے کی جو مذہب کا عیسائی تھا۔ نجاشی نے مسلمانوں سے کچھ دریافت کیا اور جواب معقول پایا۔ پھر اُن سے کچھ قرآن سنانے کی فرمایش کی اور انہوں نے سورہ مریم سنائی تو اسپر نجاشی اور اس کے درباری سب رو پڑے۔

(۳۷)

مَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ

جیسا کہ سورہ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ	اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایمان لائے اسپر جو نازل کیا گیا ہے محمد پر اور وہ

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (بچانیوالا) نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار

ف قرآن کو علم اسواسطے کہا گیا کہ وہ بجائے خود ایک علم ہے یا اس لئے کہ وہ تمام علوم حقہ کا سرچشمہ ہے یا اس لئے کہ علم کے معنی سمجھ کے بھی ہیں اور قرآن کے پڑھنے سے دنیا و آخرت کے سدھارنے کی سمجھ پیدا ہوتی ہے وغیرذالک علم بمعنی قرآن ۲۶ جگہہ آیا ہے۔

(۳۴)

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

(وہ جو اللہ نے نازل فرمایا)

جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:—

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (قرآن) جو خدا نے نازل کیا ہے اسکی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی پر چلیں گے جسپر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا۔

(۳۵)

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

(وہ جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا)

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:—

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا

دیہات کے لوگ کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں اور (جہالت کی وجہ سے) اسی لایق ہیں کہ

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ	ایک مقام پر ہے۔
مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ	تین جگہ ہے
مَا یُوْحٰی اِلَیْكَ	چار مقامات پر ہے
مَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ	ایک مقام پر ہے
مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ	ایک مقام پر ہے
مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ	ایک مقام پر ہے
اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا	پانچ مقامات پر ہے

کسی مشہور و محترم چیز کو اشارہ کنایہ سے بیان کرنا اور نام لینے سے اعراض کرنا، یہ بھی اس کی علو شان کا ایک اظہار ہے۔ قرآن کی یہ بھی ایک قادر الکلامی اور بلاغت ہے کہ باوجود اس کے کہ بہت ساری جگہ وہ اپنا نام بالکل ظاہر نہیں کرتا نہ کوئی اشارہ کرتا پھر بھی پڑھنے والا طرزِ کلام اور اندازِ بیان سے سمجھ جاتا ہے کہ اس لفظ یا اس جملہ سے قرآن ہی مقصود ہے۔

(۳۹)

حِکْمَةٌ بَالِغَةٌ

(سر تا سر دانائی)

جیسا کہ سورۃ القمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِنَ الْاَنْبَاءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ	اور ہر آئینہ اُن کے پاس ایسی خبریں (یعنی حالات امم سابقہ) آچکی ہیں، جن میں (کافی) تنبیہ ہے یعنی حکمت کاملہ پھر بھی ڈرانیوالی باتوں نے انہیں نفع نہ پہونچایا۔

مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ	برحق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے تو خدا ان کے گناہ ان پر سے اتار دیگا۔

(۳۸)

مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ

جیساکہ سورۃ الحدید میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:—

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ	کیا مسلمانوں کیلئے ابھی تک اسکا وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور تلاوت قرآن کیلئے جو خدا کی طرف سے برحق نازل ہوا ہے ان کے دل گداز ہوں

ف

قرآن مجید میں ان مرکبات کے علاوہ اور بہت سے الفاظ ہیں جو قرآن کی صفت میں وارد ہوئے ہیں مگر چونکہ ان الفاظ کو نام و علم شمار نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم ایک جگہ سب کو بتائے دیتے ہیں

مَآ اَنْزَلْتُ	صرف ایک جگہہ سورۃ البقر میں وارد ہوا ہے
مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ	تین جگہہ ہے۔
اَلَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا	دو جگہہ ہے۔
مَآ اَنْزَلْنَا	دو مقامات پر ہے۔
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	نو مقامات پر ہے۔
مَا نَزَّلَ اللّٰهُ	صرف ایک مقام پر ہے۔
مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ	چھ مقامات پر ہے۔
مَآ اَنْزَلَ اِلَى الرَّسُوْلِ	ایک مقام پر ہے۔

قرآن کو اپنا پیشوا بنایا اور اس پر عمل کیا وہ سیدھا نجات کے راستہ پر پہونچا اور آخر کار اللہ اور ملا اعلیٰ سے جا ملا۔

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۃ البقر میں جیسا کہ گذر چکا۔ دوسرے سورہ لقمان میں۔

۱۴۱

فُرقَانٌ

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ۔

اُسی اللہ نے تم پر یہ کتاب برحق اُتاری جو اُن آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس کے سامنے ہیں اور اسی نے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے توریت اور انجیل اتاری اور اسی نے فرقان کو نازل کیا

ف

فرقان کے لفظی معنی فرق کے ہیں اب رہی یہ بات کہ وہ فرق کیا چیز ہے۔ بعض کہتے ہیں معجزات۔ بعض کہتے ہیں عقل سلیم۔ بعض کہتے ہیں دوسرے پیغمبروں کے صحیفے اور بعض کہتے ہیں قرآن جس کا تذکرہ تاکید کے طور پر دوسرے لفظوں میں مکرر فرما دیا ہے (حاشیہ مولوی نذیر احمد دہلوی مترجم قرآن صفحہ)

اب ہم کو ان اقوال کی صحت پر محققانہ نظر ڈالنی چاہیئے تا ایک معنی کی تعیین ہو جائے۔ فرقان بمعنی معجزہ۔ اگرچہ معجزہ فارق ہے درمیان نبی صادق و کاذب کو اور درمیان نبی صادق و ساحر کے لیکن یہاں معجزہ مراد لینے کے لئے کوئی ایسی قوی وجہ جو دوسرے

ف

قرآن مجید کے سرتاسر دانائی و حکمت ہونے میں کوئی صاحب فہم سلیم شک نہیں کرسکتا حتیٰ کہ ہر زمانہ کے حکماء اور متعصب علمائے نصاریٰ نے بھی اتنا بیچون وچرا تسلیم کیا کہ محمدؐ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن کے مصنف تھے اعلیٰ درجہ کے حکیم تھے چنانچہ علامہ کارلائل یوروپین عیسائی کی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ (یعنی مشاہیر و مشاہیر پرستی) اس امر کی شاہد عدل ہے۔ جس میں اس نے انبیاء کرام میں سے صرف محمد صلعم کو منتخب کیا ہے۔ اس موضوع پر ہم پھر بحث کریں گے۔ یہ لفظ ایک ہی جگہ آیا ہے۔

۴۰
اَلْعُرْوَۃُ الْوُثْقیٰ

(مضبوط رسّی)

جیسا کہ سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا۔

گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو ہر آئینہ اس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں ہے۔

ف

کوئی شخص کنویں یا باؤلی میں گر پڑتا ہے تو اس کو نکالنے کے لئے رسّی لٹکاتے ہیں جس کو پکڑتا ہوا یا تو وہ خود اوپر آجاتا ہے یا لوگ کھینچ لیتے ہیں اسی طرح قرآن مجید نجات دارین یا اللہ تک پہونچنے کے لئے مضبوط رسّی ہے کہ جس نے

مفسرہ ہے) پہ متعین ہوگیا کہ آیت مانحن فیہ میں فرقان سے قرآن کا بیان مکرر تاکیداً واہتماماً لشان القرآن ہے۔ یہ جواب معمولی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ:۔ توریت اور انجیل جب لوگوں کی ہدایت کیلئے تھیں تو چاہیئے کہ اب بھی وہ اپنے منصب پر رہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اُن کتابوں کے کچھ احکام تو قرآن میں آ گئے اور کچھ احکام قرآن نے منسوخ کر دیئے تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ توریت و انجیل کی تعلیم کی ضرورت ہی نہ رہی اور اسی معنی کے اظہار کے لئے مکرر ارشاد ہوا وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ، جو جدا کر دینے والا ہے توریت و انجیل اور اُن کی تعلیم سے وفیہ نکات اُخر۔

اب رہی یہ بات کہ قرآن کا نام یا لقب فرقان کیوں ہوا، تو لغت میں فرقان کے معنے ہیں " وہ چیز جو حق و باطل میں فرق اور تمیز کر دے، چونکہ قرآن اُترا، اسی لئے ہے تا باطل کو حق سے الگ کر کے حق کو حق کر دکھائے اور ایسا ہی اس نے کیا کہ اسلام کو کفر سے، حق کو ناحق سے، طیب کو خبیث سے اور راستی کو کجی سے الگ کر کے دکھلایا اس لئے اس کا نام فرقان ہوا۔ یہ لفظ قرآن میں بمعنی قرآن دو جگہ آیا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

(۴۲)

ذِکۡر

جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ مِنۡ لَّدُنَّا ذِكۡرًا	اور ہم نے تمکو اپنے پاس سے ذکر یعنی قرآن عطا فرمایا

ف

ذکر کے معنی ہیں نصیحت اور یاد دہانی اور قرآن کریم میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔

معانی کے مقابلہ میں ترجیح پیدا کرے نہیں پائی جاتی۔ اس کے علاوہ انزال سے
تعبیر بھی درست نہیں ہے سوائے کتاب کے۔
فرقان بمعنی عقل سلیم آسمانی کتاب کے پرکھنے کا بڑا معیار حسن تعلیم وحسن بیان ہے اور
اس کی تمیز کے لئے عقل سلیم درکار ہے لیکن اس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔
اس کے علاوہ، عقل کا استعمال انزال کے ساتھ نہیں ہے۔ اعطار اور اس
کے مماثل الفاظ ہونے چاہئیں۔
فرقان بمعنی صحیفہ درست نہیں ہے اس لئے کہ زبان شرع میں فرقان کا اطلاق
صحف انبیاء یا کسی کتاب آسمانی پر نہیں ہوا ہے اور نیز اس لئے کہ فرقان مفرد
ہے اور صحیفے بہت اور مفرد جمع کا فائدہ نہیں دے سکتا۔ ہاں مفرد کا اطلاق ہر فرد کے
لحاظ سے جمع پر ہو سکتا ہے لیکن ایسی تاویل اس وقت جائز ہے جب کسی وجہ سے
فرقان کو صحیفے کے معنی میں لینا ناگزیر ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پس اس کی کیا
ضرورت ہے کہ بلاوجہ فرقان کو بمعنی صحیفہ لیا جائے اور پھر تاویل رکیک کی جائے
بلاشبہ فرقان سے قرآن ہی مراد ہے جیسا کہ محققین علمائے اسلام کی رائے ہے
اور یہ اس لئے صحیح ہے کہ خود قرآن ہی میں دوسری جگہ اس کا شاہد موجود
ہے چنانچہ شروع سورۃ الفرقان میں ہے:۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا	(خدا کی ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر فرقان یعنی قرآن اُتارا تاکہ تمام جہان کیلئے ڈرانیوالا ہو)

ف

اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ فرقان سے مراد قرآن ہے اور کسی دوسری نص سے پتا
نہیں چلتا کہ فرقان کا اطلاق، قرآن کے سوا کسی اور کتاب پر بھی ہوا ہے۔ پس اس
کلیہ کی بنا پر کہ اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا (یعنی قرآن کا بعض حصہ بعض کا

ہی مگر اپنی اصلیت سے واقف ہو کر اپنے وطن اصلی کو یاد کر کے گناہوں سے توبہ کرنے لگ جاتے ہیں اور تیری بے نہایت مہربانی اور عفو و رافت سے اے غفار رحیم! امید رکھتے ہیں کہ بحرمتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے گناہوں سے درگذر فرمائے گا اور ہمکو توفیق نیک بخشے گا۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔
یہ لفظ قرآن میں یعنی قرآن چھ مقامات پر آیا ہے۔

(۴۵)

ذِکرُ الرَّحمٰن

جیساکہ سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَافِرُوْنَ	اور وہی لوگ رحمٰن کے ذکر یعنی قرآن سے منکر ہیں

یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ ہے۔

(۴۶)

ذِکرٌ مُبَارَکٌ

جیساکہ اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنَاهُ	اور یہ (قرآن) نصیحت ہے بابرکت جسکو ہم ہی نے اُتارا ہے۔

(۴۷)

ذِی الذِّکرِ

جیساکہ سورۂ صٓ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

(۴۳)

اَلذِّكْرُ

جیساکہ سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ	ہمنے تمھاری طرف یہ قرآن اُتارا تاکہ جو احکام لوگوں کیلئے اُن کی طرف بھیجے گئے ہیں تم اُن کو اچھی طرح سمجھادو۔

ذکر قرآن میں سات یا آٹھ مقامات پر اور الذکر دس مقامات پر آیا ہے۔

ذِكْرٰى

جیساکہ سورۂ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذَالِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ	جو لوگ ذکر الٰہی کرنیوالے ہیں اُن کے حق میں یہ (قرآن) یاد دہانی ہے۔

ف

سچ ہے، اے ہمارے پروردگار! اے وہ پاک ذات جس نے محمدؐ عربی کے مبارک سر پہ نبوت کا تاج رکھکر ختم رسالت کا سہرا باندھا۔ واقعی تیرا کلام مقدس یاددہانی ہی ہے۔ ہم آدم کی سرکش اولاد ہوا پرستیوں میں پڑکر اپنی اصلی ہستی کو بھول بیٹھتے ہیں اور تیرے ذکر سے غافل ہوجاتے ہیں۔ پھر بھی جب تیری مہربانی، تیری توفیق، رفیق طریق ہوجاتی ہے اور ہم تیرا کلام مقدس پڑھنے لگتے ہیں تو قسم ہے خلق محمدؐ کی اور قسم ہے تیرے عزت و جلال کی، کہ تھوڑی ہی دیر کے لئے

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ

اے پیغمبر! ہم تمکو سناتے ہیں ایک اچھا بیان قرآن کے ضمن میں جسکو ذریعہ وحی ہمنے تم پر اتارا ہے اور بیشک تم اس سے پہلے بیخبر تھے۔

ف

احسن القصص سے بعض لوگ قرآن کو مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف سورہ یوسف ہی کو احسن القصص فرمایا گیا ہے۔

اگر احسن القصص سے قرآن ہی کو مراد لیں تو بھی کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں بہتر سے بہتر سچے واقعات اور اس میں عمدہ سے عمدہ نصیحتیں۔ حکمت کی باتیں۔ دین و دنیا اور معاش و معاد کی اصلاح کی تدبیریں ماسیاست مدن کے قوانین اور اخلاق کے بیش بہا موتی ہیں۔ غرض ہم کہاں تک بیان کریں یہ مقدس کتاب تو دنیا بھر کے مضامین مفیدہ پر مشتمل ہے پھر ایسی کتاب احسن القصص نہ ہو۔ تو کونسی کتاب ہوگی۔

اگر سورۂ یوسف پر احسن القصص کا اطلاق ہو جیسا کہ سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے تو اس لئے کہ سورۂ یوسف قرآن کا ایک جز ہے قرآن کو بھی احسن القصص کہہ سکتے ہیں کیونکہ جس کتاب کا ایک جز بہتر ہو اسکو بہتر کہا جا سکتا ہے۔

سورۂ یوسف کے احسن القصص کہنے کے بہت سے وجوہ ہیں جن میں سے چند کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

پہلی وجہ

قرآن مجید میں بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں مگر کوئی واقعہ ایک جگہ مکمل طور پر نہیں ہے بخلاف ان کے حضرت یوسف کا حال شروع سے آخر تک

وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ	قسم ہے قرآن کی جس میں نصیحت ہی نصیحت ہے

ذکر مبارک ،، اور" ذی الذکر" یہ دونوں لفظ ایک ہی جگہ ہیں -

(۴۸)

اَلذِّكْرُ الْحَكِيْمُ

جیساکہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

ذَالِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ -	اے پیغمبر! یہ جو ہم تم کو پڑھ کر سنا رہے ہیں آیات (الٰہی) ہیں اور جچی تلی حکیمانہ نصیحت ہے

(۴۹)

اَلْقَصَصُ الْحَقُّ

سچا بیان

جیساکہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ	اے پیغمبر! بلاشک یہی سچا اور واقعی بیان ہے

یہ نام قرآن بھر میں اسی ایک مقام پر ہے -

(۵۰)

اَحْسَنُ الْقَصَصِ

جیساکہ سورۂ یوسف میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

بیان ہے جو سحر کا ہمدوش اعجاز کا ہم آغوش ہے۔ جگہہ جگہہ اثنائے کلام میں مناسب مواقع پر جو توحید وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت دلکش ہے جسکو ہمنے طوالت کے خیال سے ترک کردیا۔

تیسری وجہ

اس بیان میں قرآن مجید کی تھذیب بھی ایک اعجاز ہے کہ عشقیہ مضامین کو کس متانت اور سنجیدگی سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کا ذہن کسی برائی کی طرف منتقل ہی نہیں ہوتا آخر تک کہیں زلیخا کا نام نہیں لیا گیا حالانکہ تمام بیان زیادہ تر اسی سے متعلق ہے۔ اور یہ نام کیوں نہیں لیا؟ اس لئے کہ نام لینے کی صورت میں غیبت کی بُری نظیر قائم ہوتی جسکو خود قرآن نے بُرا کہا ہے اور یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی تھذیب ہے یہ عجیب قادر الکلامی ہے کہ قرآن زلیخا کا نام تو نہیں لیتا مگر پڑھنے والا اس کا نام سننے سے مستغنی ہے اور اس سے بیان کی دلچسپی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

کیا قرآن کے سوا کوئی کتاب مدعی تھذیب ایسی نظیر پیش کرسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

چوتھی وجہ

سورۂ یوسف، حضرت یوسفؑ کے واقعہ کا مختصر بیان ہے اور اس میں اُن تمام اخلاق اور جرائم کے نتائج کو جن کا اس سے تعلق ہے۔ بہی دلچسپی وخوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس میں شبہہ نہیں کہ وہ قرآن ہی کا حق تھا۔

بداخلاقی اور خوش اخلاقی دو قسم ہے۔ ایک عقلی یا طبعی جسکو انسان کی عقل وطبیعت بلاخصوصیت زمان ومکان اچھا یا بُرا سمجھے جیسے چوری خیانت کذب زنا انتقام اور ان کے مقابلہ میں راستی۔ دیانت۔ صدق۔ عفاف۔ عفو۔

دوسری قسم، عارضی یا مختص الزمان والمکان مثلاً حجاب نسوان ہندمیں مہا الکن ممدوح ہے اور یورپ میں مطلق العنانی۔

سلسلہ وار ایک ہی سورہ میں ایک ہی جگہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری وجہ

پند و نصیحت اور ایسے اوامر و نواہی جن میں گونہ تکلیف ہو، ان کا بیان بالطبع مرغوب انسانی نہیں ہے بخلاف اُن بیانات کے جو مذکورۂ بالا امور سے خالی ہیں ان کی طرف انسان بالطبع مائل ہوتا ہے بشرطیکہ طرز بیان دلچسپ ہو اور مدنیت کا پیرایہ لئے ہوئے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو قصوں اور افسانوں سے زیادہ دلبستگی ہوتی ہے خصوصاً جب اس کا پہلو عشق کا رنگ لئے ہوئے ہو۔ حضرت یوسف کا حال نہ پند و نصیحت ہے نہ امر و نہی بلکہ وہ دوسری قسم ہے جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس لئے وہ خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ کہیں کہیں اثنائے بیان میں پند و نصیحت امر و نہی اور توحید وغیرہ کا بیان چھوٹے چھوٹے جملوں میں کر دیا گیا ہے جو بہت زیادہ موثر ہے اور اصل غرض جو تعلیم توحید و اخلاق حسنہ سے ہے وہ اس سے بدرجہ اتم حاصل ہے۔

بچپن میں حضرت یوسف کا خواب دیکھنا۔ باپ کا اس کے اظہار سے منع کرنا بھائیوں کا مخالف ہونا۔ اور کوئیں میں ڈالنا۔ قافلہ والوں کا آکر نکالنا۔ بحد غلام بنکر بکنا۔ عزیز مصر کا خرید کرنا۔ عزیز مصر کی عورت کا اُنپر فریفتہ اور حضرت یوسف کی پرہیزگاری پر ناخوش ہونا حضرت یوسف کا قید کیا جانا۔ قید خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سچ اترنا۔ بادشاہ کا خواب دیکھنا حضرت یوسف کا بلایا جانا اور بعد شروط ان کا جانا۔ خواب کی تعبیر کہنا اور بادشاہ کے مقربین میں داخل ہوکر مہتمم خزانہ ہونا پھر خواب کے موافق قحط پڑنا۔ بھائیوں کا غلہ کے لئے آنا۔ باہم ایک دوسرے کا پہچاننا پھر حضرت یوسف کا اپنے بھائیوں کی خطا کو معاف کرنا اور اپنے ماں باپ کو کنعان سے مصر میں طلب کرنا۔ خواب کی تعبیر کا راست اُترنا اور حضرت یوسف کا بادشاہ مصر ہونا۔ ایک ایسا

جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ	یہ قرآن لوگوں کے لئے بیان ہے اور ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

یہ لفظ بمعنی قرآن اسی ایک جگہ ہے۔

(۵۳)

رِضْوَانُ اللہ

جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ	بھلا جو شخص اللہ کی مرضی (قرآن) کا تابع ہو کہیں اس جیسا ہو سکتا ہے جو خدا کے غضب میں آگیا ہو۔

قرآن کی تبعیت، عین خدا کی مرضی پر چلنا ہے اس لئے قرآن کو اللہ کی مرضی کہا گیا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ اسی سورہ میں ہے۔

(۵۴)

مُنَادِی

منادی کرنے والا

جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا	اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی کرنیوالے کو سنا کہ ایمان کی منادی کر رہا ہے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، تو ہم ایمان لے آئے

بھیک مانگنا براہمۂ ہند کے لئے جزو مذہب ہے اور دوسرے ممالک میں مطلقاً معیوب
سورۂ یوسف مین اول سے آخر تک پہلی قسم کی بداخلاقی اور خوش اخلاقیوں کا بیان
مناسب مواقع پر نہایت خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے اور پھر ہر ایک کا نتیجہ
بھی دکھا دیا گیا ہے۔

(۵۱) حَبلُ اللّٰہِ

اللہ کی رسّی

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (سورۂ آل عمران)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنیکا حق ہے اور تم پر موت نہ آئے مگر ایسی ہی حالت میں جب تم مسلمان ہو اور تم سب مضبوطی سے اللہ کی رسی پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ مت ہو

ف

اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتے رہنا جیسا کہ اس سے ڈرنیکا حق ہے اور مرتے
دم تک دین اسلام پر ثابت قدم رہنا، اور مسلمانوں کا ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا
یہ سب باتیں اسی وقت حاصل ہوسکتی ہیں، جب مسلمان اللہ کی رسی کو جس کا نام
قرآن ہے مضبوطی سے تھامے رہیں اور اسی پر عمل کرتے رہیں۔ یہ لفظ قرآن
مین بصفت قرآن اسی ایک جگہ وارد ہوا ہے

(۵۲) بَیَانٌ

جیسا کہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۙ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ	تو کیا تم لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہو اور (قیامت کا ذکر سنکر) ہنستے ہو اور تمکو رونا نہیں آتا

۔لفظ قرآن میں بمعنی قرآن پانچ مقامات پہ آیا ہے:۔

اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ

بہت اچھا کلام

جیساکہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔	اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ) کتاب اُتاری جس کی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں (اور ایک ہی بات سمجھانے کیلئے) بار بار دوہرائی گئی ہے (اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس کے سننے سے اُن کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں پھر اُن کے جسم اور دل نرم ہوکر یادِ الٰہی کی طرف (راغب) ہو جاتے ہیں۔

ف

اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت جسمانی و روحانی دونوں طرح پر ہے۔ جسمانی عبادت جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ ارکان مفروضہ۔ روحانی عبادت وہ جو قلب و نفس سے متعلق ہے اس قرآن سے جلود و قلوب دونوں نرم ہو جاتے

ف

منادی کرنے والے سے بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا ہے اور بعضوں نے جن میں امام جلال الدین سیوطی بھی ہیں قرآن مجید کو مراد لیا ہے پچھلی صورت قوی ہے۔ بلاشک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ایمان کی منادی کرنیوالے تھے مگر آپ کا ظاہری تعلق صرف آپ کی حیات جسمانی تک تھا۔ اور وہ بھی قرآن کے ساتھ۔ اور قرآن مجید کا مسلمانوں سے ابدی تعلق ہے جو انشاء اللہ تعالےٰ اسیطرح قیامت تک باقی رہے گا اور قرآن قیامت تک اسلام کی منادی کرتا رہے گا۔

(۵۵)

اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذَالِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ | یہ بڑی کامیابی ہے۔

ف

قرآن مجید کو بڑی کامیابی اس لئے کہا گیا کہ اُس کی پیروی کرنے سے انسان کو اپنے دنیاوی مقاصد میں بہت جلد اور عمدہ کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر بڑی کامیابی یہ ہے کہ مرنے کے بعد اُس دوسری ہستی میں آسایش ابدی ملتی ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ قرآن کے معنی میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک یہاں، دوسرے سورۃ الصافات میں۔

(۵۶)

اَلْحَدِیْثُ

بات

باوجود ا دنیا بھر کی سر توڑ کوششوں کے آجتک اس کا بطلان نہ ہوسکا اور نہ قیامت تک ہوسکیگا۔

یہ لفظ قرآن میں بہ صفت قرآن ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۵۹)

نُورٌ مُّبِینٌ

جگمگاتا ہوا نور

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:-

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا	اور تمھاری طرف ہم جگمگاتا ہوا نور بھیج چکے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:-

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ	اللہ کی طرف سے تمھارے پاس نور اور کتاب روشن آچکی ہے۔

تیسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:-

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ	اور جو نور ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اسکے پیچھے ہو لئے۔

چوتھی آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا	اے پیغمبر! تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان (جانتے تھے) مگر ہم نے قرآن کو ایک روشنی بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے رستہ دکھا دیتے ہیں۔

ہیں یعنی بہ قلب شوق ، قرآن سے متاثر ہونے والا ، ذکر جسمانی و روحانی دونوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے ۔ چونکہ جسمانی میلان کے لئے نرمی ضرور ہے اس لحاظ سے تلین جلود جسم فرمایا اور مقصد یہ ہے کہ اعضا ، جوارح اور جلود کو جسمانی اذکار مثلاً ، قعود ، رکوع ، سجود وغیرہ کا ادا کرنا فرط شوق کی وجہہ سے کچھ بار نہیں ہوتا ۔

سچ تو یہ ہے کہ درحقیقت سمجھدار کے لئے قرآن مقدس ایسا ہی کلام موثر ہے کہ اسکو سنکر خود بخود طبیعت پگھل جاتی ہے ۔ دل خدا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور کچھہ دیر گویا سننے والا یا پڑھنے والا دنیا سے بالکل مستغنی ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ بروایات صحیحہ ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو چاہے آپ کیسے ہی غصہ و غضب میں ہوتے فوراً نرم پڑ جاتے اور سارا غصہ کافور ہو جاتا اسی لئے قرآن کا لقب احسن الحدیث ہوا ۔

قرآن مجید کی تاثیر کی بحث انشاء اللہ تعالے آئندہ بہت تفصیل کے ساتھ کیجائیگی

(۵۸)

بُرهَانٌ

حجت

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے :-

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔	لوگو ! تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے حجت آ چکی ۔

ف

قرآن خدا کی حجت ہے اور ایسی زبردست حجت ہے کہ تیرہ سو برس گذر گئے مگر

جیساکہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا اور ہر آئینہ یہ (قرآن) ہی ہمارا سیدہا رستہ ہے
فَاتَّبِعُوْهُ ۔ تو اسی پر چلے چلو۔

دوسری آیت سورۃ المومنون میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ اور تم اے پیغمبر! بیشک ان کو سیدھے رستے
مُّسْتَقِيْمٍ ۔ یعنی قرآن کی طرف بلاتے ہو۔

ف

مستقیم کے معنی ہیں "سیدہا ہمواری کے ساتھ" دیکھو خط مستقیم ایسے ہی خط کو کہتے ہیں
جس میں یہ دونوں باتیں ہوں۔ مثلاً تلوار کی دہار ہے کہ اگرچہ وہ سیدہی ہے لیکن ناہموار ہے
یعنی درمیانی انحنا کی وجہ سے اس کو مستقیم نہیں کہہ سکتے۔
سیدہا ہموار رستہ جلد دکھائی دیتا ہے اور بہت سہولت کے ساتھ جلدی منزل مقصود
تک پہونچا دیتا ہے۔ پس یہی حال قرآن مجید کا ہے جو اپنے پیرو کو سہولت کیساتھ منزل مقصود تک پہونچا دیتا ہے
قرآن کا کوئی مسئلہ، کوئی تعلیم فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ نہ پیچیدہ ہے نہ خلاف
عقل نہ ایسا مشکل کہ اس پر عمل ہی نہ ہوسکے۔ مثلاً عیسائیوں میں تثلیث کا مسئلہ ہے جسمیں
ایک ذات اور دو صفت علم وحیات کے مانتے ہیں جن کو روح القدس اور یسوع
کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ اُن لوگوں کے مسئلہ جیسا ہے جو صفات باری کو عین باری مانتے
ہیں یعنی ایک ذات اور متعدد صفات۔ یہاں تک تو عیسائیوں پر کوئی سخت الزام عائد
نہیں ہوتا تھا لیکن غضب یہ کیا کہ ان دونوں صفتوں کو مجسم مان لیا اور مستقل بذاتہ جس سے
تین ذوات ہوگئے اور یہ باطل محض ہے۔
دونوں صفتوں کو صفت مان کر اُن کا تعلق مجسم سے تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن علاوہ اس
اشکال کے خود عیسائی اسکو نہیں مانتے اور اپنی نافہمی کی وجہ سے ایک صریح البطلان

پانچویں آیت سورۃ التغابن میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا	تو (لوگو) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (نیز) اس روشنی (قرآن) پر جسکو ہم نے اتارا

ف

نور کے معنی روشنی۔ روشنی کا فائدہ یہ ہے کہ انسان اندھیرے میں اس کے ذریعہ سے سیدھا رستہ دیکھکر منزل مقصود تک پہونچے یا جو کام اندھیرے میں نہیں کرسکتا روشنی میں کرسکے۔

قرآن مجید کو روشنی اس واسطے کہا کہ وہ انسان کو کفر و بدعت کی تاریکی سے نکال کر ایمان و اخلاق کی روشنی میں پہونچاتا ہے اور گویا قرآن کی روشنی میں آخرت کا سیدھا رستہ جو انسان کی منزل مقصود ہے سوجھ پڑتا ہے اور اس لئے کہ قرآن کی روشنی میں انسان کو حرام و حلال اور خبیث وطیب کی پہچان ہوتی ہے۔

اندھیرا بالطبع انسان کو ناپسندیدہ ہے اور اس لئے فطرتاً ہر حیوان روشنی کو چاہتا ہے چونکہ انسان بالطبع برائی کو ناپسند اور بھلائی کو پسند کرتا ہے اس لئے ناپسندیدہ کو اندھیرا اور پسندیدہ کو روشنی کہنا مطابق مقتضائے عقل و فطرت ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں کفر و گمراہی کو ظلمات (اندھیرا) اور ایمان و ہدایت کو نور و روشنی کہا گیا اور اسی وجہ سے قرآن مجید کو نُوْرٌ مُّبِیْنٌ (جگمگاتا ہوا نور) اور روشنی کا لقب دیا گیا کہ وہ بمنزلہ روشنی کے ہے جس میں انسان حرام کو حلال سے، باطل کو حق سے، ایمان کو شرک سے، اسلام کو کفر سے، ثواب کو عذاب سے، اور برائی کو بھلائی سے تمیز کرتا ہے

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۶۰
سیدھی راہ

عقل ہیں نہ باعث اذیت ہیں نہ ناممکن التعمیل ہیں یہ موقع اس بحث کی تفصیل کیلئے مناسب نہیں ہے جس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا صراط مستقیم بصفت قرآن سات مقام پر آیا ہے

۶۱

نِعْمَتُ اللّٰہِ

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔	اور یاد کرو اللہ کی نعمت (قرآن) کو (جو تم پر اتاری گئی ہے)

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ	تو کیا یہ لوگ خدا کی نعمت (یعنی قرآن کے کلام الہٰی ہونے سے) انکار کرتے ہیں۔

تیسری آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا۔	یہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر (جان بوجھکر اس (کے کلام الٰہی ہونے) سے انکار کرتے ہیں

ف

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن نہ صرف مسلمانوں کے حق میں بلکہ تمام عالم کے لئے رحمت اور نعمت الٰہی ہے۔ ہاں خصوصیت کے ساتھ اس لئے کہ ہم اس کے ماننے والے اور پیروی کرنے والے ہیں۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا ، احسان ہے کہ ہمارا مذہب علمی اور عملی کل مشکلات سے آزاد ہے۔

نعمت اللہ بمعنی قرآن چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

عقیدہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔
اس کے مقابلہ میں توحید کا مسئلہ اسلام میں ایسا صاف ہے کہ ایک فلسفی اور ایک اُمّی
دونوں اس کے سمجھنے میں بلاکسی خلجان کے برابر ہیں۔
موسوی شریعت کے احکام عشرہ جس کے ، یہودی و نصرانی دونوں معتقد ہیں
اُن میں کا ایک حکم یہ ہے کہ کل کے لئے ذخیرہ نکرو حالانکہ یہ ناممکن التعمیل ہے ۔اسکے
مقابلہ میں قرآن کا یہ حکم ہے کہ "نہ تو ہاتھوں کو گلے کا ہار بناؤ اور نہ سب خرچ کر ڈالو
کہ کل کے لئے کچھ باقی ہی نہ رہے" یہ تعلیم بالکل حکیمانہ ہے۔
اسی طرح انجیل کی یہ تعلیم کہ "اگر کوئی تمہارے ایک کلّے پر مارے تو تم دوسرا
کلہ بھی اس کے آگے کردو" بالکل ناممکن التعمیل ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن
کا یہ حکم کہ "برائی کا بدلہ ہے بُرائی اور اگر معاف کرو تو بہت بہتر ہے" بالکل
منصفانہ اور حکیمانہ تعلیم ہے۔
اسی طرح یہودیوں کے یہاں عورتوں کو معمولی ایام کے زمانہ میں گھر سے باہر کردیا جاتا
ہے گویا وہ اس درجہ نجس ہیں کہ انکا گھر میں رہنا بھی موجب نجاست ہے اور قریب قریب
ایسا ہی حکم براہمہ ہنود اور مجوسیوں کے مذہب میں بھی ہے۔
ان کے مقابلہ میں قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ عورتوں کی یہ خاص حالت ایک آزار ہے ،
اس کے نزدیک نہ جاؤ "اور اختلاط کو منع نہیں کیا۔
اصل یہ ہے کہ معمولی ایام میں قرار نطفہ ممکن نہیں ہے۔ اور تقرب کی صورت میں مردوں کے
بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے بس ان مصالح سے مقاربت کی ممانعت کردیگئی اور ان
کے سوا باقی امور جن میں کوئی قباحت نہیں ہے وہ علی حالہ مباح رہے اور ایسا حکم
سراسر درست و حکیمانہ ہے۔ توراۃ و انجیل میں ایسے بہت احکام ہیں جن کی تعمیل
ناممکن ہے اور ان کے مقابلہ میں قرآن کے احکام حکمت پر مبنی ہیں۔ وہ نہ خلاف

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ	مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک (پہونچنے) کے ذریعہ کی خواہش کرتے رہو

ف

خدا تک پہونچنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید ہے۔ ہاں آج سے تیرہ سو برس پہلے ایک اور بھی وسیلہ تھا ناطق یعنی محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر آپ عالم اجسام سے اُٹھ گئے تو آپ کے اقوال و احادیث آپ کی قائم مقامی کرتے ہیں۔

(۶۴)

مُهَیْمِن (محافظ)

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ۔	اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف کتاب برحق اُتاری کہ جو کتابیں اُس کے (اُترنے کے وقت) پہلے سے (موجود) ہیں انکی تصدیق کرتی ہے اور انکی محافظ (بھی) ہے۔

ف

قرآن کو جو کتب سابقہ آسمانی کا محافظ فرمایا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اُن کتابوں کی کسیطرح کے ردّو بدل کو جائز نہیں رکھتا اور اسی لئے قرآن میں اہل کتاب پر تحریف کے بارہ میں بار بار سختی کے ساتھ الزام دیا گیا ہے۔

یہ فائدہ مولوی نذیر احمد مترجم دہلوی کا ہے مگر یہ کافی نہیں ہے اسلئے کہ جائز نہ رکھنے

(۶۲)

بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ

بشارت دینے والا اور ڈرانے والا

جیساکہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ | تو تمہارے پاس خوشخبری سنانیوالا اور ڈرانیوالا آچکا

دوسری آیت سورۂ حٰم السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا | یہ قرآن کتاب ہے جسکی باتیں زبان عربی میں سمجھدار لوگوں کیلئے تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں اور وہ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (ہے)

ف

بشیر کے معنی خوشخبری دینے والا اور نذیر کے معنی ڈرانے والا اور یہ دونوں لقب ہیں قرآن کے اس لئے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو فلاح دارین اور نعماء جنت کی خوشخبری دیتا ہے اور منکروں اور کافروں کو عذاب جہنم سے ڈراتا ہے تا وہ لازوال نعمتوں کی خوشخبری سنکر صدق دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوں۔ گناہوں سے توبہ کریں اور احکام الٰہی کو مضبوط پکڑیں۔ بشیر ونذیر قرآن میں ، دو جگہ ایک ساتھ اور صرف نذیر دو مقامات پر آیا ہے۔

(۶۳)

وَسِيْلَةٌ

تعلیم سے دنیا بھر کے حقوق کو ضائع اور تلف ہونے سے بچانا چاہتا ہے یہاں تک
کہ باطل معبودوں کو برا کہنے سے بھی اپنے پیروؤں کو منع کرتا ہے۔
پانچویں، مومن جو ڈر کو دفع کرے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ
وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنے بیشک اللہ والے لوگوں کو کسی قسم کا خوف ہے
نہ وہ کبھی آزردہ خاطر ہوں گے۔ مطلب یہ کہ پیروان قرآن کو عقبیٰ میں نہ کوئی ڈر ہوگا
نہ کوئی غم ہوگا۔
یہ تین آخر الذکر معنی اس مقام پر آیت زیر بحث سے متعلق نہیں ہیں مگر صفت قرآن
ہوسکتے ہیں۔ مہیمن کا لفظ قرآن کے معنی میں ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۶۵)

رِسَالَۃٌ

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔	اے پیغمبر! جو تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے (بلاکم وکاست) لوگوں کو پہونچادو اور اگر تم نے (ایسا) نہیں کیا تو سمجھا جائیگا کہ) تم نے خدا کا پیغام نہیں پہونچایا۔

ف

قرآن سرتاسر خدا کا پیغام ہے جو اس کے بندوں تک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ذریعے سے پہونچا ہے۔ یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ وارد ہوا ہے

(۶۶)

بَصَآئِرُ

دل کی بینائی

سے محافظت پوری نہیں ہوتی۔ محافظت اسی وقت ہے جب اس میں تصرف نہ ہو
اور جب اس میں تصرف ہوا یا تحریف ہوئی تو محافظت باطل ہو گئی۔
پس واضح ہو کہ لغت میں مُهَيْمِنٌ کے پانچ معنی ہیں۔
(۱) گواہ۔ (۲) نگاہبان (۳) آنکہ ایمن کند دیگرے را از ترس و بیم (۴) امین کہ
حق کسے را ضائع نہ کند (۵) موتمن کہ بیم برا دفع کند (منتہی الارب) قرآن ان تمام
صفات کے اعتبار سے مہیمن کے لقب کا مستحق ہے لیکن اس مقام پر صرف معنیٰ
اول و دوم لئے جا سکتے ہیں۔

اوّل گواہ۔ قرآن اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ زبور اور توریت اور انجیل منزل
منہ اللہ اور آسمانی کتابیں ہیں جو حضرت داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر
نازل ہوئی تھیں۔

دوسرے۔ نگہبان یا محافظ۔ قرآن اس امر کا محافظ ہے کہ موجودہ کتب آسمانی
کتب آسمانی ہیں اور جب تک قرآن باقی ہے (قیامت تک) تصدیق کے ساتھ
اسی طرح محافظت کرتا رہے گا۔ اندرونی تبدیلیاں اگر کچھ ہوں بھی تو وہ مانع تصدیق
و محافظت نہیں ہیں۔ پھر اس کے علاوہ قرآن مجید نے، کتب سابقہ کے جن
احکام کو لے لیا ہے ان کا وہ محافظ ہے منسوخ مسائل تو بہت قلیل ہیں وللاکثر
حکم الکل۔

تیسرے، ترس و بیم سے امن میں رکھنے والا، تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید اپنے
پیروی کرنے والوں کو عذاب اور ترس و بیم قیامت سے ایمن رکھتا ہے اور نہایت
بلند آواز سے منادی کر رہا ہے کہ جو میرے دامن تلے آئیگا وہ بیم قیامت اور
عذاب دوزخ سے مامون رہے گا۔

چوتھے امین۔ اور قرآن مجید کے امین ہونے میں کیا کلام ہے کہ وہ اپنی حُسن

جیساکہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَہٗ	تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور سچی بات (یعنی قرآن) جب اُس کے پاس آیا تو اُسکو جھٹلایا۔

ف

چونکہ قرآن مجید سچی باتوں کا مجموعہ ہے اور سچائی اختیار کرنے کے لئے اُس میں سخت احکام ہیں اس لئے اس کا لقب صدق ہو گیا۔
قرآن میں یہ لفظ دو ہی جگہ آیا ہے ایک وہ جو ابھی گذر چکا۔ دوسرے سورۃ الانعام میں

(۶۸)

عَدْلٌ

جیساکہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا	اور تمھارے پروردگار کا ارشاد سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا ہوا۔

ف

قرآن مجید میں سیاست مدن کا مکمل اصول بتایا گیا ہے اور اس میں عدل وانصاف کے نہایت سخت احکام ہیں اس لئے عدل اسکا لقب قرار

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ	لوگو! یہ قرآن نشانیاں (بینائی دل) ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے اتری ہیں اور ایمان دار لوگوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے

دوسری آیت سورۃ الجاثیہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ	یہ (قرآن) لوگوں کیلئے سوجھ بوجھ کی باتوں کا مجموعہ ہے اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں اُن کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

تیسری آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ	تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں تو تمہارے پاس آ ہی چکیں۔

ف

آنکھ کا نور، ادراک مرئیات کا ذریعہ اور دل کا نور ادراک معقولات کا ذریعہ ہے۔ نور چشم کو بصارت اور نور دل کو بصیرت کہتے ہیں اور کبھی بصیرت، بصارت کے معنی میں بھی آتی ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب بصیرت قرآن میں تامل کرے تو درحقیقت وہی نور دل ہی جس سے معقولات اور دقائق منکشف ہو جاتے ہیں۔ یہ عام لوگوں کیلئے ہے مومنین اور موقنین کے لیئے تو قرآن ہدایت و رحمت ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی قرآن تین مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۶۷)

صِدق

سچائی

اپنے منزل من اللہ ہونے کا واضح ثبوت اور بیّن دلیل ہے اور ایسی بیّن دلیل ہے کہ تیرہ سو برس سے آجتک اُس کا ایک شوشہ ایک حرف نہ بدل سکا نہ کسی سے جواب بن آیا اور انشاءاللہ تعالےٰ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک یہاں، دوسرے سورۂ ہود میں۔

(۱۷)

کَلَامُ اللّٰهِ

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ	اور (اے پیغمبر!) مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسکو
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ	پناہ دو یہاں تک کہ وہ (اطمینان سے) کلام الٰہی
حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ	کو سُنے پھر اُسکو اُس کے امن کی جگہ واپس پہونچا دو۔

ف

مشہور و متفق علیہ تو یہی ہے کہ قرآن مجید اس وجہ سے کہ وہ خدا کا کلام ہے، کلام اللہ کے محترم لقب سے ممتاز ہوا مگر امام جلال الدین سیوطی رحؒ نے اسکے علاوہ ایک اور دلچسپ وجہ یہ لکھی ہے کہ " کلام مشتق ہے کلم سے، کلم کے معنی ہیں تاثیر کے اور چونکہ قرآن دلوں میں تاثیر اور کانوں میں نفوذ کرتا ہے اس لئے کلام اللہ کے لقب سے ملقب ہوا، اب ہم ایک اس سے عمدہ وجہ یہ مستزاد کرتے ہیں کہ لغت میں کلام کے معنی ہیں رو مفید بات" چونکہ قرآن اللہ کی بات اور جن و انس کے لئے مفید ہے اسلئے کلام اللہ سے

پا گیا۔ یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۶۹)

حُجَّۃٌ بَالِغَۃٌ

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ | اے پیغمبران سے کہو کہ تمہارے اور اللہ کی حجت غالب ہے۔

ف

بالغہ کے معنی ہیں ا انتھا کو پہونچنے والی اور حجت انتھا کو پہونچیگی تو کامل ہوگی اور بعد تکمیل حجت غلبہ مسلم ہے۔ یہ لفظ قرآن میں بصفت قرآن اسی ایک جگہ آیا ہے۔

(۷۰)

بَیِّنَۃٌ

ثبوت یا شاہد

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعلے فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ جَاءَکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ | تو اب تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس دلیل آچکی۔

ف

بلاشبہ قرآن مجید، خداوند حمید کے وجود اور اسکی توحید مطلق کا بدیہی ثبوت، محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر برہان قاطع اور خود

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔	کیا ان لوگوں نے (اس) ارشاد (یعنی قرآن) میں غور ہی نہیں کیا یا اُن کے پاس وہ بات آگئی جو اُن کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔

دوسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ۔	جو (ہمارے) ارشاد کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی ہے

القول بمعنی قرآن پانچ مقامات پر آیا ہے:۔

(۷۵)

اَلْقَوْلُ الثَّابِتُ

پکی بات

جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کو پکی بات (یعنی قرآن) کی برکت سے اللہ دنیا اور آخرت میں بھی (ایمان پر) ثابت قدم رکھتا ہے

ف

قرآن پکی بات ہے یعنی اُس میں کہیں کسی قسم کی خامی نہیں ہے اور اُس نے جیسا اور جو کچھ فرمادیا ہے وہی حقیقۃً ہے اور ہو کر رہے گا۔

بعض علماء نے قول ثابت سے ایمان مراد لیا ہے اس وجہ سے کہ وہ دنیا و آخرت

ملقب ہوا - اگرچہ ہر کلام مفید ہی ہوتا ہے مگر یہاں مفید سے فرد کامل بجمال الافادۃ مراد ہے -

(۷۲)

كَلِمَةُ اللّٰهِ

جیساکہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا اور (سدا) اللہ ہی کا بول بالا ہے -

ف

اس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ قرآن اللہ کا بول یعنی فرمودہ ہے اور اسکا بالا ہونا مشاہد ہے یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ آیا ہے -

(۷۳)

حُكْمٌ عَرَبِيٌّ

عربی فرمان

جیساکہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ایسا ہی ہمنے اسکو فرمان عربی اتارا ہے -

(۷۴)

اَلْقَوْلُ

ارشاد

جیساکہ سورۃ المومنون میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

یا اس لئے فرمایا کہ ہر رمضان المبارک میں حافظ قرآن ۱ دہراتا ہے یا اس لئے کہا کہ ایک ہی بات قرآن مجید میں بہ انواع مختلفہ مکرر سہ کرر کہی گئی ہے۔ دوسری آیت میں سات آیتوں سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے جو پنجوقتہ نماز کی ہر رکعت میں دُہرائی جاتی ہے۔

(۸)

اَمْرُ اللّٰہِ

فرمان الٰہی

جیساکہ سورۃ الطلاق میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِکَ اَمْرُ اللّٰہِ اَنْزَلَہٗٓ اِلَیْکُمْ	(مسلمانو!) یہ فرمان الٰہی ہے جو اس نے تمہاری طرف بھیجا ہے۔

یہ لفظ قرآن میں بمعنی قرآن دو جگہ آیا ہے ایک یہاں دوسرے ابتدائی سورۃ النحل میں۔

(۹)

تِبْیَانٌ

تمام صداقتوں کا بیان کرنیوالا

جیساکہ سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ	اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر (یہ) کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا بیان کرنے والی ہے۔

میں انفع ہے اور اُسی پر قائم رہنا ضروری ہے۔

(۷۶)

بَلَاغٌ

(اطلاعنامہ یا پیام)

جیساکہ سورۂ ابراہیم کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ | یہ قرآن لوگوں کے لئے ایک پیام ہے۔

(۷۷)

مَثَانِیَ

جو بار بار دہرائی جائے

جیساکہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ | اُللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی یہ کتاب) اُتاری جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ایک ہی بات سمجھانے کیلئے بار بار دہرائی گئی ہے۔

دوسری آیت سورۃ الحجر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ۔ | اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمکو سات آیتیں عطا فرمائیں جو کر رپڑھی جاتی ہیں۔

ف

پہلی آیت میں قرآن کو بار بار دُہرایا جانا، یا تو اسواسطے کہاکہ وہ ہمیشہ بار بار پڑھا جاتا ہے

طالوت (۲۵)	جالوت (۲۶)	عمران (۲۷)	ابلیس (۲۸)	فرعون (۲۹)	آزر (۳۰)
ثمود (۳۱)	یاجوج (۳۲)	ماجوج (۳۳)	ہامان (۳۴)	قارون (۳۵)	ارم (۳۶)
مناة (۳۷)	یغوث (۳۸)	یعوق (۳۹)	بابل (۴۰)	مکة یا بکة (۴۱)	مدین (۴۲)
مصر (۴۳)	جہنم (۴۴)	سندس (۴۵)	استبرق (۴۶)	یاقوت (۴۷)	مرجان (۴۸)
فردوس (۴۹)		سجیل (۵۰)		جزیة (۵۱)	

قرآن بھر میں یہی کل (۵۱) الفاظ ہیں جن کو عجمی یا غیر عربی کہا جا سکتا ہے۔
لیکن حقیقت ان کی یہ ہے کہ ان اکاون میں سے شروع کے (۱۸) الفاظ تو انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی ہیں۔ جبریل و میکال، دو فرشتوں کے دو علم ہیں۔ لقمان ایک مشہور حکیم کا نام ہے۔ مریم حضرت عیسیٰ کی ماں کا نام ہے۔ تیئیس سے پینتیس تک تیرہ الفاظ مختلف لوگوں کے نام ہیں (۳۷) سے (۳۹) تک تین، خاص بتوں کے علم ہیں۔ چھتیسواں لفظ اور (۴۰) سے (۴۳) تک (بابل مکہ۔ مدین۔ مصر۔) پانچ شہروں کے پانچ نام ہیں۔
جہنم خالص عربی ہے جیسا کہ جمہور محققین کی رائے ہے اور اگر عجمی لفظ تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ بتانا چاہیے کہ کس زبان کا لفظ ہے اور اسکی کافی سند پیش ہونی چاہیے۔

یہ لفظ قرآن میں اسی ایک مقام پر آیا ہے -

(۸۰)

لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ

خالص عربی زبان

جیساکہ سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ — اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان ہے -

ف

اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ قرآن شریف کی زبان ، خالص عربی زبان ہے اس میں کسی دوسری زبان کا خلط نہیں ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے کیونکہ تمام قبائل عرب میں قبیلہ قریش ہی کی زبان معتمد علیہ اور خالص عربی تھی -

قرآن مجید میں معدودے چند الفاظ جو غیر عربی خیال کئے جاتے ہیں ہم اُن سب کو یہاں ایک جدول میں دکھاتے ہیں ، من بعد انکی تشریح کریں گے -

آدم (۱)	ابراہیم (۲)	اسمٰعیل (۳)	اسحاق (۴)	اسرائیل (۵)	یعقوب (۶)
یوسف (۷)	داؤد (۸)	سلیمان (۹)	ادریس (۱۰)	الیاس (۱۱)	موسیٰ (۱۲)
ہارون (۱۳)	ذکریا (۱۴)	عیسیٰ (۱۵)	ایوب (۱۶)	یونس (۱۷)	الیسع (۱۸)
لقمان (۱۹)	مریم (۲۰)	جبریل (۲۱)	میکال (۲۲)	ہاروت (۲۳)	ماروت (۲۴)

اور علمائے تحقیق کا اسی پر اتفاق ہے۔
اس زمانہ میں مولوی شبلی نعمانی نے اَلجزیہ ایک رسالہ لکھا ہے جس میں صاحب
برہان قاطع کی تقلید میں جزیہ کو گزیت فارسی لفظ کا معرب بتایا ہے۔ اس دعوے پہ
چند کمزور دلیلیں بھی قائم کی ہیں جس سے دعوی ثابت نہیں ہوتا۔
غالباً اس احداث سے مقصود یہ ہوگا کہ جزیہ قدیم زمانہ کا ٹیکس ہے نہ ایجاد کردۂ اسلام
لیکن جب عربی میں جزیہ کا ما بہ الاشتقاق اور اسکی کافی وجہ تسمیہ موجود ہے تو ہمکو
خواہ مخواہ اس کے معرب بتانے کی کیا ضرورت ہے درحالیکہ اس پر کوئی بینہ بھی موجود
نہیں ہے۔ چونکہ اس بحث پر برادر محترم احمد معظم مد اللہ ظلہ کا ایک مستقل رسالہ ہے اسلئے زیادہ لکھنا ہم مقتضائے محل کے خلاف سمجھتے ہیں

سندس و استبرق۔

ان دو لفظوں کے غیر عربی ہونے پر امام سیوطی نے بہت عمدہ بحث کی ہے
ہم اس موقع پر صرف اس کا ترجمہ کر دینا، کافی سمجھتے ہیں۔"
کہا جاتا ہے کہ استبرق لفظ عربی نہیں ہے اور کلام عرب میں غیر عربی لفظ کا آنا
بلاغت کے درجہ کو گھٹا دیتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر دنیا بھر کے فصحاء جمع ہو کر
متفقہ کوشش کریں کہ اس لفظ کو جدا کر کے بجائے اس کے دوسرا لفظ لاجا میں
تو ممکن نہیں ہے اور اگر ایسا کر بھی گزریں تو وہی ہو گا کہ زربفت میں ٹاٹ کا پیوند۔
اب دیکھو کہ جب اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو اپنی اطاعت پر برانگیختہ کیا تو باعتبار فصاحت و بلاغت کے ضرور ہوا کہ
برانگیختہ کرنیکے بعد عمدہ عمدہ انعامات کا وعدہ کرے اور سخت سخت عذابوں سے خوف دلائے پھر یہ اچھے وعدے اپنی چیزوں
میں ہونے ضرور ہیں جو عقلاء کے نزدیک مرغوب ہیں اور وہ منحصر ہیں پانچ چیزوں میں
اوّل آراستہ اور پاکیزہ مکان۔ دوسرے مزیدار کھانے تیسرے خوش گوار شراب
چوتھے بھڑکیلے کپڑے۔ پانچویں شہوانی لذتیں۔
عمدہ سے عمدہ اور مزیدار سے مزیدار کھانے پینے کی چیز گندی جگہ بیٹھکر کھائی جائے تو

اسماء و اعلام کا ایراد بجنسہ ضرور ہے اور اسکے اختلاط سے زبان پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ وہ مخل فصاحت ہے لہذا یہ (۴۴) الفاظ جو اسماء و اعلام ہیں اس بحث سے مطلقاً خارج ہو گئے۔

اب رہے سات کلمے۔

فردوس عربی لفظ ہے جسکے معنی ہیں باغ اور جنت الفردوس ایک خاص بہشت کا نام ہے جو صرف انبیاء علیہم السلام اور صدیقین و شہداء کا مقام ہوگا بعض لوگوں کا اسکو رومی یا ایرانی لفظ خیال کرنا غلط اور محض بے سند ہے۔

سجیل کو سنگ گل کا معرب کہا جاتا ہے جیساکہ مولوی نذیر احمد دہلوی نے اپنے ترجمۂ قرآن کے حاشیہ پر لکھا ہے اور ایسا ہی بعض اور لوگوں نے بھی خیال کیا ہے سجیل اور سنگ گل، وضع لفظی میں مشابہ اور قریب المعنی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک گروہ کو سنگ گل کے معرب ہونے کا دھوکہ ہوا حالانکہ در اصل ایسا نہیں ہے۔ سجیل خود عربی لفظ ہے جسکے معنی ہیں۔ کنکریلے کے اور بعض اہل تفسیر و لغت نے سجیل کو بمعنی سجل لکھا ہے۔ البتہ ایک اثر میں حضرت ابن عباس علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہو سنگ گل۔ اولاً تو یہ اثر روایۃً صحیح ثابت نہیں۔ دوسرے یہ عقلاً قابل اعتماد نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس زبان فارسی نہیں جانتے تھے تیسرے اگر یہ روایت صحیح مان بھی لی جائے تو اسکے دونوں پہلو ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ سجیل کو سنگ گل کا معرب قرار دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ سجیل کا معنی سنگ گل ہے غرض اس سے کوئی تعیین نہیں ہو سکتی۔

جزیہ خالص عربی لفظ ہے۔ یہ نکلا ہے جزا سے جس کے معنی ہیں بدلہ اور عوض جزیہ اسلام میں وہ محصول یا ٹیکس ہے جو ذمی یعنی غیر مسلمان رعایا سے لیا جاتا ہے تا اُن کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اور چونکہ یہ ٹیکس حفاظت جان و مال کا بدلہ ہے اس لئے جزیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ کافۂ اہل اسلام و جمہور اہل لغت

خود ان کے لٹریچر میں موجود نہ تھا اور وہ لفظ بھی عربی سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اپنے موقع اور بہترین نہج پر مطابق بلاغت استعمال کیا گیا تو یہ فصاحت کے خلاف ہوا ، یا عین بلاغت ۔ جو مضمون سطر کی سطر میں ادا ہوتا ، اگر وہ ایک ہی لفظ میں ادا کردیا گیا تو یہ قادر الکلامی کا ثبوت اور بلاغت کی دلیل ہے یا محل اعتراض ہے ؟

حاصل یہ ہے کہ یہ لفظ زمانۂ نامحدود سے عرب میں مستعمل ہو کر جزو زبان ہوچکا ہے۔

یاقوت اکثر لوگ اس کے معرب ہونے کے قائل ہیں لیکن عرب میں اس درجہ مستعمل تھا کہ اجنبیت باقی نہ رہی ۔ تاہم یاقوت کی عجمیت مشتبہ ہے اور عنقریب ہم اس پر مشرح بحث کریں گے ۔

مرجان ائمہ لغت کا ایک گروہ اسکو عربی بتاتا ہے ۔

بات یہ ہے کہ ملک عرب میں کسی قسم کے پتھروں کی کان نہیں پائی جاتی اس لئے جتنے جواہرات پتھر کے قسم سے ہیں اُن کے لئے عربی میں کمتر الفاظ پائے جاتے ہیں لیکن مرجان و موتی دریا میں پیدا ہوتے ہیں چنانچہ علاوہ دوسرے دریاؤں کے بحر عمان سے موتی اور بحر احمر سے مرجان نکالتے ہیں ۔

ایک دلچسپ بحث

قرآن مجید کی سورۃ الرحمن میں ارشاد ہوا ہے :۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ

اسی (اللہ) نے دو سمندر رواں کئے کہ آپس میں ملتے ہیں (پھر بھی) دونوں کے بیچ میں ایک پردہ رہتا ہے کہ اس سے ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے دونوں میں سے

کچھ لطف نہ آئیگا اس لئے اللہ تعالےٰ نے مزید ارکھانے پینے کے وعدوں کے
ساتھ پاکیزہ جنات کا وعدہ بھی فرمایا۔ مکان کے بعد کپڑوں کا ہونا لازم ہے۔
دنیا میں ریشمی کپڑے سے عمدہ کوئی کپڑا نہیں ہے۔ سونا ، ضرور اس سے بہتر
و گرانمایہ چیز ہے مگر وہ ایسی شئے نہیں ہے جس سے کپڑا بُنا جاسکے بلکہ سونے کے
استعمال کی دوسری صورتیں ہیں غیر ریشمی کپڑوں میں وزن کا کچھ اعتبار نہیں
ہوتا۔ بہت سے ہلکے کپڑے بھاری کپڑوں سے عمدہ اور گراں بہا ہوتے ہیں۔
ریشم میں یہ بات کہاں ! ریشمی لباس جتنا بھاری ہوگا۔ اتنا ہی گرانبہا ، اور
بیش قیمت ہوگا۔
لہذا ، مزید ا ر اکل و شرب کے بعد ایسے ہی عمدہ کپڑوں کا وعدہ شایان فصاحت ٹھہرا
جو بھاری اور بیش قیمت ہو۔
اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اس بیش قیمت چیز کا اظہار و وعدہ ایک لفظ میں
کیا جائے جو اسی چیز کے لئے موضوع ہو ، یا متعدد لفظوں میں بیان کیا جائے۔
اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی چیز کو ایک ہی لفظ میں بیان کرنا بہت بڑی بلاغت اور
قادر الکلامی ہے بہ نسبت اس کے کہ متعدد الفاظ میں صراحت کی جائے۔
تو اس بیان کے لئے استبرق کے سوا ، دوسرا کوئی لفظ نہیں ہے اسی
لئے ہمارا دعوےٰ ہے کہ کوئی بلیغ اور قادر الکلام اس لفظ کو چھوڑ کر دوسرا لفظ اسکا
قائم مقام نہیں لاسکتا ہے نہیں لاسکتا۔
عرب میں نہ تو کوئی ریشمی کپڑا ملتا ہے نہ اس کے لئے عربی زبان میں کوئی لفظ موضوع
ہے۔ استبرق سے اہل عرب واقف تھے۔ اس کا استعمال جانتے تھے۔ اپنے
کلام میں اسکو برتتے تھے تو اگر ایسے لفظ کو جس سے اہل عرب اور عرب عرباء مانوس
تھے ، اپنے اشعار و کلام میں بلا تکلف استعمال کرتے تھے ، جس کا نعم البدل

علیہ وسلم برزخ ہیں جو ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں کرنے دیتے اور امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما موتی و مونگے ہیں فقط یہ قول صرف ایک ظرافت کی شان رکھتا ہے ۔

تیسرا قول:۔ یہ ہے کہ بحرین سے مراد بحر شور اور بحر شیریں ہے اور قدرت الٰہی ان دونوں کے درمیان میں برزخ ہے جو ایک کو دوسرے پر بڑھنے نہیں دیتی کہ شیریں پانی بحر شور میں ملکر اس کو میٹھا کر دے یا کھارا پانی میٹھے پانی سے ملکر اسکو کھارا بنا دے حالانکہ اختلاط مائین اسی کو چاہتا ہے ۔

اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آیت میں بحرین کا لفظ ہے ۔ بحرین کے معنی ہیں دو سمندر اور سمندر کا پانی کھارا ہوتا ہے نہ میٹھا اور اگر بحرین سے دو دریا مراد لیں تو دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے کھارا نہیں ہوتا مگر اس اعتراض کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ بحرین سے نہ دو سمندر مراد ہیں نہ دو دریا بلکہ کھارے اور میٹھے دو قسم کے پانی اور اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ۔

چوتھا قول:۔ یہ ہے کہ بحرین سے آسمان کا سمندر اور زمین کا سمندر مراد ہے کہ یہ دونوں سال میں ایک دفعہ مل جاتے ہیں مگر اس صورت میں ،، برزخ لا یبغیان ،، کا کوئی مفاد نہیں ہو گا بلکہ اس کی مخالفت ہو گی کیونکہ ہر ایک دوسرے پر بڑھتا ہے پھر اسکے علاوہ آسمان کے پانی یا ابر وغیرہ پر سمندر کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔

پانچواں قول:۔ یہ ہے کہ بحرین سے مراد بحر روم اور بحر ہند ہے اور ملک عرب برزخ ہے جو ان دونوں کے بیچ میں حائل ہے ۔

چھٹواں قول:۔ یہ ہے کہ بحر روم اور بحر فارس بحرین (دو سمندر) ہیں اور ان کے درمیان میں جو خشکی یا جزائر ہیں وہ برزخ ہے جو ایک کو دوسرے پر بڑھنے نہیں دیتا ۔

وَالْمَرْجَانُ۔ موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

دو سمندروں سے کونسی دو سمندریں مراد ہیں؟ اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول:۔ بعض صوفیہ کا یہ ہے کہ دو سمندروں سے مراد، انسان کی روح اور نفس ہے کہ روح اخلاق حمیدہ کو چاہتی ہے اور نفس صفات ذمیمہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور ان دونوں کے بیچ میں قلب، برزخ (پردہ) ہے جو ایک کو دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتا اور موتی مونگے سے یہ مراد ہے کہ ان روح ونفس سے دو قسم کی چیز، نیکی وبرائی صادر ہوتی ہے۔

یہ توجیہہ نہ صرف غیر صحیح بلکہ تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کی مصداق ہے۔

اوّلاً:۔ تو دو سمندروں سے روح ونفس مراد ہونے کے لئے کوئی قرینہ چاہیئے جو اس مقام پر موجود نہیں اور جب تک کوئی پسندیدہ قرینہ نہو ہر لفظ کا اطلاق اپنے حقیقی معنی پر ہوتا ہے اور ایسی صورت میں تاویل نادرست ہے۔

دوسرے اس وجہہ سے کہ اگر دو سمندروں سے روح ونفس اور برزخ سے قلب مراد لیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ برزخ قلب، ان دونوں (روح ونفس) میں سے کسی ایک کو دوسرے پر بڑھنے نہیں دیتا حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ روح کبھی شہوانی ونفسانی خواہشوں سے مغلوب ہو جاتی ہے اور کبھی نفس کو اپنے تابع بنا لیتی ہے۔

تیسرے اس وجہ سے کہ موتی اور مونگے سے نیکی وبدی کا مراد لینا عقلاً ونقلاً کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ نیکی وبدی میں سے نیکی ممدوح اور بدی مذموم ہے حالانکہ موتی ومونگا دونوں ممدوح چیزیں ہیں۔

دوسرا قول:۔ بعض ظرافت پسند شیعہ کا ہے کہ دو سمندروں سے مراد جناب علی مرتضےٰ اور فاطمہ زہرا رضؓ ہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ

(۸۱)

قولِ ثقیل

بھاری حکم یا قول

جیسا کہ سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا | ہم تم پر عنقریب ایک بڑے بھاری حکم کا بوجھ ڈالنے کو ہیں

ف

قولاً ثقیلاً سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ثقیل کے معنی ہیں،، عظمت وجلالت میں بڑا اور نفع و ثواب میں بھاری ہے ،، قول ثقیل سے مراد ہے رات کی نماز اور کچھ شبہ نہیں کہ رات کی نماز و عبادت انسان کے لئے بڑی مشقت اور یہی مشقت کثرت ثواب کی باعث ہے۔ امام رازی کا مختار مذہب یہی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قول ثقیل سے خود قرآن مجید مراد ہے اور ثقیل اس لحاظ سے فرمایا کہ اس میں اوامر و نواہی ہیں جن کا بجالانا امت محمدیہ پر عموماً اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً تکلیف اور محنت شاقہ ہے یا اس لئے کہ نزول وحی کا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ثقیل ہوتا تھا حتیٰ کہ سخت جاڑا ہوتا بھی تو نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے۔

(۸۲)

قیّم

سیدھی بات

جیساکہ سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

ساتواں قول:۔ ان چھ مذکورہ اقوال کے علاوہ ہم ایک لگتی ہوئی صاف وصریح بات عرض کرتے ہیں کہ:۔

جزیرہ نمائے یمن کی ایک جانب بحر قلزم یعنی بحر احمر ہے اور اس کے مقابل دوسری جانب بحر عمان ہے۔ یہ دونوں دریا، جزیرہ نما سے خارج ہو کر بحر ہند میں مل جاتے ہیں اور ان دونوں کے بیچ میں وہی جزیرہ نما خشکی یمن برزخ ہے جس سے یہ دونوں دریا تجاوز نہیں کرتے پھر بحر احمر سے مرجان اور بحر عمان سے موتی نکلتا ہے پس اب کوئی شک نہیں رہا کہ مرجان کا لفظ عربی ہے۔ تمام ممالک سے زیادہ، عرب میں مرجان مستعمل ہے اور اکثر زینت کے کاموں اور زیورات میں کام آتا ہے۔

سندس۔ یا استبرق یا جو الفاظ کہ قرآن مجید میں غیر عربی کہے جاتے ہیں، اگر وہ غریب یا خلاف محاورہ ہوتے تو کفار عرب کب خاموش بیٹھتے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ انھوں نے کلام اللہ کو اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ مانا اور ایسے اعلیٰ درجہ کا بلیغ مانا کہ سحر سے تعبیر کرنے لگے اور اس کے مثل لانے سے عجز کا اعتراف کیا۔

بات یہ ہے کہ ہر زبان میں جب ایسے اجنبی الفاظ مستعمل ہوں جن کو اس زبان والے عام طور پر نہ جانتے ہوں تو وہ ضرور عیب اور خلاف فصاحت ہے لیکن جب ایسے الفاظ مستعمل ہوں جو کسی زمانہ میں غیر زبان کے رہے ہوں مگر اس زبان میں منقول ہو کر جزو زبان ہو چکے ہوں تو وہ کچھ مخل فصاحت نہیں ہے اور اس کے خلاف قرآن کا دعوی ہی نہیں ہے۔ پس اگر دو چار الفاظ غیر زبان عرب کے جو منقول ہو کر جزو زبان ہو چکے ہیں غیر زبان کے ہوں بھی تو وہ قرآن کے قادح بلاغت نہیں ہیں نہ کسی دعوے کے منافی۔

قُلْ إِنَّمَا أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ	(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ میں تو بس وحی یعنی قرآن کے بموجب تمکو ڈراتا ہوں۔

(۸۶) احسن تفسیر

عمدہ توجیہہ

جیساکہ سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا	اور یہ لوگ کیسی ہی بات تمھارے پاس سوچکر لائیں، ہم قرار واقعی جواب اور عمدہ توجیہہ (تفسیر) تمکو بتادیتے ہیں۔

ف

یہ تفسیر و توجیہہ قرآن ہی میں ہے پس یہ اسم الکل بالنسبۃ الی الجزا ہوگا۔ یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ ہے۔

(۸۷) اِمام مُبین

جیساکہ سورہ یٰسین میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ	اور ہم نے تو سب ہی چیزوں کو کتاب واضح یعنی لوح محفوظ میں قلمبند کر رکھا ہے۔

ف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا۔	ہر طرح کی تعریف خدا ہی کے لئے ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن کو اُتارا اور اس میں (کسی طرح کی) کجی (وکوئی کسر) نہ لگی رکھی (بلکہ وہ) سیدھی بات ہے۔

(۸۳)

تَذْکِرَۃٌ

جیسا کہ سورۃ الدہر میں ہے اور سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ هٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ	بلاشک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے

تذکرہ بمعنی قرآن چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۸۴)

تَنْزِیْلٌ

جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ	اور کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔

یہ لفظ قرآن مجید میں تیرہ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

(۸۵)

وَحْیٌ

جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ہوگا۔ آیت مذکورہ میں نہ قرآن کا کچھ ذکر ہے نہ قرآن میں نقوش قدم کا احصا ہے
نہ موتی اور دوسرے حالات کا اس میں احصا ہے۔ قرائن اور ربط ماسبق وما لحق
لوح محفوظ ہی کی صراحت کو متعین کر رہے ہیں۔
کسی شی کی ایسی تعریف جو اس پر منطبق نہ ہو درحقیقت تعریف نہیں، ہجو ملیح ہے
بعض علماء کی، یہ تعریف بھی ایسی ہی ہے کہ قرآن میں تمام دنیا کی چیزیں ہیں۔
اولاً:۔ اس وجہ سے کہ لوح محفوظ میں بھی تمام دنیا کی چیزیں ہیں اور قرآن
لوح محفوظ کا جزو ہے پس کل اور جزو کا برابر ہونا لازم آتا ہے۔
ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ ہم کسی فلسفی یا معترض کی تسلی نہیں کر سکتے حساب
ہیات۔ اقلیدس، موسیقی، طبعیات، سائنس اور جر ثقیل وغیرہ قرآن
میں کہاں ہیں؟ کسی فن کے مناسب اگر دو ایک لفظ آ بھی گئے تو اتنی بنیاد پر
یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تمام فن اس میں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہر فن کا اصل اصول
قرآن میں ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو اس امر کے تسلیم کر لینے کے بعد بھی دعویٰ غیر
ثابت رہتا ہے کیونکہ جب اصل اصول بلا تفصیل فروع، ہوا تو اس سے
ثابت ہوگا کہ قرآن میں سب چیزیں نہیں ہیں۔ جیسے لٹے سے چھوٹے فن کے بھی
تمام مسئلے قرآن میں نہیں ہیں۔ اس امر کو اب تک نہ کسی نے ثابت کر دکھایا نہ ثابت
کر سکتا ہے پس ایسا بے بنیاد دعوے جو باعث ریشخند اغیار ہو، سوائے
اپنے اور اپنے مذہب کی سبکی کے کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا پھر اگر یہ کہا جائے
کہ قرآن میں، ہے تو سب کچھ مگر ہمکو نہیں معلوم تو دعوے بے معنی ہے۔
ان امور کے علاوہ، ایک قابل غور امر یہ بھی ہے کہ اگر قرآن میں تمام باتیں ہیں
تو حدیث اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ لغو ہو جاتی ہے کیونکہ جب
سب کچھ ہے تو اس کو بھی ہونا چاہیے یا یوں کہا جائے کہ رسول کو قرآن کا کماینبغی علم نہ تھا

لغت میں امام کے معنی پیشوا، اور شارع عام کے ہیں اور لوح محفوظ پر دونوں
باتیں صادق آتی ہیں کہ تمام واقعات گذشتہ اور آئندہ اُسی کے مطابق واقع
ہوئے اور ہونگے، گویا تمام دنیا ومافیہا اُسی پر چل رہی ہے اور اسکو واضح
اس لئے فرمایا کہ اُس میں سب باتیں وضاحت کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں اور مراد
علم آلہی بھی ہوسکتا ہے (حاشیہ مولوی نذیر احمد)

ف

اکثر لوگ، امام مبین، سے لوح محفوظ مراد لیتے ہیں اور بعض لوگ جن میں ایک
امام سیوطی ہیں قرآن کریم مراد لیتے ہیں - پوری آیت یوں ہے :-

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ	ہم ہی زندہ کرتے ہیں مردونکو اور لکھ لیتے ہیں ان کے گذشتہ اعمال کو اور اُن کے نقوش پا کو اور تمام چیزوں کو ہمنے محصور کر رکھا ہے لوح محفوظ میں

آیت میں قرآن مجید کا کچھ ذکر نہیں ہے نہ امت کے تمام اعمال و آثار قرآن
میں لکھے ہوئے ہیں بلکہ سیاق ومقام دونوں لوح محفوظ ہی کی تعیین کر رہے ہیں
امام وہ ہے جو اپنے رتبۂ عالی کی وجہہ سے سب کے آگے ہو اور سب لوگ اس کے
پیرو ہوں پیشوا بھی اسی کو کہتے ہیں -

لوح محفوظ خواہ تختی ہو یا وہ علم آلہی سے عبارت ہو، اس میں تمام کتب منزلہ اور دوسرے
سب امور داخل ہیں پس لامحالہ وہ سب سے عالی رتبہ ہوا، اور سب کتب اس کی
پیرو ہیں، اسی طرح ہر ایسے شخص کو جس کا رتبہ کسی فن میں عالی ہو امام کہتے ہیں -
مثلاً امام النحو، امام المتکلمین - امام الفقہا، امام اللغتہ، امام الحدیث وغیرہ لوح
محفوظ میں قرآن داخل ہے، اور جب قرآن امام ہے تو لوح محفوظ بدرجۂ اولی امام

ربط ہے۔
یہ ثابت نہیں ہے کہ کفار عرب کو قرآن کے آسمانی ہونے میں فیما بین اختلاف تھا البتہ قیامت کے وقوع میں ضرور اختلاف تھا۔ تو نبا عظیم سے جب قیامت مراد ہو تو عظیم اس لئے کہ وہ دنیا کا بہت بڑا حادثہ ہے اور اگر قرآن مراد ہو تو عظیم اس لئے کہ قرآن کا اس دعوے کے ساتھ رسول عرب پر اترنا بہت بڑی بات ہے۔
یہ لفظ قرآن میں بہ صفت قرآن دو ہی جگہ ہے۔

(۸۹)

غَيْرَ ذِي عِوَجٍ

جیسا کہ سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ ۔	(یہ) قرآن (صاف اور سلیس) عربی (زبان میں) ہے اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں ہے۔

ف

یہ، قرآن کا عجیب تصرف ہے کہ اہل عرب پر نازل ہوا جو اس کے نزول کے وقت تمدن، اور اخلاق اور معتقدات کے اعتبار سے بلا مبالغہ چیونٹی بھرے ہوئے کباب تھے پھر قرآن کی تعلیم سے وہ ایسے ٹھیک ہوئے کہ اُن سے سارے جہان نے تہذیب اور شائستگی اور ترقی کا سبق لیا۔ اسی لئے تو قرآن کو "غیر ذی عوج" کہا کہ اس میں ذرا بھی کجی، خامی اور پیچیدگی نہیں ہے یہ لفظ قرآن میں ایک ہی جگہ وارد ہوا ہے

معاذ اللہ منہا۔ غرض ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ امام مبین سے لوح محفوظ ہی مراد ہے۔

(۸۸)

نبأ عظیم

بڑا واقعہ یا بڑی خبر

جیسا کہ سورۂ ص میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ قرآن (کا نازل ہونا بھی) ایک بہت (بڑی بات ہے۔

دوسری آیت سورۃ النبا میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ	یہ سب لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کا حال دریافت کر رہے ہیں۔ اُس بڑے حادثہ کا جس کے بارہ میں وہ مختلف ہیں۔

ف

امام سیوطی اور اور لوگوں نے بھی النباء العظیم سے قرآن کو مراد لیا ہے اور عامۂ مفسرین کے نزدیک اس سے مراد قیامت ہے۔

پہلی آیت میں قرآن کا مراد لینا راجح ہے اس لئے کہ اگرچہ اس کے اوپر قیامت کا ذکر ہے مگر قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ تک ذکر قیامت ہو کر رسول مقبول صلعم کا ذکر شروع ہوا ہے۔

دوسری آیت میں نبأ عظیم سے قیامت ہی مراد ہے اس لئے کہ یہاں حساب قیامت ہی کا بیان ہے جسکو عم یتساءلون اور نبأ عظیم سے یعنی قیامت زیادہ

صفت باری اور قدیم غیر فانی ہے۔

(۲) روح انسان کے لئے باعث حیات ہے اور قرآن اپنے متمسک پیرو کے لئے باعث حیات روحانی ہے۔

(۳) روح، تزکیہ کے بعد باعث ارتقاء مدارج عالیہ ہے اور قرآن بحالت تدبیر باعث تقرب بارگاہ یزدانی ہے۔

(۴) روح ارباب معرفت باعث حیات ابدی ہے اور قرآن اپنے متبعین کے لئے ذریعۂ حیات جاودانی ہے۔

(۵) حضرت سرور کائنات صلعم کی بعثت سے پہلے دین حنیفی، اخلاقات اور تصرفات بیجا کی وجہ سے گویا مردہ ہو گیا تھا۔ جس کو قرآن نے از سر نو زندہ کیا۔

(۹۱)
عَلِیٌّ حَکِیْمٌ

ذی وقار پر حکمت

جیسا کہ سورۃ الزخرف میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِیٌّ حَكِيْمٌ	اور بیشک یہ (قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب میں (موجود اور) بڑے پایہ کی حکمت والی کتاب ہے۔

یہ دونوں صفتیں قرآن کی ایک ہی جگہ ہیں۔

(۹۰)

رُوْحٌ

جان

جیساکہ سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے وحی کے
رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ذریعہ سے تمہارے پاس اپنے حکم سے (دین
کی) جان بھیجی (یعنی یہ قرآن)

ف

مفسرین نے روح کے دو معنی لکھے ہیں۔ بعض نے روح القدس یعنی جبریل
تو انہوں نے اوحینا کے معنی ارسلنا کر دیئے ہیں کہ ہم نے اپنے حکم
سے روح الامین یعنی جبریل کو تمہاری طرف بھیجا ہے بعض نے روح
سے قرآن کو مراد لیا ہے کہ وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے یا حیات ابدی کے حاصل
کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہم نے اس معنی کا لحاظ کر کے "دین کی جان" ترجمہ
کیا کہ دین جو لوگوں کے اختلافات اور تصرفات سے گویا مردہ ہو گیا تھا قرآن
نے اس میں از سر نو روح پھونک دی۔

یہ فائدہ مولوی نذیر احمد دہلوی کا ہے

ہم کہتے ہیں کہ جن مفسرین نے اس آیت میں روح کو جبریل کے
معنی میں لیا ہے انہوں نے اَوْحَيْنَا کو اَرْسَلْنَا کے معنی میں کر دیا ہے
مجازاً و تجریداً، اور یہ کمزور صورت ہے۔ قرآن پر روح کا اطلاق کئی
وجہ سے موزوں ہے۔

(۱) روح جوہر مجرد غیر فانی ہے اور قرآن کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے

جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ۔	یہ (قرآن) بلاشبہ کلام الٰہی ہے جو ایک معزز فرشتے کا (لایا ہوا) ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں۔

دوسری آیت سورۃ التکویر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ	یہ (قرآن) بے شک معزز فرشتہ (جبریل) کا (پہونچایا ہوا) پیام ہے جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک اسکا بڑا درجہ ہے وہاں (فرشتوںکا) مانا ہوا امانت دار ہے۔

ف

دونوں آیتوں میں رسول کریم کا لفظ واقع ہوا ہے۔ پہلی آیت میں دوسری توجیہ ہوسکتی ہے مگر دوسری آیت میں رسول کریم سے سوائے جبریل کے دوسری کوئی مراد نہیں لیجا سکتی۔

قَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ کے معنی ہیں" معزز قاصد کا قول یعنی قرآن معزز قاصد کا قول ہے اور وہ معزز قاصد ہیں حضرت جبریلؑ تو معنی یہ ہوئے کہ قرآن معزز فرشتے جبریلؑ کا مقولہ یا کلام ہے۔ جبریلؑ کا کلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُن کا پہونچایا ہوا ہے اور یہ کہ ہمارے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کی زبان سے قرآن سنا اور جبریلؑ کے امانت دار ہونے کا مقصود یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کو بعینہ اسی طرح پیغمبر اسلام تک پہونچاتے ہیں جتنا ان کو دربار ایزدی سے ملتا ہے یا جس قدر پہونچانے کا حکم ہوتا ہے وہ اپنی

(۹۲)

دَاعِیَ اللّٰہِ

جیساکہ سورۃ الاحقاف میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ۔	بھائیو! (یہ قرآن) خدا کی طرف بلانے والے کی بات مانو۔

ف

یہ جنات کا مقولہ (نقل کیا گیا) ہے۔ ایک روز وہ قرآن سنکر اپنی قوم میں گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ ہم نے (قرآن) ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوی ہے۔ وہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی، سچی بات اور سیدھے رستہ کی طرف ہدایت کرتی ہے اُم سب لوگ اسکو مانو۔

(۹۳)

وَحْیٌ یُّوْحٰی

جیساکہ سورۃ النجم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی	(بلکہ محمدؐ جو (قرآن پڑھ کر سناتے ہیں) وحی (آسمانی) ہے جو اُن پر نازل ہوتی ہے۔

یہ نام ایک ہی مقام پر وارد ہوا ہے۔

(۹۴)

قَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔	یقیناً برحق ہے تو اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح میں لگے رہو۔

شاہد و مشہود

گواہ اور جس کی گواہی دی جائے

جیسا کہ سورۃ البروج میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ	آسمان کی قسم جس میں برج ہیں اور اس دن کی قسم کا وعدہ ہے (یعنی روز قیامت) اور گواہ کی قسم اور جس کے مقابلہ میں گواہی دی جائے اسکی قسم

ف

امام قفال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شاہد کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے دعاوی وحقوق ثابت کئے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو حاضر ہو۔ شاہد و مشہود سے کیا مراد ہے؟ اس میں علمائے مفسرین کے بہت سے مختلف اقوال ہیں۔

پہلا قول:۔ یہ ہے کہ مشہود سے مراد قیامت اور شاہد سے مراد وہ سب نفوس جو اس روز حاضر ہونگے۔ ابن عباس رضا ورضحاک سے ایسا ہی روایت کیا گیا ہے۔

دوسرا قول:۔ یہ کہ روز جمعہ مشہود اور نماز جمعہ میں حاضر ہونے والے لوگ شاہد ہیں۔ یہ روایت ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ہے۔

طرف سے کچھ کمی بیشی نہیں کر سکتے نہ کر سکتے۔ یہ فرشتہ یعنی جبرئیلؑ قوت والا ہے کہ چشم زدن میں وحی کو جو گراں بار چیز ہے رسول تک پہونچا دیتا ہے اور مالک عرش یعنی خداوند کریم کے پاس اس کا بڑا درجہ ہے جو ایسے بڑے کام پر مامور ہے اور دوسرے تمام فرشتے اس کے زیر فرمان ہیں۔

(۹۴)

حَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

کافروں کیلئے حسرت

جیسا کہ سورۃ الحاقہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) کافروں کیلئے (موجب) حسرت ہے۔

ف

موجب حسرت سے یہ مراد ہے کہ آخرت میں کافروں کو بڑا افسوس ہوگا کہ ہائے دنیا میں ہم نے قرآن پر عمل کیوں نہ کیا۔

(۹۵)

حَقُّ الْيَقِيْنِ

یقیناً برحق

جیسا کہ اسی سورۃ الحاقہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ	اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ (قرآن)

ایات پہلے قول تک شاہد بمعنی حاضر ہے اور ساتویں سے بارہویں قول تک شاہد بیّنہ کے معنی میں ہے۔

تیرھواں قول:۔ یہ ہے کہ شاہد سے مراد یوم جمعہ اور مشہود سے مراد یوم عرفہ ہے۔

چودھواں قول:۔ یہ ہے کہ شاہد سے مراد یوم عرفہ اور مشہود سے مراد یوم النحر ہے۔

پندرھواں قول:۔ یہ ہے کہ شاہد سے مراد حضرت عیسیٰ اور مشہود سے مراد ، لوگ۔

سولھواں قول:۔ یہ ہے کہ شاہد خود اللہ ہے اور مشہود روز قیامت ہے

سترھواں قول:۔ یہ ہے کہ شاہد انسان اور مشہود ، توحید ہے

اٹھارھواں قول:۔ یہ ہے کہ شاہد سے مراد انسان اور مشہود سے مراد روز قیامت ہے۔

اٹھارہ مختلف گروہوں کے یہ مختلف مذاہب ہیں اور ہر جماعت نے اپنے قول پر عقلی و نقلی دلیلیں پیش کی ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ہم نے نظر انداز کر دیا۔

تحقیق

شاہد و مشہود سے کیا مراد ہے! اس بارہ میں قرآن و حدیث سے کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا اور علماء کی رائیں مختلف ہیں۔

ہماری دانست میں شاہد سے مراد خود قرآن مجید اور مشہود سے مراد کتب سابقہ

تیسرا قول:- یہ کہ یوم عرفہ مشہود اور حجاج جو اس روز جمع ہوتے ہیں شاہد ہیں

چوتھا قول:- یہ ہے کہ مشہود سے مراد یوم النحر ہے اور شاہد سے مراد وہ لوگ جو منٰی اور مزدلفہ میں حج کی قربانی کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں

پانچواں قول:- یہ ہے کہ مشہود سے مراد یوم جمعہ، عرفہ اور یوم النحر تینوں ہیں اور شاہد وہ سب مسلمان جو ان روزوں میں جمع ہوں۔

چھٹواں قول:- یہ ہے کہ مشہود سے ہر وہ بڑا دن مراد ہے جسمیں لوگ کثرت سے جمع ہوں اور جمع ہونے والے لوگ شاہد ہیں اور اسی مناسبت سے قیامت کو بھی مشہود کہا کہ وہ سب سے بڑا دن ہوگا۔

ساتواں قول:- یہ ہے کہ شاہد خود اللہ تعالیٰ ہے اور مشہود سے مراد توحید ہے۔

آٹھواں قول:- یہ ہے کہ شاہد سے مراد محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مشہود سے مراد تمام انبیاء۔

نواں قول:- یہ ہے کہ شاہد سے مراد انبیاء اور مشہود سے مراد اُن کی اُمتیں

دسواں قول:- یہ ہے کہ شاہد سے مراد تمام ممکنات و محدثات ہیں اور مشہود سے مراد واجب الوجود کیونکہ قائلین وجود باری کے نزدیک، یہ ممکنات و محدثات ہی واجب الوجود کی ذات پر گواہی دیتے ہیں۔

گیارہواں قول:- یہ ہے کہ شاہد سے مراد ملک اور مشہود سے مراد مکلفین۔

بارھواں قول:- یہ ہے کہ شاہد سے مراد ملک اور مشہود سے مراد انسان ہے جس کے اعضاء قیامت میں گواہی دینگے۔

جیساکہ سورۃ اللیل میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی۔	اور جس نے (راہ خدا میں) دینے سے انکار کیا اور (آخرت کی) پروا نگی اور عمدہ بات (قرآن) کو جھٹلایا تو ہم تکلیف کی جگہ یعنی دوزخ اُس کیلئے آسان کر دینگے۔

ف

قرآن کے "عمدہ بات" ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہہ ہے۔

(۹۹)

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ

مقدس یا پاکیزہ اوراق

جیساکہ سورۃ البینہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْ صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ	جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے (دین اسلام کو) نہیں مانتے وہ بے اسکے تو ٹلنے والے تھے نہیں کہ انکو کوئی کھلی ہوی دلیل پہونچے (اور دلیل یہ تھی کہ) خدا کی طرف سے کوئی پیغمبر (آئے اور کلام الٰہی کے) مقدس اوراق پڑھ کر سنائے جن میں پکی (اور معقول) باتیں لکھی ہوں۔

ف

آسمانی قرآن اس امر کا شاہد ہے کہ توریت ، انجیل اور زبور سب منزل من اللہ ہیں جیسا کہ قرآن کی اکثر آیتوں میں مصرح ہے اور اس کتاب کے گذشتہ صفحوں میں کئی جگہ گذر چکا ہے قرآن کی شہادت ہے کہ محمدؐ مصطفےٰ صلعم رسول برحق ہیں بس قرآن شاہد اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہوئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن اپنے اعجاز بلاغت کی رو سے خود اپنے کلام ربانی ہونے پر شاہد ہے تو خود قرآن شاہد اور خود ہی مشہود ہے۔ اور یہی توجیہہ ہمارے نزدیک بہترین توجیہہ ہے۔

(۹۷) قولٌ فصلٌ

قطعی بات

جیسا کہ سورۃ الطارق میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ	بیشک قرآن ایک بات قطعی ہے اور وہ کچھ سرسری (بے بنیاد) بات نہیں ہے

ف

مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک قطعی اور حکیمانہ بات ہے جس نے نازل ہوتے ہی حق و باطل کا فیصلہ کر دیا اور وہ حکمت سے بھرا ہوا قول ہے ، ہزل یعنی ہنسی ٹھٹھا اور چہل کی بات نہیں ہے یہ لفظ بمعنی قرآن ایک ہی جگہ ہے۔

(۹۸) حُسنیٰ

اچھی بات

اس امر میں بھی بین العلماء بہت اختلافات ہیں کہ کوثر سے مراد کیا ہے؟

ایک قول:۔ جو سلف و خلف میں بہت مشہور رہا ہے یہ ہے کہ کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو قیامت میں رسول اللہ صلعم کو ملیگی اور اس کے پانی سے امت محمدیہ سیراب ہوگی احادیث میں وارد ہے کہ اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد ہوگا۔

دوسرا قول:۔ یہ ہے کہ کوثر نہر نہیں ہے بلکہ ایک حوض کا نام ہے جو قیامت میں امت محمدیہ کو سیراب کریگا۔ درحقیقت یہ دونوں قول بالمعنی متحد ہیں اور عامہ مفسرین کا یہی مسلک ہے۔

تیسرا قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے، آل رسول کی کثرت مراد ہے جو ایک مشاہدامر ہے

چوتھا قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے علمائے امت مراد ہیں اور اسکی تائید میں وہ حدیث پیش کیجاتی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

پانچواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے آپ کی نبوت مراد ہے جسکا خیر کثیر ہونا محتاج دلیل نہیں ہے۔

چھٹواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے خود مذہب اسلام مراد ہے۔

ساتواں قول:۔ یہ ہے کہ آپ کے اتباع اور پیروؤں کی کثرت مراد ہے

آٹھواں قول:۔ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کثیرہ مراد ہیں۔

نواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے آپ کا علو مرتبت اور رفع ذکر مراد ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

دسواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے مراد علم ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کے بھیجنے کی ضرورت یوں واقع ہوئی کہ اہل کتاب اور مشرکین کو ان کی غلطیوں پر آگاہ کیا جائے کیونکہ وہ بے رسول کے سمجھائے اور کسی تدبیر سے راہ راست پر آ نہیں سکتے تھے۔

صُحُفٌ، صحیفہ کی جمع ہے اور صحیفہ کے معنی، ہیں ظرف مکتوب یعنی وہ چیز جس میں لکھا ہو قرآن کو صحف، بلفظ جمع یا تو اوراق کے لحاظ سے فرمایا، یا سورتوں کے لحاظ سے۔ اور مطہرۃ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو باطل سے خالی ہونا پس ظاہر ہے کہ قرآن خود اباطیل کے مٹانے کے لئے نازل ہوا، تو اس میں باطل کا شائبہ بھی کیسے ہونا ممکن ہے؟ دوسرے امر قبیح کا نہ ہونا یعنی قرآن ذکر قبیح سے پاک و مطہر ہے۔

مُطَهَّرَةٌ اگرچہ ظاہر میں صحف کی صفت معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ صفت ہے اس چیز کی جو صحف کے اندر مکتوب ہیں۔

صحف مطہرۃ، یعنی قرآن ایک ہی جگہ ہے۔

(۱۰) کوثر

خیر کثیر

جیسا کہ سورۃ الکوثر میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ	(اے پیغمبر!) ہم نے تمکو بڑی خیر و برکت یعنی کتاب قرآن) دی ہے تو اپنے پروردگار کی نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

کرنے کی کوشش کرتے ہیں ونسئل اللہ التوفیق وبہٖ نستعین۔

ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا بھر کی ہدایت کے لئے نازل ہوا۔ پس جس نے اس مبارک کلام الٰہی کی تصدیق کی اور اس کے اوامر ونواہی پر کاربند ہوا، اس نے بلاشک نجات پائی اور وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیاب ہوا۔

جس نے قرآن کو کلام الٰہی باور نہ کیا اور اسکی تکذیب کی، اس کیلئے نجات کے تمام راستے مسدود ہو گئے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

ہم مسلمانوں کا یہ محض عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ اس پر ایسی روشن دلیلیں قائم ہیں کہ ہر حق جو، سلیم الفطرت کے قلب کو خواستہ و نا خواستہ اسکے تسلیم پر مجبور کر دیتی ہیں اگرچہ اس موضوع پر بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے گئے ہیں۔ لیکن چونکہ اُن کی زبانیں اور مناہج مختلف ہیں اس لئے عام طور پر نفع بخش نہیں ہیں۔ بنائً علیہ یہ مناسب خیال کیا گیا کہ اردو میں ایک ایسی جامع کتاب تیار کی جائے جو تمام اگلے دلائل کو شامل ہو۔ اور ان دلائل کے ساتھ ایسے جدید و قیمتی فوائد منضم کر دئے جائیں جن کے پڑھنے اور سمجھ لینے کے بعد پھر کسی حق جو اور انصاف پسند طبیعت کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں انکار کی گنجائش نہ رہے۔

اب ہم اپنے دعوے کے تمام دلائل کو نمبروار لکھنا شروع کرتے ہیں اور اللہ کریم سے توفیق نیک طلب کرتے ہیں اور اس کی مقدس بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کام کو بخیر و خوبی انجام تک پہونچائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔

گیارھواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے رسولؐ کی غایت خوش اخلاقی مراد ہے۔

بارھواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے مقام محمود اور رسولؐ کی شفاعت مراد ہے

تیرھواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے خود یہی سورۂ کوثر مراد ہے کیونکہ باوجود اسکے کہ وہ قرآن کی تمام سورتوں میں چھوٹی سورت ہے فصحاء عرب اس کی ایسی ایک سورت بھی نہ بنا سکے۔ اور اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ اس کے علاوہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں ثابت کیا ہے کہ یہ سورہ باوجود اقصر السور ہونے کے تمام دینی و دنیاوی فوائد کو شامل ہے۔

چودھواں قول:۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یہ ہے کہ کوثر سے وہ سب نعمتیں مقصود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی گئیں۔

پندرھواں قول:۔ یہ ہے کہ کوثر سے قرآن مجید مراد ہے اور یہی سب سے صحیح مذھب ہے۔ کیونکہ قرآن میں دنیا و آخرت کی ساری خیر و برکتیں جمع ہیں اور اس معنی کی تائید اسطرح بھی ہوتی ہے کہ عطائے کوثر کے بعد ہی بلاتعویق اللہ تعالے رسول اللہ صلعم کو نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیتا ہے جو قرآن مجید میں تمام احکام سے زیادہ مہتم بالشان بتائے گئے ہیں تو مطلب یہہ ہوا کہ ہم نے تمکو بڑی خیر و برکت کی کتاب عنایت کی ہے تم اسکے شکریہ میں نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

قرآن کی کلام اللہ ہونیکے ثبوت

قرآن مجید کے اسماء و صفات کی تفصیلی بحث ختم ہو چکی تو اب ہم اپنا وعدہ پورا

اکثر باتیں جھوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ سو ہیں دو ایک باتوں کے صحیح اُترنے سے صحت لازم نہیں آتی۔

دوسرا مقدمہ

رسولخدا صلعم اُمّی تھے

قرآن مجید ناطق ہے اور تواریخ شاہد ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی محض یعنی بالکل ناخواندہ تھے۔ اور اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں صراحت کے ساتھ ارشاد فرماتا ہے۔

پہلی آیت۔ سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرمایا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ ۔	وہ خدا ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں اُن ہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بناکر) بھیجا (کہ وہ) انکو خدا کی آیتیں پڑھکر سناتے ہیں۔

دوسری آیت۔ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ	(ان سے ہماری مراد اہل کتاب ہے) جو ہمارے اِن رسول یعنی نبی امی (محمدؐ) کی پیروی کرتے ہیں جن کی بشارت کو اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

تیسری آیت۔ سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ	اور اے پیغمبر! قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور نہ تمکو اپنے ہاتھ

قرآن کے کلام اللہ ہونیکا

پہلا ثبوت

اسکی پیشینگوئیاں

پہلا مقدمہ

منجم کا سب قول سچا نہیں

دنیا میں کوئی ایسا منجم پیدا نہیں ہوا جس کی تمام پیشنگوئیاں صحیح اتری ہوں کسی ایسے منجم یا پنڈت یا رمال کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جس نے دعوے کے ساتھ چند پیشنگوئیاں کی ہوں اور وہ سب یا اُن میں کی اکثر یا بعض صحیح ثابت ہوئی ہوں۔ آجتک کوئی ایسا پیشنگوئی کرنے والا ظاہر نہیں ہوا جسکو اپنی پیشنگوئی کی صحت پر یقینی بھروسہ رہا ہو اور جو من جمیع الوجوہ ٹھیک اتری ہو۔

ہم اس زمانہ میں بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ اکثر مشہور و مستند ماہرین فن پیشنگوئیاں کرتے رہتے ہیں مگر باوجود اس کے کہ ان کے ساتھ قرائن بھی شامل رہتے ہیں شاذ و نادر ہی کوئی بات من وجہ صحیح اُترتی ہے۔

نجوم۔ رمل۔ جفر۔ کہانت اور اس قسم کے تمام علوم کی صحت پر نہ کوئی عقلی دلیل قائم ہے اور نہ ایسی نقلی دلیل جس کا تعلق کتب مسلمہ آسمانی سے ہو اسکے علاوہ، اسلام، ان علوم کی مذمت کرتا اور ایسے علوم والوں کو جھوٹا کہتا ہے جن کے ذریعہ سے لوگ کچھ آئندہ حالات بیان کیا کرتے ہیں اسلئے کہ اُن کی

جب ملک میں علم وفن کا چرچا ہی نہیں تھا اور سب امی صفت تھے اور حضرت سرور کائنات سوائے چند روزہ تجارت کے اپنے وطن سے باہر ہی تشریف نہیں لے گئے تو آپکا تعلیم پانا کیونکر قیاس میں آسکتا ہے۔ تعلیم ایسی چیز نہیں ہے جو قوم سے چھپی رہے۔

بہرحال تاریخ سے اور نیز مخالفین کے مکتوبات سے یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرگز کسی سے تعلیم نہیں پائی تھی۔ چند ایک متعصب مورخین نے بہت کچھ کوشش کی کہ آپ کا تعلیم پانا ثابت کریں لیکن اُن کو اپنے باطل خیال میں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ دروغ کو کسیطرح فروغ نہیں ہوسکتا۔ اگر رسولخدا صلعم تعلیم یافتہ ہوتے تو سب سے پہلے خود کفار عرب اعتراض کرتے کہ امیوں کے مقابلہ میں ایک تعلیمیافتہ کا دعوائے فصاحت وبلاغت کرنا حیرت انگیز بات نہیں ہے جو دلیل معجزہ ونبوت ہوسکے۔

اسکے علاوہ آیت مذکورہ بالا هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ اور وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ پر ناقابل جواب اعتراض کرتے اور یہ تو کھلی بات ہے کہ ہر شخص کے حالات سے جتنی واقفیت اس کے گھر۔ قبیلہ۔ برادری۔ گاؤں۔ اور اپنے ملکی لوگوں کو ہوسکتی ہے دوسروں کو ہرگز نہیں ہوسکتی۔

تیسرا مقدمہ

محمد مصطفےٰ صادق تھے

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صادق وامین تھے چنانچہ کفار باوجود انتہائے مخالفت کے آپکے ان صفات کے گرویدہ تھے اور آخر زمانہ تک کبھی ان کو ان صفات کی نسبت کچھ شبہ تک نہیں ہوا۔ والفضل ما شهدت به الاعداء۔

بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ لکھنا ہی آتا تھا کہ ایسا ہوتا تو یہ بیدین خواہی نخواہی شبہ کرتے۔

یہ تو قرآن کا منصوص ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی محض تھے اور لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتے تھے۔ لیکن مخالفین اور منکرینِ اسلام کے لئے پھر بھی شبہ کی کافی جگہ باقی ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کو غیر صحیح کہینگے۔ رہی یہ بات کہ تواریخ میں آپ کو اُمّی محض کہا گیا ہے تو اس میں یہ کہنے کی گنجایش ہے کہ تواریخ بھی مسلمانوں ہی نے مرتب کی۔

ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی نہیں تھے بلکہ پڑھے لکھے تھے، تو خیر، قرآن نے تو غلط کہا اور مسلمانوں نے قرآن کو منجانب اللہ اور کلام باری ثابت کرنے کے لئے، اپنے پیغمبر کو اُمّی محض لکھ دیا، مگر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو کیا ہوا تھا کہ باوجود اتنی سخت مخالفت اور تکذیب رسالت و اعجاز کے اپنے مکاتیب میں اس کے متعلق ایک حرف نہ لکھا۔ اگر رسولؐ خدا، امی نہ ہوتے تو یہ مخالفین ضرور لکھتے کہ قرآن اور مسلمان دونوں جھوٹے ہیں اور محمد (صلعم) امی نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن کے اس دعوے کے خلاف گروہ مخالف کا ایک لفظ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سچا ہے اور پیغمبر عرب بلا شک تعلیم یافتہ نہیں تھے آپ اگرچہ اپنی مادری زبان کے لٹریچر میں فصاحت و بلاغت کے بالاتر درجہ پر تھے مگر علوم و فنون میں آپ نے لکھنے پڑھنے کی بھی تعلیم نہیں پائی تھی نہ لکھنا پڑھنا مطلقاً جانتے تھے۔

آپ ملک عرب میں ایسے وقت پیدا ہوئے جب شائستگی نام کو نہ تھی۔ جہالت کی گرم بازاری تھی اور بڑی سے بڑی بیحیائی کا ارتکاب فخریہ کیا جاتا تھا۔ غرض اس وقت ملک عرب میں ناقابل بیان تاریکی چھائی ہوئی تھی جس سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں۔

صحیح ثابت ہوئیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ باقی پیشنگوئیاں تا روز قیامت اسیطرح اپنی صحت کا کرشمہ دکھاتی رہینگی
الحاصل قرآن مجید نے اپنے اعجاز بلاغت۔ اپنے اعجاز اخبار عن الغیب اور اپنی
حسن تعلیم سے اپنے کو کتاب آسمانی اور کلام ربانی ثابت کردیا اور جب یہ ثابت
ہوگیا کہ وہ کلام آلہی ہے اور اس نے یہ شہادت دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول
برحق ہیں تو محمد مصطفےٰ صلعم کی رسالت ونبوت بھی ثابت ہوگئی۔ جس میں بہ روے
انصاف انکار کو مطلقاً گنجایش نہیں ہے

اب ہم سلسلہ وار قرآن مجید کی تمام پیشنگوئیوں کو ناظرین کے سامنے پیش
کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

اگر نجوم ۔ رمل اور کہانت وغیرہ سچے علوم ہوتے اور رسول خدا کو ان کا علم ہوتا تو ان علوم کو برا ، اور جھوٹ نہ فرماتے کیونکہ با وصف علم سچے علوم کو جھوٹا کہنا خلاف صداقت ہے۔

چوتھا مقدمہ

نجوم وکہانت کا مقابلہ

اس میں شک نہیں کہ عرب میں کہانت ونجوم کا چرچا تھا اور عرب ہی کی کیا خصوصیت ہے دوسرے ملکوں میں بھی اس کا رواج تھا اور اب بھی ہے۔ لیکن اسبات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ نجوم وکہانت کوئی معتدبہ اثر رکھتا تھا یا رکھتا ہے۔ سرگشتگان وادی اوہام کے لئے جیسا اب دام فریب ہے ویسا ہی تب بھی تھا۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجوم وکہانت سیکھی تھی اور اسی پر مدار کار تھا تو منجمین اور کاہنین کفار ان علوم اور ارباب علوم کی مدد سے ضرور بالضرور کلمہ بکلمہ جواب دیتے اور کم سے کم اتنا تو کرتے کہ آئندہ حالات پر اطلاع حاصل کر کے معقول چارہ کار کر لیتے ؟ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ در اصل رسالت کے کاموں کو نجوم وکہانت وغیرہ سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔ اولاً تو سرے سے علوم ہی بے اصل ہیں اور فریب دہی کے لئے جسقدر ہے وہ خداوندی تعلیم کے آگے محض ہیچ و پوچ ہے۔

اسقدر تمہید کے بعد اب ہم یہ گذارش کرتے ہیں کہ جب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلعم دعویٰ رسالت کے ساتھ مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی تائید میں کلام الٰہی (قرآن) کو پیش کیا جو ۔ و اسلوب سے برہان قطعی تھا۔ ایک اسکا اعجاز جس کے مقابلہ میں باوجود تحدی کے کوئی ایک سورہ بھی نہ لکھ سکا۔ دوسرے اسکی پیشنگوئیاں جو ایک ایک کر کے اپنے اپنے وقت میں

تو ایک اَن پڑھ پیغمبر کا پکار پکار کر کہنا کہ اس طرح کی ایک ہی سورت بنا لاؤ یا جزا لاؤ ایک ایسا معجزہ ہے کہ تا قیام قیامت اسی تحدی کے ساتھ قائم رہے گا مگر خیر یہ بحث آئندہ کسی ثبوت میں زیادہ شرح و بسط سے کیجائے گی۔

اس مقام پر پہلے تو قرآن نے تحدی کی ہے کہ اگر اس کے کلام اللہ ہونے میں تم کو شک ہے تو زیادہ نہیں تم ایک ہی سورت اس جیسی بنا لاؤ کیونکہ آدمی کے کلام کے مثل آدمی کلام کہہ سکتا ہے۔

اس تحدی کے بعد بڑے دعوے کے ساتھ یہ پیشینگوئی کر دی کہ تم قرآن کا مثل ہرگز نہیں لا سکتے اور کبھی نہیں لا سکتے۔ اسی مضمون کو سورۂ بنی اسرائیل میں اور زیادہ صراحت کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جہاں ارشاد ہوا ہے:-

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر آدمی اور جنات جمع (ہو کر اس بات پر آمادہ ہوں کہ اس قرآن کی طرح کا اور کلام بنا لائیں تاہم اس جیسا نہیں بنا لا سکتے اگرچہ اُن میں ایک دوسرے کی پشتی پر کیوں نہ ہو۔

اللہ اکبر! کیسا زبردست دعویٰ ہے اور کیسی صریح پیشینگوی ہے جو اتنے بڑے دعوے کے ساتھ پوری ہو کر رہی۔

فردوسی کا شاہنامہ جو زبان دری کی بیش بہا کتاب سمجھی جاتی ہے اس پر بہتیری کتابیں لکھی گئیں جیسے نظامی کا سکندرنامہ، محمد بخش تورانی کی سولت فاروقی اور علامہ نجم الدین حیدرآبادی کی چار ضرب آئینی وغیرہ وغیرہ۔ اسیطرح سعدی رح کی گلستان لوگوں نے کتنی گلستاں بنا ڈالیں۔ گلستان قاآنی۔ بہارستان جامی، خارستان

قرآن کی

پیشنگوئیاں

(۱)

قرآن کا مثل کوئی نہیں لاسکتا

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ۔

اور اگر تمکو شک ہو اس کتاب پر جسکو ہم نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر اُتارا ہے تو اسکے مثل ایک ہی سورہ بنالاؤ، اور اللہ کے سوا، اپنے حمایتیوں کو بھی بلالو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکوگے" تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے (اور وہ) منکروں کے لئے تیار ہے۔

(سورۃ البقرہ ع ۳)

ف

جن دنوں قرآن نازل ہوا، عرب میں فصاحت وبلاغت کا بڑا چرچا تھا۔ شعر موزوں کردینا اُن کے نزدیک ایک معمولی سی بات تھی۔ لونڈیاں تک مختلف مضا میں ایسے برجستہ اشعار کہدیا کرتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا ادیب اُنکا مثل نہیں کہہ سکتا۔

سرانجام گوہر بکار آورد　　　　ہماں میوۂ تلخ بار آورد

یہ قطعہ فردوسی کے منتخب اور مستثنیٰ کلاموں میں گویا لاجواب تسلیم کیا گیا تھا۔ باایں ہمہ ملا ہاتفی نے اسکے جواب میں یہ قطعہ لکھا۔

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت　　　　نہی زیر طاؤس باغ بہشت

بہنگام آں بیضہ پروردنش　　　　ز انجیر جنت دہی ارزنش

دہی آبش از کوثر و سلسبیل　　　　مدآں بیضہ دم دردمد جبرئیل

شود عاقبت بیضۂ زاغ زاغ　　　　بردرنج بیہودہ طاؤس باغ

اگرچہ ہاتفی کے کلام میں یہ خفیف سا دھبہ ہے کہ ہر شعر میں بیضہ کا اعادہ کیا گیا ہے حالانکہ ضمیر کا ایراد کافی تھا، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہاتفی کا قطعہ فردوسی کے قطعہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ پھر اس قطعہ پر ایک تیسرا قطعہ ہمارے والد ماجد علامہ محمد اعظم چریاکوٹی جلالی نے تحریر فرمایا۔

سروش ار نہد پارۂ سنگ زشت　　　　میان دل کان لعل بہشت

دمد اندراں روح یاقوت ناب　　　　کند پرورش تا ابد آفتاب

نگردد خلاف گہر تیرہ سنگ　　　　درخشندہ رو لعل عناب رنگ

یہ قطعہ بھی فردوسی کے قطعہ سے کسی بات میں کم نہیں ہے۔ ہاتفی نے حیوانات کو اور علامہ جلالی نے جمادات کو لیا ہے جس میں مضمون کا زیر بحث پیدا کرنا بہت مشکل کام تھا۔

مذکورۂ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی مختلف زبانوں کی کتابیں بہ زور طرز تحریر ہیں اور گوان کتابوں نے اپنے لاجواب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر بھی ان کا مقابلہ کیا گیا اور جوابات لکھے گئے۔ مگر قرآن مجید نے باوجودیکہ دنیا بھر کے مقابلہ میں سب سے لاجواب اور کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن ابتک کسی نے اسکے

گلستان خسرو وغیرہ اگرچہ ایک کتاب کل کتاب متقدم کا جواب نہ ہو مگر اکثر مقامات پر دونوں میں مساوات کا درجہ ہے اور بعض جگہ تو جواب اصل سے بڑھ گیا ہے مثلاً فردوسی کہتا ہے۔

جہاں را بلندی و پستی توئی — ندانم چہ انجہ ہستی توئی

نظامی۔ پناہ بلندی و پستی توئی — ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی

پہلے مصرع میں پناہ، اور دوسرے مصرع میں "نیستند" نے نظامی کے شعر کو فردوسی کے شعر سے بلیغ اور بہت صاف کر دیا ہے۔

فردوسی۔ اگر بر زدے بر سر آں سرفراز — بدو نیمہ کردیش با اسپ ساز

نظامی۔ بہر جا کہ شمشیر او کار کرد — یکے را دو کرد و دو را چار کرد

اگرچہ مضمون کے لحاظ سے فردوسی کا شعر بھی اچھا ہے مگر اس کے الفاظ کی نشست بہتر نہیں ہے بخلاف اس کے نظامی کے شعر میں مضمون آفرینی کی شان ہے اور الفاظ کی نشست اور بندش کی چستی نے بلاغت کو اور دوبالا کر دیا۔

فردوسی۔ زہے بارگاہ زافراسیاب — زمشرق بمغرب کشیدہ طناب

نظامی۔ زہے بارگاہے کہ چوں آفتاب — زمشرق بمغرب کشیدہ طناب

فردوسی کے شعر کے پہلے مصرع میں "ز" کا لفظ فصاحت کے درجہ کو گھٹا دیتا ہے اور دوسرا مصرع ایک مبالغہ کا دعویٰ محض بے ثبوت ہے۔ بخلاف اسکے نظامی نے "چوں آفتاب" کا ایسا ثبوت دیا ہے جس نے شعر کو عمدہ ہی نہیں لاجواب کر دیا ہے۔

اسی طرح فردوسی کا یہ مشہور قطعہ ہے:۔

درختیکہ تلخ است ویرا سرشت — گرش در نشانی بباغ بہشت

ور از جوی خلدش بہنگام آب — بہ بیخ انگبیں ریزی و شیر ناب

پیشینگوئی

(۲)

قرآن ہر طرح محفوظ رہیگا

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ بیشک ہم ہی نے قرآن کو اُتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (سورۃ الحجر)

ف

یہ قرآن کے حق میں ایک بڑی پیشینگوئی ہے اور کیسی عمدہ طرح پر پوری ہو رہی ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو اس کے زبانی یاد کرنے کا شوق دیدیا ہے۔ دنیا میں اس کثرت سے حافظ قرآن ہمہ وقت موجود رہتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ بفرض محال، مکتوبی قرآن روئے زمین پر سے معدوم ہو جائیں تو بھی قرآن کا ایک جملہ ایک لفظ ایک حرف نہ ضایع ہو سکتا ہے نہ بدلا جا سکتا ہے۔ قرآن کے سوائے کسی آسمانی کتاب کو یہ فضیلت نصیب نہیں۔

کیا قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے لئے یہ دلیل کافی نہیں؟ ہے اور ضرور ہے (مولوی نذیر احمد مترجم دہلوی بر حاشیہ ترجمہ)

ف

اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور قرآن کے متعلق یہ پیشینگوئی دو طرح پوری ہو رہی ہے ایک تو زبانی یاد کرنے سے کَمَا مَرَّ آنِفاً۔

دوسری قسم کی نگہبانی و حفاظت علمائے اسلام، قرّاء اور محدثین کے ذریعہ سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کا ہر ہر لفظ متواتر ہے۔ ہر طبقہ اور ہر دور میں اسکی روایت کرنیوالے اس کثرت سے رہے ہیں جن پر جھوٹ کا وہم و گمان

مقابلہ کی جراءت نہیں کی اور قریباً تمام مذاہب نے اس امر کو تسلیم کر لیا کہ قرآن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ کسی کتاب کے مقابلہ میں کتاب یا کچھ لکھنے کے یہ معنی ہیں کہ دونوں ۱، بلاغت۔ حسن معانی ۲ اور حکمت ۳ میں مساوی یا اقلاً جواب ۱، اصل کے قریب قریب ہوا اور ایسا قریب کہ بادی النظر میں فرق نہ معلوم ہو اگر ایسا نہیں ہے تو درحقیقت وہ مقابلہ نہیں ہے۔ مسیلمہ کذّاب نے جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو قرآن کے مقابلہ میں کچھ عبارتیں بنا کر اسکو نزول وحی سے تعبیر کیا تھا جیسے اَلْفِیْلُ مَا الفیل وَمَا اَدْرٰاكَ ما الفیل لہ خرطوم طویل وذالك من خلق ربنا الجلیل۔ جو فصاحت سے معرّیٰ حسن معانی سے عاری حکمت سے کوسوں دور ہیں۔ بہرحال وہ اس قابل بھی نہیں کہ ہم علمی طور پر اس کے نقصانات بیان کر کے وقت ضایع کریں۔

مخالفین کبھی کبھی جوش میں آکر کہہ اُٹھے کہ ہم اسکے مثل بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ عیسیٰ بن صبیح ایک زندیق نے بھی ایسا ہی کہا تھا کہ انسان ایسا قرآن بنا سکتا ہے لیکن قرآن تو کجا آج تک اسکی تین آیتوں کے برابر ایک سورت بھی بنا کر کوئی پیش نہ کر سکا۔

یہ بھی قرآن کا ایک معجزہ ہے کہ اہل عرب جن کی مادری زبان عربی تھی اور جن کے لٹریچر کا کمال، نزول قرآن کے وقت اپنے انتہائی مرکز کو پہونچ چکا تھا وہ ہی باوجود، اپنی انتہائی کوششوں کے قرآن کا جواب لانے سے عاجز ہے تو ہرگاہ ایسے زمانہ میں جب کہ بلاغت کو انتہائی عروج تھا اور اسلام کی مخالفت بھی نہایت زوروں پر تھی، قرآن کی ادنیٰ سورت کے مقابل کوئی کلام پیش نہ کر سکا تو آئندہ کیا توقع ہو سکتی ہے۔ بہرکیف اسوقت تک تو اس پیشینگوئی کی صداقت میں کچھ کلام ہی نہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ بیان بالا سے ظاہر ہے۔

ف

ہمارے مقدمۂ کتاب کے پڑھنے سے ناظرین پر ثابت ہو گا کہ علمائے اسلام علیہم الرحمہ نے قرآن مجید کی حفاظت و پاسبانی میں کسقدر کاوشیں اور کتنی جان فشانیاں کی ہیں۔ ہے کسی کی مجال جو قرآن میں ایک حرف ایک نقطہ کی کمی بیشی کرسکے؟ دنیا میں ، ہے کوئی ایسی کتاب جو اپنے محفوظ رہنے میں قرآن مجید کی برابری کرسکے؟

وید مقدس تو مردہ زبان اور مردہ قوم کی ایک کتاب ہے جو کبھی بنارس کی چار دیواری اور برہمنوں کی سبھا سے باہر نہیں نکلی۔

توریت و انجیل تو دنیا میں پھیلی ہوئی کتابیں ہیں جن کو اُن کے ماننے والے آسمانی کتاب کہتے ہیں۔ لیکن کیا صحت و حفاظت میں وہ قرآن کی صحت و حفاظت کے دسویں حصہ کی برابری بھی کرسکتے ہیں؟

قرآن مجید کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی جمع و تنقید میں علمائے اسلام نے حیرت انگیز کام کیا۔ صحت کی جانچ پرتال کے لئے مضبوط اصول قائم کئے۔ کمزور سے کمزور ، ضعیف سے ضعیف بلکہ موضوع و مفتری حدیث بھی سلسلۂ رُواۃ کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔

حدیث میں ذرا سا نقص بھی ہو تو وہ چھپا نہیں رہ سکتا۔

توریت و انجیل جو آسمانی کتابیں کہی جاتی ہیں وہ صحت کے اتنے درجہ پر بھی تو نہیں ہیں قرآن مجید جس طرح پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ، اُسی طرح بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے آج بھی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اور اسکا ثبوت ایسا بدیہی ہے کہ باوجود انتہا درجہ کے تعصب کے ، عیسائی علماء بھی تحریف و تنقیص کا الزام لگانے کی جرأت نہ کرسکے اور آخر قرآن کے کامل و مکمل ہونے کا طوعاً و کرہاً اقرار ہی کرنا پڑا۔

نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ، بغیر ایک نقطہ کی کمی بیشی کے بعینہ آج بھی اسی طرح ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔

سورۃ توبہ کے اول میں " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " نہیں ہے۔ سبب اسکا یہ ہے کہ سورتوں کا ٹھیراؤ پیغمبر خدا صلعم کا کیا ہوا ہے اور بسم اللہ سورتوں کی علیحدگی کی علامت ہے۔

مصحف بناتے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تحقیق نہیں ہوا کہ یہ سورت خود مستقل ہے یا کسی دوسری سورہ کی جزو ہے لیکن چونکہ اس سورہ کی آیتوں کا مطلب سورۂ انفال سے ملتا ہوا تھا اس مناسبت سے اس سورہ کو سورہ انفال کے بعد رکھدیا مگر احتیاطاً اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی تاکہ دوسری سورتوں کی طرح مستقل سورہ نہ سمجھی جائے۔

اللہ۔ اللہ ! اُن بزرگوں نے کلام الٰہی کی کسدرجہ حفاظت کی ہے کہ سورتوں کی تقسیم تک بھی اپنی رائے سے نہیں کی۔

جو شخص تھوڑی دیر کے لئے مذہبی قید سے الگ ہوکر یا ایک لامذہب بنکر انصاف کی نظر سے دیکھیگا وہ یقیناً کہہ اٹھیگا کہ جو لوگ سورتوں کے ٹھیراؤ میں اتنی احتیاط مدنظر رکھیں وہ الفاظ اور جملوں کے کم وبیش کرنیکی جراءت نہیں کرسکتے اور جس کتاب کے ٹھیراؤ میں اسقدر احتیاط کیگئی ہو اُسمیں تحریف یا کمی بیشی کا ہونا ممکن نہیں۔

حفاظت قرآن مجید کے متعلق علمائے اسلام رحمہم اللہ السلام نے اپنی عرقریزی سے اس مقدس کتاب کی ہر ہر چیز پر بحث اور غور کرکے اسکو ایسا ضابطہ کے اندر لیلیا ہے کہ اب کوئی شخص کمی بیشی کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔

"طرفداری کے لئے اس میں کچھ گھٹا بڑھا دیا ہو۔ آخری زمانہ کے شیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے وہ آیتیں نکال ڈالیں جو حضرت علیؓ کی شان میں تھیں لیکن یہ باتیں خلاف قیاس اور نا قابل اعتبار ہیں۔ حضرت عثمان کبھی ایسی تحریف نکر سکتے تھے جو اسوقت دیکھی نہ جاتی اور نہ خیال کیا جا سکتا کہ حضرت علی اور ان کے ساتھی اور کل مسلمان جو قرآن کا ہر ہر لفظ خدا کا لفظ سمجھتے تھے حضرت عثمان کو ایسا کرنے دیتے"

ہم آخر میں اپنی اس بحث کو ون ہیم کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ کرتا ہے

"ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلعم) کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔"

میور صاحب وغیرہ کے علاوہ اور بہت سارے عیسائی علماء ہیں جنہوں نے قرآن عظیم کے اس معجزہ سے موقع سرتابی نہ پاکر اس کے کامل ومکمل ہونے کا اقرار کیا ہے باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی طرف سے ان کی انجیلوں کو محرف کہا جاتا ہے تو بھی وہ اس کا انتقام نہیں لے سکے اور نہیں لے سکتے۔

یہ خدا کی قدرت ہے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ مشاہدہ بھی ایسے ثبوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میور صاحب کو تعصب اور عیسائیت میں جسقدر غلو ہے وہ کون نہیں جانتا مگر واقعات سے مجبور ہو کر ان کو بھی قرآن مجید کی نسبت اپنے تعصب کے خلاف لکھنا پڑا کہ:۔

"حضرت عثمان کا نظر ثانی کیا ہوا قرآن ہمارے پاس بلا تغیر و تبدیل و تحریف موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی اس خوبی و عمدگی سے حفاظت ہوئی کہ ایک حرف کی بھی اس میں کمی بیشی نہیں ہوئی ان بے انتہا اور بے تعداد قرآن کے نسخوں میں جو اسلامی سلطنتوں میں رائج ہیں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پایا جاتا۔"

"باوجودیکہ نبی (صلعم) کے ۱/۴ صدی کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت پر بڑے بڑے بلوے اور خونریزیاں ہوتی رہیں لیکن قرآن جوں کا توں باقی رہا۔ مقتول خلیفہ کے حکم سے جو نسخہ قرآن کا نظر ثانی کیا گیا وہی ہر زمانہ اور ہر عہد میں ویسا ہی رائج رہا اور ابتک اسی طرح موجود ہے دنیا میں غالباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی کتاب ایسی نہیں معلوم ہوتی جو بارہ سو برس سے یکساں بغیر کسی قسم کے تغیر کے چلی آتی ہو بے شبہ ہمارے پاس قرآن عثمانی ہے پھر بھی یہ سوال رہ جاتا ہے کہ آیا حضرت ابوبکر کے جمع کئے ہوئے قرآن سے یہ ہو بہو ملتا ہے اور دیانت و امانت سے نقل کیا گیا ہے اور اس میں سادی علامتوں اور معمولی اختلافات قرات کے سوا کچھ تغیر نہیں ہوا۔ صاف صاف وجہیں اور دلیلیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ یہ جوں کا توں وہی قرآن ہے جو حضرت ابوبکر نے جمع کیا تھا۔ نہ کوئی ابتدائی روایت نہ صحیح حدیثیں اس بات میں شبہ پیدا کرتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی

ف

(۱) یہود کا ہمیشہ ذلیل و خوار رہنا چنانچہ یہود کی پہلی ذلت تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور آپ کے صحابۂ کرام کے مسعود زمانوں میں ہوئی کہ مسلمانوں نے ان کی شرارتوں سے تنگ آکر تلوار کے زور سے انکو مغلوب کیا اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کر کے ملک سے باہر نکالدیا۔ مگر آیت میں یہ پیشینگوئی مراد نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ دنیا میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے۔

یہودیوں کا دنیا کے ہر گوشہ میں باوجود مالدار ہونے کے ذلیل و خوار ہونا، ظاہر ہے۔ کسی سلطنت میں نہ ان کی کچھ عزت ہے نہ وقار ہے۔ جہاں ہیں غیروں کے کفش بردار ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ یہودیوں کی یہ ایک ایسی مدامی ذلت و رسوائی ہے جسکے سچ ہونے میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ پھر اس بدیہی اور ظاہری ذلت کے علاوہ جو ان کے مقسوم میں لکھدی گئی ہے ایک اور روحانی اور اصلی ذلت یہ ہے کہ جسقدر بےحیائی ان لوگوں میں عام ہے دنیا کی کسی قوم میں نہیں ہے غرض قرآن کی یہ پیشینگوئی عہد پیغمبر سے اسوقت تک پوری ہوتی رہی اور انشاء اللہ تعالی آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(۲)

مسکنۃ، سلطنت کا ضد ہے یعنی یہود سے ہمیشہ کے لئے سلطنت کا سلب ہوجانا۔ اللہ کا ملک اسقدر وسیع اور ان یہود کے قبضہ میں مالکانہ حیثیت سے ایک بالشت زمین بھی نہیں یہی ان کی سکنت ہے کہ انگل بھر زمین کے بھی یہ مالک نہیں، شاہی کا تو کیا ذکر۔

(۳)

جہاں جہاں یہ سکونت پذیر و پناہ گزین ہیں، وہ وہاں کے بادشاہ کی مہربانی کا مقتضا ہے

پیشنگوئی

(۳ و ۴ و ۵ و ۶)

یہود کا ہمیشہ ذلیل رہنا۔ ہمیشہ کے لئے ان سے سلطنت کا سلب ہونا
اِلّا یا بعض اہل مذہب کی مہربانی سے پناہ ملنا۔ ہمیشہ خدا کے غضب میں گرفتار رہنا۔

یہ پیشنگوئیاں قرآن مجید میں دو جگہ ہیں۔ ایک سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ۔	اور اُن (یہود) پر ذلت اور محتاجی لیس دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں آ گئے۔

دوسری آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا اِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوْا بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ	جہاں دیکھو ذلت ان (یہود) کے سر پر سوار ہے مگر اللہ کے (عہد و پیمان کے) ذریعہ سے اور نیز لوگوں کے (عہد و پیمان کے ذریعہ سے (کہیں انکو پناہ مل گئی تو دوسری بات ہے) اور خدا کی غضب میں گرفتار اور محتاجی ہے کہ الگ اُن کے پیچھے پڑی ہے۔

ف

اِن آیتوں میں چار پیشنگوئیاں ہیں جن کی تصدیق تاریخوں اور موجودہ حالت دونوں سے ہوتی ہے۔

پیشنگوئی

(۷)

یہود موت کی تمنا ہرگز نکرینگے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقام پر ہے۔ ایک سورۃ البقر میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔

(اے پیغمبر ان یہود) سے کہوکہ اگر دار آخرت (دوسری جگہ) خاص کر تمھارے ہی لئے ہے دوسرے لوگوں کے لئے نہیں ہے تو تم اپنی مرنیکی آرزو کرو اگر تم سچے ہو (تاکہ جلد بہشت میں جا داخل ہو) مگر اُن (اعمال بد) کی وجہ سے جنکو اُن کے ہاتھوں نے پہلے سے (زاد آخرت بناکر) بھیجا ہے یہ کبھی موت کی آرزو نکرینگے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور (اے پیغمبر) البتہ تم پاؤگے کہ یہ لوگ زندگی پر سب لوگوں یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی کہیں زیادہ ریجھے ہوئے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ

(اے پیغمبر! ان یہود سے) کہوکہ اے یہود اگر تم کو اس بات کا گھمنڈ ہے کہ اور تمام آدمیوں کو چھوڑکر تم ہی خدا کے چہیتے ہو تو تم موت کی تمنا کرو، اگر سچے ہو مگر یہ اُن (اعمال بد) کی ڈر

اور یہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے کہ جب یہود اپنے بدکرداریوں کی بدولت کسی ملک سے نکالے جاتے ہیں تو دوسرے ملک کے فرماں روا ، اپنی رحمدلی اور مہربانی سے جگہ دیدیتے ہیں چنانچہ حال میں بھی ایسا ہی ہوا کہ جب روسیوں نے ان کو نکالدیا یا نکلنے پر مجبور کیا تو سلطنت روم اور امریکا میں ان کو پناہ ملی۔

(۴)

جو قوم ذلت و رسوائی کے اتنے عمیق گڑھے میں گری ہوئی ہو۔ جسکا دنیا میں کوئی والی وارث اور پرسان حال نہ ہو۔ جس کے ہاتھ میں باوصف اللہ کا ملک وسیع ہونے کے پاؤں رکھنے بھر کی جگہ نہ ہو ، جو ہمیشہ دوسری قوموں کی دست نگر بلکہ ان کی غلامی میں بسر کرنے کی عادی ہو ، ایسی قوم کو خدا کے غضب میں مبتلا نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

پھر یہ نہیں ہے کہ یہودیوں پر بلا وجہ ظلم و ستم ہوتا رہتا ہے بلکہ یہ نہایت ہی سرکش مفسد بیحیا اور حد درجہ کی قسی القلب قوم ہے۔ شرارت ان کی جبلت ہے۔ بیرحمی ان کا پیشہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ پیشوایان مذہب سے بغض و عناد رکھا۔ انبیاء علیہم السّلام کو قتل کرنا اور ان کو ایذا پہونچانا ہمیشہ ان کا وتیرہ رہا۔ بغاوت و فساد کے پھیلانے میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ پھر انہیں بداعمالیوں کی تو یہ کچھ سزا بھگت رہے ہیں اب بھی یہ شریر قوم جہاں آباد ہے اپنی اُسی آبائی اور قدیمی جبلت پر قائم ہے اور کبھی شرارت سے باز نہیں آتی۔ موقع ملا اور فساد کھڑا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے ہر گوشہ میں مار کھاتے اور ہر جگہ سے جلاوطن ہوتے رہتے ہیں اور کہیں بھی عزت یا ٹھکانے سے نہیں رہ سکتے۔

اور اسکو یقین ہو کہ ہم مرنے کے بعد بالضرور آخرت کی بہترین نعمتوں تک پہونچ جائینگے
جو ہمارے ہی ساتھ مخصوص ہیں وہ لامحالہ موت کی آرزو کریگا اس لئے کہ نعمائے
آخرت مطلوب ہیں اور موت کے سوا، ان تک پہونچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے
پس ضرور ہوا کہ انسان موت سے راضی اور اس کا متمنی ہو۔
اس سے ثابت ہوا کہ اگر دار آخرت یہود ہی کے لئے مخصوص ہوتی تو وہ ضرور موت
کی تمنا کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالی کی پیشنگوئی صحیح اُتری -
اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام
یہود کو جمع فرمایا اُن کے روبرو ان آیات کریمہ کی تلاوت کی اور اُن سے کہا
کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس مجمع میں علی رؤس الاشہاد موت کی آرزو
کرو، مگر یاد رکھو کہ اگر تم جھوٹے ہو اور یقینی جھوٹے ہو تو قسم کھائی اور موت کی
مصیبت آئی -
مثل مشہور ہے کہ چور اپنے سایہ سے ڈرتا ہے۔ وہی حال یہود کا ہوا کہ مباہلہ سے
ڈر گئے اور صاف انکار کر دیا کہ ہم موت کی آرزو نہیں کرینگے۔ اور یہود کے اس
انکار کرنے سے ایک چھوٹی سی دوسری پیشینگوئی بھی صحیح ثابت ہو گئی کہ وہ
تمام لوگوں سے زیادہ زندگی پر حریص ہیں ایسی زبردست پیشینگوئی کرنی اور
اس کے پورا ہونے میں سر مو فرق نہ آنا، سوائے خالق مطلق کے یہہ
طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟
اب اس مقام پر چند اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں جن کی صراحت کرنی ضرور ہے

پہلا اعتراض

جو الزام یہود پر دیا گیا ہے وہی پیغمبر عرب اور ان کی امت پر بھی قائم ہو سکتا ہے

صَادِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ	سے جن کے مرتکب ہو چکے ہیں کبھی موت کی تمنا کرنے والے نہیں اور اللہ بے انصاف لوگونکو خوب جانتا ہے۔

ف

یہود کا ہمیشہ سے یہ باطل دعوی رہا کہ ہم ہی خدا کے چہیتے ہیں۔ اس کے فرزند ہیں۔ اس کے خالص دوست ہیں اور جنت کا وارث ہمارے سوا نہ کوئی ہے نہ کبھی ہو سکتا۔ ہماری شریعت موسوی برحق اور اس کے علاوہ تمام ادیان باطل و مردود ہیں۔

قرآن مجید میں یہود کے اس ادعا کا یہ جواب دیا گیا کہ اگر واقعی تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ تم ہی اللہ کے چہیتے اور بہشت تمہارے ہی لئے ہے تو پھر موت کی آرزو کیونکہ مرنے کے بعد تم اپنے ادعا کے مطابق اس سے بہت بہتر جگہ پہونچو اور جب تمکو مرنے کے بعد جنت میں پہونچنا یقینی امر ہے تو موت کی آرزو کرنے سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے ؟

اس جواب کے بعد اللہ تعالی اپنے پیغمبر سے یہ پیشنگوئی کرتا ہے کہ یہود زنہار کبھی موت کی آرزو نہیں کرینگے کیونکہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ منہ سے کچھ کہیں لیکن دل میں وہ اپنے کو ضرور بر سر ناحق سمجھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ تم حق پر ہو اور تمھاری تکذیب کی وجہ سے وہ بعد الموت ضرور عذاب میں پڑینگے یہود بلکہ تمام اہل مذاہب کے نزدیک دنیا کی نعمتیں کم اور نعمائے آخرت کے مقابلہ میں بہت ذلیل ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اہل اسلام علیہم السلام کی مخالفت و منازعت سے یہ چند روزہ عیش بھی اُن کا منغض ہو گیا تو جو عاقل ایسی قلیل نعمت میں ہو اور وہ قلیل نعمت بھی منغض ہو گئی ہو

تیسرا جواب

قتل ہو جانے کی رضامندی اور موت کی آرزو میں فرق ہے۔ قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ تم قتل ہو جانے پر راضی ہو جاؤ تاکہ سب کے سب قتل کر دئے جاؤ۔ یہ تو پیغمبر کی اختیاری بات تھی اور آخر میں جب یہود کی شرارتیں حد اعتدال سے بہت بڑھ گئیں تو تلوار ہی سے اُن کی اصلاح کر دی گئی۔ یہود سے صرف یہ کہا گیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ کے چہیتے ہو اور نعماء آخرت تمھارے ہی لئے ہیں تو تم خود موت کی آرزو کرو۔ اور انہوں نے موت کی آرزو نہیں کی۔

چوتھا جواب

بلاشک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خدا سے موت کی تمنا نہیں کی اسلئے کہ آپ کا مرنا جینا خدا ہی کی مرضی پر تھا۔ خدا نے تبلیغ احکام کے لئے آپ کو مبعوث الی الخلق کیا۔ پس خدمت مفوضہ کی انجام دہی کے قبل موت کا چاہنا نہ صرف نادرست ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا جرم تھا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و ما فیہا سے مستغنی تھے۔ آپ نے دنیا کی کسی چیز سے ضرورت کے سوا، دل نہیں لگایا اور آخرت ہی کو دنیا پر ترجیح دیتے رہے جس سے حدیث کی کتابیں لبریز ہیں۔ مرتے وقت بھی آپ کے زبان پر یہی جاری رہا کہ الی الرفیق الاعلیٰ۔

پانچواں جواب

اصحاب رسول پر یہ الزام قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو خود صحابہ کرام نے کبھی دعویٰ کیا

کیونکہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ محمدؐ اور تمام انبیاء اور ان کی صالح امتیں جنتی اور نعمائے جنت کی وارث ہیں اور ان کے دشمن کفار و مشرکین جہنمی ہیں بس چاہیئے تھا کہ وہ بھی موت کی آرزو کرتے بلکہ اسباب پر راضی ہوتے کہ یہود وغیرہ پیغمبر اور ان کے اصحاب کو قتل کر ڈالتے تا موجودہ مصائب سے چھوٹ کر ابدی نعمتوں میں جا پہونچتے درحالیکہ کفار وغیرہ ان کے لئے موجب عذاب بھی تھے

پہلا جواب

یہود ، ایسا الزام پیغمبر پر نہیں الٹ سکتے تھے کیونکہ ان کے اور پیغمبر کے درمیان میں بہت بڑا فرق ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اس بات کے مدعی تھے کہ ہم دنیا کی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور ہمارا کام یہ ہے کہ اللہ کے احکام اسکے بندوں تک پہونچا دیں " اگر پیغمبر قتل ہو جانے پر راضی ہوتے اور موت کی آرزو کرتے تو ان کا کام کیسے سرانجام پاتا اور وہ جس منصب تبلیغ رسالت کیلئے مبعوث ہوئے تھے وہ کون پورا کرتا ؟ یہود کی تو یہ حالت نہیں تھی۔

دوسرا جواب

پیغمبر خدا ، مدعی رسالت تھے کہ ان کو خدا نے اپنا رسول بنا کر خلق کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے پس اُن کا جینا مرنا سب اللہ کی مرضی پر منحصر تھا اور انہیں موت کی آرزو کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی جب انھوں نے اپنا منصب پورا کر دیا ، اللہ نے خود دنیا سے اٹھاکر اپنے آغوش رحمت میں لیلیا۔ یہود کی یہ صورت نہیں تھی کیونکہ وہ نبوت و رسالت کے مدعی نہ تھے۔

جس کے مقابلہ میں یہ تکلیف کمتر درجہ میں ہے تو سمجھدار پر واجب ہے کہ اس تکلیف کو برداشت کرے تا وہ بڑی نعمت حاصل ہوجائے یہود کو یقین تھا جیسا کہ وہ بظاہر کہتے تھے کہ بنعمار جنت انہیں کے لئے ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ جنت کی نعمتوں میں جو لذت و منفعت ہے اس کے آگے موت کی تکلیف کوئی رتبہ نہیں رکھتی پس ایسی صورت میں اُن پر فرض تھا کہ موت کی آرزو کرلیتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جو ان کے دعوے کے بطلان اور قرآن کی صحت کی کافی دلیل ہے

تیسرا اعتراض

ممکن ہے کہ یہود کا دعوائے عام نہ رہا ہو کہ ہر یہودی عام اس سے کہ کیسا ہی بدکار ہو جنت کا وارث ہے۔ بلکہ وہ اُن نفوس کو خدا کے چھیتے اور وارثان جنت سمجھتے ہوں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں۔ اور چونکہ وہ ارتکاب کبائر سے معصوم نہیں تھے اس لئے عذاب کے خوف سے موت کی آرزو نہیں کی۔

پہلا جواب

جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، ہزاروں لاکھوں یہودی ہر طرف پھیلے ہوئے تھے کیا اتنے کثیر التعداد لوگوں میں دس پانچ لوگ بھی ایسے نہ تھے جو کبیرہ گناہوں سے مصئون اور موت کی آرزو کرلینے کے قابل ہوتے

دوسرا جواب

یہود اسبات کے مدعی تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں اور جنت میں سوائے یہود کے دوسرا کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔ پھر اس عام دعوے کے ساتھ خوف

کہ ہم خدا کے چھیتے ہیں ۔ پیغمبر نے ارشاد فرمایا کہ جنت اصحاب محمد ہی کے لئے خاص ہے اور نہ قرآن نے کہیں اشارۃً یہ بیان کیا کہ امت محمدیہ عام اس سے کہ کیسا ہی عمل کرے مرنے کے بعد سیدھی جنت میں چلی جائیگی ۔ قرآن مجید میں تو صاف صاف کہدیا گیا ہے کہ جنت اور نعمائے آخرت نیکو کاروں کے لئے ہے ۔ اور جہنم بدکاروں کے لئے ہے ۔ عام اس سے کہ کوئی ہو یہاں تک کہ پیغمبر کی ازواج مطہرات سے بھی یہی کہدیا گیا اور جناب سرور کائنات نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ سے بھی یہی فرمایا کہ بیٹی ! تم عمل کرو ، اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ میرا باپ پیغمبر ہے ؎
ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا ،

دوسرا اعتراض

جو چیز مطلوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہے اسکو مطلوب کہہ سکتے ہیں مگر وہ مطلوب ہے اس اعتبار سے کہ اصلی مطلوب تک پہونچنے کا وسیلہ ہے ، اور ذات پر نظر کرتے ہوئے اس کا مکروہ ہونا ممکن ہے اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ موت بڑے غم و الم کے بعد حاصل ہوتی ہے پس اس تکلیف مالایطاق کی وجہ سے یہود نے موت کی آرزو نہیں کی ہوگی ۔

جواب

موت کی آرزو نکرنے کی یہ توجیہہ صحیح نہیں ہے ۔ پچھنی لگانے اور ترش و تلخ دوا کھانے سے اذیت ہوتی ہے مگر یہ اذیت برداشت کیجاتی ہے کیونکہ اس اذیت کے برداشت کرلینے سے بہت بڑی منفعت حاصل ہوتی ہے پس جب یہ امر متحقق و تیقین ہو کہ اس تکلیف کے بعد ایک ایسی منفعت اور نعمت حاصل ہوگی

دوسرا جواب

یہہ ایک ایسا واقعہ عظیم تھا کہ اگر یہودی موت کی تمنا کئے ہوتے تو عرب میں ہر طرف ہلڑ مچ جاتا اور قرآن کی تکذیب میں ہزاروں متواتر خبریں مشہور ہوجاتیں یہود و نصاریٰ دونوں بلکہ تمام مخالفین اپنی اپنی کتابوں اور نوشتوں میں اس واقعہ کو لکھتے اور قرآن کے واقعہ کو غلط بتا دیتے کیونکہ قرآن کی غلطی کے ثبوت سے محمدؐ مصطفےٰ کی نبوت باطل ہوجاتی جو مخالفین کی بڑی کامیابی کا باعث ہوتا۔ اور یہ تو ناممکن ہے کہ اتنی سخت مخالفت کے ہوتے ہوئے ایسا زبردست دعویٰ غلط ہوکر یونہیں رہ جاتا یا شور و غل ہوتا اور مخالفین لکھنے سے باز رہ جاتے۔ پس چونکہ قرآن کے اس دعوے کے خلاف خبر متواتر تو کیا ایک موضوع نقل بھی نہیں پیش کی جاسکتی جس سے یہود کے آرزوئے موت کرنے کا پتہ چلے، اس لئے قرآن کی پیشگوئی کو صحیح ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔

عذاب کیا معنی ؟

چوتھا اعتراض

اگر فرض کرلیا جائے کہ یہود ، دار آخرت کو عموماً اپنے ہی لئے سمجھتے تھے اور اپنے سوا کسی دوسرے کو نعمار جنت کا مستحق نہیں جانتے تھے اور اس لئے موت کی آرزو کرنی ان پر واجب تھی تاکہ وہ اپنے دعوے میں سچے ثابت ہوں تو یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی۔ رہی قرآن کی شہادت ، وہ مفید نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن کی صحت اور اس کا کلام اللہ ہونا ہی محل نزاع میں ہے۔

پہلا جواب

رسول اللہ صلعم باتفاق امم حکیم و دانشمند تھے۔ باوجود اس عقل و حزم کے آپ جیسے دور اندیش سے یہ بہت مستبعد تھا کہ وہ اپنے مخالفین سے ایسی بات کی تحدی کریں جس سے خود مغلوب ہو جائیں اور ان کی دلیل و حجت خود انہیں کے لئے مضرت بخش ہو جائے۔

سمجھدار آدمی جب تک کسی امر کا تجربہ نہیں کرلیتا ، دعویٰ کرنے کی جرات نہیں کرتا پھر محمد مصطفیٰ صلعم جیسے متین حکیم ایسی نادوراندیشانہ کارروائی کیسے کرسکتے تھے ؟ اس لئے ضرور ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہود موت کی تمنا نہ کریں گے اور اسی جراءت پر آپ نے ان آیات کو علی رؤس الاشہاد سنایا چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ یہود نے موت کی تمنا نہیں کی۔

رومن کیتھلک۔ پراٹسٹنٹ گریک۔ یونی ٹیرین ہر ایک اپنے فروغ اور دوسرے کے زوال کا متمنی ہے۔

عداوت تو ظاہری مخالفت کو کہتے ہیں اور بغضاء دلی عداوت کا نام ہے اور یہ دونوں قسم کی عداوتیں متحقق ہیں۔ ایک کو دوسرے پر اتنا رشک ہے کہ ہرگز کوئی ایک، دوسرے کی ادنیٰ ترقی کو بھی محبت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک نے ترقی کی اور دوسرے اس کے پیچھے پڑ گئے۔

اعتراض

معترض کہہ سکتا ہے کہ یہ باہمی بغض و عداوت تو خود مسلمانوں میں بھی دائر و سائر ہے بلکہ جتنی عداوت مسلمانوں میں باہم راسخ ہے اتنی نصاریٰ میں نہیں ہے پھر نصاریٰ کے لئے عیب کیوں؟

پہلا جواب

اگر مسلمانوں کے درمیان نزاع و مخالفت ہے تو نہ ہمیں اس سے انکار ہے نہ قرآن کی مذکورہ پیشینگوئی پر اس کا کوئی اثر پڑ سکتا۔ یہ تو جب ہوتا کہ قرآن بغضاء و عداوت کو نصاریٰ ہی کے ساتھ خاص کر دیتا کہ ان کے سوا کسی دوسرے مذہب یا اسلام کے ماننے والوں میں باہم بغض و عداوت نہیں ہوگی قرآن نے صرف نصاریٰ کی نسبت پیشینگوئی فرمائی ہے کہ ان میں آپس میں قیامت تک بغض و عداوت رہے گی۔

چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور ان شاء اللہ قیامت تک یونہی پوری ہوتی رہے گی۔

پیشنگوئی

(۸)

نصاریٰ کی باہمی مدامی دشمنی

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔

اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے اُن سے (بھی) عہد لیا تھا تو جو کچھ اُن کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے بڑا حصہ (یعنی پیغمبر اسلام پر ایمان لانا) بھلا بیٹھے تو اسکی سزا میں) ہم نے اُن میں عداوت اور کینہ کو روز قیامت تک بھڑکا دیا اور آخر کار خدا ان کو بتا دیگا کہ وہ کیا کرتے رہے۔

ف

اس آیت میں کھلے طور پر پیشنگوئی کی گئی ہے کہ نصرانیوں کے فیما بین روز قیامت تک بغض و عداوت رہے گی۔

کیا تاریخ کیا مشاہدہ ، دونوں سے ثابت ہے کہ نصرانیوں میں باہم راسخ عداوت ہے نصرانیوں میں بہ لحاظ اختلاف حکومت۔ بلحاظ اختلاف ملت اور بلحاظ خصوصیات ملکی و قومی قدیم سے عداوت چلی آتی ہے۔ روس۔ جرمنی فرانس۔ امریکہ۔ انگلینڈ ہر ایک دوسرے کی بربادی کا خواہاں ہے۔ اسی طرح

چھوڑ کر صرف رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ دو فریق پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کیا معنی دنیا کے کسی مذہب کے دوگروہوں میں ایسی عداوت نہ کبھی تھی نہ اب ہے نہ ہوسکتی۔

خود انگلستان میں جارج سوم کے زمانہ میں تعصب اور مذہبی عدم آزادی گورنمنٹ کے اصول مسلمہ میں داخل تھی اور یہ تعصب اور مذہب کی عدم آزادی جن شکلوں میں ظاہر ہوتی تھی وہ صرف وحشیانہ ہی نہیں بلکہ تکلیف دہ ہوتی تھیں۔ ایک صدی نہیں گذری کہ فرانس میں "نینٹس (مقام) کے شاہی فرمان کی تنسیخ کے بعد بیشمار مظالم ٹوٹ پڑے اور" ریولوشن " کے زمانہ تک ہر وقت ان مظالم کے عود کا امکان تھا۔ یورپ کے دوسرے حصوں میں رومن کیتھولک، پراٹسٹنٹوں پر ظلم و ستم کرتے تھے اور پراٹسٹنٹ رومن کیتھولکوں پر اور اس کا گریک چرچ تو ان دونوں کا جانی دشمن تھا۔ پھر ظلم و ستم بھی ایسے جنکو سنکر سنگدل آدمی کے بدن پر بھی رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ ہر ایک فریق دوسرے فریق پر جب قابو پاتا، قتل کر ڈالتا۔ پھانسی پر لٹکا دیتا اور طرح طرح کی ناگفتہ بہ ایذائیں پہونچاتا تھا۔

۲۲ اکٹوبر ۱۶۸۵ء کو فرانس کے تنگدل بادشاہ لوئی چہاردہم نے ایک فرمان شاہی شائع کیا جس کی رو سے پراٹسٹنٹوں کی رہی سہی آزادی کا بھی بالکل خاتمہ ہوگیا اور آخر اس کا یہ تباہی بخش نتیجہ نکلا کہ اس فرمان کی اشاعت کے بعد فرانس کے تین لاکھ باشندے اپنا عزیز وطن چھوڑنے پر مجبور ہوے اور ہالینڈ پرشیا۔ انگلینڈ سوئٹزرلینڈ اور امریکہ میں جاکر پناہ گزیں ہوے جن میں عالم، فاضل اور صناع ہر قسم کے باکمال لوگ شریک تھے۔ یہ فرمان تاریخوں میں ناسخ فرمان نینٹس کے نام سے مشہور ہے۔

کوئی تاریخ دان دنیا کے کسی قوم اور کسی مذہب کے دو فرقوں میں ایسی عداوت نہیں

دوسرا جواب

مسلمانوں میں اسوقت باہمی بغض و عداوت کہاں تھی جب یہ آیت نازل ہوی باہمی مخالفت تو وفات رسول خدا صلعم کے تقریباً سو برس کے بعد شروع ہوی ہے۔ علی مرتضی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائیاں بغض و عداوت پر محمول نہیں کیجا سکتیں۔ ان جنگوں کی بنا صرف ذاتی اختلاف اور رائے کی غلطی تھی۔ ورنہ مذہب و معاشرت میں دونوں گروہ متحد ہی رہے۔
بہرحال زمانہ رسول خدا صلعم میں اہل اسلام باہمی بغض و عداوت کے عیب سے پاک تھے اور نصاری اس میں مبتلا تھے۔

تیسرا جواب

اسلام کے فرقوں میں زیادہ تر اختلافات ہیں یا زیادہ سے زیادہ عداوت یعنی ظاہری مخالفت ہو مگر بغضاءاور دلی عداوت کبھی کسی فرقہ کو دوسرے فرقہ کے ساتھ نہ تھی نہ اب ہے۔
مسلمانوں میں اسوقت دو ہی فرقہ شیعہ و سنی ایسے ہیں جن کے درمیان زیادہ عداوت یا مخالفت دیکھی جاتی ہے مگر یہ عداوت مذہبی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ پولٹیکل امور اور خواہش سلطنت نے اس مخالفت کا بیج بویا ہے۔

چوتھا جواب

قرآن نے یہ پیشینگوئی کی ہے کہ نصاری کے درمیان مذہبی اور غیر مذہبی دونوں قسم کی عداوتیں قیامت تک باقی رہینگی چنانچہ نصاری کے اور فرقوں کو

پیشنگوئی

(۹)

یہودیں یا یہود و نصاریٰ میں قیامت تک باہمی عداوت رہیگی

قَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ تنگ ہے۔ انہیں کے ہاتھ تنگ ہیں اور ان کے (اس) کہنے پران کو خدا کی پھٹکار (خدا کا ہاتھ تنگ نہیں) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور جو تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے ضرور ان میں سے بہتیروں کی سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا باعث ہوگا اور (اسی حسد کی سزا ہے کہ) ہم نے ان کے آپس میں عداوتیں اور کینے ڈالدیئے ہیں (کہ وہ) قیامت تک (نکلنے والے نہیں)

ف

اس آیت کی تفسیر میں بین العلما اختلاف ہے۔

حضرت حسن اور مجاہد رحمہا اللہ کا یہ مذہب ہے کہ "بینہم" سے یہود و نصاریٰ

دکہا سکتا اور مسلمانوں کا تو ذکر ہی فضول ہے کیونکہ اسلام کے کسی دو فرقہ میں مذہبی عداوت سرے سے ہے ہی نہیں اور جسقدر بھی ہے اس کی بنا محض ملکی ہوس اور پالٹیکس ہے۔

بہرکیف قرآن کی یہ پیشنگوئی کہ نصاریٰ کے فیما بین قیامت تک بغض و عداوت رھیگی، اسوقت تک بالکل پوری اترتی رہی اور آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔

چھوٹی جماعت میں ہمیشہ عادۃً عصبیت اور اتفاق ہوا کرتا ہے جیسا کہ پارسیوں میں مشاہد ہے۔ یہود میں یہ بات بھی نہیں ہے جس سے آپس میں عداوت کا ہونا ظاہر ہے۔

اسکے علاوہ یہودیوں میں بیحیائی اور حرص حد درجہ کی ہے اور یہ دونوں صفتیں بلاشبہ کینہ۔ دشمنی۔ حسد کی مورث اور قاطع اتحاد و یکجہتی ہیں۔



مراد ہیں یعنی یہود و نصاریٰ میں قیامت تک بغض و عداوت قائم رہے گی۔ اور یہود و نصاریٰ کو اسلئے مراد لیتے ہیں کہ اس سے پہلے ارشاد ہوا ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ	مسلمانو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔

حسن اور مجاہد کے سوا تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت میں صرف یہودیوں کی باہمی عداوت مقصود ہے اور یہی مسلک درست ہے کیونکہ اس آیت میں صرف یہود ہی کا بیان ہوا ہے اور نصاریٰ کا ذکر اس آیت سے بہت پہلے ہے جس کو آیت مذکورہ سے کسی طرح پیوند نہیں ہو سکتا۔

بہر حال ہمارا مقصود ہر طرح حاصل ہے۔ اگر یہود و نصاریٰ کی باہمی عداوت مراد لیں تو اس پیشگوئی کی صحت مشاہد ہے کہ یہود و نصاریٰ میں جیسی کچھ بغض و عداوت ہے مسلمان و نصاریٰ یا یہود و مسلمان میں نہیں ہے حالانکہ نصاریٰ بہ نسبت مسلمانوں کے یہود سے بہت قریب ہیں۔ نصاریٰ ملت موسوی کو منسوخ نہیں سمجھتے بخلاف ان کے مسلمان، توراۃ و انجیل دونوں کو منسوخ و نا قابل عمل قرار دیتے ہیں۔

اور اگر صرف یہود کی باہمی عداوت مراد لیں تو بھی پیشگوئی صحیح اترتی ہے۔ یہودیوں کی حکومت نہیں ہے اور مذہب میں بھی ایسا اہم اختلاف نہیں ہے جس سے نمایاں طور پر باہمی عداوت معلوم ہو۔ پھر بھی جہانتک معلوم و مشہور ہے وہ یہی ہے کہ ان کے فیما بین مخالفت ہے۔

اگر یہودیوں میں اختلاف نہ ہوتا تو ضرور اتفاق ہوتا جیسا کہ ایک شکستہ قوم کیلئے درکار ہے اور اتفاق کی صورت میں وہ ضرور مجموعی قوت سے کوئی کام کرتے جو فلاح کا ذریعہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اور یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ یہود کے فیما بین عداوت اور راسخ عداوت ہے۔

یہود کی اس جلاوطنی کو "پہلی جلاوطنی" سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے یہ پیشگوئی نکلی کہ اہل کتاب دو بارہ بھی جلاوطن ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر اعظم رضؓ نے اپنی خلافت میں تمام یہودیوں کو اُن کے فسادات کی وجہ سے جزیرہ عرب سے جلاوطن کر دیا اور یہ مقدس سرزمین ہمیشہ کے لئے ان شریروں کے منحوس وجود سے پاک ہو گئی۔



پیشنگوئی

(۱۰)

یہود کی جلاوطنی

سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ

وہ (خدا) ہی تو تہا جس نے کفار اہل کتاب کو اُن کے گھروں سے نکال باہر کیا (اور یہ اُن کی تعدیر کا) پہلا حشر (تھا) جس کے لئے نکالے گئے۔

ف

مدینہ کے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر یہودیوں کی ایک قوم آباد تھی جو بنی نضیر کھلاتی تھی۔ مسلمانوں سے اُن کی صلح تھی مگر وہ لوگ در پردہ کفار مکہ سے ساز رکھتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے پیغمبر خدا کے مار ڈالنے کا ارادہ بھی کیا تھا۔ ایک روز آپ دیوار کے تلے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یہودیوں نے تاک کر اوپر سے چکی گرانی چاہی۔ یہاں تک نوبت پہونچی تو پیغمبر خدا نے ان کو جا گھیرا وہ بہت سٹ پٹائے اور آخر یہ بات ٹھیری کہ سب یہودی گھر بار چھوڑ کر ملک شام میں چلے جائیں۔ چنانچہ مال و متاع وغیرہ جو کچھ لیجاتے بن پڑا لیگئے دو قبیلے آل ابی الحقیق اور آل حی بن اخطب خیبر میں رہ گئے اور ایک گروہ حیرہ میں رہ پڑا۔ باقی سارے یہودی جلاوطن ہو کر شام کی طرف چلے گئے۔

ایک دفعہ سجدہ میں تھے کہ اونٹ کی اوجھڑی گردن پر رکھدی اور معمولی تکالیف کا تو کیا ذکر جو ہر روز ہوا کرتی تھیں یہاں تک کہ پیغمبر خدا مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ جا بسے تو بھی کفار مکہ اپنی دشمنی سے باز نہ آئے اور اقسام کے فتنے کرتے رہے -

جب پیغمبر خدا نے ہجرت کے چھٹے برس عمرہ کرنے کے لئے مکہ جانا چاہا تو مکہ والوں نے نہ آنے دیا - اِن آیات میں کفار کے ان ہی ظلموں کی طرف اشارہ ہے اور صاف الفاظ میں یہ پیشینگوئی ہے کہ کفار دنیا میں ذلیل ہوں گے اور اس لائق نہ رہینگے کہ علانیہ کعبہ میں آسکیں چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہو کر رہی کہ آخر کار مکہ فتح ہوا - خانۂ خدا پر مسلمان قابض ہوگئے - کفار ذلیل و خوار ہو کر مارے ڈر کے بھاگے بھاگے پھرنے لگے اور مسلمانونکو روکنا تو کجا خود ہی خانۂ کعبہ میں آتے ہوئے ڈرتے تھے - یہاں تک کہ حج کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عام منادی کر دی کہ اب اس کے بعد سے مشرکین بیت اللہ کا حج نکرنے پائینگے -

کفار کی دنیا وی ذلت سے یہی مراد ہے کہ جس بات سے وہ مسلمانوں کو روکتے تھے وہ خود ہی روکدئے گئے اور ان کا کعبہ میں جانا ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا اس سے بڑھ کر کون سی ذلت ہوگی ؟ - یہ ایک ایسی کھلی ہوئی پیشینگوئی ہے جس کی صحت آج بھی مشاہدہ کی جاتی ہے -

ف

اب ہمارے وقتوں میں سنی شیعہ. مقلد غیر مقلد اپنی مسجد میں دوسرے فرقہ کے لوگوں کو نماز نہیں پڑھنے دیتے - ان کو اس آیت سے عبرت پکڑنی چاہیئے

پیشنگوئی

(۱۱) (۱۲)

کفار کا ذلیل ہونا اور کعبہ میں جاتے ہوئے ڈرنا

جیسا کہ سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

اور اس سے بڑھکر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے منع لینے سے منع کرے اور اُن کی بے رونقی کے درپے رہے۔ یہ لوگ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آنے پائیں مگر ڈرتے ڈرتے۔ ان کے لئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا (بھاری) عذاب ہے۔

ف

کفار قریش ابتدائے اسلام میں پیغمبر خدا، اور آپ کے اتباع کو خانۂ کعبہ میں اذان دینے اور نماز پڑھنے سے مانع ہوتے تھے۔ پیغمبر خدا کے رستہ میں کانٹے بچھا دیتے تھے۔ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے زبردستی آکر لپٹ پڑے اور گلا دبایا

پیشنگوئی

(۱۳)

یہودیوں میں سے کم ایمان لائینگے اور زیادہ کفر پر ثابت رہینگے

جیساکہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَوْ آمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ

اور اگر اہل کتاب (بھی سب کے سب) ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں بہتر تھا (مگر) اُن میں سے تھوڑے ایمان لے آئے اور اُن میں کے اکثر نا فرمان ہیں۔

ف

اس آیت میں اہل کتاب سے بعض لوگ یہود و نصاریٰ دونوں کو مراد لیتے ہیں اور اکثر مفسرین صرف یہود کو مراد لیتے ہیں کیونکہ بعد والی آیت اور شان نزول اسی کی مؤید ہین - بہر حال اس آیت میں یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض ہی لوگ ایمان لائینگے اور اکثر اپنی گمراہی پر قائم رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نصاریٰ میں سے نجاشی والئی حبش اور اس کے چند اصحاب اور یہود میں سے عبد اللہ بن سلام چند نفوس تو مسلمان ہو گئے - باقی سب کے سب اہل کتاب اپنے مذہب پر قائم اور اسلام کی بیخکنی کی فکر میں لگے رہے -

اور جناب پیغمبر خدا صلعم کا تو یہ حال تھا کہ نجران کے عیسائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے اُن کو مسجد نبوی میں ٹھیرایا اور وہیں اونکو اُن کے طور پر عبادت کرنے کی اجازت بھی دی ۔



پیشنگوئی

(۱۵)

یہود اگر جنگ کرینگے تو بھاگیں گے اور پھر اُن کی شوکت باقی نہ رہیگی

جیسا کہ اسی آیت کے بعد ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ۔	اور اگر (یہود) تم سے لڑینگے تو ان کو تم سے پیٹھ پھیرتے ہی بن پڑے گی پھر (یہ بھی اطمینان رکھو کہ) ان کو (کہیں سے) مدد بھی نہیں ملے گی۔

ف

یہ ایک ایسی زبردست پیشنگوئی ہے جسکو پوری ہوتے ہوئے تمام دنیا نے دیکھا اور تاریخی اوراق آج تک اس کی صداقت کے شاہد ہیں۔

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب کفار اور اہل اسلام میں قتال کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اور جب نوبت آگئی تو یہودیوں نے شکست کھائی اور ایسی شکست کھائی کہ پھر مقابلہ کرنے کے لائق ہی نہ رہے اور نہ کہیں سے انہیں مدد ملی یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کو اکھاڑ ہی

پیشنگوئی

(۱۴)

یہود معمولی ایذادہی کے سوا مسلمانوں کو نقصان نہ پہونچا سکینگے

جیساکہ سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَنۡ یَّضُرُّوۡکُمۡ اِلَّاۤ اَذًی | (مسلمانو! معمولی) ایذادہی کے سوا یہود تمکو ہرگز (بڑا) نقصان نہ پہونچا سکینگے-

ف

یہ بہت صریح پیشنگوئی ہے-

یہود باوصف اتنی سخت دشمنی کے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھی بجز معمولی ایذادہی اور سخت کلامیوں کے کوئی بڑا نقصان نہ پہونچا سکے۔ حالانکہ وہ مالدار لوگ تھے اور پیغمبر خدا اور آپ کے اصحاب کی مالی حالت بالکل درست نہیں تھی-

پیشنگوئی

(١٦)

ہم کفار کے دلوں میں رعب بٹھا دینگے

جیسا کہ اسی سورہ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ۔

(مسلمانو!) اگر تم کافروں کے کہنے میں آجاؤ گے تو تمکو اُلٹے پیروں (کفر کی طرف) لوٹا لیجائینگے۔ پھر تم ہی اُلٹے گھاٹے میں آجاؤ گے (کافر تمھارے خیر خواہ نہیں) بلکہ تمھارا (سچا) خیر خواہ اللہ ہے اور وہ سب مددگاروں سے بہتر ہے (گھبراؤ نہیں) ہم عنقریب تمھاری ہیبت کافروں کے دلوں میں بٹھا دینگے کیونکہ انہوں نے اُن چیزوں کو خدا کا شریک بنایا ہے جن کی خدا نے کوئی سند نہیں بھیجی اور (آخر) ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

ف

جنگ احد میں مسلمانوں کو اپنے افسر اعلیٰ (محمد صلعم) کے حکم نہ ماننے کی وجہ

پھینکا۔ اور جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد سے جس بے شوکتی کی حالت میں وہ رہنے لگے آج ہی دنیا والے دیکھ رہے ہیں۔



پیشنگوئی

(۱۷)

منافقوں کا دنیا میں کوئی یار و مددگار نہ ہوگا

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَ مَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔

اور روئے زمین پر نہ کوئی ان (منافقوں) کا حامی ہوگا اور نہ مددگار۔

ف

تاریخوں سے ثابت ہے کہ منافقوں کا راز فاش ہو جانے کے بعد کسی نے اُن کی مدد نہیں کی۔ منافقین نے جب کفار کا دامن پکڑا اور کفار کو ہزیمت ہوی تو پھر اُنکو کہیں سے کوئی مدد نہ مل سکی اور آخر دونوں بے یار و مددگار تباہ و برباد ہو گئے۔

سے فتح کے بعد شکست اٹھانی پڑی تھی اور واپس ہوتے وقت ابوسفیان
کہتا گیا تھا کہ سال آئندہ ہم پھر قتال کریں گے اور اسوقت تم (مسلمانوں)
کو پورا مزا چکھا دینگے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تسلی کرتا اور
ان کی ڈھارس بندھاتا ہے کہ ایک بار کی شکست کھانے سے بزدل
نہ بنو اور ہمت نہ ہارو، ہم تمھارے دشمنوں کو خود تم سے مرعوب اور ہیبت زدہ
کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے
وعدے کے مطابق ہزار یا پنج سو کا لشکر لیکر بغرض قتال مدینہ سے باہر
نکلے۔ ابوسفیان بھی اپنا لشکر سنبھالتا ہوا **ظہران یا عسفان** تک آیا
مگر وہ بہادران اسلام سے ڈر گیا اور قحط کا بہانہ کرکے چلتا پھرتا نظر آیا۔
رسول اللہ صلعم نے آٹھ دن تک انتظار کیا اور اس کے بعد واپس چلے آئے۔[1]
بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ تمام کفار عرب کو مسلمانوں
سے مرعوب اور پسپا کر دیا جائیگا اور ایسا ہی واقعہ ہوا کما سنبین
انشاء اللہ تعالےٰ۔

---

[1] سیرت ابن ہشام۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

خدا تو لکھ چکا ہے کہ ہم اور ہمارے پیغمبر ضرور (کافروں پر) غالب آکر رہیں گے بے شک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے

چوتھی آیت سورہ محمدؐ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) خدا کے رستہ سے روکا پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ خدا اُنکو ہرگز نہیں بخشیگا تو (مسلمانو!) تم بودے نہ بنو اور (خود بپایم دیگر دشمنوں کو) صلح کی طرف نہ بلاؤ اور (جانتے رہو کہ آخرکار) تم ہی غالب رہوگے اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور تمھارے عملوں (کے ثواب) میں کسی طرح کی کمی نہیں کرے گا۔

ف

اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم کافروں سے دب کر صلح نہ کرو نہ ان کو خود صلح کی طرف بلاؤ کیونکہ ہم تمھارے ساتھ ہیں اور تمکو کافروں پر غالب کرکے رہیں گے۔

کیسی زبردست پیشگوئی ہے کہ پیشگوئی کرنے والا صرف غیب کی ایک خبر ہی نہیں دیتا بلکہ یقین و صراحت کے ساتھ یہ بھی کہدیتا ہے کہ چونکہ تمھارا غلبہ یقینی ہے اس لئے بودے بنکر اور دشمنوں سے دب کر صلح

پیشنگوئی

(۱۸)

منافقوں پر دوہری مار پڑیگی

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ۔

اور (مسلمانو!) تمھارے آس پاس کے دیہاتیوں میں سے (بعض) منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والوں میں سے (بھی) جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں (اے پیغمبر!) تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو (خوب) جانتے ہیں سو ابھی تو ہم (دنیا میں) ان کو دوہری مار دینگے پھر (آخر) بڑے عذاب کی جانب لوٹائے جائینگے۔

ف

دوہری مار سے دنیا و آخرت کے دو عذاب مراد نہیں ہوسکتے جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے کیونکہ ثم یردون“ میں جو عذاب آخرت کی وضاحت کر دی گئی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ منافق پر دنیا میں دوہری مار

پیشنگوئی

(۲۲)

جو لوگ پیغمبر کے قتل کی فکریں کر رہے ہیں انکی سب تدبیریں اور مکاریاں ملیا میٹ ہو جائینگی

یہ زبردست پیشنگوئی قرآن مجید میں چار مقامات پر کیگئی ہے۔

پہلی آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ	اور یہ لوگ جو (تمھاری مخالفت میں) تدبیریں کر رہے ہیں تم اس سے تنگدل نہ ہو (کیونکہ) جو لوگ پرہیزگاری کیا کرتے ہیں اور جو (لوگوں کے ساتھ) حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اللہ اُن کا ساتھی ہے۔

دوسری آیت اسی طرح کی سورۃ النمل میں ہے۔

تیسری آیت سورۃ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ	اور ان لوگوں نے بھی اپنا مکر کیا اور ان کی (سب) چالیں خدا کی نظر میں ہیں اور اگرچہ اُن کی چالیں (اس بلا کی)

کی طرف نہ لپکو۔

کفار عرب اور دشمنان اسلام، مسلمانوں سے جیسا کچھ مغلوب ہوکر رہے اسکی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی مغلوبیت اور مسلمانوں کے غلبہ کے کھلے آثار موجود ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ ملک عرب میں سوائے اسلام کے دوسرا کوئی مذہب ہی باقی نہ رہا۔

ایسی بیچارگی کے وقت کہ مسلمانوں کے پاس نہ کھانے کو روٹی تھی نہ پہننے کو کپڑا نہ رہنے کو مکان اور پھر شمار میں اتنے کہ انگلیوں پر گِنے جا سکتے تھے قرآن کی یہ پیشینگوئی کہ تمہارے دشمن تم سے مغلوب ہوکر ہار جائینگے۔ اُن کے دلوں میں تمہاری ہیبت بیٹھ جائے گی اور تم ہی غالب رہوگے۔ اور پھر اس پیشینگوئی کا پورا ہوکر رہنا، اسلام کی حقانیت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی بڑی زبردست دلیل ہے۔

تو اے بصیرت والے مخالفین! تعصب چھوڑو۔ دل کے آئینے سے دشمنی و جہالت کے زنگ کو دور کرو۔ قرآن کی ما فوق العادت خوبیوں کو غور سے دیکھو اور صدق دل سے کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ البتہ دو جنگوں میں مسلمانوں کو ایک طرح کی ناکامی ہوئی تھی لیکن اولاً تو وہ ناکامی خود مسلمانوں ہی کی غلطی سے ہوئی کہ اپنے سردار (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی پوری پابندی نہیں کی اور ظاہر ہے کہ جو فوج اپنے افسر کے حکم پر نہ چلیگی وہ ضرور نقصان اوٹھائیگی۔

دوسرے یہ کہ یہ جنگیں درمیانی تھیں۔ انجام کار کفار ہی کو شکست ہوئی اور اعتبار انجام کا ہے۔

کیونکہ ایک آدمی کے عوض میں بہت سے لوگ قتل نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ وہ خون بہا (دیت) لینے پر مجبور ہوں گے اور دیت کا انتظام نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے دیت سب لوگ ملکر دیدیں گے کسی پر گراں بھی نہ گذرے گا اور سب بکھیڑا بھی ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا۔ اسی واقعہ کو اللہ تعالےٰ نے بعد میں یوں ارشاد فرمایا:-

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ

اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو۔ جب کافر تم پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تم کو گرفتار کر رکھیں یا تم کو مار ڈالیں یا تمکو جلاوطن کر دیں اور (حال یہ تھا کہ) کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنیوالوں سے بہتر (داؤ کرنے والا) ہے۔

یہ آیت مدنی ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالےٰ نے پیغمبر پر اپنا احسان جتلا رہا ہے کہ باوجود کفار کی سرتوڑ کوششوں کے ہم نے تمہیں کیونکر بچا لیا؟

غرض ان آیات مذکورۂ بالا میں اللہ تعالےٰ نے رسول حق کو واقعہ کی خبر دیکر تسلی و تشفی کرتا ہے کہ دشمنوں کے ان فریبوں سے تم آزردہ خاطر نہو۔ ان کی سب تدبیریں ملیامیٹ ہونگی اور اس ایذادہی کی پاداش میں ان کو سخت سزا دیجائیگی اور ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر خدا کو ان پوشیدہ سازشوں سے خبردار کر دیا۔ آپ ان سب کی آنکھوں میں خاک ڈالکر مدینہ منورہ چلے گئے۔ کوئی آپ کا ایک بال بھی بیکا نکر سکا اور اسلام اسی طرح روزافزوں ترقی کرتا رہا جیساکہ سب کو

الْجِبَالَ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ	ہیں کہ پہاڑوں کو جگہ سے ٹال دیں تو (اے پیغمبر!) ایسا خیال نکرنا کہ خدا جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کر چکا ہے اس کے خلاف کرے گا بے شک اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

چوتھی آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یَمْکُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ هُوَ یَبُوْرُ	اور (اے پیغمبر!) جو لوگ (تمہارے قتل و ایذا کے لئے) بڑی بڑی تدبیریں کرتے ہیں اُن کو سخت سزا ہونی ہے اور اُن کی (سب) تدبیریں وہی (آخرکار) ملیامیٹ ہو جائنگی

ف

یہ سب آیتیں مکی ہیں۔

کفار عرب نے ہر طرح کوشش کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوی رسالت سے باز آجائیں۔ آپ کو اور آپ کے پیروں کو طرحطرح کی تکلیفیں پہونچائیں تا پریشان ہوکر اسلام چھوڑ بیٹھیں اور دوسرے لوگ اس ڈر سے اسلام قبول کرنیکی جرارت نہ کریں مگر جب کوئی کوشش کارگر نہیں ہوی اور انہوں نے دیکھا کہ مذہب اسلام قوت ہی پکڑتا جاتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردینے کی فکریں سوچنے لگے چنانچہ ایک روز دارالندوہ میں مجلس شوری مرتب ہوی اور اس میں یہ طے پایا کہ ہر ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب ملکر محمد (علیہ السلام) کو مارڈالیں اور اسطرح قتل کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ اگر بنو ہاشم قصاص لینا چاہیں گے تو نہ لے سکینگے

پیشینگوئی

(۲۳)

پیغمبر اسلام ہر طرح محفوظ رہیں گے

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ

تو اگر تمھاری طرح یہ لوگ بھی اُن ہی چیزوں پر ایمان لائیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو بس راہ راست پر آ گئے اور اگر انحراف کریں تو (سمجھو کہ) بس وہ (تمھاری) ضد پر ہیں (اور قابو پائیں تو ستائیں) تو (اے پیغمبر!) ان سے خدا (کا حفظ) تمہارے لئے کافی ہوگا

دوسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیگا کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (الیا رستہ) (یعنی) نہیں دکھائیگا۔

دوسری آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

اور (اے پیغمبر!) اپنے پروردگار کے

معلوم ہے۔

وقت معینہ پر جب کفار قتل کرنے کی غرض سے پیغمبر کے خوابگاہ میں گھسے تو بستر پر بجائے محمد مصطفےٰ کے علی بن ابی طالب کو پایا۔ پریشان ہوکر پوچھنے لگے کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ علیؑ نے جواب دیا کہ وہ تو تمھارے سامنے سے ہوکر مدینہ کی طرف گئے۔

پھر تو ان دشمنوں نے ہر طرف جاسوس دوڑائے کہ محمد (صلعم) جہاں ملیں گرفتار کرلو مگر ؎

دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است

پیغمبر خدا اور ابوبکر صدیقؓ جس غار میں چھپے ہوے تھے اس پر سے دشمنوں اور تلاش کرنے والوں کا بارہا گذر ہوا لیکن پیغمبر کے سایہ تک کا کسی کو نشان نملا اور سب ہاتھ ملکر رہ گئے[عـــہ]

بہر حال کفار کی تدبیروں کی ملیا میٹ ہونے کی یہ پیشینگوئی ہے ان کی سب تدبیریں بیکار گئیں پیغمبر خدا صلعم اور مومنین فیروزمند رہے اور پیشینگوئی صحیح اتری۔

[عـــہ] ابن کثیر ۱۲

معلوم کر لوں۔ خلیفہ نے اسکو منظور فرمایا۔ منجم خلیفہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ وزیر نے
پوچھا کہ تم نے ہمارے خلیفہ کی جو عمر بتائی ہے کیا وہ صحیح ہے منجم نے کہا بیشک
اور یہ بات اٹل ہے جو جھوٹ ہو نہیں سکتی۔
وزیر نے پوچھا بھلا تم دنیا میں کتنے دنوں زندہ رہوگے۔ منجم نے دیر تک غور و
خوض کرنے کے بعد جواب دیا کہ میں بیس برس کے اندر کسی طرح مر نہیں سکتا۔ وزیر
نے دوبارہ کہا کہ دیکھو خوب سوچکر جواب دو بولا۔ بس یہ غلط ہو نہیں سکتا۔ اتنا
سنتے ہی وزیر نے تلوار کھینچکر ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ منجم کا سر تن سے جدا
ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ سے دست بستہ عرض کیا کہ امیرالمومنین! اس
جھوٹے غیب دان کا کذب ظاہر ہو گیا۔ جب اس کاذب کو اپنی صحیح عمر
معلوم نہ ہو تو دوسروں کی صحیح عمر کیا بتا سکتا تھا۔ یہ واقعہ صحیح ہو یا غلط
ہم کو اس سے بحث نہیں۔ اس ایراد سے ہماری غرض یہ ہے کہ کفار
مکہ کو جس حد تک پیغمبر اسلام علیہ السلام سے عداوت تھی وہ تاریخ جاننے
والوں پر مخفی نہیں ہے یہاں تک کہ جان ہی لینے پر تل گئے۔ اور بلا شبہ
اگر قادر مطلق اللہ تعالے کی نگرانی اور غیبی حفاظت نہ ہوتی تو وہ اپنے ارادہ
میں کامیاب بھی ہو جاتے پس ایسی حالت میں کہ عرب کا سارا خونخوار ملک
انتہائے مخالفت اور اہلاک پر تلا ہوا تھا اور حضرت سرور کائنات اور
مسلمانوں کی جماعت کو کفار عرب کے ساتھ وہی نسبت تھی جو رائی کے دانہ
کو پہاڑ کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ قرآن کی یہ پیشینگوئی کہ تم بالکل محفوظ رہوگے
اور پھر اس پیشینگوئی کا پورا اترنا قرآن کے کلام اللہ ہونے کی روشن
دلیل ہے۔

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا۔ | حکم کے انتظار میں صبر سے بیٹھے رہو کہ تم ہماری نگرانی در حفاظت) میں ہو

ف

کافران عرب، حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تو تھے ہی۔ دن رات نت نئی ایذا ر پہونچاتے رہتے تھے یہاں تک کہ ایذا دہی پر بھی صبر نہ آیا تو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ رسول اللہ صلعم کو ایک یقینی پیشنگوئی کے ساتھ تسکین دیتا ہے کہ تم کفار کی ان چالوں سے گھبرانا نہیں، ہم خود تمھارے حافظ و نگہبان اور نگران حال ہیں۔ تم بال بال ان کے شر سے محفوظ رہو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دشمنان اسلام باوجود اپنی سخت مخالفتوں اور سرتوڑ کوششوں کے خود ذلیل و برباد ہوئے اور پیغمبر کا ایک بال تک بیکا نہ ہو۔

لطیفہ

امیر المومنین خلیفہ ہارون رشید عباسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک منجم آیا۔ اس نے چند غیبی باتیں کہیں جو پوری ہو گئیں۔ خلیفہ کو اس امر پر اعتماد آگیا۔ پوچھا کہ بھلا یہ تو بتاؤ ہماری عمر کتنی ہے۔ منجم نے زائچہ وغیرہ کھینچ کر غور وخوض کے بعد بتایا کہ یہ سال آپ پر نہیں گذرے گا۔ چند باتوں کے پورا ہونے سے خلیفہ کو تو اس کی باتوں کی تصدیق ہو چکی تھی اس نے کمی عمر کی جو خبر دی حواس جاتے رہے۔ جب دانشمند وزیر کو حقیقت سے آگاہی ہوئی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی مگر منجم کی بات کا خیال نہ گیا۔

وزیر نے عرض کیا کہ امیر المومنین اجازت دیں تو میں منجم کا صدق و کذب ابھی

اس حکم کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے یہ پیشینگوئی بھی فرمادی کہ دشمنان اسلام اس تحویل قبلہ پر ضرور اعتراض کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہود تو بات بات پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اُن کو یہ ایک نیا شگوفہ ہاتھ آیا کہ پیغمبر کی رائے کو بھی کچھ ثبات نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب پہلے ہی بتادیا کہ اللہ کے علم میں پائدار قبلہ یہی خانۂ کعبہ تھا اور مسلمانوں سے مصلحۃً چند روز کے لئے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھوائی چنانچہ یہ مصلحت اسی پارہ میں آگے مذکور ہے۔

یہ پیشینگوئی، کوئی مہتم بالشان اور ما فوق العادت بات نہیں ہے۔ موجودہ واقعات پر نظر کرکے ایسی رائے قائم ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ فی نفسہٖ یہ پیشینگوئی ہے گوادنیٰ درجہ کی ہو اس لئے اس کو بھی لکھ دینا ضروری معلوم ہوا۔

پیشنگوئی

(۲۴)

مخالفین تحویل قبلہ پر اعتراض کرینگے

جیسا کہ سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے وہ عنقریب کہیں گے کہ مسلمان جس قبلہ پر (پہلے) تھے (یعنی بیت المقدس) اس سے اُن کے (کعبہ کی طرف کو) مڑ جانے کی کیا وجہ ہوئی (اے پیغمبر تم یہ) جواب دو کہ مشرق اور مغرب (سب اللہ ہی کا ہے۔ جسکو چاہتا ہے (دین کا) سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ میں آنے کے بعد بھی کوئی ڈیڑھ برس تک بیت المقدس ہی کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ اس کے بعد حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرو

بِالْمُتَّقِيْنَ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔

اس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنے جان و مال سے شریک جہاد نہوں۔ اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے (پیچھے رہ جانے کے لئے) تم سے خواہان اجازت وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک (کی حالت) میں حیران ہیں (کہ کیا کریں کیا نہ کریں) سورۃ التوبہ ع ۱۲

(۳)

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ۔

(یہ منافق تمہارے سامنے) قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں بلکہ وہ بزدل لوگ ہیں اگر کہیں پناہ پائیں یا (چھپ رہنے کے قابل) غار یا گھس بیٹھنے کی (کوئی اور) جگہ تو رسّی تڑا تڑا کر اس کی طرف دوڑ پڑیں (سورۃ التوبہ ع ۱۳

پیشنگوئی

(۲۵)

منافقوں کا بھانڈا پھوٹا

سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ
لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ
أَنفُسَهُمْ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ إِنَّهُمْ
لَكَاذِبُونَ عَفَا اللّٰهُ عَنكَ
لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ
الَّذِينَ صَدَقُوا
وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ
لَا يَسْتَأْذِنُكَ
الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ
وَاللّٰهُ عَلِيمٌ

(تم پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھو گے تو)
وہ خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے
اگر ہم سے بن پڑتا تو ہم ضرور تم لوگوں
کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے یہ
لوگ (جھوٹی قسمیں کھا کر) آپ اپنے
کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ کو معلوم
ہے کہ یہ لوگ ضرور جھوٹے ہیں
(اے پیغمبر!) خدا تمھارا قصور
معاف کرے تم نے ان کو (پیچھے
رہنے کی) اجازت ہی کیوں دی
اسوقت تک کہ تم پر سچے (علیحدہ)
ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو
معلوم کر لیتے (اے پیغمبر!) جو
لوگ خدا کا اور روز آخرت کا
یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے

(۶)

وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۔

اور جس وقت کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو منافقوں میں سے بعض لوگ (ایک دوسرے سے) پوچھنے لگتے ہیں کہ بھلا اس سورہ نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا ۔

(۷)

وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے ایک کی طرف ایک دیکھنے لگتا ہے پھر (یہ کہکر کہ) کہیں تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں (اُٹھ کر) چل دیتے ہیں (سورۃ التوبۃ پ ع ۱۶)

(۸)

وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ اَلَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۔

اور ان (منافقوں) میں سے (بعض) ایسے ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کان (کا بڑا کچا) ہے ۔

ف

یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے جو بڑے امتحان کا معرکہ تھا۔ گرمی کا موسم۔ دور کا سفر۔ اپنی بے سرو سامانی اور نخلستان پھلے ہوئے کہ یہی اہل مدینہ

(۳)

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ -

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ خیرات (کی تقسیم) میں تم پر (بے انصافی کا) الزام لگاتے ہیں ان کو اس میں سے [خوب جی بھر] دیا جائے تو خوش رہتے ہیں اور اگر ان کو اس میں سے [خواہش بھر] نہ دیا جائے تو بس وہ فوراً بگڑ جاتے ہیں (التوبہ ع ۱۳)

(۴)

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ -

(مسلمانو) یہ لوگ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں -

(۵)

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ -

اور (مسلمانو!) تمہارے آس پاس کے دیہاتیوں میں سے (بعض) منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والوں میں سے جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں (اے پیغمبر!) تم انکو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں (التوبہ ۱۱ع ۱۳)

بتا دی کہ وہ سب منافقین سچے مسلمانوں سے ممتاز ہو گئے۔ پیغمبر خدا ، اور مسلمان ان کو سمجھ گئے۔

پہلی شناخت یہ کہ وہ ساتھ چلنے کے لئے عذر و بہانہ کرتے ہیں اور مدینہ میں رہنے کی اجازت مانگتے ہیں حالانکہ سچے مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہی نہیں جبکہ پیغمبر ان میں موجود ہے۔

دوسری شناخت یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت مسلمانوں سے قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے طرفدار اور تمہارے جیسے مسلمان ہیں اور یہی ان کے جھوٹے اور منافق ہونے کی دلیل ہے۔

تیسری شناخت یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا پر بے انصافی کا الزام لگاتے ہیں کہ خیرات انصاف سے تقسیم نہیں کرتے۔ مطلب یہ کہ بہت سی خیرات ہمیں کو دیدیں تو جن کو خواہش مطابق ملی وہ خوش ہو گئے اور جن کو انصاف سے حصہ بقدر ملے وہ بگڑ بیٹھے۔

چوتھی شناخت یہ ہے کہ جب قرآن کی کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعض منافقین بعض سے پوچھتے ہیں کہ بھلا اس سورہ کے سننے سے کس کا کا ایمان بڑھا اور یہ پوچھنا دراصل اسلام کا استہزا ہوتا ہے۔

پانچویں شناخت یہ ہے کہ جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف کن آنکھیوں سے دیکھنے لگتا ہے اور موقع ملا تو کانا پھوسی کر کے دوسروں کی آنکھیں بچائے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

چھٹویں شناخت یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کو کان کا کچا کہتے ہیں۔

منافقین کی ان شرارتوں پر پہلے کسی کی نظر نہیں پڑتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں کو ان کی پہچان بتلا کر ان سے خبردار کر دیا تو

کی معاش کا ذریعہ تھا تو اس لڑائی میں پانچ فریق ہو گئے۔
اوّل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار کہ انہوں نے مشکلات
کی مطلق پروا نہ کی اور بے پس و پیش چل کھڑے ہوئے۔
دوسرا فریق ان ہی مہاجرین اور انصار میں وہ تھا جو نکلتے ہوئے ہچکچاتے
تھے مگر آخر کار چل کھڑے ہوئے۔
تیسرا فریق خاص تین آدمی تھے۔ کعب بن مالک۔ ہلال بن اُمیہ اور مرارہ
بن ربیع کہ یہ لوگ کاہلی کے مارے پیچھے رہے۔ پیغمبر خدا مدینہ میں واپس
آئے تو یہ لوگ بھی حاضر خدمت ہوئے اور جب ان سے پیچھے رہ جانے کی
وجہ پوچھی تو جو سچ بات تھی وہ کہہ دی کہ قصور ہوا۔ ان ہی تینوں کی نسبت
پیغمبر خدا نے حکم دیا تھا کہ وحی کا انتظار کرو خدا کا جیسا حکم ہوگا کیا جائے گا
چوتھا وہ فریق جو کسی واقعی عذر سے نہ جا سکے۔ پانچواں فریق منافقین
کا ہے کہ اس تمام سورۃ میں ان پر سخت ملامت کی گئی ہے۔ انہیں لوگوں
نے حیلے اور بہانے بنائے۔ اور وہ جو تین آدمیوں کی نسبت پیغمبر خدا
نے وحی کا انتظار کرنے کے لئے فرمایا تھا ان کا قصور معاف کر دیا جیسا
کہ اسی سورۃ التوبہ میں بصراحت مذکور ہے۔
غزوۂ تبوک کی اجمالی کیفیت ہم عنقریب بیان کریں گے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ
نے منافقوں کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور تمہیں کھا کر اپنے کو
کو مسلمانوں کا طرفدار بتاتے تھے تا پیغمبر خدا اور دوسرے اہل اسلام
دھوکے میں رہیں اور اس دھوکے سے انہیں کوئی نقصان نہ پہونچے۔
پہلے تو اللہ تعالےٰ نے چند بدویوں، مدینہ کے اردگرد کے رہنے والوں
اور خود مدینہ کے بعض لوگوں کو منافق فرمایا۔ پھر ان کی چند شناخت

دینوری ایک ایسا ثقہ اور بہتر مورخ گذرا ہے جسکو ہر زمانہ کے ہر طبقہ نے مسلم اور معتبر تسلیم کیا ہے۔ اس نے اپنی کتاب **معارف** میں منافقین کے ناموں کی جو صراحت کی ہے ہم بلفظہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

اسمار منافقین

۱ عبد اللہ بن اُبی ابن سلول — ۲ سعد بن ابی سرح

۳ ابو حاضر الاعرابی — ۴ جلاس بن سوید بن صامت

۵ مجمع بن حارثہ — ۶ ملیح التیمی۔

اور یہ وہ شخص ہے جس نے کعبہ کی خوشبو چرائی تھی اور مسلمان ہو کر اسلام سے منحرف اور مرتد ہو گیا۔

۷ حصین بن نمیر — ۸ طعیمہ بن اُبیرق

۹ مرہ بن ربیع — ۱۰ ابو عامر

اور یہ تمام منافقوں کا سردار تھا۔

ان کی ہر ہر ادا کو مسلمانوں نے جانچنا شروع کیا اور سارے منافقین کو
کو پہچان کر الگ کر لیا۔
قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے ان منافقوں کے نام نہیں بتلائے اور اس
نام کی صراحت نکرنے کی دو وجہہ ہیں؛
اول یہ کہ جب ان کی شناخت پوری پوری تبلا دی گئی تو ناموں کے صراحت
کی کچھ ضرورت ہی نہیں رہی اور یہ طریقہ زیادہ ابلغ ہے بہ نسبت اس کے
کہ نام بنام بتایا جاتا۔
دوسری وجہ یہ کہ ناموں کی صراحت کرنے سے غیبت کی بری نظیر قائم
ہوتی۔ پس گویا تنبیہ کے ساتھ یہ تعلیم بھی دیدی کہ ایسے مواقع پر اظہار کا
کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئیے۔؟ جو تہذیب کے خلاف بھی نہو اور اصلاح
واظہار بھی ہو جائے۔
قرآن میں فرعون، ہامان اور ابولہب وغیرہ کے ناموں کی صراحت جو
کر دی گئی ہے اُس کی یہ صورت نہیں ہے۔ فرعون وغیرہ کے قصے اگلی
کتابوں میں موجود تھے اور ان کا اخفار علاوہ عبث ہونے کے بیان قصہ میں
خلل انداز ہوتا اور بیان کی دلچسپی اور اثر جاتا رہتا۔ قطع نظر اس کے
فرعون وابولہب وغیرہ اس درجہ کے سرکش و مفسد لوگ تھے اور اسلام کو
اس درجہ اُن سے ایذائیں پہونچیں کہ ان نالائقوں کا بدنام کرنا ہی عین
تہذیب اور اصلاح خلق ہے۔ علمائے مفسرین اور مورخین نے اُن
منافقین کے نام صراحت سے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں جنھوں نے
غزوۂ تبوک میں پیغمبر خدا کا ساتھ نہیں دیا اور درپردہ ان پاک نفوس کی
ہلاکت کے درپے رہے۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کاتب

عَنۡهُمۡ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ وَّمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ يَحۡلِفُوۡنَ لَـكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ

تو یہ لوگ ضرور تمھارے آگے خدا کی قسمیں کھائینگے تاکہ تم اُن سے درگذر کرو تو ان کو منہ نہ لگانا کیونکہ یہ لوگ گندے ہیں اور (آخرکار) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (اور یہ) اس کا بدلہ (ہوگا) جو (دنیا میں) وہ کرتے تھے۔ یہ تمھارے آگے قسمیں کھائینگے تاکہ تم اُن سے راضی ہوجاؤ بس اگر تم اُن سے راضی (بھی) ہوجاؤ تو اللہ ان نافرمان لوگوں سے راضی ہونے والا نہیں۔

(سورۃ التوبۃ ۱۱ ع ۱۲۔)

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں جن میں سب سے اخیر لڑائی تبوک کی تھی۔ تبوک ملک شام کا ایک شہر ہے جہاں روم کی عملداری تھی اور وہ لوگ نصاریٰ تھے۔ مشہور یہ ہوا کہ عرب میں قحط پڑا ہے اور پیغمبر خدا کی نسبت دشمنوں نے اڑا دیا کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ بادشاہ روم کو ملک عرب کے زیر کرنے کا حوصلہ ہوا۔ اس نے کچھ لشکر اس طرف کو متوجہ کئے۔ جب پیغمبر خدا کو معلوم ہوا تو ملک گیری کی غرض سے نہیں۔ لڑنے کے لئے نہیں بلکہ صرف رومیوں کے حوصلے پست کرنے کے ارادے سے آپ نے چڑھائی کی۔ موسم موافق نہ تھا کہ

پیشنگوئی

(۲۶)

جب تم جنگ سے لوٹو گے تو منافقین عذر کریں گے

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ
اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ
قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا
لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ
نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ
اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى
اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ
ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا
عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا

(مسلمانو!) جب تم منافقوں کے
پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے
سامنے عذر پیش کریں گے۔
(تو اے پیغمبر!) تم ان سے کہدو
کہ باتیں نہ بناؤ ہم کسی طرح تمہارا
اعتبار کرنے والے نہیں اللہ
تمہارے حالات ہمکو بتا چکا ہے
اور ابھی تو اللہ اور اس کا رسول
تمہارے کردار کو دیکھینگے پھر تم
کو اس (قادر مطلق) کی طرف
لوٹایا جائے گا جو حاضر و غائب
کو جانتا ہے پھر جو کچھ تم دنیا میں
کرتے رہے ہو وہ تمکو بتا دیگا۔
(مسلمانو!) جب تم (جہاد سے)
لوٹ کر ان کے پاس واپس جاؤگے

کیا جائے۔

یہ دونوں پیشینگوئیاں پوری ہوئیں اور بعینہٖ ویسا ہی ہوا جیسا کہ ان آیات کریمہ میں فرمایا گیا ہے اور مسلمان منافقین سے بالکل علیحدہ ہو گئے۔

سخت گرمی پڑ رہی تھی - ادہر نخلستان کی فصل تیار تھی کہ اُسی پر مدینہ والوں کی گذران تھی - بے سامانی کا یہ حال تھا کہ ہتھیار اور باربرداری بقدر ضرورت موجود نہیں مگر پیغمبر خدا کو تو صرف یہ منظور تھا کہ ادہر سے سبقت ہو اور رومی دھمکی میں آجائیں چنانچہ لڑائی بھڑائی کچھ ہوی بھی نہیں - مگر بعض دودلے مسلمانوں نے پیغمبر صلعم کا ساتھ دینے میں مضائقہ کیا - اور اس کے لئے طرح طرح کے حیلے بنائے -

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی پر تشریف لے گئے تو منافقین نے جو ظاہر میں اپنے کو مسلمان کہتے اور دراصل اسلام کے دشمن تھے آپ کا ساتھ نہیں دیا اور آلا بالا بتاکر گہر ونہیں بیٹھ رہے -

غزوہ تبوک سے فراغت ہونے کے بعد اللہ تعالے نے ان آیتوں کے ذریعہ سے منافقوں کا راز افشا کر دیا - ان آیتوں میں دو پیشینگوئیاں ہیں -

اوّل یہ کہ جب تم واپس جاؤ گے تو وہ لوگ آکر اپنے شریک نہ ہونے کی حجت بیان کریں گے اور عذر ومعذرت کریں گے مگر تم اون کا عذر نہ سننا اور کہدینا کہ اللہ تعالے نے تمھارے کفر ونفاق سے ہم کو خبردار کر دیا ہے اب باتیں نہ بناؤ -

دوسری پیشینگوئی یہ کہ جب تم مدینہ پہونچو گے تو یہ منافقین قسمیں کھائیں گے تا ان پر اعتماد کرکے اون کی خطاؤں سے درگذر

اجازت دیجئے۔ مگر جد بن قیس کا یہ فریب زیادہ عرصہ تک چھپا نہ رہ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد بتا دیا کہ یہ کمبخت منافق ہے۔ ساتھ جانے سے جی چراتا ہے اور خود فتنۂ نفاق میں مبتلا ہے اور اسی حالت میں مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جد بن قیس کا نفاق بعد کو سب پر آشکار ہو گیا اور اسی کفر و نفاق کی حالت میں وہ دار البوار کو سدھارا



پیشنگوئی

(۷۶)

جد بن قیس منافق ہے اور کافر ہی مریگا

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ -

اور ان ہی (منافقوں) میں ایک وہ (نابکار بھی) ہے جو (تم سے درخواست کرتا ہے کہ مجکو (پیچھے رہ جانے کی) اجازت دیجئے اور مجکو (حسینان روم کی) بلا میں نہ پھنسائیے سنو جی! یہ لوگ بلا میں گرے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے

ف

غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس سے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ وہ تو پکا منافق تھا، کہنے لگا یا رسول اللہ! سب لوگ جانتے ہیں کہ میں عورتوں سے بہت مانوس ہوں اور عورتوں کی محبت سے میں بدنامی کی حد کو پہونچ گیا ہوں خوبان روم کا حسن مشہور ہے ایسا نہ ہو کہ وہاں جاکر میں وہیں کا ہورہوں تو حسن روم کی بلا میں مجکو نہ پھنسائیے اور مجکو یہیں رہ جانے کی

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک شخص تھا ثعلبہ بن حاطب انصاری اس نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالے سے میری کشایش رزق اور مال و دولت کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے اس کو سمجھایا کہ بہت فارغ البالی سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ تھوڑے پر قناعت کرو۔ اس نے عہد کیا کہ مجکو زیادہ دولت ملیگی تو میں غفلت نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتا رہونگا۔ اور اس کی راہ میں خیرات کرتا رہونگا۔

غرض آنحضرت ؐ نے دعا کی اور رفتہ رفتہ ثعلبہ کے مویشیوں میں برکت ہونے لگی تو یہاں تک تو بہت پہونچی کہ اس کا ریوڑ مدینہ کے جنگل میں نہ سماتا تھا ثعلبہ مدینہ چھوڑکر باہر کسی گاؤں میں جا بسا۔

پہلے تو پانچوں وقت کی نماز آنحضرت کے ساتھ پڑھا کرتا تھا پھر مویشیوں کی کثرت ہوی تو ظہر و عصر کی نماز آپ کے ساتھ ادا کرتا اور بقیہ نمازیں گھر پر پڑھتا۔ جب مدینہ کے باہر گاؤں میں جا بسا تو پنجوقتہ نماز اور دو وقتہ نماز چھوٹ کر جمعہ پر آلگی۔ آخر میں جب مویشی بہت بڑھ گئے تو بالکل آنا ہی چھوڑ دیا۔

حکم زکات ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم نے دو شخصوں کو متعین کیا کہ ثعلبہ سے زکات کی رقم کا مطالبہ کریں اور وصول کر کے بیت المال میں داخل کریں۔

یہ دونوں فرستادے ثعلبہ کے پاس پہونچے۔ زکات کا مطالبہ کیا۔ اس نے زکات کی آیت سنکر جواب دیا کہ یہ تو جزیہ ہے۔ جزیہ کی بہن ہے غرض وہ بڑبڑاتا اور ٹالے بالے بتاتا رہا اور وہ دونوں مسلمان ناکام واپس آئے

پیشگوئی

(۲۸)

ثعلبہ انصاری منافق مریگا

وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ -

اور ان (منافقوں) میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے خدا کے ساتھ قول کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہم کو (مال) دیگا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور ضرور نیک ملبے ہو کر رہیں گے پھر جب خدا نے ان کو اپنے فضل سے (مال) عطا فرمایا تو لگے اُس میں بخل کرنے اور سرتابی کر کے (اپنے قول سے) پھر بیٹھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن تک کہ خدا سے ملینگے (یعنی قیامت تک) خدا نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس لئے کہ انہوں نے جو خدا سے وعدہ کیا تھا اسکو پورا نہیں کیا۔

پیشنگوئی

(۲۹)

مسجد ضرار والے سب منافق اور مفسد ہیں

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا
مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا
وَّتَفْرِيقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُو
لَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ
اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى
وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ
لَا تَقُمْ فِيْهِ
اَبَدًا لَمَسْجِدٌ
اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ
اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ

اور (وہ بھی منافق ہیں) جنھوں نے
اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی
کی کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہونچائیں
اور کفر کریں اور مسلمانوں میں پھوٹ
ڈالیں اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو
اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ پہلے
لڑ چکے ہیں اور (پوچھا جائیگا تو)
قسمیں کھانے لگینگے کہ ہم نے تو بھلائی
کے سوا اور کسی قسم کا ارادہ کیا نہیں
اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے
ہیں (سو اے پیغمبر!) تم اس (مسجد)
میں کبھی کھڑے بھی نہ ہونا۔ ہاں وہ
مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے
پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اسکا

اور پیغمبر خدا سے سارا ماجرا کہدیا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں
اللہ تعالے نے ثعلبہ کے بخل و بدعہدی کی مذمت کرنے کے بعد یہ پیشگوئی
فرمائی کہ اس کے دل میں نفاق رچگیا ہے اور وہ منافق ہی مرے گا۔
ایک مرتبہ وہ پیغمبر خدا کی خدمت میں زکات لایا بھی مگر آپ نے منظور
نہ فرمائی اور اسکو صاف ٹھکار دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جناب
صدیق اکبرؓ کے عہد میں دوبارہ زکات لایا آپ نے منظور نہیں فرمائی
تیسری دفعہ حضرت فاروق اعظم کے عہد میں بھی حاضر دربار خلافت ہوا، اور
فاروقی دربار میں بھی اس منافق کی دال نہیں گلی اور اسیطرح عثمان ذوالنورین
نے بھی اسکو منہ نہیں لگایا اور بالآخر حضرت عثمان رضؓ کے عہد خلافت میں
اس منافق نے بلا توبہ کے دنیا کو خیر باد کہا۔[۱]

---

[۱] تفسیر کبیر جلد (۴)

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت کی تو مدینہ پہونچکر شہر سے باہر اُترے اور چند روز بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھیرے رہے پھر جب رفتہ رفتہ قوت ہوگئی تو شہر کے اندر آئے اور مسجد نبوی کی تعمیر ہوی۔

بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے آپکے وہاں سے اُٹھ جانے کے بعد وہاں کے لوگوں نے اس کو مسجد بنا دیا اور جماعت جیسی کی ویسی قائم رہ گئی۔ اسی مسجد کا نام مسجد قبا مشہور ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر، ہفتہ کے روز وہاں تشریف لے جاتے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

اس محلہ میں بارہ منافق تھے۔ ودیعتہ بن ثابت۔ خذام بن خالد۔ ثعلبہ بن حاطب۔ جاریہ بن عمرو۔ مجمع بن جاریہ۔ زید بن جاریہ۔ معتب بن قشیر۔ عباد بن حنیف۔ ابو حبیبہ بن الازعر۔ نبتل بن الحرث۔ بجاد بن عثمان اور بخزج۔

ان منافقین کو مسجد کی آبادی اور مسلمانوں کی یکجہتی پسند نہ آئی تو آپس میں مشورہ کر کے متفق ہوئے کہ مسجد قبا والوں کی ضد میں ایک دوسری مسجد بنا ویں اور اپنی جماعت الگ قائم کر کے اسلام میں پھوٹ ڈالیں۔ (مدارج النبوۃ)

ابو عامر ایک شخص تھا جو ایام جاہلیت میں راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا بعد کو نصرانی ہوگیا اور لوگوں کا رئیس و مرجع بنا رہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو رفتہ رفتہ اس کا بازار فسق والحاد

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ
يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ
أَفَمَنْ أَسَّسَ
بُنْيَانَهُ عَلٰى تَقْوٰى
مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ
خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ
بُنْيَانَهُ عَلٰى
شَفَا جُرُفٍ
هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ
فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ لَا
يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ
الَّذِي بَنَوْا
رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ
إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ
قُلُوبُهُمْ ۔

البتہ حق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو
(کیونکہ) اس میں ایسے لوگ ہیں
جو خوب صاف ستھرے رہنے
کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب
صاف ستھرے رہنے والوں کو
دوست رکھتا ہے بھلا جو شخص خدا
کے خوف اور اس کی خوشنودی
پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے وہ
بہتر یا وہ جو پھسپھسے کھوکھلے کگار
کے کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد
رکھے پھر وہ اس کو جہنم کی آگ
میں لے گرے اور اللہ ظالم لوگوں کو
ہدایت نہیں دیا کرتا ۔ یہ عمارت
جو ان لوگوں نے بنائی ہے اسکی
وجہ سے ان لوگوں کے دلوں
میں ہمیشہ دھڑ پکڑ رہے گی یہانتک
کہ (آخر کار اس عمارت کے گرا دیے
جانے سے) ان کے دلوں کے
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں (سورۃ التوبہ
پ ۱۱ ع ۱۳)

راز کو افشا کر دیا کہ یہ سب جھوٹے دغا باز ہیں۔ نہ ان کو اسلام سے کچھ تعلق ہے نہ عبادت اور نیک نیتی سے مسجد بنائی گئی ہے۔ مسجد بنانے سے صرف ان کی یہ غرض ہے کہ مسجد قبا والوں کو نقصان پہونچے۔ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے۔ اور ابو عامر جو خدا و رسول کا جانی دشمن رہا ہے۔ اس کو فریب سے بلا کر پناہ دیں تو اے پیغمبر! تم ان منافقوں کی مسجد میں ہرگز نہ ٹھہرنا۔ ان آیات قدسیہ کے نازل ہونے کے بعد پیغمبر خدا نے مالک بن دخشم۔ معن بن عدی۔ عامر بن سکن۔ اور وحشی چار آدمیوں کو متعین کیا جنھوں نے موقع پر پہونچکر مسجد ضرار کو منہدم کر دیا۔ مسجد والوں کو متفرق کر دیا۔ اور پیغمبر کے حکم سے اس جگہ کو مزبل بنایا گیا۔

ابو عامر فاسق راہب شام میں اسی حالت نفاق اور کس مپرسی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اور اللہ کی یہ پیشنگوئی بھی پوری ہو گئی کہ وہ مسجد کی عمارت جس فاسق کے لئے بنی تھی اس کو لیکر جہنم واصل ہوئی۔



سردار پڑگیا اور اپنا بازار سرد پاکر وہ پیغمبر خدا کا دشمن بنگیا کیونکہ آپ ہی کی وجہہ سے اس کی ریاست کو زوال ہوا۔

جنگ احد میں اس نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ جو قوم تم سے لڑے گی میں اس کا ساتھ دونگا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ہمیشہ اسلام کی مخالفت و بیخکنی میں ساعی رہا یہاں تک کہ جب جنگ حنین میں ہوازن کو شکست فاش ہوئی تو ابو عامر مایوس ہوکر شام کی طرف بھاگا اور پوشیدہ طور پر منافقین کے پاس پیام بھیجا کہ تم لوگوں سے جہاں تک ہوسکے قوت بہم پہونچاؤ اور ہتھیار وغیرہ سے تیار رہو۔ میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں تا رومیوں کا ایک کوہ شکن لشکر لاکر محمد (صلعم) اور اُن کے ساتھیوں کا قلع قمع کردوں۔

اسی ابو عامر کے پیام کی بنا پر منافقین نے مسجد بنائی اور درپردہ یہ لوگ تھے کہ ابو عامر آئیگا تو اسکو امام بنائیں گے یا نفاق سے بلاکر اپنا سردار وامام کرلینگے۔

مسجد تیار ہوچکنے کے بعد منافقین نے پیغمبر خدا سے آکر عرض کیا کہ پہلے آپ چلکر ایک دفعہ نماز پڑھ لیں تو ہم جماعت قائم کریں۔ آنحضرت کو یہ دغا معلوم نہ تھی۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ جنگ تبوک سے واپس ہونگے تو پہلے وہاں نماز پڑھکر شہر میں داخل ہوں گے۔

جب رسول اللہ صلعم تبوک سے پھر کر ذی آوان میں پہونچے جو مدینہ سے قریب ہی ایک گاؤں ہے تو منافقوں نے حاضر ہوکر وہ وعدہ یاد دلایا کہ اب چلکر نماز پڑھیں۔ آنحضرت نے اپنی قمیص طلب فرمائی تا اوسکو پہنکر ان کے محلہ میں جائیں اور نماز پڑھیں کہ اتنے میں اللہ تعالےٰ نے ان آیات مذکورہ کے ذریعہ سے آپ کو تمام واقعات سے مطلع فرمادیا اور منافقین کے

اِلٰی اَهْلِیْهِمْ اَبَدًا وَّزُیِّنَ ذٰلِكَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا۔

کر سکے (مال واولاد کا حیلہ ہی ہے) بلکہ (بات یہ ہے کہ) تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو خدا اس سے واقف ہے۔ (تم مال واولاد کی وجہ سے نہیں) بلکہ (مارے ڈر کے پیچھے رہے اور) تم نے سمجھا کہ پیغمبر اور مسلمان اپنے بال بچوں میں کبھی واپس آنے ہی کے نہیں اور (یہ بات) تمہارے دلوں میں کھب گئی تھی اور تم (طرح طرح کی) بدگمانیاں کرنے لگے تھے اور (ایسے خیالات سے) تم لوگ آپ برباد ہوئے سورۃ الفتح (پ ۲۶ ع ۲)۔

ف

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ۶ھ میں مدینہ منورہ سے حج کا ارادہ کرکے مکہ معظمہ کی طرف چلے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمراہ رکاب تھے۔ مدینہ کے اردگرد کے قبائل غفار۔ مزینہ۔ جہنیہ۔ اسلم۔ اشجع اور دئل میں بہت سے منافق تھے جو مسلمانوں کا بھلا نہ چاہتے تھے اور حتی المقدور ان کا ساتھ دینے سے پرہیز کرتے تھے۔ ان بدخواہوں کو یقین تھا کہ پیغمبر خدا اور آپ کے یار دن کو مکہ والے گھسنے نہ دینگے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب تو اب لوٹتے نہیں کیونکہ مکہ والے ان لوگوں کے سخت دشمن ہیں آخر

پیشگوئی

(۳۰)

جنگ حدیبیہ سے پیچھے ہٹ جانے والے عدم شرکت کا عذر لنگ کرینگے

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ

(اے پیغمبر!) دیہاتی لوگ جو پیچھے رہ گئے (اور اس سفر حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے) اب تمھارے روبرو عذر پیش کریں گے۔ کہ ہم اپنے مال اور اہل (و عیال) کی پرداخت میں لگے رہے تو آپ ہمارا (یہ) قصور (خدا سے) معاف کرا دیجئے (یہ لوگ) اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں (اے پیغمبر تم ان سے) کہو کہ اگر خدا تم کو نقصان پہونچانا چاہے یا تم کو فائدہ پہونچانا چاہے تو کون ہے جو خدا کے مقابلہ میں تمہارا (نفع یا نقصان) کچھ بھی

پیشنگوئی

(۳۱) و (۳۲) و (۳۳) و (۳۴)

مسلمان (صحابہ) صاحب سلطنت ہونگے۔ وہ دین کو جما کر رہینگے۔ خوف و خطر سے محفوظ ہونگے اور کوئی ان میں کا شرک نکریگا۔

جیسا کہ سورۃ النور میں جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) ان کو ملک کی خلافت (سلطنت) ضرور عطا کرے گا جیسے ان لوگوں کو خلافت عطا کی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور جس دین (اسلام) کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اسکو ان کے لئے جما کر رہیگا اور خوف (وخطر) جو ان کو ہے اس کے بعد

لڑائی ہوگی اور یہ سب کے سب قتل کر دیے جائینگے۔ ایسی حالت میں ہمکو کیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ اپنے تئیں جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالیں غرض آپس میں یہی کچھ مشورہ صلاح کر کے سب کے سب گھروں میں بیٹھ رہے اُدھر پیغمبر خدا، اور اہل مکہ میں صلح ہوگئی اور مسلمان اپنے برحق رہنما کے ساتھ بخیر و عافیت واپس ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے آپکو مطلع فرمایا کہ جب تم مدینہ واپس پہونچو گے تو جن منافقین نے ساتھ نہیں دیا وہ حاضر ہوکر یہ عذر کریں گے کہ ہم مال و اولاد کے خوف سے ساتھ نہ چل سکے کہ ہمارے پیچھے کوئی ان کی حفاظت و نگرانی کرنے والا نہیں تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب پیغمبر خدا مدینہ میں تشریف لائے تو اُن ظاہری وو دے مسلمانوں نے یہی عذر کیا اور آپ نے ان کا یہی جواب دیا جو ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ تم سب جھوٹ کہتے ہو، تم نے سمجھا تھا کہ ہم لوگ جان سلامت لیکر نہیں لوٹینگے۔ اور اس یقین پر جان چرا کر عورتوں میں بیٹھ رہے خیر دنیا میں تو ظاہری اسلام نے تمکو بچا ہی لیا، آخرت میں اللہ کے عذاب سے کہاں اور کیونکر بچو گے؟

جنگ حدیبیہ کا مفصل واقعہ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ ہم لکھیں گے۔

کی خلافت کی بشارت خاص طور پر مستنبط ہوتی ہے کیونکہ پوری تمکین مسلمانوں کو امیر معاویہ ہی کے زمانہ خلافت میں نصیب ہوئی۔ پس یہ چھٹوں خلافتیں خلافت راشدہ اور برحق ثابت ہوئیں جن کی حقیت قرآن سے منصوص ہے۔

خلفائے راشدین کی خلافت

یہ آیت خلفائے راشدین یعنی ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کے صحیح و برحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اولاً:- اس وجہ سے کہ زمانہ محمد مصطفےٰ صلعم میں جو مسلمان اور نیک عمل والے تھے اُن میں سے بعض کے استخلاف کا وعدہ فرمایا۔ استخلاف کے معنی جانشین کرنے کے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اگلے انبیاء کے بعد اون کی امت کے بعض اچھے افراد کو اون کا جانشین و خلیفہ کیا گیا اسی طرح محمد صلعم کے بعد اُن کی امت کے اچھے لوگوں میں سے بعض کو محمد کا جانشین و خلیفہ کیا جائے گا۔

چونکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ استخلاف سے استخلاف فی النبوت مراد نہیں ہے بلکہ امامت اور خلافت علی منہاج النبوت مقصود ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام میں سے جن نفوس کے مبارک سروں پر خلافت کا تاج رکھا گیا وہی اس بشارت کے مصداق ہونگے اور کچھ شبہ نہیں کہ بعثت رسول سے جو منشا رتھا اور خلیفہ رسول کا جو منصب رہا ہے اس کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بدرجہ اتم پورا کیا اور بقیہ چار نفوس بھی اس کے پورا کرنے میں حتی الامکان ساعی رہے۔

اٰمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔	ان کو (اس کے) بدلہ میں امن دیگا کہ (باطمینان) ہماری عبادت کیا کریں گے (اور) کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے۔

اس آیت میں چار پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

مسلمانوں کو اس امر کی خوشخبری اور بشارت دی گئی ہے کہ جسطرح تم سے اگلی امت کے لوگوں کو خلافت وسلطنت عنایت کی گئی تھی اُسی طرح ہم تم کو بھی نعمت بادشاہت سے سرفراز اور ممتاز فرمائینگے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بڑی قوی دلیلوں میں سے یہ ایک ایسی صاف اور مستحکم پیشنگوئی ہے جس کو پورا ہوتے ہوئے بھی ساری دنیا نے دیکھ لیا۔

نکتہ

آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام سے ہے یعنی تم صحابہ رسول میں سے بعض ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ہم بادشاہت اور ملک کی خلافت سے سرفراز فرمائینگے۔ تو اس آیت سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر خلیفۂ اول، حضرت عمر فاروق اعظم خلیفہ ثانی۔ حضرت عثمان خلیفہ ثالث، حضرت علی خلیفۂ رابع، حضرت امام حسن خلیفۂ خامس اور حضرت امیر معاویہ خلیفۂ سادس۔ ان چھہ نفوس مطہرہ

چوتھے :- یہ کہ استخلاف کی بشارت کو اگر تمام مسلمانوں کے لئے عام کر بھی دیجائے تو اس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ مسلمانوں میں سے بعض ایمان دار اور اچھے عمل کرنے والوں کو خلافت ملے گی پھر بھی یہ بشارت بعض ہی افراد کیلئے ٹھیری۔ البتہ اس صورت میں مذکورہ چھ بادشاہوں کے علاوہ اور خلفاء و سلاطین بھی بشارت کے تحت میں آجائیں گے۔ لیکن بہرکیف شروع کے چھ خلفائے صحابہ تو اس بشارت میں خاص طور پر مقصود ہیں اور اس آیت سے بہرطور ان کی امامت کا برحق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسلام کے ایک فرقہ نے اس آیت کو صرف حضرت علیؓ کی امامت پر اور بعض نے اپنے مفروضہ بارہ اماموں کی حقیقت پر محمول کیا ہے۔ مگر یہ دعویٰ صریح البطلان ہے۔

آیت میں صرف حضرت علیؓ کی امامت مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی امامت بھی مقصود ہے۔ کیونکہ پیشینگوئی بہتوں کے لئے کی گئی ہے اور واحد کا اطلاق جمع پر نہیں کیا جاسکتا۔ درحالیکہ حضرت علیؓ سے پہلے خلفائے ثلاثہ نے نہایت عمدگی و خوبی سے امر خلافت کو انجام دیا۔ اور ائمہ اثنا عشر کا مراد لینا تو کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ کے سوا ان بارہ نفوس میں سے نہ کوئی خلیفہ ہوا۔ نہ کسی کی شوکت قائم ہوی بلکہ ہر ایک اپنے وقت میں مغلوب و محروم رہا۔

اقسام خلافت

حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے خلافت کی چار تقسیمیں کی ہیں۔

پہلی قسم ، خلافت اجماعی ہے یعنی تمام مسلمان اور اہل حل وعقد اتفاق کر کے

دوسرے:۔ اس وجہ سے کہ آیت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے بعض ایماندار اور اچھے عمل کرنے والوں کے استخلاف کا وعدہ کیا ہے۔ اس سے بدیہی طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ میں سے جو پاک نفوس آپ کے جانشین وخلیفہ ہوئے وہ ایماندار اور اچھے عمل والے تھے اور انہیں کی خلافت وسلطنت کی بشارت تھی۔ خلفائے اربعہ کی صحت امامت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہوسکتا ہے؟

بعض مفسرین نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور اس میں تمام مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ جو ایمان دار اور اچھے عمل والا ہوگا اس کو سلطنت وخلافت سے ممتاز کیا جائے گا۔ لیکن یہ معنی صحیح نہیں ہوسکتے کیونکہ اولاً تو خود آیت میں "منکم" کا لفظ ہے یعنی تم (صحابہ) میں سے جو ایماندار اور نیک عمل والے ہیں ان میں سے بعض کو استخلاف کا وعدہ دیا گیا ہے۔ پس تبعیضیہ "من" کے ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کو بشارت کے تحت میں لانا بالکل غیر صحیح ہے۔

دوسرے:۔ یہ کہ تمام مسلمانوں کو مراد لینا خلاف عقل ومشاہدہ بھی ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جو مسلمان، صاحب ایمان اور اچھے عمل والا ہوگا۔ اسکو خلافت دی جائے گی حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خلافت وسلطنت تو بعض ہی مسلمانوں کے حصہ میں آئی۔

تیسرے:۔ یہ کہ آیت میں ضمیر خطاب ہے جو صاف دلالت کرتی ہے کہ یہ پیشگوئی حاضرین وقت کے بارہ میں کی جارہی ہے اور ہوا بھی ایسا ہی کہ حاضرین صحابہ میں سے بعض اچھے افراد کو اللہ تعالیٰ نے خلافت وحکومت عطا فرمادی

اور کس مپرسی کی حالت میں تھے اور تعداد میں اتنے کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے
ان کے حق میں پیشینگوئی کرنی کہ وہ بادشاہت حاصل کرلیں گے اور قوت بکپڑتے
پکڑتے دنیا کی سلطنت پر قبضہ کرلینگے اور اس پیشینگوئی کا بعینہ پورا ہو جانا، کبھی
انسانی قوت سے نہیں ہو سکتا۔ یہی ایک مضبوط دلیل، قرآن کے کلام اللہ
ہونے پر کافی ہے۔

دوسری پیشینگوئی

دین اسلام کو مسلمانوں کے لئے جماکر رہنا اور یہ امر زیادہ توضیح کا محتاج نہیں
ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد انہیں صحابۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے
ایسی مضبوط ہوگئی کہ آج تمام روئے زمین پر وہ پھیلا ہوا ہے اور اس مضبوطی
کے ساتھ پھیلا ہے کہ تمام دنیا کے جن وانس ملکر بھی زور لگائیں تو نیست و نابود
کرنا تو بڑی بات ہے۔ اس کی بنیاد کو متزلزل بھی نہیں کر سکتے۔
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکہ۔ خیبر۔ بحرین۔ ارض یمن
اور جزیرۂ عرب پورے طور پر فتح ہو چکے تھے۔ آپ نے ہی مجوس پر جزیہ قائم
کیا اور ان سے رقم بھی وصول کرلی۔
ہرقل قیصر روم۔ مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ اور شاہان عمان وحبش نے دربار
رسالت میں تحفہ و ہدایا کے ساتھ سفارت بھیجی جو پیغمبر اسلام کی سطوت کے
قائم ہو جانے کی دلیل ہے۔
پیغمبر خدا کے انتقال کے بعد صدیق اکبرؓ آپ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہوئے
انہوں نے مرتدوں سے قتال کرکے دوبارہ جزیرۂ عرب کو فتح کیا اور دوسرے
بلاد و ممالک پر لشکر کشی کی چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر جرار کے ساتھ فارس

اپنے میں سے ایک شخص کو خلافت کے لئے منتخب کرلیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اجماعی تھی کیونکہ تمام صحابہ نے آپ کی خلافت پر اجماع کرکے بلاچون وچرا بیعت کرلی۔ بعض بنو ہاشم کچھ دنوں خود خلیفہ بننے کی امید میں اڑے رہے لیکن پھر انہوں نے بھی مان لیا۔

دوسری قسم:۔ استخلاف ہے یعنی ایک جائز خلیفہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو نامزد کردے کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی خلافت اسی قسم کی تھی شاہ صاحب انہی دونوں خلافتوں کو خلافت علی منہاج النبوۃ سے لکھتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی خلافت شان نبوت لئے ہوئے تھی اور یہ بات تو گویا مسلمات سے ہوگئی ہے کہ فاروق اعظمؓ کا سا مدبر، منتظم، عادل، اور ہمہ صفت موصوف بادشاہ نہ ان سے پہلے کبھی آیا نہ امید ہے کہ پھر کبھی دنیا کے اسٹیج پر ایسا باجبروت عادل بادشاہ نظر آئے۔ آپ سیاست مدن سے ایسا واقف تھے کہ آج اتنی ترقی کرجانے پر بھی یورپ ان کے قوانین وانتظامات کی پیروی پر نازاں ہے اور ان کی استادی کا معترف ہے۔

تیسری قسم:۔ خلافت اہل شوریٰ ہے یعنی خلافت کے لئے چند اہل شوریٰ کی ایک مجلس ہو اور کثرت آراء جس پر ہو، وہ خلیفہ گردانا جائے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت اسی رنگ کی تھی۔

چوتھی قسم:۔ استیلاء ہے ع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔
امیر معاویہ کی خلافت اسی قسم کی تھی۔

اگر منکم کے خطاب سے عام مسلمان مراد لئے جائیں تو اس سے اسلامی سلطنتوں کی بشارت عموماً اور خلافت راشدہ کی پیشینگوئی خصوصاً نکلتی ہے۔

بہرحال اوائل اسلام میں اہل اسلام جس قدر مفلس۔ تنگدست۔ بے بس۔ محتاج۔ بیدست وپا

عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر جلوس فرمایا۔
آپ کے عہد ہمایوں میں اسکندریہ۔ سابور۔ افریقیہ۔ بلاد قبرس۔ سواحل روم فارس۔ حوز۔ طبرستان۔ کرمان۔ قلعہ ہائے قبرس۔ ساحل اردن۔ مرو نیشاپور۔ ہرات۔ خراسان کابل۔ بزرعہ۔ اصطخر مکرر۔ زالق۔ شاش۔ طوس سرخس۔ طخارستان۔ جرجان۔ بلخ۔ خوارزم۔ کابل۔ بلاد قیروان۔ بحر محیط تک بلاد وسبتہ اور مشرقی نواحی سے ممالک چین تک اکثر حصۂ اقلیم اسلام کے زیر نگین ہوگیا۔ آپ ہی کے عہد میں کسری مخذول و برباد ہوا۔ نیز مسلمانوں نے ترکوں کو جنگ عظیم کے بعد مغلوب کیا اور خاقان کو روز بد دکھایا*۔
حضرت عثمان رضؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جناب علی مرتضی رضؓ نے اپنے سر پر کلاہ امامت رکھی لیکن آپ کے زمانۂ خلافت میں کچھ ایسے حوادث ظہور پذیر ہوئے جن سے خانہ جنگیوں کا بازار گرم ہوگیا۔ مسلمانوں میں باہم کشت و خون ہونے لگا ہر طرف طوفان بے تمیزی کی گھنگھور گھٹا چھا گئی اور حضرت علی مرتضی رضؓ کی شہادت تک یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ کی خلافت میں کوئی مزید ترقی اسلام و ممالک اسلام میں نہ ہونے پائی حضرت علی بن ابی طالب کے بعد حضرت امام حسن نے خلافت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی لیکن یہ مہم ان سے سر ہونیوالی نہ تھی اس لئے اُس مقدس ذات نے اپنی کمزوری کو آپ سمجھ کر کاروبار خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا اور خود اُن کی بیعت کر کے گوشۂ عزلت میں جا بیٹھے تدبر، انتظام مملکت، سیاست مدن اور عدل وانصاف میں جناب معاویہ فاروق اعظم رضؓ کے قدم بقدم تھے۔ محققین اہل تاریخ مثل ابن خلدون وغیرہ کے سب متفق ہیں کہ اسلام میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے بعد امیر معاویہ جیسا

* ابن اثیر ۱۲

پر دوڑایا۔ دوسرا لشکر ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کی سرداری میں ارض شام کی طرف بھیجا۔ تیسرا لشکر بہ سرکردگی عمرو بن عاص رضؓ مصر کی طرف بھیجا اور ان افواج نے بصریٰ۔ دمشق۔ بلاد حران۔ حیرہ۔ انبار۔ عین التمر اور شام وغیرہ کے بہت سے مقامات کو فتح کر لیا ابوبکر رضؓ نے اپنی زندگی میں حضرت عمرؓ کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا تھا کہ یہ میرے جانشین اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور واقعی یہ ایک ایسا لاجواب انتخاب تھا جو صدیق اکبرؓ کی مردم شناسی۔ قوت تمیزی اور آپ کے جوہر انسانی و روحانی پر کافی روشنی ڈالتا ہے کیونکہ فاروق اعظمؓ کے اصول حکمرانی نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر اسلام صلعم کی جانشینی کے لئے ان سے بہتر کوئی فرد نہیں مل سکتا تھا۔ قوت۔ سیرت۔ فضائل انسانی اور صفات سلطانی میں آج تک مادر گیتی نے اُس جیسا فرزند رشید نہیں پیدا کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد عدالت مہد میں، دمشق، بلاد ساحل دمشق بیسان۔ طبریہ۔ حمص۔ بعلبک۔ قنسرین۔ حلب۔ انطاکیہ۔ قیساریہ۔ بیت المقدس مدائن غربیہ۔ مدائن ایوان کسریٰ۔ حلوان۔ تکریت۔ موصل۔ ماسندان قرقیسیا۔ الجزیرہ۔ ارمینیا۔ اہواز۔ مناذر۔ نہر تیری۔ رامہرمز۔ تستر سوس۔ مصر۔ دینور صیمرہ۔ ہمدان۔ ماہین۔ اصفہان۔ قزوین۔ زنجان رے۔ قومس۔ جرجان۔ طبرستان۔ طرابلس الغرب۔ برقہ۔ آذربیجان۔ الباب۔ موقان۔ الترک۔ خراسان۔ شہر زور۔ صامغان۔ اصطخر۔ جور۔ فسا۔ دارابجرد۔ کرمان۔ سجستان۔ اور مکران وغیرہ سب مقبوضات اسلام میں داخل ہو گئے۔ ہر طرف پرچم اسلام لہرانے لگا اور دشمنان اسلام کو ہر طرح ذلت و ناکامی نصیب ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ کے مغتنم اور عدل مجسم وجود سے دنیا خالی ہو گئی اور حضرت

کسی مسلمان کا شرک نہ کرنا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں کا کوئی فرد شرک کے قریب پھٹکا تک نہیں۔ بلکہ ہمیشہ شرک کے مٹانے میں سرگرم رہے۔

پیشگوئی

۳۵

کفر کا گھٹنا اور اسلام کا پھیلنا

جیساکہ سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ۔

تو کیا یہ لوگ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم ملک کو چاروں طرف سے گھٹاتے چلے آتے ہیں (کفر کم ہوتا جاتا ہے) تو (اس صورت میں) یہ لوگ غالب ہیں (یا مسلمان غالب ہیں)

ف

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کا گروہ بہت ہی ضعیف تھا اور اُسوقت اون کو غلبے اور فتوحات کی بشارت دی جاتی تھی یعنی منجملہ اور دلائل کے اسلام کی صداقت کی ایک دلیل یہ پیشگوئی بھی تھی کہ مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوگی تو کفار کو چاہیئے تھا کہ اسلام کے فتوحات دیکھکر اس کی صداقت کے قائل ہوتے۔

یہ فائدہ مولوی نذیر احمد دہلوی کا ہے جو انہوں نے اپنے حاشیۂ ترجمہ پر

پرتدبیر اور صاحب حکمت وجبروت بادشاہ نہیں ہوا۔ اگرچہ پرہیزگاری میں وہ درجۂ عالی پر نہ تھے۔

امیر معاویہ کے عہد میں جزیرۂ ارواد۔ جربہ۔ رودس۔ جزیرۃ البحر۔ جناوہ۔ سوریہ۔ اور طرسوس۔ اور قبرص وغیرہ پورے طور پر فتح ہو گئے۔ رومیوں سے جنگ ہوی اور اُن کو شکست فاش دیکر مرعوب و مغلوب کرلیا آپ ہی کے عہد میں یزید بن معاویہ جان بازان اسلام کا کوہ شکن لشکر لیکر یلغار کرتا ہوا، سلطنت روم میں گھسا اور دندناتا ہوا دار السلطنت قسطنطنیہ پر جا دھمکا اور بہادران روم کے چھکے چھڑا دئے یزید کے ساتھ اس جنگ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ۔ عبد اللہ بن عمر اور ابوایوب انصاری کبرای صحابہ شریک تھے چنانچہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ یزید بن معاویہ رضہ سردار لشکر نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قسطنطنیہ کی دیوار کی جڑ کے پاس مدفون ہوئے۔ امیر معاویہ کے عہد میں اسلام کی بنیاد اچھی طرح مضبوط ہو گئی اور مسلمانوں کو پوری تمکین نصیب ہوی۔ کفار اور ارد گرد کے تمام سلاطین ان سے مرعوب و خائف ہو گئے اور سب کے دلوں پر اسلام کی ہیبت چھا گئی۔ غرض تمکین کی پیشینگوئی خلفائے اربعہ اور امیر معاویہ کے عہد میں پوری ہوی۔

تیسری پیشینگوئی

مسلمانوں کو خوف وخطر سے امن دئے جانے کی ہے۔ یہ بشارت رسول خداؐ کے وقت سے پوری ہونا شروع ہوی اور امیر معاویہؓ کے عہد میں پیشینگوئی کی اچھی طرح تکمیل ہو گئی۔

چوتھی پیشینگوئی

وَهُمْ كَافِرُوْنَ ۔ کی زندگی میں ان کو مال اور اولاد کی
وجہ سے مبتلائے عذاب ہی رکھے
اور (یہ کہ) ان کی جان نکلے اور
(اس وقت بھی) یہ کافر (ہی) ہوں

ف

محققین کے ایک گروہ کا بیان ہے کہ بحسب عقل، موجودات کی چار قسمیں ہیں
پہلی قسم :- وہ جو ابدی اور ازلی دونوں ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور
ہمیشہ رہے گی اور یہ ذات باری ہے ۔
دوسری قسم - وہ کہ نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے جیسے دنیا و امثالہا ۔
تیسری قسم :- وہ کہ ابدی نہیں ہے مگر ازلی ہے اور یہ محال الوجود ہے
اس لئے کہ قدیم معدوم نہیں ہو سکتا ۔
چوتھی قسم :- وہ کہ ابدی ہو مگر ازلی نہیں ہے اور یہ آخرت اس کی
نعمتیں ہیں ۔
اس آیت پہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ مال و اولاد ، دنیا
میں خدا کی نعمتیں ہیں تو وہ عذاب یا موجب عذاب کیونکر ہو سکتی ہیں ۔

جواب

اس کا یہ ہے کہ مال و اولاد دنیا و آخرت دونوں جگہ موجب عذاب ہو سکتی ہیں آخرت
میں ان کا موجب عذاب ہونا تو ظاہر ہے اور دنیا میں انکا موجب عذاب ہونا کئی
وجوہ سے ہے
پہلی وجہ :- جو چیز جتنا ہی محبوب ہوتی ہے اتنا ہی اس کے جدا و زائل ہونیکا غم ہوتا
ہے تو جن لوگوں کے پاس مال و اولاد بہت ہوا اور وہ اسکو عزیز رکھتے ہوں ، وہ دو

لکھا ہے اور دراصل عامۂ مفسرین کی یہ رائے ہے مگر ہمارے نزدیک یہ توجیہہ مخدوش ہے کیونکہ آیت مذکورہ مکی ہے۔ اور اوسوقت تک جہاد کا حکم نہ تھا۔ جو فتوحات کی بشارت دی جاتی۔ اس کے علاوہ، اَفَلَا یَرَوْنَ (کیا نہیں دیکھتے وہ) کا مقتضی یہ ہے کہ وہ چیز فی الحال موجود ہو جس کو دکھا کر استدلال کیا جاتا ہے ورنہ اسوقت استدلال بے معنی ہے۔

حقیقت میں یہاں سے کفر کا گھٹنا مراد ہے۔ جب ہر طرف سے کفار دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں ہی کو غلبہ ہے۔

یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوی اس کی شہادت کے لئے تاریخی اوراق کے علاوہ خود ملک عرب موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۳۶)

منافقین کے مال و اولاد اُن کیلئے عذاب ہونگے

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ

تو (اے پیغمبر!) نہ تو ان کے مال تمہارے لئے موجب حیرت ہوں اور نہ ان کی اولاد (کہ پھر خدا نے انکو دنیوی برکتیں کیوں دی ہیں۔ یہ برکتیں نہیں ہیں بلکہ) خدا چاہتا ہے کہ دنیا

اب رہی یہہ بات کہ مال و اولاد کے موجب حسرت و عذاب ہونیکی جو وجہیں ہیں وہ ہر انسان کیلئے ہیں۔ پہر اس میں منافقین کی خصوصیت کیا ہے؟۔

پہلا جواب:۔

مسلمان اس حیثیت سے کہ وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکہتا ہے جب دنیا میں ہمہ تن مشغوف نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خوب سمجہتا ہے کہ انسان آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ دنیا کے لئے۔

منافقین کا یہہ حال نہیں ہے۔ انکا تو یہہ اعتقاد تہا کہ سعادت و خیرات جو کچھ ہے سبھی دنیا میں ہے اور اس خیال نے ان کے حب دنیا کو بہت بڑہا دیا تہا اور وہ ہر طرح لذائذ دنیاوی کے حاصل کرنے میں منہمک رہتے تہے اور یہی سبب ہے کہ ان کے مال و اولاد اُن کیلئے اور موجب عذاب ہو گئے۔

دوسرا جواب:۔

منافقین دراصل تو کافر تہے مگر ظاہر میں زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور ظاہر حال پر حکم کرکے جو حال تمام مسلمانوں کا تہا وہی انکا بہی تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے ساتہہ ان منافقین سے بہی صدقات و خیرات کی رقم وصول کرتے تھے اور اس رقم کو جہاد کفار اور سامان جہاد میں صرف فرماتے تھے اس کے علاوہ منافقین کو اظہار اسلام نے مجبور کر دیا تہا کہ وہ اور ان کی اولاد جہاد میں مسلمانوں کے رفیق ہو کر کافروں سے لڑائی کریں۔

منافقین رسولخدا کو جہوٹا سمجہتے تھے، اسلام کو مٹانا چاہتے تھے۔ صدقات و خیرات کو فضول اور بربادی کا سبب خیال کرتے تھے۔ باوجود ان باتوں کے انہیں اسلام کی جنبہ داری کرنی پڑتی تھی اسلام کی امداد میں مال خرچ کرنا پڑتا تہا اور اسلام پر اولاد کو بہینٹ چڑہانے پر مجبور ہوتے تھے اسی کی پیشنگوئی اللہ تعالی نے

صورتوں میں سے کسی ایک کے تحت میں ضرور ہوں گے ۔ یا تو ان کے مال و اولاد انکی زندگی تک باقی رہیں یا ان کی زندگی ہی میں تلف ہو جائیں ۔ اگر زندگی بھر باقی رہیں (حالانکہ یہ صورت بہت کم ہوتی ہے) تو ضائع ہونیکا غم و اندیشہ ہر وقت لگا رہتا ہے اور اپنی زندگی میں تلف ہو جائیں تو وہ غم اس سے سخت ہے بہر حال مال و اولاد کی کثرت کسی حالت میں قلب کو آرام نہیں دیتی ۔

دوسری وجہ :۔ مال و دولت کی کثرت یا اسکا حاصل ہونا محتاج کسب واکتساب ہے اور اکتساب مال و دولت میں جن مشقتوں اور تکلیفوں کا سامنا ناگزیر ہوتا ہے وہ خود ظاہر ہے پھر دولت حاصل ہو جانیکے بعد اس کی حفاظت ضروری ہے اور اسکی تکلیف اٹھانیکی مشقت سے بھی بالاتر ہے اولاد کی پرورش اور حفاظت میں والدین کو جو زحمت و فکر اٹھانی پڑتی ہے وہ دولت کے اکتساب و تحفظ سے بہت زیادہ ہیں ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ مال و اولاد کی محبت میں منہمک ہوں وہ لامحالہ ان کی حفاظت وغیرہ کی زحمتوں اور فکروں میں ہمیشہ پڑے رہینگے حالانکہ ان کی ذات کو بہت ہی کم فائدہ مال و اولاد سے پہونچتا ہے ۔

تیسری وجہ :۔ ضروریات عالم کے لحاظ سے انسان فطرۃً مال و دولت کا طالب پیدا ہوا ہے اور مال کی کثرت ہونے پر انسان ہمہ تن دنیا داری میں مستغرق اور یاد الہی سے غافل ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہ نسبت غریبوں کے دولتمندوں میں سنگدلی زیادہ ہوتی ہے اور انسان جتنا زیادہ مالدار ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ قسی القلب ہوتا ہے مال سے زیادہ اولاد کی محبت ہوتی ہے اور اولاد بہ نسبت مال کے زیادہ تر مانع حب اللہ ہے مرنے کے وقت انسان سمجھتا ہے کہ اب وہ باغ سے قیدخانہ کو چلتا ہے عزیزوں اور اولاد سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوتا ہے تو جس شخص کو جتنا زیادہ مال و اولاد سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی زیادہ مال و اولاد اس کے لئے موجب حسرت و عذاب ہونگے ۔

بپا ہدین جنگ بدر سے تہا ابوسفیان اپنے قوم کے رئیس اور امیر المنافقین تھے
انہیں کے فرزند امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے
جناب مقتنم ذات بعد کو اسلام کے لئے رحمت الٰہی ثابت ہوئی ۔
منافقین کے لئے ،، ان اولاد کا وجود سوہان روح تہا اور آیت کریمہ میں درحقیقت
یہی پیشینگوئی ہے کہ منافقین اپنے مال و اولاد کی کثرت پر خوش نہ ہوں یہ مال
اولاد آخر میں ان کے لئے موجب عذاب ہو جائنگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ
لوگ راہ راست پر آگئے ۔ باپ کے عقائد باطلہ کو چھوڑ کر اس دین کو برا بہلا کہنے
لگے اور اسلام کے خیر خواہ رفقاء میں شامل ہو گئے ۔
کسی شخص کے لئے اس سے زیادہ فکر و مصیبت کیا ہوگی کہ اس کی اولاد اس کے
مذہب کو صرف چھوڑ ہی دینے پر کفایت نہ کرے بلکہ اسکی مذمت کرے اور اس
کے دشمنوں کی خیر خواہ و حمایتی ہی ہو جائے ؟
اس آیت میں دو پیشینگوئیاں ہیں

پہلی پیشینگوئی

یہ کہ منافقین کے مال و اولاد ان کے حق میں موجب عذاب ہوں گے جیسا کہ اوپر
ثابت ہو چکا ۔

دوسری پیشینگوئی

یہ کہ منافقین کبھی مسلمان نہ ہوں گے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرینگے چنانچہ ایسا
ہی ہوا کہ عبد اللہ بن ابی، ابو عامر، ثعلبہ وغیرہ جو درحقیقت منافق تھے نفاق ہی کی
حالت میں دنیا سے گزر کر واصل نار رہے ۔

فرمائی کہ "منافقین کے مال و اولاد ان کے حق میں موجب عذاب ہوں گے اتم ان کی دوسری پیداور کوئی خیال نکرو۔ اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ یہ پیشینگوئی منافقوں ہی کے ساتھ خاص تھی اور انہیں پر پوری ہوگئی عہد پیغمبر خدا کے مسلمان تو یقیناً اس عیب سے مبرا تھے کیونکہ اکثر صحابہ نادار و مفلس تھے۔ ابوبکر و عثمانؓ جیسے دو ایک نفوس جو مالدار تھے انہوں نے اپنی ساری دولت کو اسلام پر وقف کر رکھا تھا۔ ان کے مقدس دلوں میں دنیا کے کسی چیز کی کوئی عزت و حرمت نہ تھی نہ مال و اولاد کی بیجا محبت کو ان کے دلوں میں جگہ تھی ایسی صورت میں نہیں کہا جا سکتا کہ مال و اولاد صحابہ کے حق میں موجب عذاب تھے یا ہوں گے کفار و مشرکین جو علانیہ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت پر تلے رہتے تھے وہ بھی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے بس یہ پیشینگوئی منافقوں ہی کے لئے تھی کہ جنکی جان کے لاگو تھے اور جیکہ منافقین اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے تھے اسی کے تحفظ میں ان کے مال و اولاد کام آتے تھے اور اسی کام آنیسے ان کے مال و اولاد ان کے لئے موجب عذاب ہوگئے تھے۔

تیسرا جواب:۔

منافقین کے دل میں چور تھا۔ وہ ہمہ وقت ڈرتے رہتے تھے کہیں ایسا نہ ہو ہمارا بھانڈا پھوٹ پڑے تو ہماری جان اور مال و اولاد سب کی کمبختی آجائے۔ اس ہر وقت کے خوف نے ان کی زندگی اور سارے عیش و خوشی کو تلخ کر دیا تھا اور مال و اولاد بجائے نفع دینے کے اور موجب عذاب تھے۔

چوتھا جواب:۔

بہت ایسے منافقین تھے جنکی اولاد سچے مسلمان اور اسلام کے سچے خیرخواہ تھے مثلاً ابو عامر تمام منافقین کا پیشوا تھا اور اس کا بیٹا حنظلہ اسلام کا جانباز رفیق تھا۔ عبداللہ بن ابی بڑا منافق رسول اللہ صلعم کی جان کا لاگو تھا اور اسکا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ

ف

سفر حدیبیہ میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم کا ساتھ نہیں دیا ان میں بہت سے متفرق قبائل کے لوگ تھے۔ ان بدوں میں بعض تو پکے منافق تھے جن کا راز افشا ہوگیا مسلمانوں نے ان سے خلاملا چھوڑ دیا اور وہ مرتے دم تک اپنے نفاق پر اڑے بیٹھے رہے بہت سے ڈرپوک تھے جو بعد کو اپنی اس حرکت پر نادم و شرمندہ ہوئے۔ انہیں لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ پیشینگوئی کرتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ایک بڑی لڑنیوالی قوم سے لڑنیکے لئے تم سب بلائے جاؤگے تو اس وقت اگر تم نے خدا کا حکم مان کر حاکم کی اطاعت کرلی تو اللہ تمکو اچھا بدلہ دیگا اور تمہاری توبہ قبول ہوجائیگی یعنے اس وقت کی اطاعت توبہ کے قبول ہونیکی علامت ہے اور اگر اسوقت بھی تم نے ایسی ہی سرکشی کی تو اللہ تم کو سخت سزا دیگا

بڑی لڑنیوالوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے

(۱) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ "بڑی لڑنیوالی قوم" سے ہوازن و ثقیف کے لوگ مراد ہیں۔

(۲) حضرت قتادہ کا مسلک یہ ہے کہ ہوازن و غطفان مراد ہیں جن سے جنگ حنین میں مقابلہ ہوا تھا۔

تفسیر خازن والے نے اسی مسلک کو اختیار کرکے اسپر زور دیا ہے کہ بڑی لڑنیوالوں سے ہوازن و غطفان مراد ہیں جن سے جنگ کرنیکے لئے خود رسول اللہ صلعم نے دیہاتیوں کو اور ان لوگوں کو جو سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے تھے طلب فرمایا تھا۔

مگر یہ مسلک صحیح نہیں ہے اور اس کا غلط ہونا اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے

پیشنگوئی

(۳۷)

ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کی بشارت

جیساکہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

(اے پیغمبر ان منافقوں سے) کہو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلنے پاؤ گے اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے یہ سنکر (یہ لوگ) کہینگے کہ بلکہ تم ہم سے رکھتے ہو حسد (نہیں) بلکہ یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں (اے پیغمبر ان دیہاتی جو سفر حدیبیہ میں پیچھے رہ گئے) ان سے کہدو کہ کوئی دن جاتا ہے کہ تم بڑے لڑنیوالوں (یعنی فارس و روم) کے مقابلے کے لئے بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہی ہو جائینگے تو اگر (اس وقت تم) خدا کا حکم مانو گے تو خدا تمکو اچھا اجر دیگا اور اگر (کہیں) سرتابی کی جیسے تم پہلے (سفر حدیبیہ میں) سرتابی کر چکے ہو تو وہ تم کو عذاب دردناک کی سزا دیگا

ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کی متحقق رائے ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روم وفارس سے قتال کرنے کے لئے بدوؤں اور اون دیہاتیوں کو طلب فرمایا تھا جو سفر حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی سے بچھڑ گئے تھے۔

فارس کی سلطنت ہمیشہ سے زبردست رہی ہے۔ اس کی ہیبت ایک عرصۂ دراز سے اہل عرب کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی آخر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فتح ہوگئی اور اس کے شاندار قلعہ پر اسلام کا پر رعب جھنڈا لہرانے لگا۔

ہمارے نزدیک یہی آخری مسلک درست ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے اور اس صورت میں یُسْلِمُوْن کے معنی مطیع ہونے کے لئے جائینگے۔ کیونکہ روم وفارس والے مجوس ونصاریٰ تھے اور ان سے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔

نکتہ

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا یعنی ان بڑے لڑنے والوں کے مقابلہ کے لئے جو حاکم وقت تم کو بلائے گا اگر تم اس کی اطاعت کروگے تو اللہ تم کو اس کا اچھا بدلہ دے گا۔ اور اگر سرکشی کروگے تو سخت عذاب (دوزخ) کی سزا دی جائیگی۔

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حاکم جو لوگوں کو بڑے لڑنے والوں کے مقابلے کے لئے بلائیگا شرعی حاکم اور امام مفترض الطاعۃ ہوگا جس کی اطاعت کی رغبت دیجاتی ہے اور جس سے سرتابی کرنے کی ممانعت فرمائی جاتی ہے۔

جو شروع عنوان میں ہے قُل لَن تَتَّبِعُونَا ترجمہ۔ کہدو اے محمدؐ کہ تم ہرگز ہمارے ساتھہ نہیں چلنے پاؤگے۔

اللہ نے آپ ہی انکار کردیا کہ سفر حدیبیہ سے پیچھے رہجانیوالے لوگ اب رسول خدا کیساتھہ ہرگز کہیں چلنے نہ پائینگے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان بڑے لڑنیوالوں سے مقابلہ کرنیکے لئے جو حاکم ان دیہاتیوں کو بلائیگا وہ رسول اللہ نہ ہونگے بلکہ آپ کے سوا کوئی دوسرا ہوگا۔

پس اُولِی بَاسٍ شَدِیدٍ سے ہوازن و ثقیف یا ہوازن و غطفان مراد نہیں ہوسکتے۔

دسم، زہری اور مقاتل رحمہا اللہ تعالیٰ اور مفسرین کا ایک جم غفیر اس طرف ہے کہ بڑے لڑنیوالوں سے بنو حنیفہ مراد ہیں جو مسیلمہ کذاب کے توابع و رفقا تھے یہ لوگ مرتد ہوگئے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کرکے انکا قلع قمع کردیا۔

مشرکین عرب اور مرتدین کے ساتھہ یہہ خاص سختی ہے کہ ان سے بجز اسلام یا شمشیر کے دوسری چیز قبول نہیں کیجاتی۔ آیت میں تُقَاتِلُونَهُمْ اَوْ يُسْلِمُونَ اسی مسلک کی طرف اشارہ ہے رافع بن خدیج کا قول روایت کیا گیا* ہے کہ وہ فرماتے تھے، ہم ہمیشہ تلاوت قرآن میں یہ آیت پڑہا کرتے مگر سمجہہ میں نہیں آتا تہا کہ آخر اولی باس شدید سے کون لوگ مراد ہیں یہانتک کہ جب خلیفہ اول نے بنو حنیفہ سے جنگ کی تو اسوقت معلوم ہوگیا کہ اولی باس سے یہی مرتدین مراد تہے یہ سب صحیح ہے لیکن اُولِی بَاسٍ شَدِیدٍ کا ہیبتناک اور شاندار لفظ مسیلمہ کذاب والون پر چسپان نہیں ہوتا۔

دسم، جمہور مفسرین کے نزدیک قَوْمٍ اُولِی بَاسٍ شَدِیدٍ سے روم و فارس کے لوگ مراد ہیں جیسا کہ عطا بن رباح، مجاہد، ابن ابی لیلےٰ، عطار خراسانی، کعب، حسن اور

* تفسیر کبیر ۱۲

(۳۹)

غلبۂ روم کیوقت مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہونگے

(۴۰)

روم والے فارس پر غالب ہونیکے بعد مسلمانوں سے مغلوب ہونگے

جیساکہ سورۃ الروم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔

قریب کے ملک میں رومی (یعنی نصاریٰ اہل فارس سے) مغلوب ہوگئے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں (پھر اہل فارس پر) غالب آجاوینگے (اس سے) پہلے بھی (فتح وشکست کا) اختیار اللہ ہی کو تھا اور اسکے بعد بھی اور اُسدن (جب کہ رومی غالب ہونگے) مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوجاوینگے وہ جسکی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست رحم والا ہے۔

ف

پیغمبر خدا کے وقت میں مملکت روم نصاریٰ کے قبضہ میں تھی اور فارس پر آتش پرست

أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سے خواہ مسیلمہ کذاب کے اتباع مراد ہوں یا روم و فارس والے مراد ہوں دونوں صورت میں حضرت ابوبکر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی خلافت منصوص بالقرآن اور صحیح ثابت ہوتی ہے۔

اگر مسیلمہ کذاب اور اس کے اتباع کو مراد لیں تو اس جنگ کی طرف بلانیوالے حضرت صدیق اکبر رضی تھے وہ لامحالہ حاکم شرعی، خلیفہ برحق اور امام مفترض الطاعۃ ثابت ہوں گے کیونکہ شرعی امام کی سرتابی ہی موجب عذاب ہوتی ہے اور جب صدیق اکبر کی خلافت منصوص درست ہوئی تو فاروق اعظم کا امام برحق ہونا یقینی ہے کیونکہ اُن کو صدیق اکبر نے اپنا جانشین منتخب کیا تھا اور امام برحق کا انتخاب واجب التسلیم ہے۔

اگر أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سے بہادران روم و فارس کو مراد لیں تو یہ لڑائیاں حضرت فاروق اعظم کے عہد میں ہوئی تھیں پس فاروق اعظم کو امام برحق ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے غرض أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ سے چاہئے مسیلمہ کذاب مراد ہو یا روم و فارس والے مراد ہوں خدا کی پیشگوئی صحیح نکلی اور ابوبکر و عمر رض کی حقیت امامت ثابت۔

پیشگوئی

(۳۸)

روم غالب ہونگے اور پارسی شکست کھائینگے

صدیق اکبرؓ نے تین سال کی مدت مقرر کرکے دس دس جوان اونٹوں کی شرط باندھی۔ جب صدیق اکبرؓ نے یہ سارا واقعہ جناب رسول خدا صلعم سے آکر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ بِضْع کا اطلاق تین اور نو کے درمیانی اعداد پر ہوتا ہے تم سے غلطی ہوی جو تین برس کی مدت محدود کردی جو منشاء قرآن کے خلاف ہے اب جاؤ مال و مدت دونوں بڑھاؤ۔

حضرت ابوبکرؓ واپس آئے اور نو برس کی مدت متعین کرکے سو سو اونٹوں کی شرط لگائی اور وثوق کے لئے ہر ایک نے دوسرے کی ضمانت لے لی۔

اب ادہر کا حال سنو کہ جب شہریار و فرخان دونوں بھائیوں نے روم کے بعض شہروں کو فتح کرلیا اور رومی شکست کھاکر بھاگ گئے تو وہ چند روزہ قیام کیلئے انہیں مفتوحہ بلاد میں ٹھیر گئے۔ بعض خود غرض نماموں نے خسرو پرویز بادشاہ کو ان دونوں بھائیوں کی طرف سے بدظن کردیا اور بادشاہ ان سے یہاں تک ناراض ہوا کہ آخر ہلاک کرنے کے درپے ہوگیا۔

شہریار و فرخان کو بادشاہ کی برافروختگی کی اطلاع ہوی تو وہ عتاب سلطانی سے ڈرکر قیصر روم کی پناہ میں چلے گئے۔ قیصر نے ان کو اپنے الطاف و اکرام سے یہاں تک زیر بار کیا کہ یہ دونوں گرویدۂ الطاف ہوکر عیسائی بن گئے۔

اب قیصر روم نے فارس پر لشکرکشی کی اور یہی دونوں بھائی لشکر روم کے سپہ سالار مقرر ہوے اور انہیں کی جانفشانیوں سے نو برس کے اندر فارس والوں کو شکست فاش ملی۔

یہ واقعہ تاریخی پیشینگوئی کا بڑا زبردست معجزہ ہے۔ دو زبردست سلطنتوں کے بارہ میں برسوں پہلے ایک قطعی فیصلہ وثوق کے ساتھ کردینا کسی بشر کا کام نہیں ہے اور پیغمبر خدا کو تو ان سلطنتوں کی فوجی طاقت اور انتظام کے جانچنے کا

مسلط تھے۔

اس وقت خسرو پرویز فارس کا بادشاہ تھا۔ شہر یار اور فرخان اس کے بڑے معتمد علیہ ارکان دولت اور مشاہیر دربار سے تھے۔ اس لئے انہیں دونوں کو ایک بڑی جرّار لشکر کا سپہ سالار بنا کر روم کی طرف روانہ کیا۔

ان دونوں بہادروں نے روم پر لشکر کشی کی اور کچھ مقامات فتح بھی کر لئے چونکہ رومی لوگ اس ناگہانی حملہ سے غافل تھے تاب مقاومت نہ لا سکے اور نہایت بے سروسامانی کے ساتھ شکست کھا کر بھاگے۔

یہ واقعہ عہد نبوت کے نویں سال کا ہے۔ اگرچہ اہل عرب کو اس جنگ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ تاہم مسلمان چاہتے تھے کہ رومیوں کا غلبہ ہو کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ اور مشرکین عرب، اہل فارس کی خیر مناتے تھے کیونکہ وہ بھی ان کی طرح بت پرست تھے۔

اتفاق سے اہل فارس کی فتح ہوئی تو مشرکین بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں پر آوازے کسنے لگے کہ تم اور عیسائی اہل فارس ہم مذہب ہیں اس لئے فارس ہم مذہب ہیں اس لئے فارس والوں کی فتح سے ہم یہ شگون لیتے ہیں کہ اسیطرح ایک دن ہم بھی تم پر غالب ہوں گے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بتا دیا کہ اگرچہ رومی نصاریٰ اس وقت مغلوب ہوگئے ہیں مگر وہ چند سالوں میں اہل پر فتح پائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی، حضرت صدیق اکبرؓ نے مشرکوں سے فرمایا کہ بدبختو تم خوش نہ ہو۔ خدا کی قسم عنقریب رومی فارس والوں پر غالب ہوں گے ابّی بن خلف منافق نے کہا، ہرگز نہیں ہو سکتا مغلوب بھی کہیں غالب ہو سکتے ہیں اور اگر تم اپنے قرآن کے دعوے میں ایسا ہی متیقن ہے تو آؤ ہم سے شرط لگاؤ

آیت کے الفاظ سے صاف یہ مطلب نکلتا ہے کہ چند برسوں کے بعد رومی فارس والوں پر غالب ہوں گے اور ان کے غلبہ کے وقت ادہر مسلمانوں کو اللہ کی مدد سے کامیابی ہوگی جس سے وہ خوش ہوجائیں گے بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ جب معرکہ بدر پیش آیا تو ادہر اہل اسلام کفار قریش پر غالب آئے ادہر فارسیوں پر رومیوں کے غلبہ کی خبر پہونچی اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ مسلمانوں کو رومیوں کے غلبہ کی خبر اُس وقت ملی جب وہ جنگ حدیبیہ میں کامیاب ہو چکے تھے اور اس طرح اُن کو خوشی پر خوشی نصیب ہوئی۔ ایک خوشی اپنی فتح کی جو کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ہوئی۔ دوسری خوشی رومیوں کے غلبہ کی فارس والوں پر۔

بہرحال رومیوں کے غلبہ کی خبر مسلمانوں کو خواہ جنگ بدر میں ہوا یا جنگ حدیبیہ کے دن دونوں حالتوں میں ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں مسلمانوں کے خوش ہوجانے سے یہی ایک دوسری پیشینگوئی مراد ہے پس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس وقت رومی فارس والوں پر غالب ہوں گے اسی وقت مسلمانوں کو کفار و مشرکین پر فتح حاصل ہوگی اور اس فتح اور اللہ کی مدد سے وہ خوش ہوجائیں گے بلکہ خوشی پر خوشی ہوگی اس پیشینگوئی کے پورا ہونے سے مسلمانوں کی سرخروئی ہوئی جس کا انہیں پہلے سے یقین تھا اور اس کے علاوہ ایک دوسری فتح انہیں کو اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ہوئی۔ يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ کا یہی مفاد ہے۔

تیسری پیشینگوئی

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس آیت سے ایک تیسری پیشینگوئی ثابت کی ہے

کبھی موقع ہی نہیں ملا اور نہ اس وقت عرب جیسے ملک میں روم و فارس کی زبردست سلطنتوں کی طاقت و انتظامات اور باہمی پالیٹکس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ تھا۔

یہ جو آیت کے آخر میں فرمایا کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اسباب ظاہر کے دھوکے میں آکر لوگ اصلی سبب یعنی خدا سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ ہر ایک چھوٹے بڑے واقعہ کا اصلی سبب خدا کا ارادہ ہوتا ہے۔ لوگ غلط فہمی سے اس کو دوسرے سبب کی طرف منسوب کر لیتے اور ان ہی پر بھروسا کر بیٹھتے ہیں۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالے نے دو پیشینگوئیاں کی ہیں۔ اول یہ کہ روم والے اپنی اس شکست کے بعد نو برس کے اندر پھر فارس والوں پر غالب ہو جائیں گے جیسا کہ مفصلاً اوپر گذر چکا۔

دوسری پیشینگوئی

یہ فرمائی کہ اس دن جب کہ رومی غالب ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے۔ اور اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔

عام مفسرین نے اس کے یہ معنی لئے ہیں کہ جب اہل روم کو فارس پر غلبہ ہوگا تو مسلمان فارسیوں کی شکست سے خوش ہوں گے کہ خدا نے اہل کتاب کو ان لوگوں پر فتح دی جو کتاب نہیں رکھتے مگر میرے نزدیک یہ قرآن کی ایک دوسری پیشینگوئی مسلمانوں کی کامیابی کے متعلق ہے وجہ یہ رومیوں کا فارس والوں پر غالب ہونا مسلمانوں کے حق میں کوئی مدد نہیں ہو سکتی یہ بات ہوتی تو اتنا ہی کہنا بس کرتا تھا کہ رومیوں کے غلبہ سے مسلمان خوش ہونگے

تیسرے :۔ روم والوں کا فارس پر غالب ہونے کے بعد پھر مسلمانوں سے مغلوب ہونا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ تینوں پیشینگوئیاں پوری ہو کر رہیں۔

پہلی پیشینگوئی :۔ نزول آیت کے ساتوں برس ظاہر ہو گئی۔ کما مر آنفا۔

دوسری پیشینگوئی :۔ اسی کے ساتھ ظاہر ہوئی یعنی جس وقت مسلمانوں کو سفر حدیبیہ یا جنگ بدر میں کفار پر غلبہ حاصل ہوا ہے عین اسی وقت خبر پہونچی کہ روم والوں نے فارس والوں کو شکست فاش دی۔

تیسری پیشینگوئی :۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں پوری ہوئی کہ مسلمانوں نے رومیوں کو شکست پر شکست دیکر ان کے بہت سے ممالک فتح کر لئے جیسا کہ تواریخ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۴۱)

کفار و منافقین اسلام کی ضد میں اپنا مال خرچ کرتے رہینگے

(۴۲)

یہ مال کا خرچ کرنا اُن کیلئے موجب حسرت ہوگا

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

جو غرابت مگر ول چسپی سے خالی نہیں ۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۔

روم فارس سے قریب کی زمین پر مغلوب ہوگئے اور وہ عنقریب اپنے مغلوب ہونیکے بعد چند سالوں میں (فارس والوں پر) غالب آجائیں گے ۔

یہ ترجمہ جمہور علمار مفسرین کا متفق علیہ ہے مگر امام سیوطیؒ کی جدت پسند اور ذکی طبیعت نے ایک اور لگتے ہوئے معنی بیان کرکے اپنی ذکاوت کا جائز ثبوت دیا ہے، عکرمہ اور یحییٰ بن یعمر اور قتادہ رضی اللہ عنہم کی روایت میں سَیَغْلِبُوْنَ کی دو قرأتیں ہیں۔ ایک مضارع معروف جسکو اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہے دوسرے سَیُغْلَبُوْنَ مضارع مجہول کا صیغہ جسکو امام سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور اس وقت آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ روم فارس والوں سے مغلوب ہوئے وہ عنقریب چند سال کے اندر فارس والوں پر غالب ہوکر پھر مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے ۔

اس صورت میں "فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ" کا تعلق "مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ" سے ہوگا اور غَلَبِھِمْ میں "ھِمْ" کی ضمیر سے اہل فارس مراد ہوں گے۔ اگر غَلَب مبنی للمفعول ہو جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں کھولدیا ہے اور اگر مبنی للفاعل ہو تو مرجع ضمیر روم ہوگا یہ درحقیقت ایک بعید تاویل ہے بہرحال اگر اس کو مان لیا جائے جو مستبعد نہیں ہے بلکہ یہ معنی الفاظ آیت سے بتکلف پیدا ہوتا ہے تو آیت کی تین پیشینگوئیاں ہوجائیں گی ۔

اول :۔ نو برس کے اندر روم والوں کا اہل فارس پر غالب ہونا ۔

دوسرا :۔ روم کے غلبہ کے وقت مسلمانوں کا قریش پر فتح ہونا ۔

اس قدر چندہ دیا تو مجموعی طور پر اسلام کے مٹانے کے لئے کیا کچھ نہ چندہ ہوا ہوگا اور کیسی کچھ نہ کوششیں ہوی ہونگی۔

دوسری پیشنگوئی:۔ یہ ہے کہ کافروں کا یہ سب مال کا خرچ کرنا ان کے حق میں موجب حسرت ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجود ان سر توڑ کوششوں کے اور مال و دولت خرچ کرنے کے کچھ کامیابی نہیں ہوئی اور جب مقابلہ پر آئے منہ کی کھائی درحالیکہ اسلام کو اسی طرح روز افزوں ترقی ہوتی گئی ؎

زر دادن و درد سر خریدن * مال بھی خرچ ہوا۔ جس کام کے لئے مال خرچ کیا گیا وہ کام بھی نہ ہوا۔ اُلٹے شکست بھی کھائی۔ انفاق مال کے موجب حسرت ہونے کی اس سے بہتر مثال نہیں مل سکتی۔

پیشنگوئی

(۴۳)

(جنگ بدر میں) کافر شکست کھائینگے اور پیٹھ پھیر کر بھاگینگے

اس پیشنگوئی کے متعلق قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں۔

پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ	(اے پیغمبر!) جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں اُن سے کہدو کہ کوئی دن جاتا ہے کہ تم (مسلمانوں سے) مغلوب

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ -

اس میں شک نہیں کہ یہ کافر اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں تاکہ (لوگوں کو) راہ خدا سے روکیں سو یہ لوگ تو مال کو (اسی طرح) خرچ کرتے رہیں گے (مگر) پھر (آخر وہی مال) ان کے حق میں موجب حسرت ہوگا (مال بھی خرچ کریں گے) پھر مغلوب (بھی) ہوں گے

ف

آیت میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی ۔ یہ ہے کہ کفار پیغمبر اور اسلام کی ضد میں اپنا مال خرچ کرینگے اور ایسا ہی ہوا اگرچہ کفار و مشرکین اس ضد میں کہ اسلام مٹ جائے اور پیغمبر خدا کو اپنے مقصد عظمیٰ میں کامیابی نہ ہو ہمیشہ اپنا مال خرچ کرتے ہی رہتے تھے لیکن جنگ بدر، جنگ احزاب اور جنگ احد میں ان کافروں نے اپنی خاص ہمت سے کام لیا اور جی توڑ کر بے دریغ روپئے صرف کئے اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر خود مالک عرش عظیم کی مدد نہ ہوتی تو اسلام کی عمارت کبھی بیخ و بنیاد سے اکھڑ گئی ہوتی۔

جنگ احد میں اکیلے ابوسفیان بن حرب نے اسلام کی مخالفت میں چالیس اوقیہ سونے کا چندہ دیا تھا۔ ایک اوقیہ بیالیس مثقال کا اور ایک مثقال ساڑھے چار ماسہ کا ہوتا ہے۔

اس حساب سے چالیسؓ اوقیہ کا (۷۵۶۰) ماسہ اور (۶۳۰) تولہ سونا ہوتا ہے جس کا کم و بیش آٹھ من سونا ہوا اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب ایک آدمی نے

اس جنگ میں آپ کے آگے دو سیاہ علم تھے اور ساتھ میں صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) بہادران صحابہ کا لشکر تھا۔ جن میں (۷۷) مہاجرین اور (۲۳۶) انصار تھے۔ لشکر بھر میں فقط آٹھ تلواریں تھیں تین گھوڑے تھے۔ اس کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی ایک ہزار کی جمعیت ساز و سامان کے ساتھ تھی مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور اپنی کثرت تعداد پر دشمنان اسلام اترا اترا کر کہتے پھرتے تھے کہ بھلا ہماری ایسی زبردست فوج کے مقابلہ میں لشکر اسلام کیا ٹھہر سکتا ہے؟

بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے چادر پہنے ہوئے فتح اسلام کی دعا کی اور آخر میں یہ آیت پڑھی "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" اس کے بعد اسلام و کفر کی مڈبھیڑ ہوئی اور مسلمان باوجود قلت تعداد کے کثیر التعداد دشمنوں پر غالب ہوئے صرف (۱۴) مسلمانوں نے جام شہادت پیا اور پچاس یا ستر کفار جہنم واصل ہوئے۔ بقیہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بخاری نے عکرمہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم قرآن مجید میں آیت سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ کی تلاوت کیا کرتے تھے مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس جماعت سے کون سی جماعت مراد ہے جو ہم سے شکست کھائیگی یہاں تک کہ جب غزوۂ بدر واقع ہوا تو آیت کے معنی حل ہوگئے اور ہم سمجھ گئے کہ اس سے کفار قریش کی جماعت مراد تھی جس نے جنگ بدر میں ہم مسلمانوں سے شکست کھائی اور پھر اس کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔

تیسری آیت سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِلیٰ جَھَنَّمَ۔ ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے۔

دوسری آیت سورۃ القمر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرُ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُھُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْھٰی وَاَمَرُّ۔

کیا یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی قوی جماعت ہے سو کوئی دن جاتا ہے کہ (ان کا) گروہ شکست کھائیگا اور (مسلمانوں کے مقابلہ میں) پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگیں گے بلکہ (اصل) وعدہ تو ان کے ساتھ قیامت کا ہے اور وہ وقت بڑی آفت اور ٹیڑھی کھیر ہے۔

ف

شروع شروع میں قوت مسلمانوں میں تھی نہیں اور جتھا اُن کا بہت کمزور تھا اسی بنا پر اور اپنی مالی و قومی طاقت کے گھمنڈ پر دشمنان اسلام یہ بڑا بول بولا کرتے تھے کہ ہماری جماعت بہت قوی ہے اور ہم مسلمانوں کو آٹے دال کی طرح پیس کر رکھدیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کفار کا مقولہ نقل کر کے پیشینگوئی کرتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ خود کفار ہی کو مسلمانوں کے مقابلہ میں عنقریب ایسی شکست فاش ملیگی کہ سوائے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے کوئی چارہ کار ہی نہ ہوگا۔ اس پیشینگوئی پر دشمنوں کی زبردست جماعت ٹھٹھے مارتی تھی مگر چند ہی دنوں میں جنگ بدر واقع ہوئی تو ان کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا معلوم ہوگیا کہ قرآن کی پیشینگوئی کیسی حق تھی؟

جنگ بدر ۲ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ کفار و اہل اسلام میں یہ پہلی لڑائی تھی جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک تھے۔

اِلیٰ اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ — اپنے بال بچوں میں لوٹ کر جا سکیں گے

ف

جنگ بدر میں کفار عرب کا یہی حال ہوا کہ وہ شکست کھا کر پھر کہیں کے نہ رہے اور مرنے والوں کا وصیت کرنا تو بڑی بات تھی۔

پیشگوئی

(۴۴)

جنگ بدر تک کفار قریش کو تھوڑی سی مہلت ہے

جیسا کہ سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَھِّلْھُمْ قَلِیْلًا

اور (کافر) جیسی جیسی باتیں (تمہاری نسبت) کہتے ہیں اُن پر صبر کرو، اور وضعداری کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہو اور (یہ) جو جھٹلانے والے خوش حال لوگ ہیں ہم کو اور ان کو (اپنے اپنے حال پر) چھوڑ دو اور انکو تھوڑی سی مہلت دو۔

ف

جب سرداران قریش کی ایذادہی حدِ اعتدال سے تجاوز کر گئی اور بات برداشت سے باہر ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پیغمبر کی تشفی و دلدہی

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔

(اے پیغمبر یہ لوگ) تم سے عذاب کیلئے جلدی مچا رہے ہیں حالانکہ بلاشبہ دوزخ کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جب کہ عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے تلے سے ان (کافروں) کو ڈھانک لیگا۔

اس آیت میں فتح بدر اور فتح مکہ دونوں کی بشارت ہے۔ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر خود مکہ والوں پر چڑھ کر گیا تھا اور کفار مکہ سے سوائے ہتھیار ڈالدینے کے کچھ بن نہ پڑا تھا اس لئے یہ عذاب تو گویا کافروں کے اوپر سے ان پر آیا اور جنگ بدر میں جب مسلمانوں اور کافروں میں میدان کارزار گرم ہوا تو اسوقت لشکر اسلام پست زمین پہ تھا اور لشکر کفار بلندی پر تھا۔ باوجود اس کے دشمنان اسلام کو شرمناک شکست اٹھانی پڑی تو گویا یہ عذاب کافروں پر ان کے پاؤں کے نیچے سے آیا۔

تیسری آیت سورۂ یٰسٓ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا

اور (کفار مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ (عذاب) کب (پورا) ہوگا (بس) یہ لوگ اسی کی منتظر ہیں کہ یہ لوگ آپس میں (ایک دوسرے سے معمولی طور پر) لڑجھگڑ رہے ہوں اور ایک زور کی آواز ان کو آن پکڑے پھر نہ تو وصیت ہی کرسکیں گے اور نہ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

اور (اے پیغمبر!) اگر کافر صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ وہی (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔ اور اگر ان کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا ہوگا تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تم کو بس کرتا ہے (اے پیغمبر!) وہی قادر مطلق ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے تم کو قوت دی۔

ف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر برحق کو یہ تعلیم فرمائی کہ اگر تمھارے دشمن تم سے بظاہر صلح کرنا چاہیں تو ظاہر حال پر نظر کر کے تم بھی آشتی کی طرف جھکو اور کچھ خوف نہ کر کے اللہ پر بھروسا رکھو اس ہدایت کے ساتھ اشارۃً یہ پیشینگوئی بھی فرمائی کہ تمھارے دشمن فریب اور بدعہدی کریں گے لیکن جب ایسا وقت آئیگا تو اللہ اپنی امداد اور مسلمانوں کی جمعیت سے تمھاری حفاظت کو کافی ہوگا۔ ہجرت کے چھٹویں برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ کرنے کی غرض سے مدینۂ منورہ سے مکۂ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے قریب پہونچے تو کفار قریش جنگ کے ارادہ سے باہر نکلے۔ آنحضرت کو جنگ منظور نہ تھی۔ دشمنوں کو آمادہ جنگ دیکھا تو آپ نے حُدَیبیّہ میں قیام کیا اور فریقین میں گفت وشنید ہونے لگی۔ آنحضرت نے اللہ کی اسی تعلیم مذکورہ کی بنا پر کفار سے صلح کی اور بڑی مشکل سے یہ صلح ٹھہری کہ دس برس

یوں فرمائی کہ ذرا صبر کرو اور ان کافروں کو ذرا سی مہلت دو ۔ پھر دیکھو ہم انکا انجام کیسا کرتے ہیں ۔

اس کے چند ہی دنوں کے بعد جنگ بدر واقع ہوی جس میں اہل اسلام اور غیران خدا نے تمام سرداران قریش کو چُن چُن کر مارا ۔ اور سب دنوں کی کسر نکال لی ۔ دوسری آیت اسی کی ہم معنی سورۃ الطارق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۔

بے شک یہ (کافر تو اپنے) داؤ کر رہے ہیں اور ہم (اپنے) داؤ کر رہے ہیں تو (اے پیغمبر!) ان کافروں کو مہلت دو (اور زیادہ نہیں بلکہ) ان کو تھوڑی ہی سی مہلت دو ۔

ف

یہ دونوں آیتیں مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور جنگ بدر ۲ھ میں واقع ہوی تو یہ پیشنگوئی کم سے کم دو برس پہلے کی گئی اور درحقیقت جنگ بدر ہی پہلی جنگ ہے جس میں مسلمانوں نے اپنے دشمنوں سے بدلا لیا ۔

پیشنگوئی

(۴۵)

اگر کافر صلح کے بعد دغا کرینگے تو اللہ تم کو بس کریگا

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

جیساکہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا

(مسلمانو!) اب جو تم (خیبر کی) غنیمتوں کے لینے کیلئے جانے لگوگے تو جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے کہ ہمکو بھی اپنے ساتھ چلنے دو (اس سے) ان کا مطلب یہ ہے کہ فرمودۂ خدا کو بدل دیں (یعنی نہ ہونے دیں) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلنے پاؤگے اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے (یہ سنکر یہ لوگ کہینگے کہ (خدا نے تو کیا فرمایا ہوگا) بلکہ تم ہی حسد کرتے ہو ہم سے (حسد نہیں) بلکہ یہ لوگ (اصل مطلب) بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

ف

صلح حدیبیہ سے فارغ ہوکر پیغمبر خدا صلعم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہاں کے یہودی بھی مسلمانوں کو بہت پریشان کرکے رہتے تھے۔ خیبر فتح ہوگیا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ غنیمت خیبر کے بارہ میں خدا کا حکم یہ تھا کہ اس غنیمت کے مستحق وہی لوگ ہیں جو سفر حدیبیہ میں بھی ساتھ تھے۔

منافقین جو سفر حدیبیہ میں ساتھ دینے سے پیچھے رہ گئے تھے خیبر کی چڑھائی میں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ چلنا چاہا۔ اس سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ خیبر کی

تک مسلمانوں میں اور قریش میں جنگ موقوف رہے اور پیغمبر خدا اس وقت بلا عمرہ کئے لوٹ جائیں۔ اگلے سال عمرہ کریں مگر کوئی مسلمان تلوار میان سے باہر نہ نکالے۔ زمانۂ صلح میں اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر قریش سے جا ملے تو قریش اسکو واپس نہ دیں اور قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں میں چلا آئے تو وہ قریش کو واپس دیدیا جائے۔

یہ صلح پیغمبر خدا کے دب کرکے اور مسلمانوں کی بڑی دلشکنی کا باعث ہوی لیکن دراصل یہ صلح مسلمانوں کی بڑی جیت تھی۔

پیغمبر خدا کو الفاظ آیت سے معلوم ہو چکا تھا کہ قریش کی طرف سے ضرور بدعہدی ہوگی اور ہوی بھی بنی خزاعہ اور بنی بکر دو قبیلے تھے۔ بنی خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار اور بنو بکر قریش کے مددگار تھے تو صلح کے رو سے ان دو قبیلوں کو بھی شرائط صلح کی پابندی لازم تھی مگر آخر یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑے اور قریش نے درپردہ بنی بکر کی مدد کی اور حدیبیہ کی صلح ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کو حجت ہاتھ آئی اور فوراً مکہ پر چڑھ دوڑے۔ خدا کی پیشینگوئی اور وعدۂ مدد دونوں باتیں پوری ہوگئیں۔

پیشینگوئی

(۴۶)

جو منافقین حدیبیہ میں ساتھ نہیں ہو وہ غنیمت کی لالچ سے خیبر میں مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہینگے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔

(ہمجنس) بھائیوں کفار اہل کتاب سے کہا کرتے ہیں کہ اگر تم (اپنے گھروں سے) نکالے جاؤگے تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمھارے بارہ میں ہم کبھی کسی کی ماننے ہی کے نہیں اور اگر تم سے (مسلمانوں سے) لڑائی ہوگی تو ہم تمھاری مدد کریں گے اور (مسلمانو) اللہ (تمکو) بتائے دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں اگر اہل کتاب نکالے جائینگے تو یہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اہل کتاب سے (اور مسلمانوں سے) لڑائی ہو پڑیگی تو یہ منافق، اہل کتاب کی مدد نہیں کرینگے اور اگر ان کی مدد کرینگے بھی تو ضرور دم دبا کر بھاگتے نظر آئینگے پھر (کسی طرف سے) ان کو کمک بھی نہیں پہونچیگی۔

ف

جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہود بنی نضیر نے آپ سے اس امر پر صلح کا معاہدہ کیا کہ نہ ہم آپ سے جنگ کریں گے نہ آپ کے مقابلہ میں دشمنوں کا ساتھ دیں گے رسول اللہ صلعم نے اس عہد و پیمان کو قبول کرلیا اور معاہدہ پکا ہوگیا۔

غنیمت میں سے حصہ لیں مگر پیغمبر خدا نے ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی اس لئے
کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ سے آپ کو پہلے ہی حقیقت حال سے
متنبہ کر دیا تھا۔ منافقین نے اپنے دال گلتے نہ دیکھکر جواب دیا کہ خدا نے
کیا منع کیا ہوگا، تم مسلمان لوگ ہم سے حسد رکھتے ہو۔
غرض اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی حرف بہ حرف پوری ہو کر رہی۔

پیشینگوئی

(۴۷)

منافقین یہود کی نفاقت میں اپنے گھروں کو نہ چھوڑینگے

(۴۸)

منافقین وقت پڑے پر کفار اہل کتاب کا ساتھ نہ دینگے

(۴۹)

منافقین اور یہود کو پھر کہیں سے کوئی کمک نہیں پہونچیگی

جیسا کہ سورۃ الحشر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِہِمُ	(اے پیغمبر!) کیا تم نے منافقوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جو اپنے

کہ ہمارے نزدیک مدینہ چھوڑنے سے موت زیادہ بہتر ہے اور لگے جنگ کی تیاری کرنے۔

ادہر یہود بنی نضیر مسلمانوں سے جدال وقتال کرنے کی تیاری کر رہے تھے ادہر عبداللہ بن ابی رفاعہ بن تابوت، عبداللہ بن نتبل اور اوس بن قیظی وغیرہ منافقوں نے یہود کے پاس خفیہ پیام بھیجا کہ تم لوگ ہرگز قلعہ سے باہر نہ نکلنا اگر مسلمان تم سے قتال کریں گے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے، اور تم کو ذلیل نہ ہونے دیں گے اور بفرض محال اگر تم کو گھروں سے نکلنا پڑا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اپنے گھروں سے نکل پڑیں گے۔

اس پیام سے یہود بنی نضیر کو فی الجملہ قوت وتسکین ہوگئی اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے اثنائے محاصرہ میں یہود نے پیغمبر خدا سے خوب خوب مکاریاں کیں لیکن ہمیشہ خاسر و ناکام رہے۔ تنگ آکر مسلمانوں نے محاصرہ میں سختی کی۔ جب محاصرہ کو اکیس دن گذر گئے اور یہود نے دیکھا کہ نہ منافقین نے کوئی مدد کی نہ اور کسی طرف سے کوئی کمک آتی اور ہمارا حال روز بروز پتلا ہوتا جاتا ہے تو گھبرا اٹھے اور تاب نہ لاکر رسول خدا صلعم کی خدمت میں صلح کی درخواست بھیجی۔ آپ نے جواب دیا کہ جب تک تم ہمارے حکم کی تعمیل میں باہر نہ نکلو گے تمہاری کوئی درخواست منظور نہ کیجائے گی۔ مجبور ہوکر یہود نے جانوں کی امان مانگی اور قلعہ سے باہر نکلے رسول اللہ صلعم نے اس امر پر مصالحت کی کہ یہود اپنے تمام ہتھیار گھروں میں چھوڑ دیں اور مال اور اونٹ وغیرہ جس قدر ساتھ لیجا سکیں، لاد پھاند کر سرزمین عرب سے باہر نکل جائیں۔ ان کے جلا وطن ہونے کے بعد ان کے گھر، اونٹ، زمین، مال، اناج وغیرہ جتنی چیزیں رہ جائینگی سب پر اہل اسلام قابض ہوں گے۔

جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوی تو یہود بنی نضیر نے یہ سمجھکر کہ اب قریش مسلمانوں کو پنپنے نہیں دیں گے معاہدہ کو توڑ دیا اور اپنے عہد وپیمان سے پھر گئے کعب بن اشرف جو رسول اللہ صلعم کا جانی دشمن تھا ساٹھ سواروں کو لیکر مکہ معظمہ پہونچا اور کفار قریش سے مل کر انکو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر مجتمعہ قوت سے محمد (صلعم) کا مقابلہ کریں چنانچہ کعب بن اشرف مع اپنے ساٹھ سواروں کے اور ابوسفیان اپنے چالیس جانباز بہادروں کو لیکر کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور مسلمانوں کی بیخکنی پر سب نے مضبوط معاہدہ کیا۔ اس کے بعد کعب بن اشرف مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

ادہر رسول اللہ صلعم کو وحی کے ذریعہ سے کعب وابوسفیان اور قریش ویہود کی باہمی مشورہ بازی کی خبر دیگئی۔ آپ نے محمد بن مسلمہ کو جو کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی تھا، کعب کے قتل پر متعین کیا جس نے اپنے کار مفوضہ کو اچھی طرح سے انجام دیا اور اس دشمن خدا کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔

اسی اثناء میں بئر معونۃ سے لوٹتے وقت عمرو بن ایۃ الضمیری نے نادانستگی سے دو مسلمانوں کو قتل کردیا تھا۔ آپ مقتول کے ورثہ کو دیت دینے دلانے کے لئے اس قبیلہ میں تشریف لائے۔ یہود نے موقع پاکر چاہا کہ جہاں رسول خدا صلعم تشریف فرما تھے، پہونچکر اوپر سے پتھر لڑھکا دیں تا آپ کا وہیں خاتمہ ہوجائے مگر رسول اللہ کو اللہ نے پہلے ہی مطلع کردیا اور آپ وہاں سے ہٹ گئے۔

کعب بن اشرف کے قتل ہوجانے کے بعد رسول اللہ صلعم بہادران اسلام کو ساتھ لئے ہوئے بنو نضیر کے سر پر جا پہونچے جو اس وقت ایک قریہ **زہرۃ** میں ٹھیرے ہوئے کعب کا ماتم کررہے تھے۔ پیغمبر خدا نے یہود سے فرمایا کہ تم سب مدینہ سے نکل جاؤ، انہوں نے ذرا مردانگی سے جواب دیا

تیسری پیشنگوئی

یہ کہ پھر ان کو کسی طرف سے کسی قسم کی کمک نہیں پہونچے گی۔
لَا یُنْصَرُوْنَ کے معنی کی تعین میں مفسرین کے دو گروہ ہیں۔
بعض لَا یُنْصَرُوْنَ سے منافقین کو مراد لیتے ہیں کہ جب ان کا راز فاش ہوگیا مسلمان سمجھ گئے کہ یہ لوگ درحقیقت ہمارے دشمن ہیں تو یکلخت منافقوں سے کنارہ کش ہوگئے۔ اُدہر کفار کو ہوی شکست نہ ادہر کے رہے نہ اُدہر کے ہوے، اب مدد کہاں سے آئی؟
بعض مفسرین لَا یُنْصَرُوْنَ سے یہود کو مراد لیتے ہیں کہ جلا وطن ہونے کے وقت کوئی اُن کا پشت وپناہ نہ ہوا نہ کسی نے ان کی امداد پر جرأت کی۔
ہمارے نزدیک لَا یُنْصَرُوْنَ سے یہود و منافقین دونوں مراد ہیں جیسا کہ ظاہر ہے

چوتھی پیشنگوئی

یہ کہ جو باتیں منافقین کہنے والے تھے اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی سے بتاکر ہر ایک کی تکذیب فرمادی اور حرف بحرف ویسا ہی ہوا۔

پیشنگوئی

(۵۰)

اللہ اپنے نور (اسلام) کو پورا کر کے رہیگا

یہود نے یہ صلح منظور کی اور جس قدر سامان اور مال اسباب لیجا سکے، لاد پھاند کر ارض شام کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے بقیہ مال و اسباب کو مسلمانوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا اکثر یہود بنی نضیر تو جلا وطن ہو کر ارض شام ہی کو گئے۔ صرف ایک گروہ حیرہ میں رہا اور دو قبیلے آل ابی الحقیق اور آل حی بن اخطب کے خیبر میں جا کر بسگئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار پیشنگوئیاں کی ہیں اور چاروں پوری ہوئیں۔

پہلی پیشنگوئی

منافقین یہود سے کہتے تھے کہ اگر تم اپنے گھروں سے نکالے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تکذیب فرمائی کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، یہ ہرگز یہود کے ساتھ اپنے گھروں کو نہ چھوڑینگے اور ایسا ہی ہوا کہ یہود ملک عرب سے جلا وطن کر کے ذلت و خواری کے ساتھ نکالے گئے اور ان زبانی دوستوں نے ساتھ تک نہ دیا، چوکھٹ سے باہر قدم تک نہیں رکھا، بات تک نہ پوچھی۔

دوسری پیشنگوئی

منافقین یہود سے کہتے تھے کہ مسلمان تم سے جنگ کرینگے تو ہم تمہاری امداد کریں گے۔ خدا نے اس کی تکذیب فرمائی کہ وہ ایسا ہرگز نکرینگے۔ یہ تو صرف لڑوا کر تماشا دیکھنے والے ہیں اور مسلمانوں کو فتنہ و فساد میں ڈال کر برباد کرنا چاہتے ہیں اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانوں نے اکیس دنوں تک ان کا محاصرہ کیا، رسد وغیرہ بند کی اور منافقین نے ان کی مدد کے لئے جگہ سے حرکت تک نہیں کی۔

حدثنا الولیدؒ بن مسلم حدثنی بن جابرؒ سمعت سلیم بن عامرؒ قال سمعت المقدادؓ بن الاسودؓ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یبقی علیٰ وجہہ الارض بیت مدر ولا وبر الا دخلتہ کلمۃ الاسلام

حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلمؒ نے حدیث بیان کی مجھ سے ابن جابرؒ نے کہ سنا میں نے سلیم بن عامرؒ سے کہا انہوں نے سنا میں نے مقدادؓ بن اسودؓ کو کہتے ہوئے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ روئے زمین پر دیہات اور صحرا میں کوئی گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اسلام کا کلمہ نہ پہونچے

ف

حدیث کا یہ منشا نہیں ہے کہ دنیا بھر کے ہر ہر مکان میں اسلام پھیل جائیگا کیونکہ ایسا ہونا محال عقلی ہے۔ یہ ایک محاورہ کا جملہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو خوب ترقی ہوگی اور وہ دنیا کے ہر گوشہ میں ہر طرف پھیلے گا۔

یہ ایک ایسی پیشینگوئی ہے کہ اسلام کا سخت سے سخت دشمن بھی اس کی تصدیق کرنے پر مجبور ہے اور اس وقت بھی اس کی حقیت کے بدیہی آثار موجود ہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام جزیرہ نمائے عرب مسلمان ہو چکا تھا۔ خلفائے ثلاثہ (ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ) رضی اللہ عنہم کے زمانۂ خلافت میں ترک۔ ایران۔ مصر۔ شام وغیرہ کے بہت سے بلاد و اقطاع میں اسلام

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

(کفار) چاہتے ہیں کہ خدا کے نور (یعنی اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھادیں اور خدا کو منظور ہے کہ ہر طرح اپنے نور (کی روشنی) کو پورا کرے اگرچہ کافروں کو بُرا ہی (کیوں نہ) لگے۔

دوسری آیت سورۃ الصف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھادیں اور اللہ تو اپنے نور کو (کامل طور پر) پھیلا کر رہے گا۔ گو کافروں کو برا ہی (کیوں نہ) لگے۔

ف

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ قطعی طور پر پیشنگوئی کرتا ہے کہ اگرچہ کفار، نور اسلام کو مٹانا اور اپنے اباطیل کی ہوا سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن اُن کی یہ سب کوششیں رائیگاں جائینگی اور ہم نور اسلام کو تمام عالم میں چمکا کر اور اسکی روشنی کو ہر طرف پھیلا کر رہینگے۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں ایک حدیث روایت کی ہے جو اس پیشنگوئی کو اور واضح کر دیتی ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ	وہ ہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے۔

دوسری آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا	وہ (خدا) ہی (تو) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے اور (دین اسلام کی صداقت کے لئے) خدا گواہ بس کرتا ہے۔

ف

ملک عرب میں ہر طرف، بت پرستی، جہالت اور فحش کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی یورپ کا وحشیانہ زندگی پر گذارہ تھا۔ روم کی سلطنت جس کا ڈنکا تمام کرۂ عالم میں بج رہا تھا عیسائیت کے تصرف میں تھی ایران جو دولت و قہرمانی میں آپ ہی اپنا نظیر تھا، اس پر مجوسیت اور آتش پرستی مسلط تھی ہندوستان اوہام پرستی و بت پرستی میں گرفتار تھا۔ غرض ساری دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی کہ یکایک حجاز عرب کے شہر مکہ کے افق سے ایک نور چمکا اور وہ رفتہ رفتہ آفتاب اسلام بن کر تمام عالم پر محیط ہوگیا یعنی تمام دنیا کو اس آفتاب نے روشن کردیا۔

عام ہوگیا اور اسی طرح بادشاہان اسلام کے وقتوں میں علمائے اسلام اور واعظوں کے مساعی جمیلہ سے روزافزوں ترقی کرتا رہا۔
چین میں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی مگر اس وقت وہاں سات کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ سوائے اسلام کی حقانیت اور اس کی خوبیوں کے اشاعت اسلام کی اور کونسی دوسری وجہ ہوسکتی ہے۔ ایشیا، یورپ، افریقہ کے کم و بیش تمام حصوں میں ہر طرف اسلام پھیلا ہوا ہے اور باوجود اس کے کہ اب مسلمانوں میں کوئی زور نہیں رہا نہ اسلام کوئی خاص دنیاوی سرپرست رکھتا پھر بھی وہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔
یورپ کے اقطاع میں جیسا کہ چاہئیے اسلام نہیں پھیلا اور امریکہ جونئی دنیا کہلاتی ہے وہاں تو گویا ابھی اسلام کا قدم ہی نہیں جما مگر خدا کے فضل سے وہ دن بھی کچھ بہت دور نہیں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ دنیا دیکھیگی کہ ایک دن ان اقطاع میں بھی اسلام عام ہوگا اور پھل پھول کر رہے گا۔
مخالفین اسلام کو قرآن مجید کی اس زبردست پیشنگوئی پر انصاف کی نظر کرنی چاہئیے۔

پیشنگوئی

(۵۱)

اسلام تمام دینوں پر غالب ہوگا

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

اس پیشنگوئی کا دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے عہد رسالت، عہد خیر القرون اور خلفائے اسلام کے زمانوں میں پورا ہونا تو ظاہر و مسلم ہے۔ تماشا تو یہ ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد اب بھی اس پیشنگوئی کی تصدیق اسی آب و تاب کے ساتھ جاری ہے اور اسلام کو آج بھی تمام ادیان پر ویسا ہی غلبہ حاصل ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

پیشنگوئی

(۵۲)

کفار مکہ قحط کی مصیبت میں گرفتار ہوں گے

(۵۳)

تب مجبور ہو کر اللہ کی طرف رجوع ہوں گے

(۵۴)

قحط دور ہونیکے بعد پھر وہی شرارت کرینگے اور اسوقت ہم سخت پکڑ پکڑینگے

جیسا کہ سورۃ الدخان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ	تو (اے پیغمبر!) اس دن کا انتظار کر

اسلام کی ابتدا ضعف، پستی، تنگدستی، اور بیچارگی سے ہوئی لیکن آخر میں وہی سب سے زیادہ زبردست ہوگیا اور اس نے تمام ادیان کو اپنی حجت و براہین اور قوت و شوکت سے نیچا دکھایا۔

جو ناظرین، عرب کی تاریخ و جغرافیہ سے واقف ہیں اُن پر خوب روشن ہے کہ عرب ایک اجاڑ ملک ہے۔ اکثر زمین ریگستانی ہے۔ آبادی بہت کم ہے۔ زراعت شاذ و نادر ہے جس وقت اسلام کا ظہور ہوا ہے اسکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ خود ملک میں ہزاروں فرقے گھر گھر کا نیا خدا۔ ہر جگہ بدامنی۔ نہ کوئی قانون نہ آئین۔ نہ معاش کی درستی نہ معاد کی خبر ایسی قوم اور ایسے ملک میں اسلام نے ظہور کیا اور چند سالوں میں وہی ملک عرب کیا سے کیا ہوگیا کہ تمام دنیا کو اس نے تہذیب سکھائی اور ہر گوشۂ عالم میں اس کے فضل کی روشنی جا پہنچی یہ تھی محمدؐ عربی (روحی فداہ) کی روحانی قوت اور یہ تھی اسلام کی صداقت۔

اُس زمانہ میں روم و ایران سے زیادہ کوئی سلطنت زبردست نہ تھی۔ عالم پران کی دھاک بیٹھی تھی اور دنیا میں ان کی شوکت کا سکّہ چل رہا تھا۔

پس کیا یہ خدائی طاقت نہ تھی؟ کیا یہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے کہ اتنی بڑی بڑی زبردست پُرشوکت سلطنتیں عرب جیسے بے بضاعت ملک سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہوگئیں اور اُجڑیں تو ایسی اُجڑیں کہ پھر آباد ہی نہ ہوئیں ایک زمانہ دراز تک اسلام کو دنیاوی حکومت اور دینی حجت دونوں اعتبار سے غلبہ رہا۔ جب مسلمانوں نے خود گرنا شروع کیا اور قرآن کے حبل المتین کو چھوڑ دیا تو غلبہ دنیاوی جاتا رہا۔ ہاں دینی حجت کا غلبہ باقی ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہیگا۔

ف

پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے عہد میں کفار مکہ کے کفر کی شامت سے متواتر سات برس تک قحط رہا۔ عرب میں یوں بھی پیداوار بہت کم ہوتی ہے اور پانی بھی کم برستا ہے اس پر قحط اور قحط بھی سات برس کا، لوگ بلبلا اٹھے۔ جب پانی نہیں برستا اور سخت گرمی پڑتی ہے تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے آسمان وزمین سے دھوئیں اٹھ رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب گرمی سخت پڑتی ہے اور خشک سالی عام ہو جاتی ہے تو انقطاع بارش کی وجہ سے زمین کی خشکی بہت بڑھ جاتی ہے زمین سے اوپر کی طرف غبار کثرت سے اٹھتا ہے۔ ہوا میں ظلمت آجاتی ہے۔ اور زمین وآسمان (خصوصاً) قحط زدوں کے نظروں میں سب دھواں دھار معلوم ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اہل عرب قحط کے سال کو غبرا کہتے ہیں۔

ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بھوک اور خوف کی زیادتی کے وقت آنکھوں تلے اندھیرا آجاتا ہے اور ہر طرف دھواں دھواں سا نظر آنے لگتا ہے غرض یہاں دھوئیں سے وہی دھواں مراد ہے۔ یہ ایک مسلم محاورہ ہے اور مشہور بہت مسلم الثبوت ہے

صحیح بخاری میں واقعۂ قحط کو اس طرح روایت کیا گیا ہے:-

حدثنا محمد بن کثیرؒ عن سفیانؒ قال حدثنا منصورؒ والاعمشؒ عن ابی الضحیٰؒ عن مسروقؒ قال اتیت ابن مسعودؓ

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن کثیرؒ نے سفیانؒ سے، انہوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی منصورؒ اور اعمشؒ نے ابوضحیٰؒ سے انہوں نے مسروقؒ سے انہوں نے کہا ایک دن

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ
يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا
عَذَابٌ اَلِيْمٌ
رَبَّنَا اكْشِفْ
عَنَّا الْعَذَابَ
اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ
اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى
وَقَدْ جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ
ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ
وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ
مَّجْنُوْنٌ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ
قَلِيْلًا اِنَّكُمْ
عَآئِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ
الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى
اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ۔

کہ (کہ سب دیکھتے) آسمان سے
ایک دھواں ظاہر ہو (اور وہ) سب
لوگوں پر چھا جائے۔ یہ ہے عذاب
دردناک۔ جسکو دیکھکر یہ منکر بھی دعائیں
مانگنے لگیں گے کہ) اے ہمارے
پروردگار ہم پر سے اس آفت کو ٹال
کہ اب) ہم (تجھپر) ایمان لائینگے
(لیکن اس دھویں سے) ان کو
کیا نصیحت ہوگی اور حال یہ ہے
کہ ان کے پاس پیغمبر آیا (اور) اس نے
ہندی کی چندی کرکے انکو سمجھایا (اس پر
بھی) یہ لوگ اس سے بدکتے رہے
اور یہی کہا کئے کہ (یہ تو کسی کا) سکھایا
پڑھایا باؤلا ہے (لوگو! حجت تمام کرنے
کے لئے) ہم (تم پر سے اس) عذاب
کو چندروز کیلئے ہٹا دینگے مگر تم پھر (وہی کفر)
کروگے (اور) ہم (ان لوگوں سے پورا بدلہ
تو اس دن لینگے) جسدن بڑی سخت پکڑ
پکڑینگے (کیونکہ جہاں) ہم (رحم کرتے ہیں)
بدلہ (بھی) لیا کرتے ہیں۔

ثم عادوا الی کفرھم فذلک قولہ تعالیٰ یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ یومِ بدر	بعد اہل مکہ اپنی اسی سرکشی پر آگئے اور اسی بارہ میں ہے قول اللہ تعالیٰ کا یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ۔

ف

اس قحط کا ہونا تو مسلم ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ قحط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ہوا جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد حق ہے یا ہمیشہ جیسی ایک ہونے والی بات تھی یہاں اس سے بحث کرنی ضرور نہیں ہے آیت میں تین پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) کفار مکہ کا آفت قحط میں گرفتار ہونا جیسا کہ اوپر گذر چکا۔

(۲) قحط زدگی سے مجبور ہو کر منکروں کا خدا کی طرف رجوع کرنا۔ دشمنان اسلام اور کفار قریش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا سمجھتے اور کہتے تھے۔ باوجود اس کے ابوسفیان جیسے سخت متعصب دشمنوں کا [illegible] ہوا [illegible] اور عرض کرنا کہ آپ خدا سے قحط کے دور ہونے [illegible] کی طرف رجوع ہونا تھا اور آیت میں اسی کی پیشینگوئی کی گئی ہے کہ کفار پر قحط کی مصیبت آئیگی اور وہ خدا کی طرف رجوع ہو کر اپنی سرکشی سے کنارہ کرینگے (گو تھوڑے دن کے لئے سہی)

(۳) قحط کے دور ہو جانے کے بعد کفار کا پھر شرارت کرنا اور اس پیشینگوئی کا پورا ہونا ظاہر ہے کہ کفار مرتے دم تک اپنی ایذا و شرارت سے باز نہیں آئے۔

(۴) چوتھی پیشینگوئی یہ فرمائی گئی کہ کفار اپنی سرکشی پر عود کرینگے تو ہم جس دن سخت پکڑ پکڑیں گے اس دن سب کا بدلہ نکال لینگے۔

اس سخت پکڑ سے جنگ بدر مراد ہے کہ اس دن کفار کو سخت سے سخت شکست

فقال ان قريشا ابطؤوا
عن الاسلام فدعا
عليهم النبي صلى الله
عليه وسلم فاخذتهم
سنة حتى هلكوا
فيها واكلوا الميتة
والعظام فجاء ابوسفيان
فقال يا محمد جئت
تامر بصلة الرحم
وان قومك هلكوا فادع
الله تعالى فقرء فارتقب
يوم تاتي السماء
بدخان مبين فدعا
رسول الله فسقوا الغيث
فاطبقت عليهم
سبعا وشكا الناس
كثرة المطر قال
اللهم حوالينا ولا
علينا فانحدرت
السحابة عن راسه
فسقوا الناس حولهم

میں ابن مسعودؓ پاس آیا تو انہوں نے
کہا کہ البتہ قریش نے اسلام میں دیر لگائی
(اور رسول اللہ کو ایذا پہونچائی) تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں
بد دعا فرمائی پھر تو اُن کو قحط نے (آلیا
اور ایسا) پکڑا کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے
اور لگے مردار اور ہڈیاں کھانے پھر
آیا ابو سفیان (آپکے پاس) اور عرض کیا
کہ اے محمد! تم صلۂ رحم کا حکم کرنے
آئے ہو اور بے شک تمہاری قوم
ہلاک ہو گئی۔ پس اللہ تعالی سے (دفع
بلا کی) دعا کرو پھر اس آیت کو پڑھا فار
تقب یوم تاتی السماء بدخان مبین
پس دعا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے تو لوگ پانی سے سیراب ہو گئے
پھر سات دن برابر بارش ہوتی رہی
اور لوگوں نے کثرت بارش کی شکایت
کی (تب) آپنے فرمایا اے ہمارے
اللہ! ہمپر نہیں ہمارے گرد پس ابر آپ کے
سر سے نیچے ہٹ کر پھٹ گیا اور
ارد گرد پر برسنے لگا پھر اس کے

پیشنگوئی

(۵۵)

ان ظالموں کو عذاب قیامت کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب ہوگا

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے:-

پہلی آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

تو (اے پیغمبر!) ان کو (ان ہی کی حالت پر) رہنے دو یہانتک کہ وہ دن ان کے سامنے آموجود ہو جب کہ (مارے صدمہ کے) ان کو غش آجائے (اور) اسدن اُن کے مکر (و فریب) ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں اور نہ (کہیں سے) انکو مدد ملے اور (ان) ظالموں کو عذاب قیامت کے علاوہ (دنیا میں اور بھی) عذاب (ہونے والا) ہے مگر ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں۔

دوسری آیت سورۃ السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ

اور (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے ہم ان (کفار) کو (ایک ایسے) عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائینگے جو (اسی دنیا میں اُن پر) عنقریب نازل ہوگا تاکہ

اٹھانی پڑی کامر۔

نکتہ

جنگ بدر دو مرتبہ ہوی۔ ایک سنہ ہجری میں جو بدر کبری کے نام سے مشہور ہے اور اس میں مسلمان کم اور کفار بہت زیادہ کام آئے اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ دوسری جنگ بدر سنہ ہجری میں واقع ہوی۔ عرب میں ایک بازار تھا جہاں ایام جاہلیت میں ہر سال آٹھ دن اہل عرب آکر مجتمع ہوتے تھے ذی قعدہ کی پہلی تاریخ سے اٹھویں تاریخ تک بازار گرم رہتا تھا۔ سنہ ہجری میں ابوسفیان کی وجہ سے دوبارہ جنگ کی نوبت آئی اور رسول خدا ، ایک ہزار پانچ سو بہادروں کا لشکر لیکر مقابلہ کو نکلے۔ آٹھ دن تک ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے لیکن کفار ، بہادران اسلام سے ایسا مرعوب ہوگئے کہ اس طرف کسی نے قدم تک نہ اٹھایا۔ مسلمانوں نے بھی بازار والوں سے کچھ تعرض نہیں کیا اور آٹھ دن کے بعد واپس چلے آئے۔ چونکہ اس جنگ میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی اس لئے اس کا نام جنگ بدر صغری ہوا آیت میں بھی "البطشۃ الکبری" فرمایا گیا ہے جو اس بات کی صراحت ہے کہ بطشہ دو ہوں گے ایک صغری۔ دوسرے کبری مگر اللہ کا انتقام بطشۂ کبری یعنی جنگ بدر کبری میں پورا ہو جائے گا۔

حدود مسلمانوں اور ماننے والوں کے لئے ہے۔ کفار پر حدود اسلام کہاں قائم ہوسکتے تھے۔

دوسرے یہ کہ جن کفار کے حق میں یہ پیشینگوئی کی گئی اُن پر حدود کا کوئی اثر بھی نہ پڑا۔

تیسرے یہ کہ اقامت حدود، اگر عذاب ہے تو مسلمانوں کے حق میں اور زیادہ عذاب ہو جائے گا اس لئے کہ اقامت حدود مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ تاویل مستبعد ہے۔

(۵) براء بن عازب اور مجاہد رضہ نے ایک روایت کی بنا پر عذاب قبر مراد لیا ہے اور اس کی غلطی ظاہر ہے۔

(۶) امام مسلم نے شعبہ سے اور امام بخاری نے ابن مسعود رضہ سے روایت کی ہے کہ اس عذاب ادنیٰ سے جنگ بدر اور قحط ہفت سالہ دونوں مراد ہیں۔

(۷) عبد اللہ بن مسعود رضہ سے ایک اور روایت ہے جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ عذاب دنیا سے کفار و مشرکین کا قتل ہونا۔ قید ہونا اور ان کا لونڈی غلام بننا مراد ہے جیسا کہ بارہا وقوع پذیر ہوا۔

مالک زید بن اسلم رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ سدی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جنگ بدر کے دن مکہ میں کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں رنج و غم اور ماتم نہ ہوتا ہو۔

ہم اس بارہ میں کوئی تصفیہ نہیں کرسکتے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشینگوئی میں کس عذاب کو مراد لیا ہے۔ بہر حال ان سات مذکورہ عذابوں میں سے جو نسا عذاب بھی مراد لو، اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی صحیح اتر گئی۔

البتہ چوتھے اور پانچویں مذہب کی بنا صحیح تسلیم کی جائے تو یہ پیشینگوئی پیشینگوئی نہ رہے گی۔

يَرْجِعُوْنَ - | یہ لوگ ہماری طرف رجوع کریں -

ف

اس امر میں بین العلما اختلاف ہے کہ عذاب آخرت کے سوا ، دنیا کا وہ کون سا عذاب مراد ہے جس کی اس آیت میں پیشنگوئی کی گئی ہے -

(۱) فریابی - ابن منیع - ابن جریر - ابن منذر - ابن ابی حاتم - طبرانی - حاکم - ابن مردویہ خطیب اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ دنیا کے عذاب سے جنگ بدر مراد ہے جیساکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے -

(۲) عبد اللہ بن احمد - ابو عوانہ - براء بن عازب - مسلم اور نسائی نے ابی بن کعب اور عبد اللہ رض سے روایت کی ہے کہ اس عذاب سے وہی سات برس والا قحط مراد ہے جو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہی واقع ہوا -

(۳) ابو العالیہ - حسن - ابراہیم نخعی - ضحاک - علقمہ - عطیہ - مجاہد - قتادہ - عبد الکریم جزری اور خصیف نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عذاب دنیا سے دنیا کی مصیبتیں اور بیماریاں مراد ہیں جو انسان پر وارد ہوتی رہتی ہیں تاکہ انسان مصائب میں پڑ کر خدا کو یاد کرے اور اپنے افعال ناشائستہ سے توبہ کرے -

مگر یہ مسلک پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ اس قسم کے مصائب تو سب پر نازل ہوتے رہتے ہیں - کفار مکہ کی اس میں کون سی خصوصیت ہے اور یہ پیشنگوئی کیونکر قرار پاسکیگی -

(۴) حضرت ابن عباس رض سے ایک دوسری روایت عبد بن حمید ، اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے اخراج کی ہے کہ عذاب مذکورہ سے حدود و احکام کا قائم کیا جانا مراد ہے مگر یہ مذہب ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے کیونکہ اقامت

پہلی آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا۔

اور اگر تم ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کشی کروگے تو وہ تم کو کسی طرح کا نقصان نہ پہونچا سکیں گے۔

دوسری آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔

(مسلمانو!) اگر تم کو کوئی فائدہ پہونچے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تمکو کوئی گزند پہونچے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم (ان کی ایذاؤں پر) صبر کرو (انتقام میں زیادتی کرنے سے) بچے رہو تو (اطمینان رکھو) ان کے فریب سے تمہارا کچھ بھی تو نہیں بگڑنے کا (کیونکہ) جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کا وقفیہ اللہ کی قدرت میں ہے۔

ف

دنیا جانتی ہے کہ اسلام کیسی بیچارگی سے نمایاں ہوا اور روز بروز زور پکڑتا گیا، مسلمان یوماً فیوماً ترقی ہی کرتے گئے اور کفار و منافقین باوصف سر توڑ کوششوں کے ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور ان کا سارا مکر و فریب انہیں پر الٹ پڑا۔

نکتہ

اس آیت آخرالذکر میں ایک نکتہ ہے جو قرآن مجید کی بلاغت پر دلالت کرتا ہے وہ یہ کہ عذاب دو طرح کے ہیں۔ ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا۔ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کا ہے مگر آخرت کی نسبت جلد ہونے والا ہے۔ برخلاف اس کے آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے مگر دنیا کے عذاب کی نسبت کسی قدر دیر طلب ہے پس ان دونوں عذابوں کا بیان اس طرح پر ہونا چاہیئے جس سے منشار تخویف اچھی طرح حاصل ہو۔ تو ادنیٰ کا مقابل ابعد اور اکبر کا مقابل اہون ہے۔ عذاب دنیا، ادنیٰ یعنی قریب اور اہون یعنی سبک ہے۔ عذاب آخرت ابعد یعنی دور اور اکبر یعنی سخت ہے۔ چونکہ نزدیک آنے والے عذاب اور سخت عذاب سے زیادہ خوف وہراس ہوتا ہے اس لئے دنیا کے عذاب کے لئے ادنیٰ اور آخرت کے عذاب کے لئے سخت فرمایا تاکہ دونوں مقامات پر تخویف پوری اور موثر ہو جو منشار انذار ہے۔ بلاشک یہ بلاغت قرآن ہی کا حصّہ تھا۔

پیشنگوئی

(۵۶)

کفار اور اُن کے فریب سے مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑیگا

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ۔

ظاہر ہوگیا (اور اس کے بعد) انہوں نے انکار کیا اور اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکا اور رسول کی مخالفت کی خدا کو تو یہ لوگ کسی طرح کا نقصان نہیں پہونچا سکیں گے بلکہ (وہ) اُن ہی کے عملوں کو اکارت کردیگا

چوتھی آیت سورۂ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كَافِرُوْنَ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ۔

جو لوگ خدا کے رستہ سے (دوسروں کو) روکتے اور اُس میں کجی (پیدا کرنی) چاہتے ہیں اور یہی ہیں جو آخرت سے (بھی) منکر ہیں یہ لوگ نہ دنیا ہی میں (خدا کو) ہرا سکتے اور نہ خدا کے سوا اُن کا کوئی حامی ہے۔

ف

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رسولِ حق صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشینگوئی کے ساتھ تسلی دیتا ہے کہ یہ کفار، دشمنانِ اسلام جو کفر و شرک کے پھیلانے اور اسلام کے بگاڑنے میں اس بیباکی کے ساتھ دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تم ان سے کسی قسم کا ہراس نہ کرو۔ کیونکہ یہ نالائق لوگ نہ تو تم کو مغلوب و مقہور کر سکتے نہ ان سے اسلام کو کسی طرح کا نقصان ہی پہونچ سکتا۔ چنانچہ یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوکر رہی وہ کسی مزید صراحت کی محتاج نہیں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ کفارِ عرب نے اسلام کو کون سا نقصان پہونچایا اور مسلمانوں نے ان کو کونسا دن دکھایا پھر بھی کسی ہٹ دھرم کو شک ہو تو اسپرنگر صاحب وغیرہ یورپین مورخین کی تصانیف

پیشنگوئی

(۵۷)

دشمنان اسلام نہ تو اسلام کو نقصان پہونچا سکتے نہ مسلمانونکو ہرا سکتے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں چار مقامات پر ہے:-

پہلی آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا۔	اور (اے پیغمبر!) جولوگ کفر (کے پھیلانے) میں دوڑے پھرتے ہیں تم ان لوگوں کی وجہ سے آزردہ خاطر نہ ہو (کیونکہ) یہ لوگ خدا (کے دین) کو کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

دوسری آیت اسی کے بعد ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔	جن لوگوں نے ایمان دیکر کفر مول لیا خدا (کے دین) کو تو ہرگز کسی طرحکا نقصان پہونچا نہیں سکیں گے بلکہ ان ہی کو عذاب دردناک ہوگا۔

تیسری آیت سورۂ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	بیشک جن لوگوں پر صاف رستہ

گھبرانے کی بات نہیں، خدا تنگی کے بعد جلدی فراغت بھی کرے گا۔	سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا۔

ف

جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نافذ کیا کہ مشرکین گندے لوگ ہیں اب وہ کعبہ کے پاس تک نہ پھٹکنے پائیں تو بمقتضائے بشریت مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ ایسی صورت میں لین دین بند ہو جائے گا تو کاروبار کو سخت نقصان پہونچے گا اور مسلمان جو پہلے ہی سے غربت وافلاس میں مبتلا ہیں اب اور تباہ ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خدشہ کو خود ہی دور فرما دیا کہ ہمارا حکم مانو اور ہم پر بھروسا رکھو ہم تم کو بہت جلد مال ودولت دیکر ان مشرکوں کی معاملت سے مستغنی کر دیں گے۔

یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوی تاریخی دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم تجارت ہی کے ذریعہ سے دولت وثروت کے بالاترین درجہ پر پہونچ گئے۔ چنانچہ انہیں دولتمندوں میں سے ایک، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور شروع شروع بڑے افلاس وعسرت میں بسر کرتے تھے۔ پھر تجارت کے ذریعہ سے اللہ نے ان کو ایسا فارغ البال کیا کہ دشمن رشک وحسد سے جل مرے۔ ایک دفعہ انہوں نے زمین کا ایک عمدہ قطعہ چالیس ہزار دینار میں خریدا، اور پھر اس قطعۂ زمین کو راہ خدا میں دے ڈالا۔ ایک مرتبہ پانچسو عربی نژاد اصیل گھوڑے فی سبیل اللہ لوگوں پر تقسیم کر دئے۔ ۳۲ھ میں آپ نے انتقال کیا اور انتقال سے پہلے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اصحاب بدر میں سے جتنے نفوس زندہ ہوں سب کو مال متروکہ

* تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر جلد ثانی خلافت عثمان بن عفان رض

تاریخ اطمینان ورفع شک کے لئے کافی وموجود ہیں۔

پیشگوئی

(۵۸)

اللہ مسلمانوں کو غنی اور مالدار کرے گا

یہ پیشگوئی قرآن مجید میں تین مقام پر ہے:۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

مسلمانو! مشرک تو نرے نجس ہیں تو اس برس کے بعد (ادب و) حرمت والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر (اُن کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے) تمکو مفلسی کا اندیشہ ہو (تو خدا پر بھروسا رکھو وہ) چاہے گا تو تمکو اپنے فضل سے غنی کردیگا بیشک خدا (سب کی نیتوں کو) جانتا (اور) حکمت والا ہے۔

دوسری آیت سورۃ الانشراح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

سو بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ضرور ہے۔

تیسری آیت سورۃ الطلاق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مدائن کو جو اس وقت بادشاہ کسریٰ کا پائے تخت تھا فتح کرلیا۔ یزدگرد بادشاہ ایران بھاگ کر رے کی طرف چلا گیا اور خاندان کسریٰ کا تمام خزانہ مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آیا[۱]۔

اسی عہد خلافت میں ایک واقعہ جلولا پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوی اور غنیمت میں[۲] تین کروڑ صرف درم و دینار ہاتھ لگے۔

اس کے علاوہ روم و فارس کے متواتر فتوحات میں سونے، چاندی، جواہرات وغیرہ کے قسم سے جو غنیمتیں مسلمانوں کی دولتمندی کا باعث ہوئیں ان کا احصار و حساب دشوار ہے۔

تاریخوں میں مسلمانوں کی فتوحات، غنائم فتح اور صحابہ کی دولتمندی و استغنار کا مفصل مذکور ہے عہد فاروق اعظم کے فتوحات اور ان کے انواع غنائم اور کثرت دولت کو مولوی شبلی نعمانی نے اپنی اردو کتاب "الفاروق" میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ ان تفصیلات کے لئے ناظرین کو انھیں کتب تواریخ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ یہ کتاب ان امور کی تفصیل کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

پیشینگوئی

(۵۹)

مسلمان اور اُن کے دشمنوں میں ملاپ ہو جائے گا

جیساکہ سورۃ الممتحنہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

[۱] الفاروق ۱۲۔ [۲] تاریخ الخلفاء و تاریخ الخمیس۔

میں سے چار چار سو دینار بطور نذر کے دئے جائیں جب آپ کا انتقال ہوگیا تو اہل بدر میں سے سو اصحاب موجود نکلے چنانچہ ہر ایک کو چار چار سو دینار دئے گئے۔
اس کے بعد بقیہ مال متروکہ سولہ حصوں پر تقسیم ہوا اور کوئی حصہ آٹھ لاکھ دینار سے کم کا نہیں تھا[1]۔ اسی ایک واقعہ سے دوسرے دولتمند اصحاب کی دولت و ثروت کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد جدہ اور صنعاء اور یمن کے بہت سے قبائل مسلمان ہوگئے مشرکوں کے ساتھ لین دین کے بند ہو جانے سے جس نقصان کا اندیشہ تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں دفع کر دیا ان امور کے علاوہ فتوحات اور مال غنیمت کے ذریعہ سے جتنی دولت مسلمانوں کو ملی اس کا اندازہ دشوار ہے۔

ایسی ہی ایک پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جس کو امام مسلم نے

مسلم عن ابن عمرو بن العاص رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمٰن بن عوف نکون کما امرنا اللہ۔

ابن عمرو بن عاص رض سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پر روم و فارس کے خزانے کھل جائینگے تو تم کیسے لوگ ہو گے۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے عرض کیا کہ ہم ویسے ہی ہونگے جیسا ہمکو اللہ نے حکم دیا ہے یعنی اسلامی اخلاق کے ساتھ۔

ف

جناب عمر بن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے امیر المومنین کے حکم سے ایران پر لشکر کشی کی۔ شہر

---

[1] تاریخ الخمیس ۱۲

جنگ حنین کی فتح میں رسول اللہ صلعم نے ان کو مال غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ دئے تھے۔ ۳۱ھ یا ۳۴ھ ہجری میں اٹھاسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ابوسفیان پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے اسلام و اہل اسلام کی طرفداری میں اہل ردت سے مقابلہ کیا۔ اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ یہ آیت خاص ابوسفیان ہی کی شان میں نازل ہوی تو اس صورت میں یہ پیشینگوئی خاص ابوسفیان کے مسلمان ہونے اور ان سے ملاپ ہونے کے متعلق ہوگی۔ لیکن درحقیقت اس آیت کو ابوسفیان سے مخصوص کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی بلکہ وہ بھی اس پیشینگوئی کے تحت میں اُن لوگوں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا۔

ابوسفیانؓ کی بیٹی ام حبیبہ رضہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن نکاح کیا اور وہ ام المومنین ہوئیں۔ اسی رشتہ سے حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کو خال مومنین کہا گیا ہے[1]۔

ابوسفیانؓ بن حارث

بن عبدالمطلب۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ حلیمہ نے ان دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اصلی نام ان کا مغیرہ ہے۔ ایام جاہلیت میں یہ رسول خدا صلعم کو ایذا پہونچاتے رہتے تھے اور چونکہ شاعر تھے پیغمبر خدا کی ہجو کہا کرتے تھے اور انہیں کے جواب میں حسان بن ثابت شاعر نے وہ دلآویز قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

---

[1] کتاب تہذیب الاسماء۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ۔

عجب نہیں کہ اللہ تم میں اور کافروں سے جن کے ساتھ تمہاری (مذہبی) دشمنی ہے ان میں دوستی پیدا کردے اور اللہ (اس پر) قادر ہے۔

ف

بہت ایسے کفار جو کفر میں بہت سخت اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے صدق دل سے مسلمان ہوگئے اور اس طرح مسلمانوں سے اور ان سے نہ صرف ملاپ بلکہ بھائی چارہ ہوگیا۔ انہیں جانی دشمنان اسلام میں ابوسفیان بن حرب۔ ابوسفیان بن حارث۔ حارث بن ہشام۔ سہیل بن عمرو۔ حکیم بن حزام۔ وحشی بن حرب قاتل حمزہ رض اور عکرمہ بن ابی جہل تھے جنہوں نے رسول خدا کی ایذا وتکلیف اور اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ پھر مسلمان ہوئے تو صدق دل سے ہوئے اور اسلام کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا

ابوسفیان بن حرب

ان کا نام ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف بن قصی قریشی مکی ہے یہ مکہ کے شیخ اور قریش کے رئیس اشراف میں سے تھے۔ تجار قریش میں یہ بہت دولتمند تھے جاہلیت میں یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے اور اس دشمنی میں تمام دشمنان اسلام اور اکابر قریش ان کی رائے کے تابع تھے۔ آخر فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔ غزوہ حنین ما غزوہ طائف اور جنگ یرموک میں یہ لشکر اسلام کے جانباز بہادروں میں تھے چنانچہ جنگ طائف میں ان کی ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی۔

هجوت محمداً فاجبت عنه
وعند الله فی ذاک الجزاء

آخر فتح مکہ کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام کے جانباز بہادر ثابت ہوئے جنگ حنین میں یہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے اور جس حال میں کہ بہت سے لوگ آپ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ابوسفیانؓ رسول کے گھوڑے کی لگام اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکاب تھامے ہوئے تھے۔ تا ایسا نہو کہ آپ دشمنوں کے نرغہ میں جا پڑیں اور دشمنوں سے کوئی ضرر پہونچ جائے امام حاکم محدث نے ہشام بن عروہ سے ابوسفیان کے مناقب میں بسند صحیح حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے ابوسفیان سید فتیان اہل الجنۃ یعنی ابوسفیان جنت کے جوانمردوں کا سردار ہے بالہ بہمہ ابوسفیان کی حمیت وحیا کو دیکھو کہ حالت کفر میں جو رسول اللہ کی ہجو کی اور آپکو ایذا پہونچائی تھی۔ اسی شرم سے مرتے دم تک رسول سے چار آنکھیں نہیں کیں ۱۵ سنہ یا ۲۰ سنہ ہجری میں انتقال فرمایا اور حضرت فاروق اعظمؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی[۱]۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حارث بن ہشام

بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابوجہل کے بھائی اور حضرت خالدؓ بن ولید سیف اللہ کے ابن عم ہیں۔ ان کی ماں فاطمہ بنت الولید تھیں۔ اشراف عرب میں ایک معزز اور موقر سردار تھے۔ کعب بن اشرف یہودی ان کی شدت کفر کی وجہ سے ان کی بہت تعریف کیا کرتا تھا۔ جنگ بدر اور جنگ احد وغیرہ میں یہ

---

[۱] کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔

عکرمہ

بن ابی جہل عمرو بن ہشام بن المغیرہ بن عمرو بن مخزوم۔ یہ ابوجہل جیسے دشمن اسلام کے فرزند اور اپنے باپ کی طرح خود بھی اسلام کی دشمنی میں نہایت سخت تھے بارہا بذات خود رسول اللہ سے مقابلہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو روز بد دکھایا۔ جنگ بدر میں یہ مشرکوں کی لشکر کے سردار تھے۔ جب معاذ بن عمر کے ہاتھ سے ابوجہل کی ٹانگ زخمی ہوی تو انہوں نے باپ کی حمایت میں معاذ کو چشم زخم پہونچائی تھی۔ آخر فتح مکہ کے دن ۸ھ میں مسلمان ہوئے اور جس طرح حالت کفر میں اسلام کو نقصان پہونچانے میں سرگرم رہے اسی طرح حالت اسلام میں مسلمانوں کے جان نثار دوست بن گئے اور کفر کے مٹانے میں جانبازیاں دکھاتے رہے۔

اسلام لانے کے بعد مدینۂ منورہ چلے آئے اور تمام غزوات میں اسلام کی پشت و پناہی کرتے رہے۔

جناب ابوبکر رض نے مرتدوں سے قتال کرنے کے لئے ان کو مامور کیا چنانچہ جب سردار لشکر سے ان کا مقابلہ ہوا تو ہنگام مقاتلہ اس سے فرمایا کہ کمبخت! میں نے کفر کی حالت میں بارہا رسول خدا کا مقابلہ کیا ہے۔ اب مسلمان ہوکر آج تیرے زور و قوت سے نہیں ڈرسکتا۔ اس کے بعد جناب صدیق رض نے یمن کی طرف بھیجا اور وہاں سے مظفر و منصور واپس آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سال وفات میں عکرمہ کو صدقات ہوازن کا عامل مقرر کیا تھا۔ آخر جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور ۱۵ھ میں اسیکوادیس تھے غرض عکرمہ بن ابی جہل نے شیطان کے گھر میں ولی کی پیدا ہونے کی مثل کو صحیح ثابت کردیا[1]

[1] کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔

رقیق القلب تھے جنگ یرموک میں اہل وعیال کو لیکر جہاد کے لئے نکلے اور اسی جنگ میں شہید ہوے بعض کا خیال ہے کہ طاعون عمواس میں ۱۸ھ میں انتقال کیا۔[51]

حکیم بن حزام

ابو خالد حکیم بن حزام بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب قریشی اسدی کی واقعہ فیل سے تیرہ برس پہلے مکہ معظمہ میں خاص کعبہ کے اندر پیدا ہوے۔ بہت خوش بیان اور اعیان عرب کے مرجع وماوی تھے۔ جنگ بدر میں کفار کے سرگروہ تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ساٹھ برس حالت اسلام میں زندہ رہ کر (۱۲۰) برس کی عمر میں ۵۴ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا۔

سعید بن مسیب۔ عروہ بن الزبیر۔ عبد اللہ بن الحارث۔ موسیٰ بن طلحہ۔ حزام بن حکیم بن حزام۔ صفوان بن محمد۔ مطلب بن حنظب۔ یوسف بن ماہک۔ محمد بن سیرین رضی اللہ عنہم ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

یہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں سردار قریش اور مرجع انام عرب رہے جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سو اونٹ مال غنیمت سے دئے تھے۔ ایک بار یہ حکیم بن حزام سو بدنہ لیکر حج کرنے گئے اور سب کی گردنوں میں چاندی کے طوق پڑے تھے حج کے بعد ہزار بکریاں خیرات کیں۔[52]

---

۵۱ کتاب تھذیب الاسمار۔

۵۲ کتاب تھذیب الاسمار۔

ایسے پیارے چچا کے مارے جانے کا جس قدر صدمہ آپ کو ہوا وہ اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود وحشی کے مسلمان ہو جانے کے آپ اس قاتل کی صورت دیکھنے کی تاب نہ لاسکتے تھے۔ آپ نے اسلام کے بعد کبھی وحشی کو ملامت نہیں کی نہ اس کو قابل ملامت سمجھا کیونکہ قتل حمزہ کی ناگوار حرکت اس سے حالت کفر میں سرزد ہوئی تھی جو اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد تمام گناہوں کی طرح نسیاً منسیاً ہو گئی۔

یہ آپ کے فرط محبت، رقت قلب اور مقتضائے بشریت سے تھا جو قاتل حمزہ کی صورت نہ دیکھ سکتے تھے اور اس لئے خود اسی سے فرما دیا کہ ہو سکے تو اپنا منہ مجھکو نہ دکھانا۔

وفات رسول کے بعد مسیلمہ کذاب نے دعوی نبوت کے ساتھ خروج کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے استیصال کے لئے لشکر روانہ کیا تو وحشی خود بھی اس لشکر کے ہمراہ ہو گیا اور مسیلمہ کذاب اسی کے زبردست ہاتھوں سے جہنم واصل ہوا[۱]۔

اس کے بعد وحشی اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے حالت کفر میں ایسے شخص کو قتل کیا جو اسلام کے بہترین نفوس میں سے تھا۔ پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر ایسے شیطان کو مردانہ وار مارا جو شیطانوں میں سب سے بدتر تھا۔

وحشی جنگ یرموک میں شریک تھا۔ پھر شہر حمص میں متوطن ہوا اور وہیں حضرت عثمان رضہ کے عہد خلافت میں انتقال کیا۔

حرب بن وحشی بن حرب۔ عبد اللہ بن عدی بن خیار اور جعفر بن عمرو بن امیۃ الضمیری[؟]

---

[۱] کتاب الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ۱۲۔

وحشی بن حرب

وحشی بن حرب، جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا جو طائف کے ایک وفد کے ساتھ مدینہ پہونچا تھا۔ جنگ بدر میں جب طعیمہ بن عدی بن خیار حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اترا تو اس کے بھتیجے جبیر بن مطعم نے وحشی کو حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ جنگ احد میں جناب حمزہ، لشکر اسلام سے سباع نامی مشرک کے مقابلہ کے لئے نکلے ہنوز مقابلہ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ وحشی جو ہمیشہ حمزہ رض کی تاک میں لگا رہتا تھا اور اس وقت ایک پتھر کے آڑ میں چھپا کھڑا تھا موقع پاکر کمین گاہ سے باہر نکلا اور پیچھے سے حالت بیخبری میں تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ حمزہ رض وہیں جاں بحق تسلیم ہوگئے۔ قتل حمزہ کے بعد وحشی عرصہ تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہا۔ جب وہاں اسلام پھیلنے لگا تو دوسرے کفار کے ساتھ طائف چلا آیا اور پھر صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔

جب وحشی کو رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا کیا تو ہی وحشی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا؟ وحشی نے کہا اس بارہ میں جو کچھ حضور نے سنا ہے وہ سچ ہے۔ تب آپ نے فرمایا اچھا اگر تجھ سے ہوسکے تو اپنا چہرہ مجکو نہ دکھانا[1]۔

اس کے بعد آپ نے کبھی وحشی کے چہرہ کی طرف نظر نہیں کی۔

جناب حمزہ، رسول خدا کے حقیقی چچا۔ دودھ شریکی بھائی باحمیت محسن اور اسلام کے اتنے بڑے بہادر ہیرو تھے کہ آپ نے انہیں شیر خدا کا لقب عنایت فرمایا

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ ۱۲۔

وَعْدُ اللّٰہِ۔ یا ان (کو نہ پہونچیگی تو ان کے رہنے) کی بستی کے آس پاس آنازل ہوگی یہاں تک کہ خدا کا (آخری) وعدہ (فتح مکہ) آپورا ہو۔

ف

مطلب یہ ہے کہ دشمنان اسلام اپنی بدکرداریوں کی پاداش میں امن وچین سے تو نہیں بیٹھنے پائیں گے یا خود اُن پر کوئی نہ کوئی مصیبت نازل ہوتی رہے گی یا اُن کے آس پاس کے لوگوں پر یہاں تک کہ ایک دن اسلام کو پورا غلبہ ہو گا جس کا خدا نے وعدہ کر رکھا ہے اور ایسا ہی ہوا کہ بہادران اسلام آخر خود شہر مکہ پر بھا قابض ہوئے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے۔ اسلام پنپنے نہیں پایا۔ مسلمان ہمیشہ مقہور ومغلوب اور کفار غالب رہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ آئے پیچھے مسلمانوں کو قوت ہوئی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردگرد کے کفار سے چٹ پٹ مقابلہ کرنے لگے اور یہ سلسلہ برابر زور پکڑتا گیا یہاں تک کہ مکہ بھی فتح ہوگیا۔

آیت مذکورہ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں یہ پیشنگوئی کی گئی کہ کفار پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت آتی رہے گی اور ان کے آس پاس کے لوگوں کو ہمیشہ زخم نقصان پہونچتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ فتح مکہ پورا ہو۔ اور ایسا ہی ہوا کہ کفار مکہ اور ان کے اردگرد کے لوگ کبھی چین سے نہیں بیٹھنے پائے۔ کبھی قحط کی قیامت خیز مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ کبھی جنگ میں جانو نکا نقصان دیکھا کبھی مال و دولت کا خسارہ اٹھایا کبھی مغلوب ہوکر قید ہوئے کبھی لونڈی غلام بنے۔ کبھی فدیہ دیکر جانیں چھڑائیں۔ اور آس پاس کے لوگوں پر جو آئے دن

اس سے حدیث کی روایت کرتے ہیں[1]
غرض ان سات نفوس کے علاوہ اور بہت سے لوگ ہیں جو سخت کفر کے بعد سچے مسلمان ہو گئے اور مسلمانوں سے جو ان کو دشمنی تھی وہ دوستی وملاپ سے بدل گئی۔ اس پیشگوئی کے ثبوت صحت کے لئے اتنا ہی لکھنا کافی ہے اور تفصیل کے لئے کتب تواریخ مالامال ہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جتنے کفار مسلمان ہوئے یہ پیشگوئی ان سب سے متعلق ہے

پیشگوئی

(۶۰)

فتح مکہ تک ان کفار پر یا اُن کے آس پاس کوئی نہ کوئی آفت آتی رہیگی

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ولا یزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعة او تحل قریبًا من دارھم حتی یاتی	اور جو لوگ (اسلام سے) منکر ہیں (یعنی کفار مکہ) اُن کو اُن کے کرتوت کی سزا میں (کوئی نہ کوئی) مصیبت پہنچتی ہی رہیگی۔ (یا جو ان سب کو کھڑ کھڑاتی رہیگی)

[1] کتاب الاصابة ۱۲۔

پھر پھرا کر اپنے وطن ہی کو لوٹتا ہے اس لئے وطن کو معاد کا موزوں لقب دیا گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے پیشینگوئی فرمائی تاکہ اے محمد! اسوقت اگرچہ تم کو کافروں کے ظلم سے مجبوری مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ لیکن ایک دن تم اس شہر میں ضرور واپس آؤگے۔

سورۃ القصص تمام مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی گیہ آیت نہ مکی ہے نہ مدنی ہے بلکہ مقام جحفہ میں نازل ہوئی جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں واقع ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر دیس چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور غار سے نکلکر مدینہ کا ارادہ کیا تو اس خیال سے کہ کہیں تلاش کرنے والے دشمنوں کو پتہ نہ لگے آپ نے شاہراہ چھوڑکر غیر آباد رستہ اختیار کیا۔

جب مقام جحفہ میں پہونچے جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں واقع ہے اور جہاں سے دو سیدھے راستے مکہ اور مدینہ کو جاتے تھے تو مکہ کا رستہ دیکھکر پیغمبر خدا کو وطن یاد آگیا اور بے اختیار دل میں آیا کہ مکہ چلیں۔ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی فرمائی کہ ہم ایک دن تمکو تمھارے دیس میں ضرور پہونچا دینگے اس پیشینگوئی سے رسول خدا کی تسکین ہوگئی اور پھر یہاں سے مدینہ منورہ کیطرف تشریف لیگئے۔ یہ پیشینگوئی جس دھوم سے پوری ہوئی وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں ہے۔ دشمنان اسلام اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہی رہے مگر ایک تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر خدا کا پیغمبر اپنے کثیر التعداد صحابہ اور جاں باز مہاجر بہادروں کے ساتھ اپنے وطن مکہ میں جا ہی پہونچا۔ خدا کی پیشینگوئی بلندی اُتری۔ دشمنوں کا منہ کالا ہوا۔

مسلمانوں کی چڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اُن بڑے دنوں کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں مثلاً جنگ ابوار۔ جنگ بواط۔ جنگ عشیرہ۔ قرقرۃ الکدر۔ بدر صغری۔ بدر کبری سویق۔ غطفان۔ بنی قینقاع۔ رجیع۔ بیر معونۃ۔ بنی سلیم۔ رعل۔ احد۔ ذکوان۔ خندق۔ ذات الرقاع۔ بنی المصطلق۔ انمار۔ ذات قرد۔ خیبر سریہ زید بن حارثہ۔ سریہ عبد اللہ بن رواحہ وغیرہ وغیرہ کہ ان چھوٹی بڑی جنگوں نے دشمنان اسلام کو کبھی آرام نہ لینے دیا اور کفار مکہ کے تو چھکے چھڑا دئے۔ ان جنگوں کے تفصیلی حالات کتب تواریخ میں دیکھنے چاہئیں۔

پیشینگوئی

(۶۱)

اللہ تم (یعنی محمدؐ) کو مکہ پھر پہونچا کر رہے گا

جیسا کہ سورۃ القصص میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ۔

اے پیغمبر! وہ خدا جس نے (احکام) قرآن (کی تعمیل) کو تم پر فرض کیا ہے وہ ضرور تمکو تمہارے وطن تک پہونچا کر رہے گا۔

ف

عرب کی مشہور ضرب المثل ہے معاد الرجل مبلدہ ومعادہ یعنی ہر شخص کا شہر وطن اس کا معاد ہے۔ معاد کے معنی ہیں لوٹنے کی جگہ چونکہ انسان ہمیشہ

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

پرہیزگاری کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے سزاوار اور لائق بھی تھے اور اللہ تو ہر چیز سے واقف ہے۔

ف

سلہ ہجری میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ منورہ سے حج عمرہ کا قصد کر کے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ حدیبیہ میں جو مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے، پہونچکر ڈیرہ ڈالا۔ حراس بن امیہ خزاعی کو قاصد بنا کر رؤسائے مکہ کے پاس بھیجا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آتے۔ صرف بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور مکہ کے متبرک مقامات کو دیکھکر واپس چلے جائینگے۔ تم ہم سے متعرض نہ ہو اور برسر پرخاش نہ آؤ۔ مگر متعصب مکیوں نے ایلچی کا کچھ پاس نہ کیا۔ رسول اللہ کی اونٹنی جس پر حراس چڑھکر گیا تھا اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ حراس بھی قتل ہو گیا ہوتا مگر نہیں ٹوٹ پڑنے والوں میں کچھ لوگ ان کے ایام جاہلیت کے دوست تھے انہوں نے بچا لیا۔

حراس جان بچا کر افتان وخیزان رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کل کیفیت سنکر فاروق اعظم کو طلب کیا اور ان سے پیغام لیجانے کو فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجکو جانے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن آپ کو معلوم ہے کہ قبیلۂ عدی بن کعب کا بچہ بچہ میرے خون کا پیاسا ہے اور قریش مجھپر خار کھائے بیٹھے ہیں۔ میں جا کر اسلام پر قربان بھی ہو جاؤں گا کام بھی نہ نکلیگا۔ ہاں عثمان بن عفان رض مکیوں میں ایک خاص وجاہت رکھتے ہیں ان کے قرابتدار بھی مکہ میں زیادہ ہیں۔ وہ جائیں تو البتہ کام بن جانے کی امید ہے

پیشنگوئی

(۶۲)

بیعۃ الرضوان والے مسلمان ہمیشہ ایمان پر قائم رہینگے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا

(اے پیغمبر!) جب مسلمان (ایک کیکر کے) درخت کے تلے تمھارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے خدا یہ دیکھکر اُن مسلمانوں سے خوش ہوا، اور اس نے ان کے دلی عقیدت کو جان لیا اور اُن کو اطمینانِ قلب عنایت کیا اور (اس کے) بدلہ میں ان کو سردست ایک فتح دیدی

دوسری آیت اسی رکوع کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

جب کافروں نے اپنے دل میں ضد ٹھان لی (اور ضد بھی زمانہ) جاہلیت کی سی ضد تو اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اپنی طرف سے (تحمل و) اطمینان (قلب) عنایت کیا اور اُن کو

غرض اہل اسلام کا یہ جوش و خروش دیکھ کر اہل مکہ نے سہیل بن عمرو کو مصالحت کیلئے بھیجا ادھر حضرت عثمان کے مارے جانے کی خبر بھی غلط نکلی، رسول خدا نے مصالحت کو مقاتلت پر ترجیح دی اور بڑی گفت و شنید کے بعد ان شروط پر صلحنامہ مرتب ہوا کہ :-

(۱) دس برس تک مسلمانوں میں اور قریش میں جنگ موقوف رہے۔

(۲) اس سال پیغمبر خدا بغیر حج عمرہ کئے لوٹ جائیں۔

(۳) اگلے سال حج یا عمرہ کریں مگر اس طرح کہ شہر مکہ میں کوئی مسلمان ہتیار نہ لگائے

(۴) دوران صلح میں اگر کوئی مسلمان کفار قریش سے جا ملے تو قریش اسکو واپس ندیں اور قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہوکر مسلمانوں میں چلا آئے تو وہ ان کو واپس دیدیا جائے۔

یہ صلح پیغمبر خدا نے بہت دب کر کی اور مسلمانوں کی بڑی دلشکنی کا باعث ہوئی جو کسی طرح ایسی مصالحت کو پسند نکرتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم سے ضبط نہ ہوسکا۔ انہوں نے بڑھ کر بیتابانہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا، یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے رسول برحق نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک ہوں۔ عمرؓ نے پوچھا کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ایسا ہے تو پھر آپ ایسی عاجزانہ صلح کیوں کرتے ہیں! آپ تو فرماتے تھے کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا سچ ہے، میں نے ایسا ہی کہا تھا اور ایسا ہی ہوگا تم لوگ اس سال ضرور بیت اللہ کا طواف کروگے اور اللہ ہمارا سچا حامی و مددگار ہے۔

بعض منافقین اس صلح پر یہ شبہ کرتے تھے کہ اگر خدا اسلام کا حامی ہوتا تو صلح

غرض عثمان ذی النورین رضہ کو قاصد بناکر شرفائی مکہ کے پاس بھیجا گیا - سواد شہر کے پاس حضرت عثمان کو سعید بن ابی العاص کا بیٹا ابان ملا - وہ عثمان کو دیکھتے ہی اپنی اونٹنی پر سے اتر پڑا - عثمان کو اونٹنی پر بیٹھا لیکر اپنی پناہ میں لیکر مکہ آیا -

حضرت عثمان نے عمائد قریش کے مجمع میں حاضر ہوکر رسول خدا صلعم کا پیغام پہونچایا - معززین قریش نے جواب دیا کہ عثمان! تم اگر طواف بیت اللہ کرنا چاہو تو شوق سے کرلو - آپ نے فرمایا جب تک رسول اللہ صلعم طواف نہ کرلیں میں ہرگز طواف نہیں کرونگا - یہ جواب سن کر ابوسفیان کی رائے سے آپ کو نظربند کرلیا گیا -

ادھر رسول اللہ صلعم کے لشکر میں یہ افواہ اڑی کہ عثمان کو تو مکہ والوں نے قتل کرڈالا رسول اللہ صلعم نے بلند آواز سے فرمایا کہ اگر عثمان قتل ہوگئے تو ہم اُن کے خون کا بدلہ لئے بغیر تلوار کو میان میں نکریں گے اور یہ فرماکر کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے - اور گرد تمام صحابہ رضہ جو تعداد میں چودہ سو تھے جمع ہوگئے سب نے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کی کہ ہم اس جنگ میں لڑائی سے منہ نہ پھیرینگے - پیٹھ نہیں دکھائینگے - یا تو قریش کو اپنی تلواروں کے گھاٹ اتارینگے یا خود ہمارے ہی خون سے زمین رنگین ہوگی -

یہی بیعت بیعۃ الرضوان کے نام سے مشہور ہوی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان صحابہ کو خوشخبری دی کہ ہم تمہارے اس بیعت سے راضی ہوگئے پس یہ آیت لقد رضی اللہ عن المومنین دلالت کرتی ہے کہ کل وہ تمام صحابہ جو تعداد میں (۱۴۰۰) تھے اور جنھوں نے کیکر کے درخت کے نیچے رسول خدا کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، مغفور ہیں پھر خدا جن نفوس کو اپنی خوشنودی کی بشارت دے وہ کیوں نہ مغفور ہوں -

تم پھر اس کو مشرکین کے حوالے کرتے ہو تاوہ عذابوں میں مبتلا ہو؟ ابو جندل کی فریاد
سے متاثر ہو کر صحابہ میں حرکت پیدا ہوئی مگر رسول اللہ نے صاف جواب دیدیا کہ صلحنامہ
مرتب ہو چکا ہے اب ہم شرائط صلح کے خلاف نہیں کر سکتے اللہ تمہارا حافظ ہے۔
رسول اللہ کے جواب پر صحابہ خون کے گھونٹ پیکر چپ رہ گئے اور اس کے بعد آپ
سب کو لیکر مدینہ چلے آئے چند ہی دن گذرے تھے کہ قریش میں کا ایک اور شخص
ابو بصیر نامی مسلمان ہوا۔ اور قریش کے خوف سے بھاگ کر مدینہ چلا آیا۔ مکہ والوں
نے اس کے پیچھے دو سپاہی دوڑائے جنہوں نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں سے مطالبہ کیا
کہ شرائط صلح کے مطابق ہمارا مفرور ہمکو واپس کر دو۔

رسول اللہؐ نے ابو بصیر کو بلا عذر ان کے حوالے کر دیا وہ دونوں ان کو
اپنی حراست میں لیکر مکہ کو روانہ ہوئے مقام ذی الحلیفہ میں پہنچکر سپاہی ناشتہ کرنے
لگے۔ ابو بصیر نے راستہ ہی میں سپاہیوں پر اپنا اعتبار جما دیا تھا یہاں جب وہ
دونوں کھجوروں کے کھانے میں مصروف ہوئے تو تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی گپ
شپ کر کے ایک سپاہی کی تلوار پر نظر جمائی اور تعجب کے طور پر کہا کہ بھئی؟ تمہاری
تلوار تو بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے سپاہی اپنی تلوار کی تعریف سنکر خوش ہو گیا فوراً
تلوار کو میان سے کھینچ لیا۔ اور ابو بصیر کو دکھا کر کہنے لگا' یہ دیکھو' ایسی جوہردار تلوار
کم لوگوں کے پاس ہوگی اور اسی لئے میں اس کو بہت عزیز رکھتا ہوں ابو بصیر نے
متحیر صورت بنا کر ہاتھ بڑھایا کہ ذرا میں نزدیک سے تو دیکھوں سپاہی نے جوش میں
آکر برہنہ تلوار ہاتھ میں دیدی۔ ابو بصیر نے ہاتھ میں تلوار پاتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک
بھرپور ہاتھ ایسا مارا کہ سپاہی کا سر تن سے جدا ہو کر دور جا گرا دوسرا سپاہی یہ تماشہ
دیکھکر ایسا بدحواس ہوا کہ فوراً سر پر پاؤں رکھکر مدینہ کی طرف بھاگا رسول اللہ صلعم سے
اپنے رفیق کے قتل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ ابو بصیر آپہنچے انھوں نے خوشی خوشی

یوں دبکر نہ کی جاتی اور کچھ لوگ شروع ہی سے پیچھے رہ گئے تھے ۔ ان کو یقین تھا
کہ اہل مکہ ان مسلمانوں کو گھسنے نہ دیں گے اور ایسا ہی ہوا لیکن ؎

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

حدیبیہ کی صلح بظاہر دب کر ہوی تھی مگر درحقیقت اس میں مسلمانوں کی بڑی جیت
تھی کہ ابتدائی حالت میں آئے دن کی لڑائی اُن کو پنپنے نہیں دیتی تھی۔ دوسرے
معلوم تھا کہ قریش کی طرف سے ضرور بدعہدی ہوگی اور ہوی بھی کہ بنی خزاعہ
اور بنی بکر دو قبیلے تھے بنی خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار اور بنی بکر قریش کے
تو صلح کے روسے ان دونوں قبیلوں کو بھی شرائط صلح کی پابندی لازم تھی مگر
یہ دونوں لڑے اور قریش نے درپردہ بنی بکر کی مدد کی ۔
حدیبیہ کی صلح ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کو حجت ہاتھ آئی اور مکہ پر چڑھ دوڑے ۔ مکہ
بے لڑائی فتح ہوا۔

لطیفہ

ابھی سہیل بن عمرو موجود تھا اور صلحنامہ اچھی طرح مرتب بھی نہیں ہوا تھا کہ سہیل
بن عمرو کا بیٹا ابو جندل دوڑا ہوا آیا اور رسول خدا صلعم کے سامنے گر کر
کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہوگیا ہوں قریش مجھکو گرفتار کرنا چاہتے ہیں
لِلّٰہ مجھکو ان کفار کی ایذاؤں سے پناہ دیجئے۔ رسول اللہ کچھ جواب دینے
نہیں پائے تھے کہ سہیل بن عمرو نے کہا اے محمد! یہ پہلا واقعہ ہے اور میں آپ
کو شرائط صلح یاد دلاتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا میں نقض عہد نہیں کرونگا
تمکو اختیار ہے جسطرح چاہو ابو جندل کو لیجاؤ ۔ یہ سنکر ابو جندل چلایا ۔ اے
گروہ اہل اسلام! کیا ایک ایسے شخص کو جو مسلمان ہو کر تمہاری پناہ میں آیا ہے

کفار قریش کے ستر اسی آدمی مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کے ارادہ سے جبل تنعیم کی
راہ اُتر آئے۔ مسلمان تو آ ڈٹے ہوئے بیٹھے تھے ان سب کو گرفتار کر لیا
یہ بھی ایک قسم کی فتح ہی تھی جو اس آیت میں مراد ہے لیکن پیغمبر خدا نے اپنی خلقی
مہربانی سے ان سارے قیدیوں کو رہا کر دیا +

یہ تو بیعۃ الرضوان کا مکمل واقعہ تھا جو پیشنگوئی کے ضمن میں بیان کیا گیا اصل
پیشنگوئی یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ
پر بیعت کی وہ سب کے سب مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہینگے
یہ پیشنگوئی پہلی آیت کے جملہ عَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ سے نکلتی ہے
یعنی اللہ نے ان کے دلی عقیدت کو جان لیا کہ وہ اسلام میں سچے ہیں۔ ایمان سے
پھرنے والے نہیں ہیں اور ان سے راضی ہو گیا اور ان کو اطمینان بخشا۔

دوسری آیت کے الفاظ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۔ نے اس امر کی صاف
طور پر صراحت کر دی یعنی اللہ نے ان مسلمانوں کو پرہیزگاری کی بات پر جمائے رکھا
یہ پیشنگوئی پوری ہوئی کہ ان چودہ سو نفوس مطہرہ میں سے کوئی فرد اسلام کی سرحد سے
باہر نہیں ہوا نہ مرتے دم تک کسی کا قدم اس راہ سے ذرا بچلا۔

پیشنگوئی

(۶۳)

خیبر کی فتح

+ مسند احمد و ابو داؤد۔

عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کے ذمہ کو پورا کر کے مجھکو پھر آپ کی خدمت
میں لوٹا دیا۔ رسول اللہ صلعم بھی اس سے خوش ہوئے مگر آپ کی باتوں سے ابوبصیر
کو محسوس ہوا کہ اگر قریش نے پھر مطالبہ کیا تو شرائط عہد کی رو سے آپ پھر ان کے حوالے
فرمادیں گے اس خوف سے اندیشہ ناک ہو کر وہ خود ہی مدینہ سے بھاگے اور سمندر
کے کنارے ایک محفوظ مقام میں پوشیدہ ہو رہے اُدھر مکہ میں لوگ از خود مسلمان
ہونا شروع ہوئے اور جو شخص مسلمان ہوتا کفار کا خوف کر کے مکہ سے بھاگتا اور پھرتا
پھراتا ابوبصیر سے جا ملتا۔ رفتہ رفتہ ان پناہ لینے والوں کی ایک معتدبہ جماعت
ہو گئی اور انھوں نے پر پُرزے نکال کر آئندہ روند کفار کو لوٹنا شروع کیا۔ قریش کا
جو قافلہ تجارت شام کی طرف جاتا یا شام کی طرف سے آتا یہ لوگ اس کو بیچ ہی میں
لوٹ لیتے آخر ان نومسلموں کی لگاتار لوٹ مار نے قریش کی ناک میں دم کر دیا
اور ان کو لینے کے دینے پڑ گئے مجبور ہو کر مکہ والوں اور قریش نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے فریاد کی اور آپ نے قریش پر رحم کر کے ان نومسلموں کو امان کے
ساتھ اپنے پاس بلا لیا۔ ¤

رسول اللہ صلعم نے جو دبکر صلح کی جس پر صحابہ کو ضرورت سے زیادہ ملال ہوا اور
ناقص مغلوبانہ صلح سمجھکر بغلیں بجانے لگے اس میں یہی حکمت مضمر تھی رسول خدا پر آپکی
روحانی قوت نے منکشف کر دیا تھا کہ کفار قریش جو شرائط صلح پیش کر رہے ہیں وہ
آئندہ خود انہیں کے حق میں وبال و مصیبت ہو جائیں گے اور ویسا ہی ہوا۔

فتح قریب سے یا تو یہی صلح حدیبیہ مراد ہے جو واقعی فتح باطنی تھی یا وہ فتح مراد ہو
کہ حدیبیہ میں جب گفت و شنید صلح کی ہونے لگی تو ابھی صلح کا معاملہ در پیش تھا کہ

¤ مسند احمد۔ عبد بن حمید۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مسند عبدالرزاق ۱۲

خیبر والے مسلمانوں کی آمد سنکر بہت خوف زدہ ہوگئے اور قلعہ میں چھپ کر بیٹھ رہے مسلمانوں نے پہنچکر محاصرہ کیا آخر یہود خیبر نے تنگ آکر لڑائی پر ہمت کی اور مسلمانوں نے ایک کے بعد ایک قلعہ پر قلعے فتح کرنا شروع کئے اور سب کے آخر میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر خود خیبر کا بہترین قلعہ فتح ہوا۔ یہودیوں کو شکست فاش ہوئی اور اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوگیا۔

ان فتحوں میں مسلمانوں کو امید سے زیادہ غنیمت ہاتھ آئی۔ قبیلہ بنی نضیر اور قبیلہ ابی الحقیق[۵] کا بیش بہا خزانہ جس میں مشک۔ سونا موتی اور جواہرات بکثرت تھے سب ان کے قبضہ میں آیا۔ اور خدا کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔

آیت میں فتح خیبر کا نام نہیں ہے بلکہ صرف اس بات کی پیشینگوئی کی گئی کہ اس فتح قریب کے بعد مسلمان عنقریب بہت سی غنیمتوں پر قابض ہوں گے اور چونکہ حدیبیہ کے بعد پہلی لڑائی خیبر ہی کی ہوئی جس میں کثرت سے مال وغنیمت ہاتھ لگا اس لئے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ یہ پیشینگوئی خیبر ہی کی فتح وغنیمت کی ہے۔

پیشینگوئی

(۶۴)

مکہ کی فتح

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں پانچ مقامات پر ہے۔

---

[۵] سیرت ابن ہشام۔ کتاب الاکتفاء۔

اور اسی مذکورہ بالا آیت کا ٹکڑا ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے ۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا

(اے پیغمبر!) جب مسلمان (کیکر) کے درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے خدا (یہ دیکھکر) اُن مسلمانوں سے خوش ہوا اور اُس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور اُنکو اطمینان (قلب) عنایت کیا اور (اسکے) بدلہ میں ان کو سردست ایک فتح دیدی اور (اس فتح کے علاوہ) بہت سی غنیمتیں جن کو یہ لوگ (آئندہ) لینگے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔

ف

سنہ ۶ ہجری میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا جس میں بیعۃ الرضوان ہوئی ۔ بیعۃ الرضوان والوں کی اس جانبازی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور یہ سمجھکر کہ وہ دین اسلام سے پھرنے والے نہیں ہیں ان پر سکینت نازل فرمائی اور کفار پر کامیاب کیا پھر اسی جانبازی کے صلہ میں ان کو یہ خوشخبری دی کہ وہ عنقریب بہت سی غنیمتوں پر قابض ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ حدیبیہ کے بعد ہی خیبر کی چڑہائی میں مسلمانوں کو فتح عظیم اور غنیمت کثیر ملی ۔

سنہ ۶ ہجری میں حدیبیہ ہوئی ذی الحجہ کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے اور سنہ ۷ ہجری جمادی الاول کے مہینہ میں بہادران اسلام کا لشکر لیکر خیبر کی طرف روانہ ہوئے آپکے ہمراہ ایک ہزار چار سو پیادے تھے اور دو سو سوار تھے

اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کی جماعت بھی قائم نہ ہوتی اور آخر یہی ہوا کہ مسلمان حکم خدا پر ثابت قدم رہے اور کفار گروہا گروہ مسلمان ہوتے گئے اور مسلمانوں کو بہت عرصہ تک ترک علائق کی مصیبت نہ اٹھانی پڑی۔ دوسری آیت سورۃ الصف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔

اور تم کو بہشت کے ایسے باغوں میں (اللہ) لے جا داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہ رہی ہونگی اور نیز عمدہ مکانات میں (کہ وہ) ہمیشہ رہنے کی باغوں میں (ہوں گے) یہ بڑی کامیابی ہے اور (ان اخروی نعمتوں کے سوا) ایک اور (دنیاوی نعمت بھی) ہے جس کو تم (دل سے) پسند کرتے ہو کہ خدا کی طرف سے (تم کو) مدد (ملیگی) اور (تم) عنقریب (مکہ) فتح (کروگے)۔

ف

نصر من اللہ و فتح قریب کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے قریش کا مغلوب ہونا مراد ہے بعض فتح مکہ کی پیشینگوئی قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آیت میں فارس و روم کے فتح ہونے کی خوشخبری ہے۔

اگرچہ قرآن کی پیشینگوئی ہر اعتبار سے پوری ہوئی لیکن اس مقام پر معنی کی تعیین ضروری ہے۔ قریش ضرور اللہ کی مدد سے مغلوب ہوئے مگر مغلوب ہونے کو فتح قریب سے تعبیر نہیں کر سکتے اور روم و فارس کا مغلوب یا فتح ہونا مراد لینا بھی بہت بعید ہے کیونکہ روم و فارس کی فتح، فتح قریب نہیں بلکہ فتح بعید ہے

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُنِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ۔

(اے پیغمبر! مسلمانوں کو) سمجھا دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیبیاں اور تمھارے کنبہ دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کا مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جن میں رہنے کو تمھارا جی چاہتا ہے (اگر یہ چیزیں) اللہ اور اُس کے رسول اور اللہ کے رستہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو (ذرا) صبر کرو یہانتک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے (وہ تمھارے سامنے) لاموجود کرے اور اللہ اُن لوگوں کو جو اُس کے حکم سے سرتابی کریں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

ف

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "صبر کرو یہانتک کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے وہ لاموجود کرے" اس سے بعض لوگ قتال کا حکم اور بعض لوگ فتح مکہ کی پیشینگوئی مراد لیتے ہیں اگرچہ بعد والا جملہ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ۔ ہی چاہتا ہے کہ اس سے فتح مکہ مراد ہو لیکن یہ مراد اس لئے مستبعد ہے کہ روایات سے آیت مذکورہ کا بعد فتح مکہ کے نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت میں شروع شروع کے مسلمانوں کے حق میں بڑی سختی ہے ایک حساب سے ان کو بالکل علایق دنیا کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن

حدیبیہ کے سال ۶ھ ہجری میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے ساتھ باطمینان تمام مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں سب نے کعبہ کا طواف کیا مسلمانوں میں بعض نے سر منڈوایا بعضوں نے بال کتروائے چونکہ بال کتروانا یا سر منڈانا اعمال حج میں سے آخری عمل ہے اس لیے خواب کی تعبیر یہہ ہوئی کہ تم باطمینان تمام اپنا حج پورا کروگے اور بلا خوف وخطر مکہ میں داخل ہوگے۔

انبیاء علیہم السلام کا خواب کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ بلکہ سچا اور مطابق واقع ہوا کرتا ہے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہوتے ہی صحابہ کرام کو جمع کرکے یہہ خواب سُنایا۔ سب لوگ یہہ بشارت سنتے ہی نہایت مسرور ہوئے اور سب نے یقین کرلیا کہ اس سال ہم حج یا عمرہ ضرور کریں گے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں عمرہ کے قصد سے مکہ معظمہ کو چلے تقریباً چودہ پندرہ سو صحابہؓ ہمراہ رکاب تھے حدیبیہ میں پہنچکر یہہ واقعہ پیش آیا کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا اور آخر صلح ہوگئی جس کا مفصل واقعہ اوپر بیان ہوچکا ہے جب آپ مع صحابہ مدینہ میں واپس آئے تو عبداللہ بن ابی سرگروہ منافقین نے آوازے کسنے شروع کئے کہ یہہ لیجئے ہم نے تو مسجد حرام میں پہونچکر نہ سر ہی منڈوائے نہ بال ہی کتروائے نہ مسجد حرام کو آنکھوں سے دیکھا۔ رسول کے خواب کا تو اور یہہ الٹا اثر ہوا کہ دب کر صلح کی اور ناکامی کے ساتھ واپس آئے۔

اِن آیات قدسیہ میں اللہ تعالیٰ اِن نالائقوں کا جواب دیتا اور دعوے کے ساتھ پیشینگوئی کرتا ہے کہ بلاشک پیغمبر خدا کا خواب سچا ہے۔ تعبیر کے ظہور میں تاخیر ہوئی تو اس کا کیا مضائقہ ہے مگر اس کا ظہور ہو کر رہے گا

جو خود رسول اللہ صلعم کے بہت دن بعد واقع ہوئی اب تیسری صورت فتح مکہ کی باقی رہ جاتی ہے اور ہماری دانست میں اسی کی پیشینگوئی کی گئی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم اپنے وطن مکہ میں پہنچنا چاہتے تھے اور ان کے دل سے لگی تھی کہ کب مکہ فتح ہو اور ہم اپنے عزیز وطن اور گھر کی صورت دیکھیں۔

اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ مکہ کی فتح ہوتے ہی تمام قریش مسلمانوں سے مغلوب و مقہور ہوگئے۔ ہر طرف امن و امان ہوگیا اور مسلمان راحت امن کی زندگی بسر کرنے لگے۔

غرض نصر من اللہ و فتح قریب کی پیشینگوئی ہر طرح فتح مکہ ہی پر منطبق ہوتی ہے جس میں قریش مغلوب ہوئے اور جس کو مسلمان دل سے چاہتے تھے اور جو نزول آیت کے قریب میں واقع ہوئی۔

تیسری آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ فَتْحًا قَرِیْبًا	بے شک اللہ نے اپنے رسول کو واقعی سچا ہی خواب دکھایا تھا کہ انشاء اللہ تم (مسلمان) مسجد حرام میں بے خوف و (خطر) باطمینان (تمام) داخل ہوگے (وہاں جاکر) تم (کچھ تو) اپنا سر منڈواوگے اور (کچھ فقط) بال ہی کتراوگے غرض جس بات کی تم کو خبر نہ تھی خدا کو (پہلے سے) معلوم تھی پھر (اس خواب کی ایک تعبیر یہہ بھی ہوئی کہ) فتح مکہ سے پہلے ایک فتح حدیبیہ یا خیبر کی) سر دست کرادی۔

اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُوْنَ -	پھر آخر ان کو قریب میں معلوم ہو جائے گا اور ہم نے کوئی بستی غارت نہیں کی مگر اُس کے لئے ایک میعاد مقرر (پہلے سے) لکھی ہوئی تھی کوئی اُمت نہ اپنے وقت سے آگے بڑھ سکتی نہ پیچھے رہ سکتی -

ف

فتح مکہ کی تفصیلی حالات ہم اس کے بعد لکھیں گے کہ مکہ کیونکر فتح ہوا اس سے صاف طور پر معلوم ہوگا کہ واقعی فتح مکہ کے دن کفار مکہ کو اپنی شرارتوں پر کیسی ندامت وپشیمانی ہوئی - کہ آخر یا تو چارہ کار نہ پاکر یا حقانیت اسلام سے متاثر ہوکر سب نے پیغمبر کے سامنے سر تسلیم وطاعت خم کر دیا -

پانچویں آیت سورۃ البلد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ -	اے پیغمبر! ہم اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتے ہیں اور حال یہ ہے کہ تم اس شہر میں بسنے والے (اور اس کو) فتح کرنے والے ہو -

ف ب

یہ سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی -

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ "قسم میخورم بایں شہر یعنی مکہ مبارکہ دلو حلال خواہی شد بایں شہر یعنی ترا قتال بمکہ حلال خواہد شد" ۱۲

زمانۂ قیام مکہ میں پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کی جو کچھ حالت وشوکت تھی وہ تاریخ کی سیر کرنے والوں کو خوب معلوم ہے اور ناظرین اس کتاب کے صفحات میں بھی

اور اس تاخیر میں مصلحت یہہ تھی کہ بہت سے لوگ مکہ میں در پردہ مسلمان تھے مگر ضعف وخوف کی وجہ سے مشرکوں میں ملے جلے رہتے تھے اگر صلح نہ ہوتی تو یہہ مظلوم بیچارے خواہ مخواہ کو روندوں میں آجاتے تم مسلمان اس حکمت سے واقف نہ تھے مگر خدا تو واقف تھا! پھر بھی تمھیں خوش کرنے اور تم مسلمانوں کے قلوب سے رنج وغم دور کرنے کے لئے قضائے عمرہ سے پہلے ایک فتح عنقریب دے چکا کہ تم نے خیبر پر چڑھائی کی اور اُسکو فتح بھی کرلیا۔

اب وہ وقت بھی قریب ہے کہ تم لوگ مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے اور طواف کعبہ کے بعد کچھ لوگ سر منڈواؤگے۔ کچھ لوگ بال کترواؤگے اور یہہ سب کچھ نہایت اطمینان اور بلا کسی خوف خطر کے ہوگا۔

آخر یہہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور ۸ھ ہجری میں مسلمانوں نے دھوم دھام کے ساتھ مکہ کو فتح کرلیا منافقین ہنستے اور پیغمبر برحق کے سچے خواب اور قرآن کی پیشینگوئی پر مضحکے اُڑاتے ہی رہ گئے اور مسلمانوں نے مکہ کو فتح کرکے مشرکین ومنافقین کو ذلیل وخوار کیا۔

چوتھی آیت سورۃ الحجر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ	(ایک دن ہوگا کہ) کافر بہتیرے ہی ارمان کرینگے کہ (اے) کاش (ہم بھی) مسلمان ہوتے تو (اے پیغمبر!) اِن کو (ان ہی کے حال پر) رہنے دو کہ وہ کھائیں (پئیں) اور (دنیا کے چند روزہ) فائدے اٹھائیں اور توقعات (بیجا) ان کو غافل کئے رہیں

سلہ ابن کثیر جلد ششم ودر المنثور جلد خامس ۱۲

زیادتی کی اور خزاعہ سے جنگ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے قبیلہ بنی مدلج سے مدد چاہی مگر اُنھوں نے مدد دینے سے انکار کیا تو مسلمانوں کے پرانے دشمن قریش سے طالب مدد ہوئے قریش نے عہد و پیمان کا کچھ پاس نہ کیا اور چہروں پر نقاب ڈال ڈال کر (تا پہچان نہ پڑیں) بنو بکر کے ساتھ ہو گئے رات کیوقت غفلت میں بنو خزاعہ پر شبخون مارا۔ دونوں میں جنگ عظیم برپا ہوئی یہانتک کہ قریش لڑتے ہوئے حرم کے اندر گھس گئے اور بنو خزاعہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

عمرو بن سالم خزاعی فریاد کرتا ہوا مکہ سے مدینہ پہنچا اور دربار رسالت میں حاضر ہو کر بنو بکر کے غدر اور قریش کی دغا بازی کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا بنگزا واقعہ سُنتے ہی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے مجمع عام میں تشریف لائے کہ خدا میری مدد نکرے اگر میں تم (بنو خزاعہ) کی مدد نکروں۔ پھر تو تمام مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ قریش نے بیوفائی کر کے صلح توڑ دی۔

ادہر قریش کو اپنی اس حرکتِ غدر پر پشیمانی ہوئی کہ اب اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا اور مسلمان ضرور ہماری تمام دلآزار حرکتوں کا ہم سے بدلہ لیں گے۔

قریش کو سوا اس کے کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ انھوں نے عذر خواہی کرنے کے لئے ابو سفیان بن حرب کو پیغمبر خدا کی خدمت میں روانہ کیا اس نے بہت کچھ عذرات نامعقول پیش کئے مگر رسول خدا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ نا امید ہو کر مکہ معظمہ کو واپس چلا آیا اور قریش کے دل لرز گئے۔ دیکھئے اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

بار ہا پڑھ چکے ہیں اور پڑھیں گے پس اس نابرداشتنی زبردستی اعداء اور اپنی کم زوری کی حالت میں یہ پیشینگوئی کرنی کہ پیغمبر باوجود ایسی کمزوری کے قوت پکڑیں گے مکہ میں نہ صرف بسیں گے بلکہ وہاں آکر اپنے دشمنوں سے قتال کریں گے اور اسکو فتح کرکے رہیں گے اور اس زبردست پیشینگوئی کا حرف بحرف پورا ہونا قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔

مکہ کیونکر فتح ہوا



صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ ہم گذشتہ صفحات میں کسی مقام پر لکھ چکے ہیں اس صلحنامہ کے شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ کوئی ایک فریق دوسرے فریق کے حلیف وطرفدار سے تعرض نہ کرے اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ چاہے قریش کا حلیف ہو یا مسلمانوں کا طرفدار بنے چنانچہ بنو بکر قریش کے حلیف بنے اور بنوخزاعہ نے رسول خدا کا دامن پکڑا اسوقت تک بنوخزاعہ بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان دونوں قبائل (بنوبکر اور بنوخزاعہ) میں پشتینی عداوت چلی آتی تھی جو اس صلحنامہ کے بعد اور زیادہ ترقی کر گئی۔
آخران دونوں میں کچھ تکرار ہوئی تا تکرار سے جنگ کی نوبت پہنچی تو بنو بکر نے

لیکر رسول اللہ کی خدمت میں آئے آپ نے ابو سفیان سے فرمایا" افسوس ہے کہ تمھیں ابتک نہ معلوم ہوا کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود لائق پرستش نہیں ہے ابو سفیان نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کیسا لطف و اخلاق ہے کہ باوصف میری اُن دل آزاریوں کے آپ اتنا کچھ احسان وکرم کرتے ہیں اب مجھکو یقین ہو گیا کہ آپ کا خدا ہی لائق پرستش ہے، اس ذات واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر ہمارے معبود واقعی معبود ہوتے تو آج ہم اتنے ذلیل نہ ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اب بھی میرے رسول خدا ہونے میں تمکو شبہ ہے۔ ابو سفیان چپ ہو گیا (کیونکہ ہنوز وہ اس بارہ میں متردد تھا) حضرت عباسؓ نے فرمایا اے ابو سفیان، وقت ضائع نہ کرو، جلد کلمہ توحید پڑھ کر اسلام کا دامن پکڑو، ورنہ عمر بن الخطابؓ آرہے ہیں، آتے ہی تمھاری گردن ناپیں گے غرض ابو سفیان مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اب ابو سفیان کے گھر میں جو آئے اُسکو بھی امان ہے۔ حضرت عباس نے پیغمبر کے حکم سے ابو سفیان کو ایسے مقام پر لا کھڑا کیا کہ وہ تمام لشکر اسلام اور اس کے جاہ و حشم کو دیکھ سکے چنانچہ ایک ایک کر کے تمام لشکر ابو سفیان کے سامنے سے گذرا اس نے اسلام کی شوکت و حشمت سے مرعوب ہو کر حضرت عباس سے کہا کہ واقعی تمھارے بھتیجے کی قوت و شوکت خوب قایم ہو گئی ہے۔ عباس نے کہا اے کمبخت! یہ رسالت و نبوت ہے ملک سلطنت نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہادران اسلام کے لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونے کیوقت لشکریوں میں عام منادی کرادی کہ کسی مشرک و مخالف کو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس سے سخت باز پرس ہوگی اہل مکہ کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے چھپنے کو جگہ نہ ملتی تھی مگر پیغمبر خدا، اور اُن کے ساتھیوں کا خلق و کرم

جس روز عمرو بن سالم نے رسول خدا سے بنو بکر و قریش کی مکاری و ظلم کی خبر دی تھی آپ نے اسی روز مسلمانوں کو سفر کی تیاری اور جنگ کے سامان کا فرمان دیدیا۔ آخر بارہ یا سولہ رمضان شریف کو دس ہزار یا بارہ ہزار جانباز مجاہدان اسلام کا لشکر لیکر خدا کا پیغمبر مدینہ سے باہر نکلا۔ ان میں سے سات سو مہاجرین تھے جن کے پاس تین سو گھوڑے تھے چار ہزار انصار تھے جن کے پاس پانچسو گھوڑے تھے اور باقی مختلف قبائل اسلم، غفار، جہنیہ، اشجع، اور سلیم وغیرہ کے لوگ مع ساز و سامان تھے جب لشکر اسلام جحفہ یا ذوالحلیفہ میں پہونچا تو بہت سے اہل مکہ ہجرت کی غرض سے روانہ مدینہ ہونے لگے چنانچہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اسی مقام پر رسول خدا سے آملے۔ آپ اپنے محترم چچا سے ملکر بہت خوش ہوئے اور ان سے فرمایا کہ آپ اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو مدینہ روانہ کر دیجئے اور خود میرے ساتھ چلئے۔

طہران یا فاطمہ مکہ معظمہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ جب یہاں لشکر اسلام نے پہونچکر منزل کی تو قریش اور مخالفین اہل مکہ بہت ہراسان ہوئے۔ سب نے اتفاق کر کے ابوسفیان بن حرب کو دوبارہ رسول خدا کی خدمت میں طلب امان کے لئے روانہ کیا۔

لشکر اسلام کے پاس پہونچکر اتفاقاً ابوسفیان سے جناب عباس بن عبد المطلب رضی دوچار ہوئے، ابوسفیان کی منت سماجت پر آپ کو رحم آگیا۔ اور اس کو ساتھ لیکر چلے کہ رسول اللہ صلعم سے اس کے لئے امان لیں راہ میں حضرت فاروق اعظم رضی ملے۔ وہ ابوسفیان کو دیکھتے ہی تلوار لیکر جھپٹے مگر عباس رضی ابوسفیان کو لئے ہوئے جلد جلد خدمت رسول میں حاضر ہوگئے اور رسول خدا نے اپنے چچا کی سفارش منظور فرماکر ابوسفیان کو امان دی۔ دوسرے روز جناب عباس رضی ابوسفیان کو

دمیخواری کی حالت میں قتل کردیا۔ بقیہ سات مجرم عبداللہ بن ابی السرح۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان بن امیہ۔ ہبا بن الاسود۔ کعب بن زبیر وی۔ عبداللہ بن الزبعری اور وحشی قاتل حمزہ مسلمان ہوئے اور ان کو امان دیگئی چنانچہ عکرمہ اور وحشی کو خود اپنی امان کی خبر سنکر نہایت درجہ تعجب ہوا کہ مجھ جیسے موذی کو بھی پیغمبر اسلام نے امان دی! حالانکہ میرے قصور قابل معافی نہ تھے رسول کے یہی اوصاف تھے جنھوں نے مخالفوں کو اسلام کے قدموں پر جھکا دیا چھ عورتوں میں سے ارنب (جو خطل کی آزاد لونڈی تھی) اور ام سعد ن دو عورتیں قتل ہوئیں اور بقیہ چار قریبہ قرتنا مغنیہ ہند بنت عقبہ زوجہ ابوسفیان اور سارہ کو امان ملی اور ان کے قصور معاف کردئے گئے اور یہ سب مسلمان بھی ہوگئیں۔

پیشنگوئی

(۶۵)

اللہ مسلمانوں سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کرچکا ہے

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا	(مسلمانوں) اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرماچکا ہے کہ تم ان پر قابض ہوگے

تاریخ ابن اثیر ۱۲۔

دیکھو کہ کسی نے کسی سے تعرض نہ کیا نہایت امن و امان سے داخل شہر ہوئے اور سب کو امن و امان میں رہنے دیا۔ دنیا میں کوئی فاتح فتح کرکے اس طرح مفتوح شہر میں داخل نہیں ہوا۔ مکہ کے چند اوباش و سفہار، خالد بن ولیدؓ کے داخل مکہ ہوتے وقت سد راہ ہوئے اور جدال و قتال کرنے لگے خالدؓ اور ان کے ساتھیوں نے اپنے کو محفوظ کرنے کے لیئے مقابلہ کیا آخر اٹھائیس آدمی ان گمراہوں میں کے قتل ہوئے۔ دو مسلمان شہید ہوئے اور اشرار بھاگ نکلے ان میں سے بعض پہاڑوں پر جا چھپے۔ بہت سے جنگلوں میں جاکر پوشیدہ ہو گئے۔ بعض خانہ بدوش ہوکر نکل گئے۔ اور بہت سے منہ چھپا چھپا کر گھروں کے کونوں میں دبک بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے مسلمانوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا کعبہ کے گردیا اندر جتنے (تین سو ساٹھ) بت تھے سب کو توڑ پھوڑ کر باہر پھنکوا دیا۔

اس کے بعد قریش اور اکابر مکہ آپ کی خدمت میں عذر کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور آپ نے نہایت دریا دلی اور کشادہ پیشانی سے ان سب کے قصور معاف فرمادیئے۔ آپ کے اس غیر معمولی اخلاق و رحم سے متاثر ہوکر ایک جم غفیر نے صدق دل سے اسلام قبول کرلیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کا خون ہدر کردیا تھا کہ یہ موذی جہاں اور جس حال میں ملیں قتل کردیئے جائیں۔ ان کو امان نہیں ہے۔

ان باغیوں میں سے خطل عین ردائے کعبہ پکڑے ہوئے حالت میں قتل کیا گیا۔ حویرث بن نقید کو حضرت علیؓ نے مکہ میں داخل ہونے کیوقت عدم کیطرف روانہ کیا۔ مقیس بن حبابہ اور حارث بن طلاطلہ کو مختلف لوگوں نے بدمعاشی

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو جو خیبر یا حدیبیہ وغیرہ کی زبردست فتح دی اور وہاں کی بیشمار غنیمتیں بلا مشقت ملیں تو یہ ان کی تمام جاں نثاریوں اور مصائب کی برداشتوں کا پورا صلہ نہیں ہے بلکہ یہ ان فتوحات و غنائم کا ابتدائی مقدمہ ہے جو اب سے قیامت تک اُن کے ہاتھ آتی رہینگی۔

جب سعد وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کو جو سلطنت فارس کا صدر مقام تھا، فتح کر لیا تو دو تین دن کے بعد حکم دیا کہ ایوانات شاہی کا خزانہ اور نادرات لا کر ایک جگہ جمع کئے جائیں کیانی سلسلے سے لیکر نوشیروان کے عہد تک کی ہزاروں یادگار چیزیں تھیں۔ خاقان چین۔ راجہ داہر۔ قیصر روم۔ نعمان بن منذر۔ سیاوش۔ بہرام چوبین کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ، ہرمز اور قباد کے خنجر تھے نوشیروان کا تاج زرنگار اور ملبوس شاہی تھا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا اور سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی اور مہاریں بیش قیمت یاقوت پروائے ہوئے تھے ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔

سب سے عجیب غریب ایک فرش تھا جس کو ایرانی بہار کے نام سے پکارتے تھے یہ فرش اس غرض سے تیار کیا گیا تھا کہ جب بہار کا موسم نکل جاتا تھا تو اس پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے اس رعایت سے اس میں بہار کے تمام سامان مہیا کئے تھے۔ بیچ میں سبزے کا چمن تھا چاروں طرف جدولیں تھیں۔ ہر قسم کے درخت اور درختوں میں شگوفے اور پھول اور پھل تھے طرہ یہ کہ جو کچھ تھا زر و جواہرات کا تھا یعنی سونے کی زمین زمرد کا سبزہ۔ پکھراج کی جدولیں۔ سونے چاندی کے درخت۔ حریر کے پتے جواہرات کے پھل تھے۔

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔

تو یہ (خیبر کی غنیمت یا حدیبیہ کی فتح) تم کو سردست دلوادی اور (صلح حدیبیہ کی وجہ سے) دشمنوں کے دست تعدی کو تم سے روکا اور یہ بھی مقصود تھا کہ یہ واقعات تم مسلمانوں کے لئے دلیل ہوں اور یہ کہ خدا تم کو سیدھے رستہ پر لے چلے۔

ف

یہ بہت صریح اور زبردست پیشینگوئی ہے جو حرف بحرف پوری ہوکر رہی۔ روم ایران۔ شام وغیرہ کے فتوحات میں جسقدر کثرت سے غنیمتیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اس کا حساب نہیں بتایا جاسکتا۔ وہی عرب مسلمان جو کبھی انتہا درجہ کے مفلس و تہیدست تھے، چند سال کے اندر سونے چاندی اور جواہرات سے مالا مال ہوگئے۔

اگر ضمیر مخاطب کا لحاظ کرکے اس آیت کو صحابہ ہی کیساتھ مخصوص کیا جائے تو خدا کا وعدہ روم و فارس کی لڑائیوں میں پورا ہوگیا۔ اور اس آیت میں غزوات و فتوحات روم و فارس کی پیشینگوئی بھی نکلی جو خلفائے راشدین کے مبارک عہدوں میں واقع ہوئیں۔ اور اگر وَعَدَكُمُ کا خطاب عام مسلمانوں سے لیا جائے جیسا کہ لتکون آیۃ للمومنین ۔میں صراحت کردی گئی ہے تو پیشینگوئی بہت عام ہوجاتی ہے اور قیامت تک جتنی غنیمتیں مسلمانوں کو ملتی رہیں گی سب اس بشارت کے تحت میں ہیں۔

بہرحال ان بہت سی غنیمتوں کا وعدہ خواہ فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیساتھ مخصوص ہو یا تمام مسلمانوں سے ہو۔ دونوں صورتوں میں پورا ہوا جسکو پورا ہوتے تمام دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور انشاءاللہ آئندہ دیکھیں گے۔

پیشینگوئی

(۶۶)

مسلمانوں سے ایک ایسی فتح کا وعدہ جس پر قابو پانیکی بظاہر کوئی امید نہیں تھی (یعنی فتح روم و فارس)

جیسا کہ سورۃ الفتح کی گزشتہ آیت کے آخر ٹکڑے میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا

(مسلمانو!) اللہ تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے کہ تم ان پر قابض ہو گئے تو یہ (غنیمت) تم کو سر دست دلوا دی اور (صلح حدیبیہ کی وجہ سے عرب کے) دست تعدی کو تم سے روکا اور یہ بھی مقصود تھا کہ یہ واقعہ تم مسلمانوں کیلئے دلیل ہوں اور یہ کہ خدا تم کو سیدھے راستہ پر لے چلے (اور اس کے سوا) ایک فتح اور (بھی ہوئی) ہے جس پر اسوقت تک تم نے قدرت نہیں پائی (مگر) وہ خدا کے احاطہ قدرت میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ف

یہ تمام سامان فوج کی عام غارتگری میں ہاتھ آیا تھا لیکن اہل فوج ایسی استباز اور دیانت دار تھے کہ جس نے جو چیز پائی تھی بجنسہ لاکر افسر کے پاس حاضر کردی تھی چنانچہ جب سارا سامان لاکر سجایا گیا اور دور دور تک میدان جگمگا اٹھا تو خود حضرت سعد وقاص کو حیرت ہوئی بار بار تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان نادرات کو ہاتھ نہیں لگایا بے شبہ انتہا کے دیانت دار ہیں۔

مال غنیمت حسب قاعدہ تقسیم ہوکر پانچواں حصہ دربار خلافت میں بھیجا گیا فرش اور قدیم یادگاریں بجنسہ بھیجی گئیں کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ وجلال اور اسلام کی فتح واقبال کا تماشا دیکھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ سامان چنے گئے تو ان کو بھی فوج کی دیانت اور استغناء پر حیرت ہوئی۔

فرش کی نسبت لوگوں کی رائے تھی کہ تقسیم نہ کیا جائے خود حضرت عمر رض کا بھی یہی منشاء تھا لیکن حضرت علی رض کے اصرار سے اس بہار پر خزاں آگئی اور دربار نوشیروانی کے مرقع کے پرزے اڑ گئے۔

یوروپ کے موجودہ مذاق کے مطابق یہ ایک وحشیانہ حرکت تھی لیکن ہر زمانہ کا مذاق جدا ہے۔ وہ مقدس زمانہ جس میں زخارف دنیوی کی ذرا عزت نہ کی جاتی تھی دنیاوی یادگاروں کی کیا پروا کرسکتا تھا۔



الفاروق حصہ اول صفحہ ۹۷ بلفظہ ۱۲۔

ممالک عالم کی فتح ہونیکی پیشینگوئی ہے جو قیامت تک اہل اسلام فتح کرتے رہیں گے
ان اقوال مختلفہ میں سے جو قول لو، قرآن کی پیشینگوئی بہر طور پوری ہو کر رہی مگر معنی
آیت کی تعیین ضروری ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالی عہد پیغمبر صلعم کے مسلمانوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ تم آئندہ
ایسے ایسے ممالک فتح کرو گے جن کے فتح کرنیکی اسوقت تم میں قدرت وطاقت نہیں ہے
اور وہ خدا کے احاطہ قدرت میں ہے۔

ان شاندار الفاظ پر نظر کرتے ہوئے مکہ اور خیبر اور طائف وحنین کی فتح کا مراد
لینا صحیح نہیں ٹھہرتا کیونکہ مسلمان جب تک مکہ میں رہے دشمنان اسلام سے بہت مغلوب
ومقہور رہے مگر مدینہ منورہ میں آکر انھوں نے اپنی قدرت اور شوکت قائم کرلی تھی
خود حدیبیہ میں چودہ سو بہادروں نے لڑنے مرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ قوت روز بروز بڑتی ہی چلی جاتی تھی تو مسلمان اگرچہ دشمنوں سے
کمزور تھے مگر نہ اتنے کمزور کہ خیبر ومکہ والوں سے لڑنے کے قابل نہ ہوں۔ آخر آخر میں تو
کفار عرب پر مسلمانوں کی ایسی دہاک بیٹھ گئی تھی کہ مکہ بغیر لڑے بھڑے فتح ہوگیا غرض
اُخرٰی لم تقدروا سے خیبر وطایف کی فتح تو مراد ہو نہیں سکتی۔ رہی یہ بات کہ
اس پیشینگوئی میں وہ تمام ممالک مراد ہوں جو قیامت تک تمام مسلمان فتح کرتے
رہیں گے اگرچہ بجاے خود ایک زبردست بشارت ہو مگر غیر متعین ہونیکی وجہ سے
کچھ زیادہ وقیع نہیں ہے۔ ان وجوہ سے حسن، مقاتل، اور ابن ابی لیلی کی راے
بہت درست معلوم ہوتی ہے۔ کہ اُخرٰی لم تقدروا۔ سے فتح روم وفارس کی پیشینگوئی مراد ہے
جو ناظرین تاریخ عرب سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ عرب باوجود آزاد ہونیکے ہمیشہ
روم وفارس کے اثر میں رہا ہے۔ اور یہی زبردست سلطنتیں ہمیشہ عرب پر مسلط
رہیں کسریٰ۔ نوشیروان بادشاہ فارس کے عہد میں زیادہ تر روم عرب قابض وغالب تھی۔

علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ اُخریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا سے کونسی فتح مراد ہے۔

حضرت عکرمہ غزوہ حنین مراد لیتے ہیں مگر یہ رائے اس لئے صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ جنگ حنین میں مسلمانوں کو پہلی مرتبہ شکست ہوئی تھی۔

(۲)

ضحاک ابن زید اور ابن اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اُخریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا سے فتح خیبر مراد ہے۔

(۳)

حضرت قتادہ کی رائے ہے کہ اُخریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا میں فتح مکہ کی پیشینگوئی ہے

(۴)

عبد بن حمید نے جو بیر سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں عرب کے شہروں کے فتح ہونیکی خوشخبری ہے۔

(۵)

عطیہ کا مقولہ ہے کہ اُخریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا میں فتح فارس کی زبردست پیشینگوئی ہے

(۶)

حسن، مقاتل۔ ابن ابی لیلی اور بیہقی روم وفارس دونوں کے فتح ہونیکی بشارت مراد لیتے ہیں۔

(۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُخریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا میں ان تمام

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷ درالمنثور و فتح الباری۔

اُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا ۔ سے یہی روم وفارس کی فتح مراد ہے جو کبھی خود عربوں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ہم کسی وقت ان ملکوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں گے فتح تو بڑی بات ہے۔

روم وفارس کے بہت سے بلاد ومواضع حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے عہد میں فتح ہوئے اور حضرت عثمان رضؓ کے عہد میں ایران پوری طرح فتح ہوگیا

پیشگوئی

(۶۷)

یہود پر مسلمانوں کی فتح اور منافقین کی ندامت

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ	مسلمانو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ دونوں تمہاری مخالفت میں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بیشک وہ بھی ان ہی میں کا (ایک) ہے کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا تو (اے پیغمبر) جن لوگوں کے

غطیانوس قیصر روم کی طرف سے خالد بن جبلہ عرب، شام وغیرہ کا حاکم تھا اور کسریٰ کی طرف سے منذر بن نعمان، ممالک عمان، بحرین، یمامہ اور حجاز وغیرہ میں دافرماں روائی کر رہا تھا اتفاقاً خالد بن جبلہ اور منذر بن نعمان میں کچھ ان بن ہو گئی۔ دونوں میں جنگ کی نوبت پہنچی خالد نے غالب آکر منذر کے کثیر التعداد ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور اس کے بہت سے مال و اسباب چھین لئے۔ نوشیرواں نے یہ خبر سنکر غطیانوس کو لکھا کہ ہمارے تمہارے درمیان جو صلح ہے اس کا تمہیں اور خالد کو بھی اس کا خیال رکھنا ضرور تھا۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا، اب خالد کو یہ ہدایت کرو کہ منذر بن نعمان کے مقتولوں کی دیت ادا کر دے اور جو کچھ مال و اسباب غصب کر لیا ہے سب واپس کر دے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر ہماری تمہاری صلح ٹوٹ جائیگی۔ غطیانوس اپنے نشہ سلطنت میں مست تھا اس لئے نوشیرواں کے سنجیدہ پیام کا کچھ خیال نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نوشیرواں نے غضبناک ہو کر ستر ہزار فوج بھیجکر ممالک روم کا قلع قمع کرنے لگا۔ عرب میں جہاں جہاں رومی مسلط تھے ہر طرف ان کو نکال باہر کیا اور پورا ملک عرب ایرانیوں کے زیر اثر ہو گیا عـــہ

روم خصوصاً سلطنت ایران کا ایسا رعب عربوں کے قلوب پر مستولی تھا کہ ایران کے نام سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور سلطنت ایران کے کسی حکم کے ذرہ برابر خلاف کرنیکی وہ جرأت نہ کر سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ عرب جیسے بے بضاعت ملک کو روم و ایران ایسی قاہر سلطنتوں سے کیا نسبت ہو سکتی تھی مگر خدائے اسلام کی شان و قدرت دیکھو کہ اس نے ایسے بے بضاعت ملک عرب سے روم و فارس کو وہ روز بد دکھایا کہ ان کی ساری قوت و شوکت، ذلت و خواری سے بدل گئی اور دنیا سے ان کی کسریٰ و قیصریت کا نام مٹ گیا۔

عـــہ کتاب ملوک العرب قبل الاسلام مطبوع ۱۲۔

اس بات پر مصالحت کرلی کہ نہ ہم مسلمانوں سے جنگ کریں گے نہ مسلمانوں کی حمایت میں
ان کے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔

منافقین جو ظاہر میں مسلمان بنتے تھے اور حقیقت میں اسلام و اہل اسلام کے
سخت ترین دشمن تھے۔ یہود و نصاریٰ سے ملتے تھے اور یہود سے سازش رکھتے تھے
اور کہتے یہ تھے کہ ہم تو فقط اس لئے یہودیوں سے ملے جلے رہتے ہیں کہ شاید یہ لوگ غالب
آجائیں اور مسلمانوں پر مصیبت آپڑے تو ہم ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان منافقین کی سرزنش کرکے یہ پیشینگوئی فرمائی کہ عنقریب
اللہ مسلمانوں کو (یہود پر) فتح دیگا یا کوئی ایسا امر پیش لاسے گا جس سے یہ منافقین اپنی
حرکتوں اور بدگمانیوں پر پشیمان ہوں گے اور اسوقت یہ پشیمانی ان کو نقصان سے بچا نہ سکے
گی چنانچہ یہ پیشینگوئی کھلے بند پوری ہوئی۔

جنگ بدر میں مسلمانوں نے فتح عظیم پائی تو یہود نے اعتراف کیا کہ بلاشک
محمد (صلعم) وہی نبی امی ہیں جن کی بشارت توراۃ شریف میں موجود ہے۔ پھر جب جنگ
احد میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو یہود بنی نضیر نے اپنے اس عہد کو توڑ ڈالا اور اسی پرانی
عداوت پر جم گئے۔ کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودیوں کو ساتھ لیکر مکہ معظمہ آیا ابوسفیان
اسلام کا پرانا دشمن چالیس مردان قریش کو لیکر کعبہ میں داخل ہوا، اور یہیں دونوں فریق میں
قسماقسمی ہوئی کہ مسلمانوں کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر نیست و نابود کر دیا جائے معاہدہ پکا ہو جانے
کے بعد کعب یہودی جس طرح چپ چپاتا مدینہ سے آیا تھا اسی طرح واپس گیا اللہ تعالیٰ نے
وحی کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم کو اس واقعہ کی خبر دی اور آپ کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے
کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔

شنبہ کے روز ۳ ہجری میں آپ نے مسجد قبا میں نماز پڑھی صحابہ کبار ابوبکر، عمر، علی
زبیر۔ طلحہ۔ سعد اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم ہمراہ رکاب تھے آپ نے میدان میں

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ۔

دلوں میں (بے ایمانی ونفاق کا) روگ ہے تم انکو دیکھوگے کہ ان (یہود ونصاریٰ کے دوست بنانے) میں جلدی کرتے ہیں کہتے کیا ہیں کہ ہم کو تو اس بات کا ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت کے پھیر میں آ جائیں سو کوئی دن جاتا ہے کہ اللہ (مسلمانوں کی) فتح یا کوئی (اور) امر اپنی طرف سے پیش لائیگا تو (اسوقت یہ منافق) اُس (بدگمانی) پر جو (اسلام کے غلبے اور اسکی صداقت کی نسبت) اپنے دلوں میں چھپاتے تھے پشیمان ہوں گے اور (اس سے مسلمانوں پر ان کا نفاق کھل جائیگا تو) مسلمان (ان کے حال پر افسوس کرکے آپس میں) کہینگے کہ کیا یہ ہی لوگ ہیں جو (ظاہر میں) بڑی زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے (اور ہم سے کھا کرتے) تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (اور اندر اندر یہود کی تائید میں کوشش کرتے تھے تو) ان کا سارا کیا (دھرا) اکارت ہوا (اور سراسر) نقصان میں آ گئے۔

ف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے تو یہود بنو نضیر و

بنائی از بسکہ اسلام میں بڑے شد و مد کے ساتھ عقیدۂ توحید کی تاکید و تائید تھی۔
مسلمانوں کے مذہبی عقائد یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کسی سے نہیں ملتے تھے
ہر چند رسول خدا نے ہر طرح کی دلیلوں سے قائل کیا۔ معدودے چند ایمان لائے باقی
سارا ملک دشمنی پر کمربستہ ہو گیا جب تک مسلمانوں کا گروہ تھوڑا اور کمزور رہا مخالفوں
نے ایذا دہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مسلمان اس پر بھی صبر اور درگذر کرتے رہے اور
نرمی و ملائمت سے سمجھاتے رہے مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کب ماننے والے تھے
آخر اتنے میں مسلمان بھی قوت پکڑ گئے اور جواب ترکی بترکی دینے لگے۔

غرض لڑائی ٹھن گئی اور جیسا قاعدہ ہے اسکا سلسلہ سالہا سال جاری رہا ظاہر بات ہے
کہ جب دو گروہوں میں لڑائی ہو رہی ہو اور لڑائی بھی زبانی نہیں تیر و تلوار کی لڑائی
یعنی ایک دوسرے کی جان کا خواہاں۔ ایسی معاملت میں ایک گروہ کے آدمی کو
دوسرے کسی گروہ کے آدمی سے دوستی رکھنا اپنے گروہ کی تباہی کے درپے
ہونا ہے۔

شروع آیت میں جو یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے کی ممانعت کی گئی وہ اسی مصلحت
سے ہے اور وہ حکم اس خاص وقت اور خاص حالت کے لئے تھا۔

یہ ایک طرح کے فوجی انتظام ہیں جو ہر ملک اور ہر قوم کو کرنے پڑتے ہیں اور دنیا کے
لڑائی جھگڑوں سے متعلق ہیں۔ رہی مذہبی دشمنی یعنی اختلاف عقائد وہ بالکل دوسری
بات ہے جسکو دنیاوی معاملات میں دخل دینے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اٹھائیسویں
پارہ کی سورۃ ممتحنہ میں ان باتوں کی خوب صراحت ہے (اس کو دیکھنا چاہیئے)

نماز عصر ادا کی۔ ابن ام مکتوم کو مدینہ میں نائب چھوڑا۔ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ میں علم دیا جب رسول اللہ صلعم بنو نضیر کے سروں پر جا پہنچے وہ سب کعب کی ماتمداری بھولکر۔ مسلمانوں کے خوف سے قلعہ بند ہو گئے چھ روز یا پندرہ روز قلعہ کا محاصرہ رہا۔ لشکریان اسلام نے قلعہ کے ارد گرد کے تمام درختوں کو جلا کر اور کاٹ کاٹ کر میدان صاف کر دیا اور قلعہ والوں سے کہا تم گھبراؤ نہیں۔ ہملوگ بلا فتح کئے یہاں سے حرکت نہیں کرینگے آخر مجبور ہو کر یہود نے صلح کا پیام بھیجا اور یہ طے پایا کہ سارے یہود بنی نضیر دیس چھوڑ کر جلاوطن ہو جائیں تا مسلمان ہمیشہ کے لئے ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ طوعاً کرہاً یہودیوں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور قبیلہ کا قبیلہ قلعہ سے باہر نکلا۔ سات سو اونٹوں پر سامان لادا۔ عورتوں نے دف اور باجے وغیرہ ہاتھوں میں لئے اور جسقدر مال و اسباب لاد سکے لاد لے کر مدینہ کے بازار سے ہوتے ہوئے حجاز سے باہر ہو گئے بہت سے شام میں جا کر بسے اور بہت سارے خیبر میں متوطن ہو گئے اور خدا کی پیشینگوئی پوری ہوئی کہ مسلمانوں کو قلعہ عظیم حاصل ہوا۔ یہودی مغلوب و مقہور ہو کر مدینہ سے جلاوطن ہوئے جس کی طرف آیت کے جملہ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ۔ میں صاف اشارہ ہے۔ منافقین کی ساری کارستانیاں کھل گئیں۔ مسلمانوں پر ان کا نفاق ظاہر ہو گیا اور وہ دونوں طرف سے مارے پڑے اور ذلیل و رسوا ہوئے۔

منافق کہتے پھرتے تھے کہ ہم یہودیوں کا ساتھ صرف اس لئے دیتے ہیں کہ بیت وہاں مسلمانوں پر آفت آجائے تو ہم اس آفت سے محفوظ رہیں بخلاف اس کے الٹے یہودیوں پر آفت آگئی تو منافقین ہاتھ ملکر رہ گئے اور حسرت و ندامت جو کچھ ہوئی ہوگی اس کا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہیں۔

نکتہ

پیغمبر خدا نے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم کر کے مسلمانوں کی ایک نئی جماعت

اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔	اور (ان کی) مدد کی یہی پکے مسلمان ہیں ان کے لئے (گناہوں کی) معافی ہے اور عزت (و آبرو) کی روزی ہے۔

تیسری آیت سورۃ النسا میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔	سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور جنھوں نے اسی کا سہارا پکڑا تو اللہ (بھی) ان کو عنقریب اپنی رحمت (کے سایہ) اور فضل کی پناہ میں لے لیگا اور ان کو اپنے (حضور تک (پہونچنے) کا سیدھا رستہ (بھی) دکھا دیگا۔

ف

ان آیات میں تین پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین کو جنھوں نے خدا کی راہ میں جلاوطنی اختیار کی اطمینان سے اچھی جگہ بٹھائیگا۔ غلبۂ اسلام کی پیشینگوئیوں میں سے یہ ایک زبردست پیشینگوئی ہے جس کا وقوع ہوچکا یعنی جن مسلمانوں نے کفار کے ظلم سے تنگ آکر رسول خدا کے حکم سے ہجرت کی تھی۔ دنیا میں ان کا سب سے بڑا مرتبہ ہوا۔ دنیا میں ان کو بہترین جگہ ملی اور آخر وہ راحت و آسایش سے بسر کرنے لگے۔

دوسری۔ پیشینگوئی پہلی سے عام ہے کہ اس عہد کے تمام سچے مسلمانوں کو آخر امن ملی ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے تمام جزیرہ نمائے عرب کو فتح کیا بہت سے کفار مسلمان ہوگئے بہت سے دارالبوار کو سدھارے بہت سارے مغلوب و مقہور ہوکر رعیت بن گئے اور پھر کوئی ان کا ستانیوالا باقی نہ رہا۔ عرب میں ہرطرف

پیشگوئی

(۶۸)

مہاجرین کو اطمینان سے ٹھکانے بٹھایا جائیگا

(۶۹)

سچے مسلمانوں کو آخر امن کلی ہوگا

یہ پیشگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

اور جن (مہاجر مسلمانوں) پر ظلم ہوا اور ظلم ہونے کے بعد ان کو خدا کے لئے اپنے وطن چھوڑنے پڑے ہم ان کو ضرور ضرور دنیا میں اچھے ٹھکانے سے بٹھائینگے اور اجر آخرت (جو انکو ملنے والا ہے وہ اس سے کہیں بڑھکر ہے اے کاش یہ لوگ (اس بات کو) جانتے

دوسری آیت سورۃ انفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا

(جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے رستے میں جہاد بھی کئے اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی

دوسری آیت سورۃ العلق میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡہُدٰۤی اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰی اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ کَلَّا لَا تُطِعۡہُ وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ۔

(اے پیغمبر!) تم نے اس شخص (کی حال) پر نظر کی کہ جب (ہمارا ایک) بندہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اُسی منع کرتا ہے بھلا دیکھو تو (سہی) اگر (یہ شخص خود) راہ راست پر ہے یا (لوگوں کو) پرہیزگاری سکھاتا ہے (جیسا کہ وہ سمجھتا ہے) بھلا دیکھو تو (سہی) اگر یہ شخص کلام الٰہی کو جھٹلاتا اور (دین حق سے) روگردانی کرتا ہے (بہرحال) کیا اس کو (اتنی بات کی) خبر نہیں کہ (دونوں صورتوں میں) خدا (اسکی حال کو) دیکھ رہا ہے (وہ سن رکھے کہ اگر (اپنی کرتوت سے) باز نہیں آئیگا تو ہم (اس کے) پٹھے (یعنی) اُس جھوٹے خطاکار کے پٹھے پکڑ کر گھسیٹینگے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے ہم نشینوں کو (مدد کیلیئے) بلائے ساتھ کے ساتھ ہم جلاد فرشتوں کو بلا لینگے۔ سنو جی! ہرگز اس کا کہنا نہ مانو اور بے تامل سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔

ف

یہ آیتیں سب ابوجہل بن ہشام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ جو اسلام کا سب سے بڑا موذی دشمن تھا یہ ابوجہل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ مگر آپ کو نماز پڑھنے سے مانع ہوتا تھا اور آپ کو دھمکایا کرتا تھا کہ اگر اس نئے طریقہ پر عبادت کروگے تو گردن مروڑ دوں گا اور اپنے

مسلمانوں کا ہی طوطی بولنے لگا۔

تیسری پیشگوئی۔ مہاجرین وانصار کی نسبت ہے کہ وہ سچے مسلمان ہیں یعنی مرتے دم تک اسلام پر قایم رہینگے رسول کے حکم سے جن پاک نفوس نے مکہ سے ہجرت کی وہ مہاجرین اور ان مہاجرین کو جن پاک نفوس نے مدینہ میں جگہ دی اور ہر طرح ان کی امداد کی وہ انصار۔ سب مسلمان پر ثابت قدم رہے اور ان دونوں فریق میں کا ایک فرد بھی دائرہ اسلام سے ایک قدم آگے نہیں نکلا۔

پیشگوئی

(۷۰)

ابوجہل کو پیچھے پکڑ کر گھسیٹینگے اور وہ ذلیل موت مریگا

پہلی آیت سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيْرٍ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔

اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جس کو نہ تو کسی طرح کا علم ہے اور نہ کسی طرح کی ہدایت اور نہ کوئی کتاب جو (اس کو راہ حق) دکھائی (اسپر بھی) اینٹھا ہوا خدا کے بارہ میں جھگڑتا ہے تاکہ (دوسروں کو) خدا کے رستہ سے گمراہ کرے۔ ایسے نابکار) کی سزا دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہم اسکو عذاب دوزخ چکھاینگے

پیشنگوئی

(۷۱)

ولید کی ناک پر داغ لگے گا

جیساکہ سورۃ القلم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ۔

تو (اے پیغمبر!) تم کسی (ایسے نابکار) کے کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھاتا ہے۔ آبرو باختہ ہے (لوگوں پر) آوازی کسا کرتا ہے چغلیاں لگاتا پھرتا ہے اچھے کاموں سے روکتا رہتا ہے۔ حدِ (بندگی) سے بڑھ گیا ہے۔ بدمزاج اکھڑ ہے (اور) ان (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے جب ہماری آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اس (برتے) پر کہ مال اور (بہت سے) بیٹے رکھتا ہے بول اٹھتا ہے کہ یہ (تو) اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں (اچھا تو وہ ذرا صبر کرے) ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے

ن

ساتھیوں کو تم پر چڑھا لاؤنگا عہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ پیغمبر سے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ الملعون اپنے ساتھیوں کو تم پر کیا چڑھا لائیگا۔ ہم ہی اس کی بری طرح خبر لیں گے اس کو ذلت کی مار ماریں گے اور پٹھے پکڑ کر گھسیٹینگے اگر اس میں قدرت ہو تو جن ساتھیوں پر اس کو بڑا غرہ ہو ان کو مدد کے لئے بلائے اور اس آنیوالے عذاب کو دفع کرے۔

جب بدر کی لڑائی پیش آئی ابو جہل کے یار و مددگار کچھ کام نہ آئے اور وہ بہت بری طرح سے مارا گیا۔

جنگ سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا' کاش کوئی خبر لاتا کہ ابوجہل کا کیا حشر ہوا' ابن مسعود' یہ سنکر کھڑے ہوگئے کہ یا رسول اللہ صلعم میں جاکر خبر لاتا ہوں اور تلاش کرتے ہوئے میدان جنگ میں پہونچے۔ دیکھا کہ مقتولوں کے ڈھیر میں ایک طرف ابو جہل بھی پڑا ہوا دم توڑ رہا ہے اس دشمن خدا کو عفراء کے بیٹوں نے مارا تھا اور جسوقت ابن مسعود پہونچے اس میں کچھ جان باقی تھی ابن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑ کر پوچھا' کیا تو ہی ابو جہل ہے' اس نے کہا افسوس! جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے کیا اس سے بڑے مرتبہ والا بھی کوئی ہے یا ہو سکتا ہے۔

اس عہ کے بعد ابو جہل مر گیا اور اسلام کے لشکریوں نے دوسرے مقتولوں کے ساتھ اسکی چوٹی پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لیجاکر ایک گڑھے میں ڈال دیا اور اس طرح قرآن کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔



عہ بخاری جلد ثالث ۱۲ عہ بخاری جلد ثالث ۱۲

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ -

یہی تو ہیں (منافق) جو (لوگوں کو) بہکایا کرتے ہیں کہ جو لوگ رسول خدا کے پاس (آکر جمع ہوئے) ہیں (اپنا پیسہ) اُن پر نہ خرچ کرو کہ (عاجز آکر) آخر کو (آپ ہی) تتر بتر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں میں اور زمین میں جتنے خزانے ہیں (سب) اللہ ہی کے ہیں مگر منافقوں کو اتنی سمجھ نہیں (یہ منافق) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو عزت والا ، ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے تو سہی حالانکہ (اصلی) عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی ہے ۔ مگر منافقین (اس بات سے) واقف نہیں۔

ف

یہ غزوۂ بنی المصطلق کا مذکور ہے۔

سنہ ۵ ہجری میں حارث بن ابی ضرار رئیس خزاعہ نے چند قبائل عرب کو اسلام کی مخالفت پر ابھار کر جدال و قتال پر آمادہ کیا۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ نے بریدہ بن الحصیب اسلمی کو جاسوس بنا کر تحقیق حال کے لئے بھیجا اُنھوں نے حارث ابی ضرار سے گھل ملکر تمام باتیں دریافت کرلیں اور واپس آکر رسول خدا کو موبمو کہہ سنایا۔

رسول خدا صلعم نے بھی جنگ کی تیاری کی۔ زید بن حارثہ رضؓ کو مدینہ منورہ میں

یہ آیتیں ایک بڑے کافر ولید بن مغیرہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ وہ نہایت ہی خبیث و موذی تھا اور جن باتوں کے لئے خدا نے اس پر ملامت کی ہے، آدمی کو چاہیئے کہ ان سے بچتا رہے۔

خرطوم کے لفظی معنی سونڈ کے ہیں، یہاں حقارت کے لئے آدمی کے حق میں استعمال کیا گیا ہے۔

یہ آیتیں مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔ اس میں یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ ولید بن مغیرہ کی پیشانی پر یا ناک پر داغ لگایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ بدر میں یہ کمبخت، اسلام کی مخالفت پر مسلمانوں سے قتال کرنے آیا عین ہنگام کارزار میں اس کی ناک پر زخم لگا اور قرآن کی پیشنگوئی پوری ہوگئی۔

پیشنگوئی

(۷۲)

منافقوں کے قسمت میں ذلت ہے عزت تو بس اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہے

جیسا کہ سورۃ المنافقین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ع تفسیر ابن عباسؓ ۱۲ ع فتح البیان جلد تاسع ۱۲۔

سنا کہ جہجاہ نے جو مہاجرین کا حلیف ہے سنان انصاری کے ساتھ ایسی بدسلوکی کی تو عبد اللہ کی رگ کفر و نفاق حرکت میں آئی وہ تو ہمیشہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا تھا یہ ایک اچھا موقع ملا انصار اور اپنے ہم مشرب لوگوں کو جمع کرکے کہنے لگا کہ مہاجرین کی ساری کثرت و قدرت اہم انصار کی وجہ سے ہے جنہوں نے مکہ سے بلاکر ان کو مدینہ میں جگہ دی اور اس کا بدلہ ہم کو یہ ملتا ہے کہ اسکے ہمیں کو ذلیل کیا جاتا ہے منافقین اپنے نزدیک مسلمانوں کو اپنے مقابلہ میں کمزور و ذلیل تو سمجھتے ہی تھے لگے کہنے کہ اچھا اب تو ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے اور ان ذلیلوں (اہل اسلام کو نکال باہر کیا کہ نہ یہ رہیں گے اور نہ فساد ہوگا۔ ع۵

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی تکذیب فرمائی کہ یہ جھوٹے بیوقوف حماقت کی باتیں کہتے ہیں۔ یہ خود ذلیل و خوار ہیں۔ انھیں کی قسمت میں رسوائی ہے اور سچی عزت تو بس اللہ اللہ کے رسول اور اہل اسلام کی ہے۔

آخر زید بن ارقم کی وجہ سے عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے اتباع کا سارا راز فاش ہوگیا۔ قرآن نے منافقوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا وہ دونوں فرقو میں ذلیل و رسوا ہوگئے اور مسلمان ہمیشہ ترقی کے منازل کو بلا روک ٹوک کے طے کرتے رہے۔ یہانتک کہ عزت و اقبال کے بالا ترین مقام پر پہنچ گئے۔ سُبحَانَهُ جَلَّتْ كِبْرِيَائُهُ ۔



ع۵ مدارج النبوۃ جلد اول۔

اپنا جانشین چھوڑا مہاجرین کا علم ابو بکر صدیق رضؓ یا علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ میں دیا۔ انصار کا علم سعد بن عبادہؓ کے سپرد کیا۔ اور عمر فاروق اعظم رضؓ کو مقدمہ لشکر پر متعین فرمایا اور قتال کے لئے مدینہ سے چل کھڑے ہوئے اس لشکر میں مہاجرین کے تیس گھوڑے اور انصار کے بیس گھوڑے تھے مال غنیمت کی لالچ سے بہت سارے منافقین بھی ہمراہ ہو لئے جن کا سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین تھا لشکر اسلام کی آمد آمد سنکر بنو مصطلق کے قلوب پر ایسا رعب چھایا کہ اطراف و اکناف سے جس قدر لوگ لڑانے کیلئے جمع ہوئے تھے سب متفرق ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلدیئے رسول خدا صلعم نے پہنچکر چاہ مریسیع پر نزول اجلال فرمایا اور کفار نے بعد ترتیب لشکر میدان مقابلہ کا رخ کیا پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں نے مشرکوں کے علم بردار کو تلوار کی نوک پر رکھ لیا۔ اور اس کے قتل ہوتے ہی دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے لشکر کفار نے شکست فاش کھائی بہت سے گرفتار ہوئے بقیہ جان بچا کر بھاگ گئے۔

جنگ سے فارغ ہونے کے بعد ایسا ہوا کہ سنان بن وبر حلیف انصار اور جہجاہ بن سعید غفاری حلیف مہاجرین کے درمیان میں جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ نے غصہ میں آکر سنان کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا کہ اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ سنان عاجز آکر اپنے حلیف انصار کی دہائی دینے لگا۔ اور اس کی آواز پر ہر طرف سے انصار گرد آ گئے اس مجمع کو دیکھکر جہجاہ گھبرایا، اور تو کچھ بن نہ پڑا، مضطر ہو کر چلایا کہ یا مہاجرین! آواز کا دینا تھا کہ مہاجرین لپک لپک کر پاس پہنچ گئے۔ اب قریب تھا کہ مہاجرین و انصار کے درمیان میں خونریزی واقع ہو اور زمانۂ جاہلیت کا جاہلانہ سماں پیش نظر ہو جائے مگر بعض دور اندیش مہاجرین کے سمجھانے سے سنان، جہجاہ کے قصور سے درگذرا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

عبد اللہ بن ابی بن سلول راس المنافقین قبیلہ انصار میں سے تھا جب اس نے

چونکہ آپ کے کوئی بیٹا نہ تھا کافر کہتے تھے کہ یہ دین و مذہب کے سارے بکھیڑے اس شخص کے جیتے جی کے ہیں پھر آگے کو اسکی نسل منقطع ہے تو یہ خرخشے بھی اس کے ساتھ ہو چکیں گے اس سورہ میں خدا نے کافروں کا جواب اور پیغمبر خدا کی تسلی فرمائی کہ تمہارے بیٹا نہیں ہے مگر سارے مسلمان جو روز قیامت تک ہوں گے وہ سب تمہارے ہی فرزند ہیں اور اپنے صلبی فرزندوں سے زیادہ اطاعت گذار۔ جو مطلب اصلی فرزند سے حاصل ہوتا ہے وہ امت کے لوگوں سے باحسن وجوہ حاصل ہوتا ہے۔ بیٹا نہ ہوا نہ سہی۔ تمہاری دینی نسل قیامت تک منقطع ہونیوالی نہیں ہے۔

آپ کے فرزندوں میں سب سے پہلے قاسم کا انتقال ہوا[عہ] ان کے بعد عبداللہ فوت ہوے عبداللہ کے بعد ابراہیم نے قضا کیا۔

جس وقت قاسم یا ابراہیم کا انتقال ہوا، عاص بن وائل سہمی جو آپ کا سخت تریں دشمن تھا، خوش ہو کر کہنے لگا کہ محمد (صلعم) ابتر ہے اسکی نسل منقطع ہو گئی اور اب اسکا کوئی نام لیوا نہ رہیگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مردود کی تکذیب فرمائی کہ تم ابتر نہیں ہو بلکہ خود تمہارا دشمن عاص بن وائل ابتر ہے اور اس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔

جمہور اسی طرف ہیں کہ یہ آیت عاص بن وائل کی تکذیب میں نازل ہوئی ہے مگر بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ابولہب کی شان میں نازل ہوئی اور بعض ابوجہل کو بتاتے ہیں اگرچہ صحیح بات یہی ہے کہ آیت میں عاص بن وائل کی تکذیب کیگئی اور اس کے حق میں قرآن کی پشینگوئی بھی حرف بحرف پوری اتر گئی لیکن دوسرے

عہ درالمنثور جلد خامس۔

پیشینگوئی

(۷۳)

محمد مصطفیٰ کی نسل میں بڑی خیر و برکت ہوگی

(۷۴)

محمد مصطفیٰ کے دشمن کا کوئی نام لیوا نہ رہیگا

جیسا کہ سورۃ الکوثر میں ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

(اے پیغمبر) ہم نے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے تو (اس کے شکریہ میں) اپنے پروردگار کی نماز پڑھو اور (اس کے نام کی) قربانی کرو جو تمہارا برا چاہے اُسی کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔

ف

عرب میں ابتر اس مرد کو کہتے تھے جس کے کوئی بیٹا نہ ہو[۵]۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرزند پیدا ہوئے ابراہیم قاسم اور عبداللہ او رتینوں صغیر سنی میں انتقال کر گئے۔

---

[۵] الصراح ۱۲۔

اور بعض نے ابوجہل پر لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس خصوصیت کیساتھ مفسرین منطبق کرنا چاہتے ہیں ان میں سے کسی پر بھی یہ پیشینگوئی منطبق نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تین ناہنجار دشمنوں میں سے کوئی ایک بھی منقطع النسل ہو کر نہیں مرا۔ بلکہ عاص بن وائل کے فرزند عمرو بن عاص اور ابوجہل کے فرزند عکرمہ بن ابی جہل تو مشاہیر صحابہ۔ دہاۃ عرب اور اسلام کے بڑے جانباز بہادروں میں شمار کئے گئے علاوہ اس کے جب خود قرآن نے رسول اللہ صلعم کے منقطع النسل دشمن کی تعیین نہیں کی اور شان نزول کی روایات میں تینوں دشمنان رسول کا نام لیا جاتا ہے۔ تو پھر کسی ایک کی تخصیص بے ضرورت ہے بلکہ بلاتخصیص یہ پیشینگوئی صحیح اتر جاتی ہے۔

پیشینگوئی صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے اور تم نہیں بلکہ تمہارا دشمن ابتر یعنی منقطع النسل ہے جس کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں جو خیر و برکت ہوئی اور ہے وہ مثل ید بیضا کے روشن ہے جب سے تاریخ کا پتہ چلتا ہے ایسی برکت اور کثرت آج تک نوع انسان کے کسی متنفس کی نسل میں نہیں ہوئی اولاد کی تمنا عموماً اپنی بقائے نام و نشان کیواسطے کیجاتی ہے اور اس غرض کو امت محمدیہ نے جس خوبی سے کیساتھ پورا کیا اور کر رہی ہے آج تک نہ کسی باپ کی اولاد نے کیا نہ آیندہ کبھی کر سکتی نہ کرے گی۔

بخلاف اس کے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا عبرت ناک حال دیکھو کہ وہ کیسے منقطع النسل اور واقعی کیسے ابتر ہیں پیغمبر عرب کی دشمنی کی وجہ سے اور آپ کے روشن نام کے صدقہ میں صرف ان دشمنوں کا نام تو باقی ہے جن پر قیامت تک ذلت و لعنت کی بارش رہیگی باقی نہ ان کی نسل و اولاد کا پتہ ہے نہ تمام

مذاہب مختلفہ کے تسلیم کر لینے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ ابولہب اور ابوجہل کی نسل بھی دنیا میں نہ چلی اور پہلی ہی پشت میں نسل کا خاتمہ ہوگیا۔

ابولہب لاولد مرا۔ ابوجہل کے ایک بیٹا تھا عکرمہؓ جو بعد کو مسلمان ہوا۔ عکرمہ کے کوئی بیٹا نہیں ہوا۔ اور اس طرح جو بات اس نے پیغمبر خدا کی نسبت کہی تھی وہ اسی پر اُلٹ پڑی۔

غرض اِنَّ شَانِئَكَ سے ابولہب مراد ہو یا ابوجہل مراد ہو یا عاص بن وائل سہمی کی تکذیب ہو۔ ہر حالت میں قرآن کی پیشینگوئی صحیح اتر گئی۔ بہر کیف اس سورہ میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ فرمائی کہ سرور کائنات کی امت جن کی کثرت قیامت تک رہیگی۔ فرزندوں سے بڑھ کر آپ کی اطاعت گذار ہوگی اور آپ کی آل اطہار میں بڑی خیر و برکت ہوگی یعنی آپ کی طاہر بیٹی جناب فاطمہ زہرا کی نسل جن میں فوق العادۃ ترقی ہوئی الفاظ " اعطیناک الکوثر " کا یہی مفاد ہے اور اس پیشینگوئی کی صحت آج بھی بدیہی طور پر ثابت ہے۔

دوسری پیشینگوئی

آپ کے دشمن (ابولہب یا ابوجہل یا) عاص بن وائل کا منقطع النسل ہونا جیسا کہ اوپر گذر چکا

تحقیق

بعض مفسرین نے اس پیشینگوئی کو عاص بن وائل پر منطبق کیا ہے بعض نے ابولہب

كَافِرٌ فَأُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

لوگوں کا کیا کرایا، دنیا اور آخرت (دونوں میں) اکارت اور یہی ہیں دوزخی (اور) وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہنے والے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا

اور محمد اس سے بڑھکر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (اور) بھی رسول ہو گذرے ہیں پس اگر (محمد) اپنی موت سے مرجائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اپنے اُلٹے پیروں (کفر کی طرف) پھر لوٹ جاؤ گے۔ اور جو اپنے الٹے پیروں (کفر کیطرف) لوٹ جائے گا۔ وہ خدا کا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

ف

ان آیتوں میں صاف طور پر تو نہیں مگر کنایتہً انداز کلام سے یہ پیشینگوئی نکلتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کچھ مسلمان دین اسلام سے پھر جائیں گے مگر ان کے ارتداد سے اسلام کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔

تیسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ

مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے تو خدا (کو اسکی کچھ پروا نہیں وہ) ایسے لوگ لاموجود کریگا

کرۂ عالم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جو اپنے کو ابولہب یا ابوجہل یا عاص بن وائل کی اولاد میں بتائے بلکہ اگر واقعی کوئی ایک آدھ آدمی ان کی نسل میں ہوگا بھی تو اپنے کو انکی نسل میں بتانے سے شرم کرتا ہوگا پس ابولہب وغیرہ دشمنان رسول کا نام بھی رسول اللہ صلعم کی وجہ سے ہی باقی ہے ورنہ وہ تو درحقیقت منقطع النسل ہی ہیں جن کا دنیا میں کوئی نام لیوا نہیں ہے۔

پیشگوئی

(۷۵)

محمد رسول اللہ کے بعد کچھ مسلمان اسلام سے پھر جائینگے

(۷۶)

ان مرتدوں پر ایسے پاک مسلمان غالب ہوں گے جو آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہوں گے

یہ پیشگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ	اور جو تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور کفر ہی کی حالت میں مرجائے گا تو ایسے

پہلا فرقہ۔ بنومدلج کا ہے، ان کا رئیس، ذوالحمار اسود عنسی تھا اس کاہن نے نبوت کا دعوی کرکے یمن کے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا اور تمام بنو مدلج وغیرہ نے مرتد ہوکر اس کا ساتھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال کو یمن کے شہروں سے نکال باہر کیا تو آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور انھوں نے سادات یمن کو ساتھ لیکر اس جھوٹے نبی کا قلع قمع کردیا۔

جس روز اسود عنسی قتل ہوا، اسی رات کو رسول اللہ صلعم نے اس کے قتل کی خبر دی اور اس کے دوسرے روز صبح کو آپ نے انتقال فرمایا۔ ؎

دوسرا فرقہ۔ بنو حنیفہ کا جن کا سردار مسیلمہ کذاب تھا اس کذاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نبوت کا دعوی کیا بنو حنیفہ کے لوگ مرتد ہوکر اس کے پیرو ہوگئے آخر ابوبکر صدیق رض نے اپنے عہد خلافت میں اس پر لشکرکشی کی اور وحشی غلام جس نے ایام جاہلیت میں حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ اس کا قاتل ثابت ہوا۔

تیسرا فرقہ۔ بنو اسد کا جن کے سردار طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعوی کرکے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ رسول اللہ صلعم کے حکم سے حضرت خالد نے اس کا مقابلہ کیا۔ طلیحہ شکست کھاکر شام کی طرف بھاگا۔ پھر آخر میں مسلمان ہوا، اور اسلام کی حالت میں قضا کیا۔ سات فرقے جناب صدیق اکبر کے زمانۂ حکومت میں مرتد ہوئے

(۱) **چوتھا فرقہ**۔ فزارہ کا جن کا رئیس عینیہ بن حصن تھا۔

(۲) **پانچواں فرقہ**۔ غطفان جن کا سردار قرۃ بن سلمی قشیری تھا۔

(۳) **چھٹواں فرقہ**۔ بنو سلیم جن کا سردار فجارۃ بن عبد یالیل تھا۔

(۴) **ساتواں فرقہ**۔ بنو تمیم جن کی سردار سجاح بنت المنذر عورت تھی قبیلہ بنی تمیم کی

؎ کشاف ۱۲

يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔ مسلمانوں کیساتھ نرم۔ کافروں کے ساتھ کڑے۔ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑادیں گے اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا کچھ باک نہیں رکھیں گے۔ یہ (بھی) خدا کا (ایک) فضل ہے جس کو چاہے دے اور اللہ (کی رحمت بڑی) وسیع (ہے) اور وہ سب کے حال سے) واقف ہے۔

ف

اس آیت نے پیشنگوئی کی پوری صراحت کردی کہ آنحضرت کے بعد کچھ مسلمان دین اسلام سے منحرف ہوکر مرتد ہوجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اُن پر ایسے مسلمانوں کو مسلط کرے جو اللہ کے خاص بندے ہوں گے۔ وہ اللہ کو چاہتے ہوں گے اللہ ان کو چاہتا ہوگا وہ مسلمانوں پر نرم ہوں گے کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑادیں گے اور کسی ملامت کرنیوالے کی پروا نکریں گے۔

عرب کے گیارہ فرقے مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوگئے تھے جن میں تین فرقے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مرتد ہوئے سات فرقے جناب امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں دین اسلام سے منحرف ہوئے اور ایک فرقہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مرتد ہوا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

بہرحال تین فرقے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہوئے آپ کے انتقال کے بعد اہل مکہ اہل مدینہ اور اہل بحرین کے سوا عامہ اہل عرب مرتد ہو گئے ان میں بہت سے ایسے مرتد تھے جو اقرار اسلام کے ساتھ احکام قرآنی میں ترمیمات کرتے تھے مثلاً قرآن میں ایک مہینہ کا روزہ ہے انھوں نے پندرہ دن کم کر دئے زکات ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض کی گئی تھی اس کو مد فضول قرار دیا اسیطرح اور بہت سی اصلاحیں کیں جس سے ایک فساد اور قوم و اسلام میں خطرناک شورش کی صورت پیدا ہو گئی۔

اسلام کی حفاظت ضروری تھی اور چونکہ خداوندی قانون شریعت میں رد و بدل کرنا خود ایک بہت بڑا جرم تھا اس لئے پہلے تو ان کو سمجھایا گیا اور جب باز نہ آئے تو امام وقت حضرت صدیق اکبر نے ان سے قتال کا حکم دیا بہت سے قتل ہوئے اور ایک جم غفیر نے توبہ کی جب خلیفۂ صدیق نے ان مرتدوں سے قتال کرنے کا فرمان نافذ کیا تو شروع شروع میں تمام صحابہ نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا چنانچہ جناب فاروق اعظم نے لسان القوم بن کر آپ سے عرض کیا اے امیر المومنین آپ ان لوگوں سے قتال کرنے کو کیونکر جائز قرار دیتے ہیں جو کلمۂ لاالہ الا اللہ پڑھتے ہیں مسلمان سے قتال وجہاد تو حرام ہے آپ نے جواب دیا کہ ایسے نالائق لوگ ہرگز مسلمان نہیں کہے جا سکتے جو احکام قرآن میں ترمیم کریں اور خدا کی قسم! جن باتوں کا حکم ہمکو اللہ اور اُسکے رسول نے دیا ہے اگر ایک جو برابر بھی کوئی اس میں کمی بیشی کرے گا تو میں اس سے قتال کروں گا۔

خلیفۂ وقت نے بہت کچھ سمجھایا مگر صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی آپ سے اتفاق نہ کیا یہ رنگ دیکھکر حضرت صدیق اکبر نے اپنی اونٹنی کی مہار پکڑی، غلام کو ساتھ لیا اور چلتے ہوئے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم میرا ساتھ نہیں دیتے تو یہ لو، میں تنہا جا کر ان

اس عورت نے دعویٰ نبوت کیا پھر مسیلمہ کذاب سے اس کا نکاح ہوا پھر ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد خلافت میں تائب ہو کر مسلمان ہو گئی سجاح تمیمیہ کی پیروی میں اس کے قبیلے کے کچھ ہی لوگ مرتد ہوئے تھے۔

(۶) **نواں فرقہ**۔ کندہ جس کا سردار اشعث بن قیس تھا۔

(۷) **دسواں فرقہ**۔ بنوبکر بن وائل جن کا سردار حطم بن زید تھا۔ بحرین کے قبائل میں سے یہی ایک قبیلہ مرتد ہوا تھا۔

(۸) **گیارہواں فرقہ**۔ قبیلۂ غسان جس کا سردار جبلہ بن ایہم غسانی تھا۔

جبلہ بن ایہم حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمان ہوا تھا ایام حج میں ایک روز وہ طواف کعبہ کر رہا تھا اور چادر زمین تک لٹکتی تھی اتفاقاً پیچھے سے کسی بدوی کا پاؤں چادر پر پڑ گیا جس پر غضبناک ہو کر جبلہ نے بدوی کو ایک طمانچہ مار دیا۔ بدوی نے دربار فاروقی میں استغاثہ دائر کیا حضرت عمرؓ نے مدعیٰ علیہ کو طلب کیا معاملہ صاف تھا مدعیٰ علیہ نے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور حضرت فاروق اعظم نے یہ فیصلہ کیا کہ بدوی اگر قصور کو معاف نہ کر دے تو ویسا ہی ایک طمانچہ جبلہ کو بھی برداشت کرنا لابد ہے جبلہ نے گھبرا کر کہا میں اس طمانچہ کی عوض میں بدوی کو ہزار روپیہ دیتا ہوں۔ بدوی نے کہا میں روپیہ لینا نہیں چاہتا، قصاص چاہتا ہوں آخر جبلہ بڑھتے بڑھتے دس ہزار تک آیا مگر بدوی اپنی ہی ضد پر قایم رہا۔ کہ میں طمانچہ مار کر رہونگا۔ جبلہ نے خلیفہ سے عرض کیا کہ مجھکو مہلت دی جائے تا اس بدوی کو راضی کروں۔ حضرت عمر نے یہ درخواست منظور کی۔ جبلہ نے دیکھا کہ بدوی تو اپنی ضد سے باز آنے کا نہیں اور قصاص کا جاری ہونا میری شان ریاست کے خلاف اور اس میں سراسر میری ہتک ہے پس اس کو سوائے اس کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ خلیفہ کی دی ہوئی مہلت کے اندر مرتد ہو کر روم کی طرف بھاگ گیا۔

بلاشک تین فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی مرتد ہوئے تھے مگر مگر آنحضرت صلعم اس آیت میں مراد نہیں ہوسکتے ۔

اولاً :- اس وجہ سے کہ آیت میں "سَوۡفَ یَاۡتِیَ اللّٰہُ" فرمایا گیا ہے اور سوف استقبال کیلئے آتا ہے نہ حال کیلئے تو معنی یہ ہوئے کہ کچھ مسلمان مرتد ہوں گے اور آیندہ زمانہ میں ان مرتدوں پر ایسے لوگ مسلط کئے جائینگے جو اللہ کو چاہتے ہوں گے اور اللہ ان کو چاہتا ہوگا۔ اور یہ پیشینگوئی جو استقبال کیلئے رہے۔ رسول خدا پر منطبق نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً :- اس وجہ سے کہ تین فرقے اگرچہ رسول اللہ کے زمانہ میں مرتد ہوگئے مگر خود رسول اللہ کو ان مرتدوں سے قتال کرنیکا اتفاق نہیں ہوا ۔ نہ آپ کے عہد میں ان کا قلع قمع ہوا بلکہ ان سب مرتدوں پر ابوبکر صدیق مسلط ہوئے ۔

پھر دیکھو ان نو مسلم مرتدوں کے مغلوب کرنیوالے لوگ وہی مہاجرین و انصار تھے جو بیعۃ الرضوان میں شریک تھے اور جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی خوشنودی کے پروانے سے ممتاز فرمایا تھا ان سب کے محبوب خدا ہونے اور خدا کے ان کے دوست ہونے میں کیا کلام ہے ۔

پہلی پیشینگوئی

بہت سے (دنیئے) مسلمانوں کا مرتد ہونا ۔

دوسری پیشینگوئی

مرتدوں پر ایسے لوگوں کا مسلط ہونا ۔

مرتدوں سے قتال کرتا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں اپنی بریت کر سکوں۔
خلیفہ کو اسطرح امادۂ قتال پاکر صحابہ متاثر ہوئے حضرت عمر نے آگے بڑھکر مہار پکڑلی
اور خلیفہ برحق سے فرمایا کہ ہمارا اختلاف محض مشورہ کے طور پر تھا لیکن اگر آپ اس سے
موافق نہیں ہیں تو آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے ہم سب حاضر ہیں آپ تنہا نہیں جا سکتے۔
اس کے بعد فوجیں تیار ہوئیں۔ مرتدوں سے قتال ہوا۔ بہت سے مارے گئے
بقیہ نے توبہ کی۔[1]
اس معاملہ کی یکسوئی کے بعد تمام صحابہ کو اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا
چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ نے تو صاف طور پر فرما دیا کہ "واللہ ابوبکر کی رائے ہم تمام
لوگوں کی رائے سے بہتر تھی اگر اس روز ابوبکر کا قدم ذرا بھی بچلیتا تو اسلام کا ہمیشہ
کیلئے خاتمہ ہوجاتا۔[2]
اس واقعہ سے ابوبکر کے استقلال، ہمت، اصابت رائے۔ اور امامت علی
منہاج النبوت کا پتہ ملتا ہے۔

نکتہ

یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حقیقت امامت پر واضح دلیل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ جو مسلمان مرتد ہوں گے ان پر ہم ایسے لوگوں کو مسلط کریں گے جو اللہ
کے محبوب ہوں گے اور وہ اللہ کو چاہتے ہوں گے اور اس میں کوئی شبہ نہیں
کہ ان مرتدوں کو مغلوب و مقہور کرنیوالے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے پس آپ ہی اس صفت
کے مصداق ہوئے اور ایسا ہی امام امام برحق ہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ۱۲۔ [2] نہج البلاغت ۱۲۔

پیشنگوئی

(۷۷)

ابولہب خود ہلاک ہوگا

(۷۸)

ابولہب کا مال (وقت) پر اُس کے کچھ کام نہ آئیگا

جیسا کہ سورۃ اللہب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ

(جیسے ابو لہب نے پیغمبر کو مارا کو ساہے اُلٹے ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا نہ تو اس کا مال ہی کچھ اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔

آیت میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

جب آیت اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ نازل ہوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ اور اوپر چڑھ کر بلند آواز سے پکارنے لگے یا بنی فہر یا بنی عدی یہانتک کہ تمام قریش جمع ہو گئے آپ نے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی فوج تاک میں ہے کہ موقع پا کر

تیسری پیشنگوئی

جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور وہ اللہ کو چاہتے ہوں گے اس سے زیادہ ابوبکر رضہ کے محبوب خدا ہونے کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ محض خدا کی خوشنودی اور اس کے رسول کی بات قایم رکھنے کے لیئے کسی کی پروانہ کر کے تن تنہا جان دینے پر آمادہ ہو گئے

چوتھی پیشنگوئی

ان کا آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہونا - اور یہ امر تاریخ و سیر سے ثابت ہے کفار سے قتال کرنا ہی اُن پر سخت ہونیکی بدیہی دلیل ہے اور آپس میں نرم ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود اسے سخت اختلاف رائے کے صحابہ نے گوارہ نہیں کیا کہ ابوبکر تنہا جاکر ہلاکت میں پڑیں -

پانچویں پیشنگوئی

راہ خدا میں جہاد کرنا اور یہ محتاج صراحت نہیں -

چھٹویں پیشنگوئی

کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرنا چنانچہ باوجود اس کے کہ ہزاروں صحابہ میں ایک متنفس بھی ابوبکر کا موافق نہ تھا آپنے کسی کی پروا کی نہ ملامت کا خوف کیا بلکہ راہ خدا میں اکیلے چل کھڑے ہوئے -

---

کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پا کر

کہا، تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے | کہ بچپن سے صادق تو ہی اور امیں ہے
کہا گر میری بات یہ دل نشیں ہے | تو سُن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یہاں سے ہے جانیوالا
ڈرو اس سے جو وقت ہے آنیوالا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی | عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی | بس اک آن میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت وجبل نام حق سے

دوسری پیشنگوئی

ابولہب کا نام عبدالعزی بن عبدالمطلب تھا اور چہرہ کے چمکدار ہونے کے سبب سے اسکی کنیت ابولہب مشہور ہوگئی۔

یہ ابولہب تھا تو رشتہ میں حقیقی چچا لیکن دین اسلام کی وجہ سے پیغمبر خدا کی جان کا لاگو ہو گیا تھا اس نے بارہا آپ کے شہید کرنے کا قصد کیا جس کی تفصیل کتب تواریخ میں مذکور ہے وہ کسیطرح جائز نہ رکھتا تھا کہ آپ خانہ کعبہ میں نماز پڑھیں یا بتوں کی توہین کریں۔

اس کے مظالم اور ایذاؤں سے تنگ آکر رسول خدا صلعم نے اس کے حق میں بد دعا فرمائی تو کہنے لگا کہ میں دولتمند ہوں۔ اور دولت ہر دنیاوی آفت کے دفع کرنے کا عمدہ آلہ ہے اگر میرا بھتیجا (محمد صلعم) واقعی اپنے دعوی میں سچا ہے

تم پر ٹوٹ پڑے۔ تو کیا تم اس خبر کو باور کرو گے، قریش نے جواب دیا ضرور باور کریں گے کیونکہ آج تک تمہاری زبان سے کوئی جھوٹ نہیں سُنا گیا آپ نے فرمایا ایسا ہے تو میں تم کو عذاب قیامت سے ڈراتا ہوں۔ اتنا سنتے ہی ابولہب نے آپ کی طرف پتھر چلایا اور اپنے محاورہ کے مطابق کہا کہ۔ تیرے ٹوٹیں دونوں ہاتھ اور تیرا جائے ستیاناس" کیا یہی باتیں سنانے کے لئے تو نے ہمیں تکلیف دی۔

اس کے جواب میں یہ سورۃ نازل ہوئی کہ پیغمبر کا ستیاناس نہیں جائے گا جبکہ بلکہ خود ابولہب ہلاک ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پیغمبر خدا زندہ ہی تھے اور ابولہب جنگ بدر کے چند دنوں بعد پاؤں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔

ہلاکت ہر انساں کے لئے ہے۔ کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہا ہے نہ رہے گا۔ یہانتک کہ خود پیغمبر خدا کو بھی حیات دائمی (جسمانی) نہیں۔ یہاں ابولہب کی ہلاکت سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے جو پیغمبر کو ہلاک ہونیکی بد دعا دی ہے اس کا مصداق خود ہی ہوگا۔ وہ پیغمبر کو ہلاک ہوتے نہ دیکھیگا۔ بلکہ ان کی پاک زندگی میں وہ ہی ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

جناب حالی پانی پتی نے اس واقعہ کو اپنے مسدس حالی میں ذرا مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

وہ فخر عرب زیر محراب و منبر
تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
گیا ایک دن حسب فرمان داور
سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھکو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آجتک کوئی تیرا
کبھی ہم نے جھوٹا سُنا ہے نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا۔
تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا

پیشگوئی

(۷۹)

ابولہب اور اس کی جورو آگ میں پڑیں گے

(۸۰)

ابولہب کی جورو کی گردن میں بٹی ہوئی رسّی ہوگی

جیسا کہ سورۃ ابی لہب میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوا۔ نہ تو اس کا مال ہی کچھ اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی وہ عنقریب ڈیگ مارتی ہوئی آگ میں جا داخل ہوگا اور اس کی جورو، جو لگائی بجھائی کرتی پھرتی ہے اس کی گردن میں بھانجواں بنے بٹی ہوئی رسّی ہوگی۔

پہلی پیشگوئی

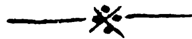
ابولہب اور اس کی جورو کے آگ میں پڑنے سے کیا مراد ہے! اکثر علمائے مفسرین

تو میں قیامت میں بھی عذاب آلٰہی کو، فدیہ مال دیکر ٹال دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی اس بوالفضولی کا جواب دیا کہ دنیا اور آخرت کسی جگہ بھی مال و دولت ابولہب کے کام نہ آئیگا۔

عرب میں ایک بیماری ہوتی تھی (عدسہ) جو بہت خوفناک، منحوس اور متعدی سمجھی جاتی تھی۔ اس میں بدن پر دانے وانے نکل آتے اور سوراخ پڑ جاتے تھے اور جسم سے بدبو آنے لگتی تھی۔ اہل عرب اس بیماری سے بہت ڈرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ایسے مریض کے پاس جانے سے وہ بیماری اڑ کر اپنے کو لگ جاتی ہے۔ اسی واہمہ اور عام عقیدہ کا اثر تھا کہ عدسہ کی بیماری جس کو لاحق ہوتی کوئی اس کے نزدیک تک نہ پھٹکتا اور آخر وہ اکیلا رگڑ رگڑ کر مرجاتا۔

ایسا ہوا کہ ابولہب اسی بیماری عدسہ میں مبتلا ہوا۔ اور تمام عزیز و اقارب، دوست آشنا اس کے سایہ سے دور بھاگنے لگے۔ جتنے دن بیمار رہا۔ اس پر دنیا تنگ تھی آخر جنگ بدر کے سات دن کے بعد نہایت بیکسی و خواری کی حالت میں دنیا سے چل بسا مرنے کے بعد بھی کوئی اپنا پرایا نزدیک نہ پھٹکا یہاں تک کہ مکان کے اندر اس کی لاش سڑ گئی۔ اور بدبو پھیلنے پر نوکروں نے بدقت تمام لاش کو باہر نکال کر گڑھے میں توپ دیا[۵۷] اور اللہ کی یہ پیشینگوئی کہ مال و دولت ابولہب کے کچھ کام نہ آئے گا۔ پوری اتر گئی۔



۵۷ مفاتیح الغیب جلد ہشتم ۱۲

اور حضرت امیر معاویہ رض کی پھوپھی تھی یہ سادات قریش میں کی ایک کانی عورت اور رسول اللہ صلعم کی دشمنی وایذادہی میں اپنے شوہر کی رفیق صادق تھی وہ ہمیشہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے رستہ میں رات کو کانٹے بچھا جاتی کہ آخر ادہر ہو کر گذریں گے تو بیخبری میں کانٹے چبھینگے غرض ابولہب اور اس کی جورو کی دشمنی کی کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔

حمالۃ الحطب کے معنی ہیں لکڑیوں کی اٹھانیوالی اور عربی کے محاورہ میں چغلخور کو بھی کہتے ہیں ایسا ہی فارسی میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی محاورہ ایک شعر میں اختیار کیا ہے۔ ؎ میان دو کس جنگ چوں آتش است + سخن چین بدبخت ہیزم کش است

تو یا تو چغلخوری کے اعتبار سے اس کو حمالۃ الحطب کہا، یا اس وجہ سے کہ وہ رسول اللہ کے رستہ میں کانٹے لا بچھاتی تھی۔

گردن میں رسی ہونے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح لڑکے مثلاً دنیا میں کتے کے پلے کی گردن میں رسی باندھ کر گھسیٹے پھرتے ہیں اسی طرح قیامت میں اسکی بے حرمتی کیجائیگی اور وہ اسی ذلت کی مستحق بھی ہے۔

مگر ابولہب کی جورو، ام جمیل دنیا میں بھی اسی عذاب سے مری۔

وہ مارے خست کے جنگل سے خود جاکر ایندہن لایا کرتی تھی ایک دن کانٹوں کے ایندہن کا پشتارہ سر پہ اٹھائے چلی آرہی تھی کہ پشتارہ گر گیا اور اسکی رسی اس کے گلے میں آگئی اور وہ گلا گھٹ کر اسی وقت مر گئی۔ ؎

خدا اور خاصان خدا کے دشمنوں کا انجام برا ہی ہوا کرتا ہے۔



؎ لباب التاویل جلد خامس وعمدۃ القاری شرح البخاری۔

اس طرف ہیں کہ آگ سے جہنم کی آگ مراد ہے! مطلب یہ ہے کہ ابولہب اور اس کی جورو، دونوں کافر مریں گے اور ایسا ہی ہوا کہ ان میاں بی بی سے کسی کو بھی ایمان کی نعمت نصیب نہیں ہوئی اور دونوں کے دونوں خسر الدنیا والاخرۃ کے مصداق ہوئے بعضے علمائے کرام جن میں ہمارے استاد علامہ **عنایت رسول چریاکوٹی** رح بھی ہیں اس آگ سے اسی عدسہ کی بیماری کو مراد لیتے ہیں جس کو بہ سبب فساد وحدت خون کے آگ میں پڑنا کہہ سکتے ہیں۔

اس سلک پر یہ کوئی نئی پیشنگوئی نہیں ہوگی بلکہ اس کا تعلق (۴۸) ویں پیشینگوئی سے ہوگا۔

اس صورت میں "وامرأتہ" کا عطف ابولہب پر نہ ہوگا کیونکہ عدسہ کی بیماری میں صرف ابولہب مبتلا ہوا تھا بلکہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ سیصلیٰ پر ہوگا یعنی سَیَصلیٰ ناراً ذات لَہَب جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوگا۔

(واو) حرف عطف امرأتہ مضاف مضاف الیہ ملکر ذوالحال حَمَّالَۃَ الحَطَب حال، حال وذوالحال ملکر مبتدا ہوا۔ فی جیدہا - خبر مقدم - حبل من مسد - مبتدا موخر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پہلے مبتدا کی خبر ہوا - پھر یہ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جملہ فعلیہ سیصلیٰ پر معطوف ہوگا۔

اگر ناراً ذات لہب سے جہنم کی آگ مراد لیا ہے تو وامرأتہ کا عطف ابولہب پر ہوگا اور حمالۃ الحطب - اور فی جیدہا حبل من مسد - دونوں امرأتہ کے حال واقع ہونگے

دوسری پیشینگوئی

ابولہب کی جورو جس کا نام ام جمیل اروی بنت حرب بن امیہ تھا اور جو ابوسفیان کی بہن

يَدَءُوكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۔

اول انھوں نے ہی شروع کی کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو پس اگر تم ایمان رکھتے ہو تو (ان سے) کہیں بڑھکر خدا حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ تم ان لوگوں سے (بلا تامل) لڑو خدا تمہارے ہی ہاتھوں ان کو سزا دیگا۔ اور ان کو رسوا کرے گا۔ اور ان پر تم کو فتح دے گا اور مسلمانوں کے گروہ کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا۔ اور ان کے دلوں میں جو (کافروں کی طرف سے) غصہ بھرا ہوا ہے اس کو بھی دور کرے گا۔

ف

آیت میں پانچ پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے سزا دینا اور اس کا پورا ہونا محتاج بیان وتصریح نہیں ہے دشمنوں سے جہانتک بن پڑا انھوں نے چندنوں مسلمانوں کو خوب خوب ایذائیں دیں اور مسلمانوں نے ٹھنڈے دلوں سے سب کچھ برداشت کیا ان چند روزہ مظالم سے سوائے بدنی تکالیف کے انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا مگر جب ان ایذاؤں کی حد ہوگئی اور مسلمانوں نے قوت بہم پہونچا کر بحکم الٰہی اپنی جگہ سے حرکت کی تو دشمنوں کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ یہانتک کہ تمام جزیرۂ نمائے عرب اسلام کا مفتوح

پیشگوئی

(۸۱)

کافروں کو اللہ مسلمانوں کے ہاتھ سے سزا دیگا

(۸۲)

مسلمانوں کو فتحیاب کرے گا

۸۳

مسلمانوں کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا

۸۴

مسلمانوں کے دلوں میں جو غصہ ہے اسکو دور کریگا

جیساکہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ	مسلمانو! تم ان لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے نکالدینے کا ارادہ کیا اور تم ہی پر چھیڑخانی

چوتھی پیشنگوئی

ان کے دلوں میں جو غصہ بھرا ہوا ہے اس خلش کو خدا دور کر دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ بنی بکر کے مسلمان ہو گئے۔ تو بنی خزاعہ کے دلوں میں جو کچھ بغض و کینہ پہلے سے بھرا ہوا تھا وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور سب بھائی بھائی ہو گئے۔

پیشنگوئی

(۸۵)

اللہ کافروں کے زور کو روک دیگا

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا۔

تو (اے پیغمبر!) تم اللہ کی راہ میں (دشمنوں سے) لڑو تم پر اپنی ذات خاص کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں ہے اور (ہاں) مسلمانوں کو (لڑائی کے لئے) ابھارو عجب نہیں کہ اللہ کافروں کے زور کو روک دے اور اللہ کا زور (سب سے) زیادہ قوی اور اسکی سزا (سب سے) زیادہ سخت ہے۔

ملک ہوگیا۔

دوسری پیشنگوئی

مسلمانوں کو کافروں پر فتحیاب کرنا اگرچہ بہادران اسلام کو سوائے حنین کی جنگ کے کسی جنگ میں ناکامی کا منہ دیکھنا نہیں پڑا۔ لیکن مکہ اور حنین کی فتح نے خاص طور پر اس پیشنگوئی کو پورا کر دکھایا۔

تیسری پیشنگوئی

مسلمانوں کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرنا۔

عرب میں دو قبیلے تھے بنی بکر اور بنی خزاعہ اور ان دونوں کے درمیان تھا مناقشہ۔ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے صلح کرلی تو بنی بکر قریش کے طرفدار ہوگئے اور بنی خزاعہ مسلمانوں کے۔ مگر اس مصالحت کی رو سے ان دونوں گروہوں کو بھی عہد و پیمان کی پابندی لازم تھی حالانکہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

مکہ کے قریب ایک کنواں یا چشمہ تھا وتیر، اس پر بنی بکر نے چھیڑ خانی کرکے بنی خزاعہ سے جنگ کی قریش نے صلح نامہ کے خلاف اپنے حلیف بنو بکر کی مدد کی اور بنو خزاعہ کے بہت سے لوگ قتل ہوگئے عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ میں پہونچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور قریش کے نقض عہد کا ماجرا کہہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش نے خلاف معاہدگی کی اور صلح ٹوٹ گئی اب ہمارے ان کے جنگ ہوگی چنانچہ آپ نے جہاد کا حکم سنادیا جب مکہ فتح ہوا تو بنی خزاعہ کی بن آئی اور انھوں نے بنی بکر کو قتل کرکے اپنے کلیجے ٹھنڈے کرلئے۔

ع۹ درالمنثور ۱۲

اسی طرح سنہ ہجری ذیقعدہ کے مہینہ میں ابوسفیان کیوجہ سے جب لڑائی کی نوبت پہنچی تو باوجود اس کے کہ ابوسفیان نے لڑنے کا وعدہ کیا تھا مگر وقت پر بھاگ نکلا پیغمبر اسلام اپنے بہادران جانباز کو لئے ہوئے آٹھ دن تک انتظار کرتے رہے لیکن کفار کچھ ایسے مرعوب و خائف ہوئے کہ کسی نے ادہر قدم تک نہیں بڑھایا۔ اسی جنگ کا نام بدر صغریٰ ہے اور یہی اللہ برتر کی پیشینگوئی تھی کہ ہم کفار کے زور کو روکدیں گے اور تم سے مقابلہ کرنیکی جرأت نہ کریں گے۔

پیشینگوئی

(۸۶)

کفار شرارت کریں گے تو وہی حال ہوگا جو اگلوں کا ہوچکا ہے

یہ پیشینگوئی قران مجید میں دو مقامات پر ہے

ایک آیت سورۃ الذاریات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ۔	تو جس طرح ان لوگوں کے ہم مشربوں (یعنی پہلی امتوں) کے (لئے) پیمانے (مقرر) تھے ان ظالموں کے (بھی) پیمانے (مقرر) ہیں (اور انکی بھرنیکی دیر ہی) تو ہم سے عذاب کی جلدی نہ کریں

ف

جنگ بدر میں دشمنان اسلام کو شکست فاش ملی تو ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمد (صلعم) اور اصحاب محمد (صلعم) سے اس شکست کا بدلہ نہ لے گا اپنی عورتوں کو ہاتھ نہ لگائے گا۔ آخر ایک روز، دوسو یا چالیس سواران قریش کو لیکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا عریض یہاں پہونچکر اس نے چند درختوں کو جلا دیا اور ایک بھولے بھٹکے انصاری مسلمان کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ مسلمانوں سے مقابلہ کرنیکی جرأت نہ پڑی، ساتھیوں سے کہنے لگا کہ ہماری قسم پوری ہوگئی۔ اب آگے بڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟ سب کو ساتھ لئے ہوئے مکہ معظمہ کو واپس ہوگیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی آپ نے فوراً دوسو بہادران مہاجرین وانصار کو ساتھ لیا اور ابوسفیان کے مقابلہ کو چڑھ دوڑے۔

ابوسفیان اور اس کے رفقا تو مسلمانوں کے مقابلہ کا مزا دیکھ چکے تھے لشکر اسلام کی آمد سنکر سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور بھاگنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ لشکریان ابوسفیان کے پاس کھانے کی چیزوں سے ستو بہت تھا سب نے پھینک پھینک کر اپنے کو ہلکا کیا۔ اور سر پر پاؤں رکھکر بھاگے پھر مکہ ہی میں پہنچکر دم لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان بھگوڑوں کا تعاقب نہ کیا اور چھٹویں دن مدینہ میں واپس آ گئے[ع۵]۔ اس جنگ کا نام غزوہ سویق ہے کیونکہ سویق عربی میں ستو کو کہتے ہیں۔

ع۵ مدارج النبوۃ جلد دوم ۱۲۔

پیشنگوئی

(۸۷)

اگر مسلمان اسلام کی مدد کریں گے تو اللہ انکی مدد کریگا اور اُن کو ثابت قدم رکھیگا

یہ پیشنگوئی قران مجید میں دو مقامات پر ہی

پہلی آیت سورہ محمدؐ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ	مسلمانو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ (بھی) تمہاری مدد کرے گا اور (دشمنوں کے مقابلہ میں) تمہارے پاؤں جمائے رکھیگا اور جو لوگ (دین حق سے) منکر ہیں اُن کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور اُن کا سارا کیا دھرا، خدا اکیا گذرا کر دیگا۔

دوسری آیت سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ	اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ (بھی) ضرور اس کی مدد کرے گا۔

ف

ف

مطلب یہ ہے کہ مثلاً جس طرح ناؤ کے ڈوبنے کی ایک حد ہوتی ہے کہ یہانتک اُس میں پانی بھرا اور ڈوبی - اسی طرح گناہ یا وقت کے اعتبار سے ان گنہگاروں کی بھی ایک حد ہے کہ اس حد پر پہونچکر عذاب نازل ہوگا -

دوسری آیت سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ -

(اے پیغمبر!) کافروں سے کہو کہ اگر (اب بھی اپنی شرارتوں سے) باز آجائیں تو اُن کے پچھلے قصور معاف کردیے جائیں گے اور اگر پھر (شرارت) کریں گے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے (وہ ہی انجام ان کا بھی ہونا ہے)

ف

جن صحیح الفطرت کفار نے صراط المستقیم پہچان کر دین اسلام اختیار کیا وہ خدا و رسول کی پناہ میں آگئے اُن کے حقوق سب مسلمانوں کے حقوق کے مساوی قرار پائے اور امن و امان سے زندگی بسر کریں گے - جن خبیث الفطرت کافروں نے نہ مان کر ویسی ہی شرارتیں کیں - ان کو ویسا ہی خمیازہ بھی اٹھانا پڑا - جیسا کہ اگلی امتیں اٹھا چکی تھیں یعنی رفتہ رفتہ سارے کے سارے ذلت و خواری کے ساتھ دار البوار کو سدھارے - قحط سالیوں میں مبتلا ہوئے اور غزوات اسلام تلواروں کے گھاٹ اترے -

بعض علمار نے اس کو ایک جدا پیشینگوئی قرار دی ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی نئی اور جدا پیشینگوئی قرار نہیں پاسکتی - ایسی پیشینگوئیاں اوپر گذر چکی ہیں انہیں میں سے اس کو کسی کے متعلق ہونا چاہیے -

مفصل کتاب شایع ہوئی ہے۔

میں تو کہتا ہوں کہ یہ پیشینگوئی اس سے بھی زیادہ عام ہے یعنی ہر وہ لڑائی جو اسلام کیلئے ہو عام اس سے کہ تقریری، یا تحریری، زبانی جنگ ہو یا شمشیر کی، مسلمان اپنے خصم پر غالب رہیں گے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو ہمیشہ ہوتی رہی اور اسوقت بھی مشاہد ہے کہ ہندوستان میں جہاں کہیں مذہبی مناظرہ یا مباحثہ آریوں یا مسیحیوں سے ہوا، مسلمان ہی چیرہ دست رہے اور ان کے دشمنوں کو کبھی سرخروئی نصیب نہ ہوئی تھی نہ ہوئی۔

پیشینگوئی

(۸۸)

عنقریب نشانیاں دیکھکر تم خود پہچان لوگے

جیسا کہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا

(اے پیغمبر!) کہو کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا اور (اسوقت) تم اُن کو پہچان لوگے۔

ف پیغمبر خدا، مخالفوں کو دنیا کے عذاب سے بھی ڈراتے تھے کہ تم لوگ مسلمانوں کے

تاریخ جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ جب تک مسلمان، اسلام کی اشاعت و امداد دین میں سرگرم رہے، خدا نے بھی اُن کی کیسی کچھ مدد کی اور کیونکر غیر قوموں سے لڑنے اور جدال و قتال کرنے میں ثابت قدم رہے کہ باید و شاید۔

آیت میں اس بات کی پیشنگوئی کیگئی ہے کہ مسلماں جو لڑائی، دین کے لئے کریں گے اس میں مقہور و مغلوب نہ ہوں گے اور دشمنان اسلام ان کے مقابلہ میں کبھی ٹھیر نہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسوقت تک مسلمانوں کو کسی مذہبی جنگ میں ناکامی نہیں ہوئی۔ نتیجہ آخر ہمیشہ ان کے موافق ہوا، اور دشمنوں کو بھاگتے ہی بن پڑا۔

اصحاب رسول اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے غزوات شایستہ سے کتابیں بھری پڑی ہیں ان سب سے قطع نظر کر کے سلاطین ایوبیہ اور سلطان صلاح الدین رحمہ اللہ کی جنگ کروسیڈ کو دیکھو جو نصاریٰ اور اہل اسلام کے درمیان میں آخری مذہبی جنگ ہوئی ہے اور جس میں ایک سلطان کے خلاف تمام شاہان یورپ جنگ کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، جوش کا یہ عالم کہ کل دنیا کے مسیحی مسلمانوں سے لڑنے اور اُن کو مٹانے کے لئے اُبلے پڑتے تھے شاہان یورپ میں سے جو بادشاہ، دولت و فوج سے مدد دینے کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ اپنی بادشاہت کے قطع رہن و گرو رکھکر مدد دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

پھر آخر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ کافروں اور مسیحیوں کو شکست فاش ملی، مسلمانوں کو خدا ئے برتر نے سرخرو، اور فتحیاب کیا اور بیت المقدس پر اسلامی جھنڈا لہرا کر رہا یہ پیشینگوئی وفات رسول سے سات سو برس تک برابر پوری ہوتی گئی اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح قیام قیامت تک پوری اترتی رہے گی اور دنیا، قرآن کی صداقت کا صریحی تماشا کرتی رہے گی۔

صلیبی جنگ کی تاریخ میں حال ہی میں مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کی ایک

پیشگوئی

(۸۹)

یہود شرارت کریں گے اور مار کھائینگے

جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا

اگر تم نے اچھے کام کیئے تو اپنے ہی لئے اچھے کام کیئے اور اگر بُرے کام کیئے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب دوسرے (فساد) کا وقت آیا تو پھر ہم نے اپنے دوسرے بندوں کو اٹھا کھڑا کیا کہ (تم کو اسقدر ماریں کہ) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جسطرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے (اور اس کو لوٹا گھسوٹا تھا) اسی طرح اس میں گھسیں اور جس چیز پر قابو پائیں توڑ پھوڑ کر اس کا ستیاناس کر دیں (اب بھی) عجب نہیں تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر وہی پہلی سی شرارتیں کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

مقابلہ میں مغلوب ہو گے، لڑائیوں میں مارے جاؤ گے۔ ملک میں قحط پڑیں گے چنانچہ اس آیت میں ان ہی باتوں کی طرف اشارہ ہے کہ تم لوگ میرے کہے کا یقین تو نہیں کرتے مگر جب کوئی عذاب آنازل ہوگا۔ اسوقت پہچان لوگے کہ ہاں اسی عذاب سے میں تم کو ڈراتا تھا۔

یہ نشانیاں کیا تھیں؟ وہ ہی جو کفار و مشرکین نے آنکھوں دیکھیں کہ قحط میں مبتلا ہوئے بھوک میں مردار گوشت کھانے پر اتر آئے، لڑائیوں میں مغلوب ہوئے مسلمانوں کی مار کھائی ذلیل وخوار ہوئے۔ لونڈی غلام بنے جزیہ دینا پڑا، اور آخر بہت سارے ملک عرب سے جلا وطن کرکے نکال باہر کئے گئے۔

دوسری آیت سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاُورِیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ	انسان گویا جلدی کا بنا ہوا ہے اگر ذرا صبر کرو تو عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتے ہیں تو ہم سے جلدی نہ مچاؤ۔



کفار ادھر عذاب کی جلدی مچاتے تھے اور ادھر قیامت کیلئے کہ جو کچھ ہونا ہے کہیں ہو چکے اس کے جواب میں فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، عذاب جو آتا ہے وہ بھی اپنے وقت پر عنقریب آئیگا اور قیامت بھی اپنے وقت پر ہو گی۔

اور لڑکوں کو لیکر جلاوطن ہوجاتے ہیں، مال و اسباب سب آپ کے حوالے کرتے ہیں۔
محاصرہ اٹھالیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ تم لوگوں کو سوا اس کے چارۂ کار
نہیں ہے کہ قلعہ کا دروازہ کھولدو اور ہمارے حکم کی تعمیل کرو۔ مجبور ہو کر یہود اُتر آئے۔
رسول اللہ صلعم نے سب کے قتل کر دینے کا حکم نافذ کیا لیکن عبداللہ بن ابی ابن سلول کی
الحاح وزاری سے آپ نے سکوت کیا اور اسوقت قتل سے باز رہے بالآخر یہ
قرار پایا کہ انہیں میں کا ایک شخص حَکَم بن کر جو فیصلہ کردے اس پر فریقین کاربند ہوں
دونوں فریق کے اتفاق سے سعد بن معاذ حکم (پنچ) قرار پائے اور انہیں کے
فیصلہ کے مطابق آٹھ سو یہودی قتل کر کے خندق میں پھینکدئیے گئے۔

انہیں دوزخی مقتولوں میں اسلام کے بڑے دو دشمن حیّ بن اخطب اور کعب
بن اسد تھے اس کے علاوہ جنگ خیبر وغیرہ میں ہزاروں یہودی قتل ہوئے یہود بنی حارثہ
بنی قینقاع اور بنو نضیر جلاوطن کئے گئے۔ اور جو بچ رہے وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ
کے عہد خلافت میں سلطنت عرب سے خارج کر دیئے گئے۔ اپنی شرارتوں کی ان پاداشوں
میں غالباً سرکش یہود کو اپنے باپ دادا کا زمانہ تو ضرور یاد آگیا ہوگا جن کی انھوں نے
تقلید کی، اس کی سزا پائی۔ خدا کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔

بدخواہان اسلام، اس واقعہ کو پیغمبر اسلام روحی فداہ کی سنگدلی اور بیجا خونریزی
کی دلیل میں پیش کرتے ہیں مگر افسوس کہ اس دلیل کو دعوے سے ذرا بھی لگاؤ نہیں

۱- یہود فطرۃً سرکش و باغی لوگ تھے۔ خیانت و عہد شکنی ان کا آبائی پیشہ
رہا ہے۔ کتنی مرتبہ انھوں نے پیغمبر اسلام علیہ السلام سے معاہدہ کئے اور وقت پڑے
پر عہد شکنی کر بیٹھے۔ جنگ احزاب میں ان لوگوں نے علانیہ طور پر دشمنوں کو مدد دی

سیرت ابن ہشام ۱۲-

روئے زمین پر شاید یہود سے بڑھ کر کوئی شریر قوم نہیں ہوئی اور جیسی اُن کی شرارتیں تھیں ویسی ہی اُن کو خدا کی طرف سے سزائیں بھی ملتی رہیں۔

ایک وقت تھا کہ وہ بڑی زبردست سلطنت رکھتے تھے یا اب یہ حال ہے کہ اتنی بڑی زمین پر کہیں انچ بھر ان کی سلطنت نہیں اور جہاں ہیں سب بے اعتماد اور ذلیل و خوار۔

اس مقام پر یہود کو صرف دو، واقعے یاد دلائے گئے ہیں۔ غالباً پہلا بخت نصر کا اور دوسرا اطیطس شاہ روم کا کہ دونوں دفعہ لاکھوں یہودی قتل ہوئے اور ہیکل شریف یعنی بیت المقدس جلا کر مسمار کر دیا گیا۔ یہ تمام تفصیلی حالات کتب تواریخ اور عہد عتیق کے صحیفوں میں شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں۔

اب خدا یہود کو سمجھاتا ہے کہ اس پیغمبر آخر الزماں کے ساتھ پہلے کے سے معاملات نہ کرنا ورنہ ویسی ہی آفتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے چنانچہ یہود نے ویسی ہی شرارتیں کیں کہ پیغمبر کو جھٹلایا، ان کے دشمنوں سے سازشیں کیں، عہد شکنی پر عہد شکنی کی، دین اسلام کے مٹانے، اور پیغمبر اور اُن کے اصحاب کے برباد کرنے میں سر توڑ کوششیں کیں۔ تکلیف و ایذا کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ پھر آخر ان نالائقیوں کی سزا بھی ویسی ہی پائی۔ جب ان کی شرارتیں انتہا درجہ کو پہونچ گئیں تو ناگزیر جنگ کا حکم ہوا۔

۵ سنہ ہجری میں ذیقعدہ کے مہینہ میں جنگ بنی قریظہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت علی کو لواء اسلام دیکر روانہ کیا اور پیچھے سے خود تین ہزار مسلمانوں کا لشکر لیکر روانہ ہوئے۔ یہود بنی قریظہ تو دلیران اسلام کی جنگ دیکھے ہوئے اور انکا لوہا مانے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سنکر قلعہ بند ہو گئے اہل اسلام دس دن یا پندرہ دن یا پچیس دن قلعہ کا محاصرہ کئے رہے یہود پر لشکر اسلام نے دنیا تنگ کر دی آخر میں بدبختوں نے پیغمبر اسلام کے پاس پیغام بھیجا کہ بنو نضیر کی طرح ہم اپنی عورتوں

و اصلاحات کا مدار انہیں اور ایسی ہی باتوں پر ہے۔
ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کا "مارشل لا" کونسا منصفانہ قانون ہے حالانکہ اپنے وقت پر وہی عین اصلاح رہا۔ اور اسی پر مصالح ملکی و انتظام و سیاست کی عمدہ بنیاد قایم ہوئی۔
تاریخ غدر سے جو نفوس واقف نہیں ہیں وہ اُن بادشاہی کارروائیوں کو ضرور ظلم و قساوت کھدیں گے جو سرکار برطانیہ اعظم کی طرف سے ہندوستانی رعایا پر واقع ہوئیں۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ہر ملکے و ہر رسمے۔ امور مملکت خویش خسرواں دانند۔
معترض سزا کو تو سخت اور ظلم آسانی سے کھدیتا ہے مگر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ جرم کس درجہ کا ہے جس کی پاداش میں ایسی سخت سزا تجویز ہوئی۔ دیکھنے کی یہی بات ہے اور اسی پر حق و ناحق اور ظلم و انصاف کا فیصلہ منحصر ہے۔

پیشگوئی

(۹۰)

ریل۔ بائسکل موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ کی

جیساکہ سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ ۚ اور اسی (اللہ) نے چارپایوں کو پیدا کیا

آخر مسلمان کب تک صبر و تحمل سے کام لیتے - انہیں معلوم ہو گیا کہ یہود راہ پر آنیوالے لوگ نہیں ہیں راستی سے ماننے والے اسامی نہیں ہیں کیونکہ لات کا آدمی بات سے نہیں مانتا اور ان یہود کا وجود اسلام کے لیئے نہایت درجہ ضرر رساں ہے پھر ان کے قلعے بھی ایسے موقع سے واقع تھے کہ جب وہ چاہتے دشمنوں کی فوج کو مدینہ میں لا تا تے اور مسلمانوں کا تہس نہس کرا دیتے کیونکہ یہود کی سازباز ہمیشہ دشمنان اسلام سے جاری رہتی تھی۔

ان وجوہ سے مسلمانوں کو ضرور ہوا کہ اپنی حفاظت کا کافی انتظام کریں اور ایسے باغی، سازشی، فتنہ جو اور غیر معتبر دشمنوں کی اچھی طرح خبر لیں تا آئندہ کوئی خرخشہ ہی باقی نہ رہے ہم نہیں سمجھتے کہ ایسی صورت میں یہود بنی قریظہ کے ساتھ مسلمانوں نے جو کچھ معاملہ کیا وہ اہل عقل اور علمائے علم سیاسات کے نزدیک غیر منصفانہ کارروائی کیونکر قرار پا سکتی ہے۔

۲- یہود کے قتل کا فیصلہ کوئی خداوندی فیصلہ نہ تھا نہ خود پیغمبر اسلام نے ایسا فرمان نافذ کیا بلکہ یہ فیصلہ خود اس زمانہ کے قانون کے مطابق سعد بن معاذ نے پنچ بنکر کیا تھا جن کو مسلمانوں اور یہودیوں، دونوں فریق نے پنچ تسلیم کیا تھا اور جو کچھ وہ فیصلہ کریں اس پر دونوں نے رضامندی سے کاربند ہونے کا اقرار کیا تھا۔

یہ سعد بن معاذ، پہلے یہودیوں کے طرفدار تھے یہود کو ان پر بہت اعتبار اور بھروسا تھا۔ اور اسی بھروسے پر ان کو انھوں نے پنچ مانا۔ پس فریقین کے مسلمہ پنچ نے جو فیصلہ کیا وہ کبھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا نہ کسی سمجھدار کو لایق ہے کہ غایت تعصب سے اندھا بنکر منصف کو ظالم قرار دے حلیم کو سنگدل بنائے اور عین انصاف کو ظلم و قساوت سے تعبیر کرے۔

۳- ملکی و وقتی قانون نظر انداز کرنیکے لایق چیز نہیں ہے تمام سیاسات

یہ توظاہر ہے کہ جانور اور چارپائے جو پہلے تھے وہ ہی اب بھی ہیں ان میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے بعض بعض قسم جو دو، ہم جنسوں کے نر و مادہ کو ملا کر نکالی گئی ہے وہ کوئی نئی مخلوق جدا گانہ شمار نہیں ہوسکتی جس پر خلق کا اطلاق ہوسکے بلکہ وہ بھی انہیں معلوم قسموں میں سے ہے۔

بعض بعض جانور ایسے بھی ہیں جو اب امریکا اور افریقہ کے جنگلوں میں نئے دریافت ہوئے ہیں وہ بھی اس سے مراد نہیں ہوسکتے نہ وہ نئے مخلوق کہے جاسکتے اس لئے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر بوجھ لادا جاسکے یا ان پر سواری کیجاسکے حالانکہ آیت میں ایسے ہی کام آنیوالے حیوانات کا ذکر ہے پھر اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ آئندہ ہم ان کے علاوہ ایسی اور سواریاں پیدا کریں گے جن کا تمہیں اب علم نہیں ہے۔ ریل۔ بائسکل۔ موٹر۔ ہوائی جہاز وغیرہ سواریوں کی پیشینگوئی ہے۔ بھلا آج سے تیرہ سو برس پہلے کس کے وہم وگمان میں یہ بات تھی کہ اتنی مدت کے بعد مغربی دنیا والے ریل، موٹر۔ اور ہوائی جہاز جیسی سواریاں ایجاد کر کے اہل عالم پر احسان کریں گے۔

آیت کریمہ کے الفاظ تحمل اثقالکم اور لترکبوھا اور یخلق مالا تعلمون پر غور کیا جائے تو ادنیٰ تامل سے ریل وغیرہ کی پیشینگوئی صاف مستنبط ہوتی ہے کیونکہ اس پر سوار بھی ہوتے ہیں بوجھ بھی لاد کر لاتے اور لیجاتے ہیں اور چوپایوں سے اور بھی بہت سے کام نکالتے ہیں۔

پھر کیا ان سواریوں پر یہ پیشینگوئی صادق نہیں آتی؟ کیا یہ سواریاں نئی مخلوق اور نو پید انہیں ہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں اور بلاشبہ یہ آیت کریمہ ریل وغیرہ جیسی سواریوں کے بارے میں ہی بطور پیشینگوئی کے نازل ہوئی ہے اور کون کہسکتا ہے کہ ان کی ایجاد سے پہلے کوئی فرد بشر ان سے واقف تھا۔

فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

جن (کی کھالوں اور اُون) میں تم لوگوں کی جڑاول ہے اور فائدے ہیں اور اُن میں سے تم (بعض کو) کھاتے ہو اور جب شام کو وقت گھر واپس لاتے ہو اور جب صبح کو چرانے لیجاتے ہو تو اُن کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے اور جن شہروں تک تم بے جانکاہی نہیں پہنچ سکتے وہاں تک چارپائے تمہارے بوجھ اٹھا کر لیجاتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار (تم پر) بڑی شفقت رکھتا اور مہربان ہے اور اسی نے گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم اُن پر سوار ہو، اور (وہ) زینت ہیں اور وہی اللہ ان کے علاوہ اور بھی (سواریاں) پیدا کرے گا۔ جن کو تم نہیں جانتے ۔

ف

پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ چارپایوں کو تمہارے فائدے کیواسطے پیدا کیا گیا کہ بعض کے چمڑے اور اُون سے فائدہ اٹھاتے ہو بعض کا گوشت کھاتے ہو بعض کو بوجھ لادنے کے کام میں لاتے ہو پھر ان چوپایوں میں سے گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو خاص طور پر بیان کر کے فرمایا کہ تم ان پر سوار ہوتے ہو اس کے بعد فرمایا کہ ان چوپایوں اور سواریوں کے علاوہ ہم اور بھی (سواریاں) پیدا کریں گے جن کا تمہیں اسوقت علم نہیں ہے۔

یہود حضرت موسیٰ کو مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں
نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل ہیں۔ اور حضرت موسیٰ کو بھی (نبی) مانتے
ہیں۔ مگر حضرت خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور مسلمان
ہیں کہ ان سب کو نبی تسلیم کرتے اور تمام صحائف اور کتب قدیمہ کو کلام الٰہی
جانتے اور سب پر ایمان رکھنے کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔

اس آیت میں یہ پیشنگوئی فرمائی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ماننے والے
ہمیشہ ان لوگوں پر غالب رہیں گے۔ جو ان کو نہیں مانتے تو اس پیشنگوئی سے
نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں کا قیامت تک یہود پر غالب رہنا ثابت ہوا،
کیونکہ یہ دونوں حضرت عیسیٰ کو مانتے اور اُن کی پیروی کرنیوالے ہیں۔

اگر فوق الذین کفروا۔ سے یہود کو مراد لیں جیساکہ آیت کے سیاق وسباق
اور بیان کے اول وآخر سے صاف ظاہر ہے تو پیشنگوئی کی تصدیق پر ہر موافق
ومخالف مجبور ہے اور اسوقت مشاہد ہے۔ عہد رسالت سے اسوقت تک
نصاریٰ واہل اسلام دونوں، یہود پر غالب ہیں اور ہر طرح ان کو یہود پر غلبہ
وشوکت حاصل ہے۔

اگر الذین کفروا۔ سے عام کفّار کو مراد لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ نصاریٰ
اور اہل اسلام دونوں فرقے کفّار پر قیامت تک غالب رہیں گے اور اس
صورت میں بھی پیشنگوئی کا صحیح اترنا ثابت ومشاہد ہے۔ کیونکہ مسیحیت اور
اسلام ہی دو مذہب ایسے ہیں جو اپنی ظاہری شوکت وعظمت اور قوت دلیل
وحجت سے تمام دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور باقی کل مذاہب کو انہوں نے مغلوب
ومقہور کر لیا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اپنے میں جذب کرتے جاتے ہیں

یہ ایک ایسی کھلی ہوئی زبردست پیشنگوئی ہے جس سے بڑھ کر کوئی زبردست

ان سواریوں کے علاوہ قیام قیامت تک جتنی سواریاں ایجاد ہوں گی یہ پیشنگوئی ان سب کو شامل ہے۔

پیشنگوئی

(۹۱)

نصاریٰ اور مسلمان یہود پر قیامت تک غالب رہیں گے

جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اسی زمانہ میں اللہ نے عیسیٰ سے فرمایا کہ اے عیسیٰ! دنیا میں تمہارے رہنے کی مدت پوری کر کے ہم تم کو اپنی طرف اٹھالیں گے اور کافروں (کی گندی صحبت کی گندگی) سے تم کو پاک کریں گے اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ہے ان کو روز قیامت تک (تمہارے منکروں (یعنی یہود) پر غالب رکھیں گے۔

ف

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ

(اے پیغمبر!) جن لوگوں نے (قبول اسلام سے) انکار کیا ہے ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو (عذاب الہی سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ تو ایمان لانے والے ہیں نہیں۔

ف

لغت میں کفر کے معنی ہیں ،، چھپانا ،، اسی مناسبت سے اندھیری رات کو کافر کہتے ہیں کہ رات کی تاریکی چیزوں کو نظر سے پوشیدہ کر دیتی ہے۔ کسان۔ (کاشتکار) کو بھی اسی لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور اسلام کے منکر کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ امر حق کو چھپاتا ہے اور اس پر ایمان نہیں لاتا۔

کفر کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم

کفر انکاری ہے کہ اللہ کو مطلقاً پہچانتا ہی نہ ہو مثلاً فرعون و امثالہ۔

دوسری قسم

کفر جحودی کہ دل سے اللہ کو جانتا ہو مگر زبان سے اقرار نہ کرے جیسے کفر ابلیس

تیسری قسم

کفر عنادی کہ دل سے بھی اللہ کو پہچانتا ہو۔ زبان سے بھی اقراری ہو لیکن بوجہ عناد یا دنیاوی نعمت کے زوال کے خوف وغیرہ سے دائرہ اسلام میں آنا قبول نہ کرے جیسے

پیشینگوئی ہو نہیں سکتی۔

انصاف پسند عیسائیوں کو قرآن کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ یہود، حضرت عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ، حرامی، ولدالزنا، اور ان کی ماں جناب مریم علیہا السلام کو زانیہ کہتے تھے جن کا شافی جواب دینے سے ہمیشہ مسیحی لوگ عاجز رہے یہانتک کہ قرآن نے نازل ہو کر یہود کی تکذیب کی اور ان ماں بیٹے کی تقدیس دیا کی اس مدلل طریقہ پر بیان فرمائی کہ یہود سے سوائے خاموش رہنے کے کچھ نہ بن پڑا، اور عیسیٰ بن مریم ماں بیٹے کی پاکی و قدسیت تمام عالم پر اچھی طرح روشن ہو گئی اور مسیحیوں کی جان میں جان آئی۔ پس مقتضائے انصاف تو یہ ہے کہ مسیحی دنیا اپنے عقائد باطلہ سے باز آکر اسلام کے سامنے سر اطاعت خم کرے کہ یہی دین، دین اصلی ہے اور یہی وہ ملت حنفی ہے جس کی تعلیم شروع سے ہوتی رہی اور تمام انبیاء علیہ السلام اسی کی اشاعت میں سرگرم و مامور ہوتے رہے اور اسلام کے سوا کوئی مذہب مکمل ہونیکا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ کسی مذہب میں خالص توحید کا نشان پایا جاتا۔

پیشنگوئی

(۹۲)

یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے

جیساکہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جیساکہ سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔

کیا یہ لوگ (تمہاری نسبت) کہتے ہیں کہ (یہ) شاعر ہے (اور) ہم اس کے بارہ میں زمانہ کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں (تم اُن سے) کہو کہ تم (بھی) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو یہ باتیں سکھاتی ہیں۔ یا یہ لوگ (ذہنی ذوات سے) شریر ہیں۔ کیا کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن از خود بنا لیا (یہ تو ان کے اپنے منہ کی کہن ہے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ ایمان ہی نہیں لانا چاہتے سو اگر (اپنے دعوے میں) سچے ہیں تو اسی طرح کا کلام (یہ بھی بنا کر) لے آئیں کیا بے کسی کے پیدا کئے (یہ آپ) ہو گئے ہیں یا یہی (مخلوقات کے) خالق ہیں؟ یا اُنھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے (ان کا تو کیا مقدور تھا) مگر یوں (کہو کہ یہ لوگ خدا پر) یقین ہی نہیں لانا چاہتے (اے پیغمبر!) کیا تمہارے پروردگار (کی رحمت) کے خزانے اِن ہی کے قبضہ میں ہیں یا یہ (کہیں کے) حاکم ہیں؟ یا اِن کے

ابو طالب اور امیہ بن الصلت۔

چوتھی قسم

کفر نفاق کہ زبان سے اسلام کا اقرار کرے مگر دل میں اس کی صحت کا متعقد نہ ہو۔

اس بارہ میں بین العلماء اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی ہے حضرت ابن عباس رض اور کلبی سے روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت روسائے یہود مثلاً حی بن اخطب اور جدی بن اخطب وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ربیع بن انس رض کا مقولہ ہے کہ آیت میں کفار سے احزاب والے مراد ہیں کہ ان میں سے سوائے ابو سفیان اور ابن ابی العاص کے کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔

مفسرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ آیت کریمہ مشرکین مکہ مثلاً عتبہ، ابوجہل، شیبہ، ولید اور ابولہب وغیرہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

واقعات کے لحاظ سے پہلا مذہب صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ سورۃ بتمامہا مدنی ہے مگر بہرکیف جونسا مذہب بھی لیا جائے قرآن کی پیشگوئی ہر حالت میں پوری ہوئی۔

پیشگوئی

(۹۳)

کفار مکر کرنیوالے ہیں اور خود دہوکا کھائینگے

کیونکہ ایک شخص کے قصاص میں چند آدمی قتل نہیں کئے جا سکتے لامحالہ وہ دیت لینے پر مجبور ہوں گے اور دیت کی رقم سب لوگ چندہ سے بسہولت ادا کر دیں گے۔

ادھر یہ مشورہ ہو رہا تھا اُدھر وحی کے ذریعہ سے پیغمبر کو اس مشورہ بازی کی اطلاع ہو گئی۔ اور آپ خدا کے حکم سے جاسوسوں کے ہوتے ہوئے مکان سے باہر نکلے اور خفیہ پولیس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ابوبکر رضؓ کے مکان پر آئے اور آپ کو ساتھ لئے ہوئے مدینہ کیطرف چل کھڑے ہوئے۔

کفار کی ساری مشورہ بازی طاق پر رہ گئی۔ ان کی ساری سازشیں خاک میں مل گئیں[ع] پیغمبر خدا صحیح وسلامت مدینہ منورہ پہونچے اور پھر اپنی قوت بہم پہونچا کر کافروں کے چھکے چھڑا دیئے یہانتک کہ جنگ بدر وغیرہ میں سب کی قوت مجتمعہ کا خاتمہ ہو گیا۔ آیت میں فقط اس امر کی پیشینگوئی اور پیغمبر کو اطلاع دی گئی ہے کہ کفار مکہ تمہارے ساتھ مکاری کرنے اور تمہارے قتل کرنیکی سازش کریں گے مگر آخر خود برباد ہوں گے۔ چنانچہ ہو بہو ایسا ہی ہوا۔

لطیفہ

ان آیات میں اَمْ کا لفظ پندرہ بار مسلسل آیا ہے اور جنگ بدر سنہ ۲ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ جو نبوت کا پندرہواں[ع] سال ہے اور اسی پہلی جنگ میں مسلمانوں نے اپنے مذہبی دشمنوں سے پورا بدلا لے لیا۔

کفار کی سازش اور پیغمبر کی ہجرت کا واقعہ ہم گذشتہ صفحات میں کہیں لکھ آئے ہیں اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اور تفصیل وصراحت سے بھی لکھیں گے۔

ع تاریخ ابن اثیر ۱۲ ع ابن اثیر و مدارج ۱۲

اَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ - اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ - اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ - اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ - اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ -

اس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر چڑھکر آسمان کی باتیں، سُن آیا کرتے ہیں سو اگر ان میں سے کوئی (آسمان کی باتیں) سُن آیا کرتا ہے تو وہ کوئی (صاف و) صریح سند پیش کرے کیا خدا کیلیے بیٹیاں اور تم لوگوں کیلیے بیٹے؟ یا (اے پیغمبر!) تم ان سے (تبلیغ رسالت کی) مزدوری طلب کرتے ہو کہ یہ (اُس اجرت) کے بوجھ) سے دبے جاتے ہیں یا ان کے پاس (علم) غیب ہے۔ کہ ان سے کہا جاتا ہے تو یہ (اس کو بے کم وکاست) لکھدیں یا انکا ارادہ کچھ دہوکا دینے کا ہے تو (یہ) کافر آپ ہی دھوکے میں ہیں یا خدا کے سوا انکا کوئی (اور) معبود ہے؟ (تو) اللہ کی ذات ان کے شرک سے پاک ہے۔

ف

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیشنگوئی فرمائی کہ کفار مکہ پیغمبر کے ساتھ مکر کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں لیکن دراصل وہ آپ دہوکے میں ہیں اور انہیں کو ذلیل ہونا ہے۔
یہ آیت مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور بعد کو یہ واقعہ پیش آیا کہ رؤسائے قریش نے دار الندوہ میں پوشیدہ طور پر جمع ہوکر پیغمبر کے قتل کرنیکی سازش کی اور یہ طے پایا کہ ہر ہر قبیلہ کا ایک آدمی آمادہ ہو اور یہ چند آدمی ملکر مکان میں رات کے وقت گھس پڑیں اور سب ملکر کام تمام کردیں اس صورت میں اگر بنو ہاشم قصاص بھی لینا چاہیں گے تو نہ لے سکینگے

فتنۂ کفر نیست و نابود ہو جائے کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو ایک نادان سے نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے انتہائی کوششیں کفر و الحاد کو معدوم نہیں کر سکتیں اور قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر وارد ہے کہ کفر و شرک قیامت تک باقی رہنے والی چیزیں ہیں مطلب یہ ہے کہ علی الاغلب کفر و شرک مفقود ہو جائے۔

دوسرا جواب

مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم یہ ارادہ کر کے جنگ کرتے رہو کہ شر باقی نہ رہے عام اس سے کہ تمہاری یہ کوشش کفر و شرک کو قطعاً مٹا سکے یا نہ مٹا سکے۔

تیسرا جواب

آیت میں کہیں اس امر کا اشارہ نہیں ہے کہ تم اپنے قتال سے دنیا جہان کے کفر و شرک کو مٹا دو۔ کوئی قوم کتنی ہی زبردست ہو پھر بھی تمام کرۂ عالم سے دوسرے مذاہب کا قلع قمع نہیں کر سکتی اور یہ امر عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

ہمارے نزدیک ملک عرب سے کفر و شرک کا مٹانا مقصود ہے کیونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام اور اہل اسلام کیلئے عرب ہی کے لوگ باعث فتنہ و فساد تھے اور وہی پیغمبر اسلام کو فتنہ میں ڈالے ہوئے اور اہل اسلام کو ایذائیں پہونچاتے تھے اسی لئے انہیں کے استیصال کا حکم دیا گیا گویا حکم کے پیرایہ میں بالمعنی یہ پیشنگوئی کی گئی کہ عرب میں فتنۂ کفر نہ رہے گا حالانکہ جو وقت مدینہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی مسلمان کمزور حالت میں تھے اور ابھی اتنا نہیں سدھرنے پائے تھے۔ کہ تمام ملک عرب کا استیصال کر سکتے اور ان کی قوت سے ملک بھر شرک کی گندگی سے پاک صاف ہو جاتا باانیہمہ اللہ تعالیٰ کی پیشنگوئی پوری ہو گئی اور تمام ملک عرب کفار و مشرکین سے خالی ہو گیا اور

پیشگوئی

(۹۴)

عرب میں فتنۂ شرک نہ رہے گا

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

وہاں تک ان (کافروں) سے لڑو کہ (ملک میں) فساد شرک (باقی) نہ رہے اور (ایک) خدا (ہی) کا حکم چلے پھر اگر (فساد سے) باز آجائیں تو ان پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ (زیادتی) ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں ہے۔

ف

معترض کہتا ہے کہ کسی قوم کا اتنا قتال کرنا کہ دنیا سے کفر وشرک نیست ونابود ہو جائے محال عقلی ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ آیت میں خطاب پیغمبر اور اصحاب پیغمبر سے ہے اور ان کے قتال نے فتنۂ کفر وشرک کو ہرگز دنیا سے معدوم نہیں کیا۔

پہلا جواب

آیت کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ واقعی تم اتنی سخت جنگ کرتے جاؤ کہ دنیا کی

بلکہ یہ پیشنگوئی جیسا کہ تواریخ سے ثابت ہے عہد رسالت سے الی الآن اسی طرح پوری ہوتی رہی ہے،
یہود کو تو مسیحیوں پر کبھی ایسا غلبہ حاصل نہیں ہوا جو اُن کو زبردستی اپنے مذہب میں شامل
کرنیکی جرءت کرتے البتہ عیسائیوں کو ایسے موقعے ہمیشہ ملتے رہے اور وہ ہمیشہ جہانتک
بن پڑا یہودیوں کو زبردستی عیسائی بناتے رہے۔

مگر اس زور و ظلم کی سند نہیں۔ خوشی دل سے تو آجتک نہ کوئی یہودی عیسائی ہوا نہ کسی
مسیحی نے یہودی بننا قبول کیا۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مذہبی دشمن اور خون کا
پیاسا رہا یہ ایک سچی اور زبردست پیشنگوئی ہے جو ہر زمانہ میں پوری ہوتے دیکھی گئی
اور اسوقت بھی اسکی صداقت انصاف پسند اہل عالم کو متحیر کئے بغیر نہیں رہتی۔

پیشنگوئی

(۹۶)

خلفاء راشدین اسلام کی اشاعت کریں گے

جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ

(یہ مہاجرین وہ مظلوم لوگ ہیں) جو صرف
اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے
ناحق اپنے گھروں سے نکالدئے گئے
اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ
سے نہ ہٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے گرجے

ملک بھر میں کہیں فتنۂ کفر و شرک باقی نہ رہا۔ جیساکہ اسوقت بھی مشاہد ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہی مشاہدہ ہوتا رہے گا۔

پیشنگوئی

(۹۵)

یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک دوسری کے قبلہ کی پیروی نہ کرے گا

جیساکہ سورۃ البقرمیں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ۔

اور ان (یہود و نصاریٰ) میں کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلہ کی پیروی کرنیوالا نہیں۔

ف

مطلب یہ ہے کہ نہ تو نصاریٰ یہود کا مذہب قبول کرکے ان کے قبلہ (بیت المقدس) کی پیروی کریں گے نہ یہود، عیسائیوں کا مذہب مان کر اُن کے قبلہ (سمت مشرق) کی پیروی کرنیوالے ہیں اور ایسا ہی ہوا کہ اسوقت کے اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے نہ تو کوئی عیسائی یہود کے مذہب میں داخل ہوا نہ کسی یہود نے مسیحی مذہب قبول کیا

یہ پیشینگوئی کھلے بند پوری ہوئی۔ کہ انہیں محترم مھاجرین میں سے ابوبکر صدیق اکبرؓ عمر فاروق اعظمؓ عثمان ذی النورینؓ اور علی مرتضیٰؓ چار نفوس مطہرہ ایک کے بعد ایک رسول اللہ کے جانشین ہوئے۔ خدا کی زمین اور ظاہری سلطنت کے مالک بنے مسلمانوں کے امام وسلطان ہوئے۔ اور انہیں کے عہدوں میں اسلام جیسا کچھ پھلا پھولا وہ تاریخ جاننے والوں پر اگرچہ مخفی نہیں ہے تاہم ان خلفائے راشدین کے مبارک عہدوں میں جو ممالک زیرنگین اسلام آئے ہم اُن کی مختصر فہرست گذشتہ صفحات میں دے چکے ہیں۔

نکتہ

یہاں ایک مذہبی نکتہ ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مہاجرین کو حاکم بناکر اگر ہم اِن کے پاؤں جمادیں تو وہ نماز پڑھیں گے زکات دیں گے دوسروں کو بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے تو مہاجرین میں سے جو نفوس زمین کے مالک وحاکم بنے وہ ہی اِن صفات کے مصداق ہوئے پس اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ کے بعد چاروں خلفاء خلفائے راشدین اور امام برحق تھے۔ وہ نماز پڑھنے والے تھے زکات دینے والے تھے بھلائی کا حکم کرنے والے تھے۔ بُرائی سے روکنے والے تھے یعنی خود بھی شریعت کے پکے اور پابند تھے۔ دوسروں کو بھی پابند شریعت کرنیوالے تھے اور بلاشک ایسے ہی نفوس کا نام خلیفہ برحق اور امام مفترض الطاعتہ ہے۔

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ -

اور صومعے اور یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ (بھی) ضرور اس کی مدد کرے گا۔ کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ زبردست (اور سب پر) غالب ہے یہ لوگ (یعنی شروع شروع کے مسلمان ہیں تو مظلوم لیکن) اگر (حاکم وقت بنا کر) ہم زمین پر ان کے پاؤں جما دیں تو وہ نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور (لوگوں کو) اچھے کام کے لئے حکم دیں گے اور بُرے کاموں سے منع کریں گے اور سب چیزوں کا انجام کار تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

ف

آیت کریمہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب کی تعریف و توصیف ہے جو محض اسلام لانے کے جرم میں اپنے وطن مکہ سے نکالے گئے انہیں کو اصطلاح اسلام میں مہاجریں کہتے ہیں پھر ان مہاجرین کی نسبت یہ پیشینگوئی فرمائی کہ اگرچہ یہ مظلوم و غریب لوگ ہیں لیکن اگر ان کو حاکم بنا دیا جائے اور ان کے پاؤں جما دئے جائیں تو وہ اسلام کی اشاعت میں بہت اچھے اچھے کام کریں گے خود نماز پڑھیں گے زکات دیں گے اور دوسروں کو بھلا کام کرنے کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے

ایسے موجود کا ہے جو گذر چکا ہے تو اس کا نام ذکر و تذکر ہے۔ اگر ایسے موجود کا خیال ہے جو فی الحال ہے تو اس کا نام ذوق و وجدان ہے اور اگر ایسی شے کے وجود کا خیال گذرا ہے جو آئندہ ہونیوالا ہے تو اسکا نام توقع اور انتظار ہے یہ انتظار اگر محبوب چیز کا ہے کہ جس کا حاصل ہونا موجب راحت و دلچسپی ہے تو اسکا نام ارتیاح ہے اور اگر مکروہ چیز کا انتظار ہے جسکی خیال حصول سے طبیعت کو تکلیف ہوتی ہے تو یہی **خوف** ہے

ابتلائے خوف کی پیشنگوئی جنگ حنین اور جنگ احزاب میں پوری ہوئی غزوہ احزاب میں کفار کے تمام قبائل مسلمانوں کی بیخکنی پر متفق ہو کر امنڈ پڑے تھے اور اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کو نمایاں فتح اور کافروں کو شکست فاش ملی لیکن شروع شروع میں کفار کی کثرت، ان کی قوت و جمعیت اور اپنی قلت دیکھکر اہل اسلام کے دلوں پر خوف چھا گیا تھا چنانچہ مسلمانوں کی اسی حالت کو اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں یوں بیان فرماتا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا	جس وقت کہ (دشمن) تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے بھی اترے اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی دچلے) اور دمارے خوف کے تمہاری (آنکھیں) پھری (کی پھری) رہ گئی تھیں اور کلیجے مونہوں کو آ گئے تھے اور خدا کی نسبت تم (لوگ طرح طرح کی) گمان کرنے لگے تھے اس موقع پر مسلمانوں کے استقلال کی آزمایش کی گئی اور خوب ہی جھڑ جھڑائے گئے۔

دوسرے مسلمانوں کا بھوک کی مصیبت میں مبتلا ہونا۔

شروع شروع میں مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو دبھوک کی

پیشنگوئی

(۹۷)

تم اے اصحاب رسول، خوف، بھوک اور مال جان اور پیداوار کی کمی کی آزمائش میں مبتلا ہو گے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔

اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے اور (اے پیغمبر!) صبر کرنیوالوں کو (خوشنودی خدا) اور (کشایش) کی بشارت دو۔

ف

اس آیت میں (۵) باتوں کی پیشنگوئی کی گئی ہے۔

اول:۔ مسلمانوں کا تھوڑے سے خوف میں مبتلا ہونا۔ انسان کے دل میں جو کسی مکروہ یا محبوب چیز کا خیال پیدا ہوتا ہے وہ تین صورت سے خالی نہیں اگر وہ خیال

فاغفر للانصار والمہاجرین
نقالو المجیبین لہ نحن الذین
بایعوا محمدا علی الجہاد ما
بقینا ابدا۔

بیتاب ہو کر فرمایا، خداوندا! اصل زندگی
آخرت کی زندگی ہے تو مہاجرین وانصار کو
بخشدے پھر آپ کے جواب میں ان
لوگوں نے عرض کیا کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے
محمدؐ سے بیعت کی ہے جہاد پر جب تک
زندہ رہیں۔

تیسرے۔ مال کی کمی ہونی جو غریب الوطنی کے لئے لازمی چیز ہے اور اسی
نقدان مال کی وجہ سے بیشتر مسلمانوں کو بھوک کی مصیبت برداشت کرنی پڑتی تھی۔
چوتھے۔ جانوں کا نقصان ہونا جو غزوات اور کفار کی لڑائیوں میں واقع ہوا۔
پانچویں — پھلوں اور پیداوار کی کمی جس کو خشک سالی اور جہاد نے پورا کر دکھایا
امام شافعی کا قول ہے کہ خوف سے خوف الٰہی مراد ہے بھوک سے
رمضان کا روزہ نقصان مال سے زکات وصدقات۔ نقصان جان سے امراض
وجہاد پیداوار اور پھلوں کی کمی سے اولاد کا مرنا۔ اگرچہ یہ لگتی ہوئی سی تفسیر ہو سکتی
ہے مگر سیاق و سباق آیت سے یہ معنی متبادر نہیں ہوتے اور پھر اس صورت
میں پیشینگوئی باقی نہ رہے گی۔ ہمارے نزدیک یہ معنی محض امام کی ایک جولانی
طبع ہے اور بس۔

پیشینگوئی

(۹۸)

یہ مصیبت دنوں تک ان پر سخت گذری اس کے علاوہ خود اس جنگ احزاب میں بھی اس کا وقوع ہوا۔ دشمنوں سے شہر مدینہ کو محفوظ کرنے کیلئے مدینہ کے چو طرف خندق کھودنے کا انتظام ہوا مگر اسوقت تک مسلمانوں کے پاس اتنی دولت و قوت نہ تھی جو یہ کام مزدوروں سے لیا جاتا۔ اس لیئے مہاجرین، انصار اور خود رسول اللہ صلعم نے اس کام کو اپنے ہاتھوں سے کیا اور ایسا کیا کہ بھوک کی حالت میں بھی کام سے باز نہ رہے بلکہ پیٹ پر پتھر باندہ باندہ کر خندق کھودتے اور مٹی لیجا کر باہر پھینکتے تھے٭

اس مقام پر ہم بخاری کی ایک حدیث نقل کرنی مناسب سمجھتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا معاویۃ بن عمرو حدثنا ابو اسحاق عن حمید سمعت انساً رضی اللہ عنہ یقول خرج رسول اللہ الی الخندق فاذا المہاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ فلم یکن لہم عبید یعملون ذلک لہم فلما رأی ما بہم من النصب والجوع قال اللّٰہم ان العیش عیش الآخرۃ

حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ بن محمد نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے معاویہ بن عمرو نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو اسحاق نے حمید سے انھوں نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تو مہاجرین اور انصار کو کھودتے ہوئے پایا ٹھنڈے دن میں پھر ان لوگوں کے پاس مزدور نہیں تھے جو ان کے اس کام کو کرتے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی اس مشقت اور بھوک کو ملاحظہ فرمایا تو

٭ بخاری جلد ثالث ۱۲ ۔

اور ایسا ہی ہوا کہ جو دشمنان اسلام اپنی سرکشی اور مخالفتِ پیغمبر سے باز نہ آئے وہ سب شمشیر اسلام سے مغلوب و مقہور ہوئے نہ اولاد کی کثرت اس آفت سے بچا سکی نہ مال و دولت نے پناہ دی کہ بلا سے دولت خرچ کر کے بچ جاتے یا مسلمانوں کو غالب نہ ہونے دیتے یا مفلس مسلمانوں کو مال و زر کا لالچ دیکر اپنے میں ملا لیتے اور اسلام کی طاقت کو کمزور و ضعیف کر ڈالتے۔

یہ کچھ نہیں ہوا بلکہ اسلئے سب کفار کا صفایا ہو گیا۔

پیشگوئی

(۹۹)

حضرت محمد مصطفیٰ کے منکروں کو عذاب سخت ہوگا

پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ	تو (اے پیغمبر!) جنہوں نے (تمہاری نبوت کا) انکار کیا ان کو تو دنیا اور آخرت (دونوں) میں بڑی سخت مار دیں گے۔ اور کوئی اُن کا (حامی و) مددگار نہ ہوگا۔

دوسری آیت سورہ حٰمٓ السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ	تو جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں ہم ان کو ضرور عذاب سخت (کا مزا) چکھا کر

کفار کو مال و اولاد کچھ فائدہ نہ دینگے

جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ

جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں اللہ کے ہاں نہ تو ان کے مال ہی اُن کے کچھ کام آئیں گے اور نہ اُن کی اولاد ہی (کچھ ان کے کام آئیگی) اور یہی ہیں (جو) دوزخ کے ایندھن ہوں گے (ان کی بھی وہی) فرعون والوں اور اُن سے پہلے لوگوں کی سی گت (ہونی ہے) کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے اُن کو اُن کی گناہوں کی پاداش میں دھر پکڑا



ایسی ہی ایک آیت اس سورہ کے آخر میں اور ایک آیت سورۃ المجادلہ میں وارد ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح فرعون والے اور ان سے پہلے کے لوگ پیغمبروں کی مخالفت اور اُن سے دشمنی کرنیکی پاداش میں برباد کر دئیے گئے۔ اسی طرح عرب کے کفار و مشرکین بھی جو تمہاری عداوت پر تلے ہوئے ہیں اپنی ان نالایق کوششوں کا مزا چکھینگے۔ اور نیست و نابود ہو جائیں گے اور اس وقت ان کو نہ تو ان کے مال ہی آفت سے بچا سکیں گے نہ ان کی اولاد ہی کچھ کام آئیگی

ف

کمال عذاب یہ ہے کہ انسان جن جن چیزوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے وہ سب اس سے چھن جائیں اور اوپر سے مزید اسباب فکر والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ یہی حال دشمنان اسلام کا ہوا کہ پہلے تو منادیٔ اسلام نے اِن کے بازار کفر والحاد کو سرد کرنا شروع کیا جس کی انہیں سب سے زیادہ فکر لاحق ہوگئی اور اس فکر نے ان کے تمام عیش وآرام کو ان پر تلخ کر دیا پھر جب اہل اسلام اُن کے مظالم سے تنگ آ گئے۔ اور پروبازو سنبھال کر کلہ بہ کلہ تیغ وسنان سے جواب دینا شروع کیا تو اِن پر ایک بڑی مصیبت پڑ گئی یہانتک کہ لڑائیوں میں ہزارہا سرداران کفر تلوار کے گھاٹ اُتر گئے اور بہت سے سخت ترین دشمنان پیغمبر کی اولاد نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا تو جو موذی بچ رہے وہ یا تو اسیر وقیدی بنے یا بُری حالت سے زندگی کاٹنے لگے۔ مال ودولت الگ کھویا، عزیز واقارب جدا مارے گئے یا مسلمان ہو کر لینے سے چھوٹ گئے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ زندہ رہ کر اسلام کی روز افزوں ترقی کو انہیں آنکھوں سے چارناچار دیکھنا پڑتا تھا جو ان دشمنوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت تھی۔

دنیا کے یہی سب عذاب سخت ہیں جن کی آیات مذکورہ میں پیشینگوئی کیگئی اور وہ صحیح اُتری۔

پیشینگوئی

(۱۰۰)

أَسْوَءَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ	رہیں گے اور ضرور اُن کے (اُن) بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے۔

تیسری آیت سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ۔	جو لوگ روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے ہم اُن کے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائی ہیں تو یہ لوگ بھٹکے بھٹکے پھرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو بُری طرح کا عذاب ہونا ہے اور یہی لوگ ہیں جو آخرت میں (سب سے) زیادہ نقصان میں رہیں گے

چوتھی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔	اور (اے پیغمبر!) کافروں کو عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دو۔

پانچویں آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ	جیسی جیسی افترا پردازیاں یہ لوگ کرتے ہیں عنقریب خدا انکو ان کی سزا دے گا۔

چھٹویں آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ۔	جو لوگ ہماری آیتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں ہم عنقریب اُن کی کنارہ کشی کے بدلے اُن کو بُری مار کی سزا دیں گے۔

دیکھتے دیکھتے آخر بمقتضائے بشریت بعض مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا اور وہ کہنے لگے کہ خدا تو کفر سے راضی نہیں پھر یہ کیا بات ہے کہ ہمارے دشمن تو اتنی راحت اور عیش و عشرت میں بسر کر رہے ہیں اور ہم پر فقر و فاقہ کا دور دورہ ہے۔ ع

اس کے جواب میں ان مسلمانوں کی تشفی کی گئی کہ تم کفار کے اس جاہ و مکنت سے آزردہ خاطر نہ ہو، یہ ساری عیش و عشرت چند روزہ ہے اور مرنے کے بعد وہ بہت برے پھنسینگے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بہت دن نہیں گذرنے پائے تھے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قوت و جمعیت بخشی اور کافروں کے برے دن آگئے ان کی کل دولت یا تو جنگ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئی یا سامان جنگ وغیرہ میں صرف ہوگئی۔ ع

پیشگوئی

(۱۰۱)

جو اللہ کیلئے وطن چھوڑیگا وہ وافر جگہ اور کشایش رزق پائے گا

ع ابن کثیر ۱۲ ع سیرت ابن ہشام ۱۲

کفار کی چند روزہ چلت پھرت سے تنگدل نہ ہو

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔

(اے پیغمبر!) شہروں میں کافروں کا چلنا پھرنا تم کو کسی طرح کے) مغالطہ میں نہ ڈالے (یہ) تھوڑے سے (چند روزہ) فائدے ہیں پھر (آخر کار) ان (کافروں) کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہے۔

دوسری آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا۔

اور (اے پیغمبر!) جو لوگ کفر (کے پھیلانے) میں دوڑے (دوڑے) پھرتے ہیں تم ان لوگوں کی وجہ سے آزردہ خاطر نہ ہونا (کیونکہ) یہ لوگ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔



ابتدائی اسلام میں کفار خصوصاً مشرکین اور یہود بڑے دولتمند تھے اور وہ صرف مسلمانوں کو چڑانے اور دکھانے کی غرض سے بہت اکڑ کر چلتے اور بات بات پر دولت و تمکنت کا اظہار کرتے تھے کیونکہ ملک کی ساری تجارت و حرفت وغیرہ انہیں کے ہاتھوں میں تھی۔

پیشگوئی

(۱۰۲)

مہاجرین کو ہم نہروں والے باغوں میں داخل کریں گے

جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ

تو جن لوگوں نے ہمارے لئے (اپنے) دیس چھوڑے اور (ہماری ہی وجہ سے) اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے گئے۔ اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی خطاؤں کو اُن سے ضرور محو کر دیں گے اور ان کو ایسے باغوں میں (دیجا) داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں (ڈٹھی) بہ رہی ہوں گی اللہ کے ہاں سے (یہ ان کے کئے کا) بدلہ (ہے) اور اچھا بدلہ تو اللہ ہی کے ہاں ہے۔

ف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن (مہاجرین) مسلمانوں نے مجبور ہو کر اپنے وطن

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً

اور جو شخص خدا کی راہ میں (یعنی خدا کے لئے) اپنا وطن چھوڑ دے گا تو (روئے) زمین میں اس کو رہنے سہنے کیلئے واقر جگہ اور (ہر طرح کی) کشایش ملیگی۔

ف

پہلے تو مسلمانوں پر باوجود فراخی کے دنیا تنگ تھی یہانتک کہ دشمنان اسلام کے حد سے گذرے ہوئے مظالم کی تاب نہ لاکر بہت سے مسلمانوں نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کی رفاقت میں مکہ کی سرزمیں کو خیرباد کہکر مدینہ کی راہ لی اور اس ہجرت میں تمام موجودہ صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا اور انہیں بزرگوں کو دربار احدیت سے مہاجرین کا قابل فخر خطاب عنایت ہوا۔

اس آیت میں قرآن نے یہ پیشینگوئی کی کہ جو مسلمان خدا کے لئے اپنا وطن (مکہ) چھوڑے گا وہ رہنے کے لئے وافر جگہ پائے گا اور اس کو ہر طرح کی کشایش نصیب ہوگی۔

جن مہاجرین نے خدا کے لئے اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور مکہ سے مدینہ میں آ بسے انھوں نے اگرچہ تھوڑی دنوں عسرت اور غریب الوطنی میں کاٹے لیکن یہ مصیبت زیادہ دن نہ رہ سکی اور قرآن کی پیشینگوئی پوری ہوگئی۔ آخر انہیں مہاجرین نے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھایا مکہ بلکہ تمام جزیرۂ عرب کو فتح کرلیا۔ ان پر کشایش رزق و نعمت کا دروازہ کھل گیا اور خدا کی زمین پر انہیں خدا کے بندوں کا راج ہوگیا۔

پیشینگوئی

(۱۰۳)

مسلمانوں کو نہروں والے باغ عمدہ عمدہ قصر ومحلات اور عیش و راحت کے تمام ساز وسامان مل کر رہیں گے

یہ پیشینگوئی تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ	جو لوگ ایماں لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے کچھ شک نہیں کہ ان کو اللہ ایسے باغوں میں (دلیجا) داخل کرے گا جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرگذرتا ہے۔

دوسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ لَھُمْ غُرَفٌ	لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرے اُن کے لئے بالاخانے (اور) بالاخانوں کے

(مکہ) سے ہجرت کی جو اللہ پر ایمان لانیکی پاداش میں اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ جن کو اللہ کی رضامندی دھونڈنے کے عوض میں ستایا گیا۔ اور جنھوں نے چارہ کار نپاکر دشمنان اسلام سے قتال کیا اور جو اس قتال میں مارے گئے ہم ان کے گناہوں کو محو کر دیں گے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی۔

جن مہاجرین کی یہ صفتیں بیان فرمائی گئیں ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے دشمنان اسلام سے قتال کیا اور زندہ رہے۔ دوسرے وہ جنہوں نے قتال کیا اور شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان دونوں قسموں کے مسلمانوں کو گناہوں کے معاف کرنے اور باغوں میں داخل کرنیکی بشارت دیتا ہے گناہوں کی معافی کا تو یہ مطلب ہے کہ ایام جاہلیت میں جو صغیرہ و کبیرہ گناہ ان سے سرزد ہوئے وہ اسلام لانے کے بعد محو ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ نہ کرے گا مرنے کے بعد شہیدوں کا باغوں میں داخل ہونا اور اخروی نعمتوں سے سرفراز ہونا تو ظاہر ہے اور کتب عقائد بلکہ خود قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور عقل بھی اس امر کو قبول کرتی ہے لیکن مہاجرین کے حق میں یہ پیشینگوئی دنیا میں بھی پوری ہو گئی۔ ملک شام، سلطنت روم کے اکثر (زرخیز) حصے اور حکومت ایران کے قطعات وغیرہ تین خلافتوں میں اچھی طرح فتح ہو چکے تھے اور ان زرخیز حصوں[1] لہلہاتے سبزہ زاروں اور آراستہ باغوں پر (جن میں انواع و اقسام کی بہترین نہریں جاری تھیں) مہاجرین قابض و متصرف ہو گئے تھے۔ ؎

---

[1] فتوح الشام - ابن اثیر ۱۲

پیشنگوئی

(۱۰۴)

اللہ ہی کا بول بالا رہیگا

یہ پیشنگوئی قران مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ۔	اور جو اللہ اور اللہ کے رسول اور مسلمانوں کا دوست ہو کر رہے تو (وہ اللہ والا ہے اور) اللہ والوں ہی کا (ہمیشہ) بول بالا ہے۔

دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ	اگر تم رسول کی مدد نہ بھی کرو تو (کچھ پروا نہیں اللہ ان کا مددگار ہے اور) اسی نے اپنے رسول کی مدد اسوقت بھی کی تھی جب کافروں نے اُن کو (ایسا بے سروسامان گھر سے) نکالدیا (کہ صرف دو آدمی اور) دو میں دوسرے (پیغمبر) اسوقت یہ دونوں غار (ثور) میں تھے (اور) اسوقت (پیغمبر) اپنے ساتھی (ابوبکر) کو سمجھا رہے تھے کہ (کچھ) رنج

مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ	اوپر (اور) بالاخانے ہوں گے جن کے نیچے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی۔ یہ (ان سے) خدا کا وعدہ (ہے) اللہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔

تیسری آیت سورۃ المرسلات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ۔	بیشک (ایک دن ایسا آئیگا) کہ پرہیزگار لوگ چھاؤں اور چشموں اور میووں میں جو اُن کو بھاتے ہیں (عیش کرتے) ہوں گے۔

ف

جیسا کہ مفسرین کا خیال ہے، ہم ان آیات میں کوئی ایسا اشارہ نہیں پاتے جس سے ان مذکورہ نعمتوں کا آخرت کے ساتھ مخصوص ہونا متصور ہو سکے ہمارے نزدیک مسلمانوں کو یہ ایک ایسی خوشخبری دی گئی جو ان پر دنیا ہی میں پوری ہوگئی اور جس کی صداقت سے آج عالم تاریخ کا کوئی فرد بشر انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بلاشک مسلمانوں کو یہ سب نعمتیں دنیا میں حاصل ہوئیں اور انھوں نے خوب عیش کئے عہ



عہ دیکھو فتوح الشام اور تاریخ ابن اثیر وغیرہ ۱۲

امر ثانی

اس آیت میں واقعہ ہجرت کا بیان ہے جو حضرت سرورکائنات کی زندگی کا ایک
بڑا مشہور واقعہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ کفار مکہ تو شروع سے اسلام کے مخالف تھے
اور جس جس طرح بن پڑتا تھا شیوع اسلام کو روکتے تھے۔ ؎ چراغ را کہ ایزد بر فروزد
کسے کو پف زند ریشش بسوزد۔ ڈرایا۔ دھمکایا۔ ستایا مگر اسلام تھا کہ برابر ترقی کرتا چلا جاتا
تھا آخر کار عاجز آکر سب دار الندوہ میں جمع ہوئے۔

دار الندوہ مکہ میں ایسی جگہ تھی جیسے ہمارے بڑے شہروں میں میونسپل کمیٹی
کا ہال کہ وہاں ہر طرح کی پنچایتیں ہوا کرتی تھیں۔ غرض یہاں جمع ہو کر ہر ایک نے
اپنی اپنی تجویز پیش کی کسی نے کہا پیغمبر کو شہر بدر کرو۔ کسی نے رائے دی کہ قید رکھو
نہ کوئی اس شخص کے پاس آنے پائیگا نہ یہ کسی کو بہکا سکیگا کسی نے صلاح بتائی کہ
مار ڈالو۔ ردّ و قدح کے بعد یہ ٹھیرا کہ بلوے کے طور پر بہت سے آدمی ملکر قتل کردیں
وحی کے ذریعہ سے پیغمبر کو اس امر کی اطلاع اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنیکی ہدایت
ہوئی چنانچہ آپ نے اسی رات حضرت علیؑ بن ابیطالب کو اپنی جگہ پر سلا دیا
اور حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لیکر جبل ثور کے غار میں جا چھپے جو مکہ سے تین میل کے
فاصلہ پر واقع ہے۔

دشمن ساری رات پیغمبر کے گھر کو گھیرے پڑے رہے صبح ہوئی تو دیکھا کہ پیغمبر کا
پتہ نہیں اور جن کو پیغمبر سمجھے تھے وہ علی بن ابیطالب نکلے۔ بھڑوں کی طرح جستجو
کیلئے چاروں طرف کو نکل پڑے۔

جس غار میں آنحضرت اپنے یار غار، ابوبکر کے ساتھ تشریف رکھتے تھے اسپر
بھی بعض دشمنوں کا گذر ہوا۔ اور یہ اسیوقت کا مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کافروں کا

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُن (ابو بکر) پر اپنی (طرف سے) تسلی اتاری اور اُنکو ایسی فوجوں سے مدد دی جن کو تم لوگ نہ دیکھ سکے اور کافروں کی بات کو نیچا کر دکھایا اور (سدا) اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب اور صاحب تدبیر ہے۔

ف

اس طویل آیت میں کئی باتیں قابل صراحت ہیں۔

امر اول

تبوک ملک شام کا ایک شہر ہے جہاں روم کی عملداری تھی اور وہ لوگ نصاریٰ تھے پیغمبر اسلام کے انتقال اور قحط سالی کی جھوٹی خبر سنکر قیصر کو ملک عرب کو زیر کرنے کا حوصلہ ہوا۔ اور اس نے کچھ لشکر اسطرف متوجہ کئے جب آنحضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی آپنے طائف کی مہم سے فارغ ہوکر رومیوں کے حوصلے پست کرنیکے لئے خود اُن پر چڑھائی کردی۔

جب آپنے مسلمانوں کو جنگ کے لیے بلایا تو منافقین جی چرائے اور طرح طرح کے عذر و بہانے کرنے لگے یہ آیت انہیں منافقین کی ملامت و توبیخ میں ہے کہ اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو اللہ نے جسطرح پہلے موقعوں پر مدد کی تھی اب بھی اپنے رسول کی مدد کرے گا اور تمہاری مدد نہ کرنے سے اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

آپ کو ابوبکر کی نسبت ذرا بھی شبہ ہوتا تو ان کو ہرگز رفاقت کی عزت سے سرفراز نفرماتے بلکہ اس بات سے بھی ان کو اطلاع نہ دیتے کہ ہم کسی وقت مکہ سے ہجرت کرنے والے ہیں۔ تا بر فاقت چہ رسد۔

دوسرا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت کرنا خدا کے حکم سے تھا پس ابوبکر کی رفاقت بھی تابع حکم وحی ہوئی۔

یہ ظاہر ہے کہ اسوقت مخلصین صحابہ کی جماعت خدمت رسول خدا میں موجود تھی اور خود آپ کے کنبہ اور قرابتداروں میں بہت لوگ آپ کے موافق اور دوست تھے ایسی حالت میں اگر خاص خداوند کریم کا حکم نہ ہوتا تو آپ کبھی ابوبکر کو ساتھ نہ رکھتے جب کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کی رفاقت کیلئے ابوبکر کو مخصوص کرنا ایک ایسی فضیلت ہے جو صحابہ میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی اور اس پر مدعیان محبت صدیق جتنا بھی ناز کریں کم ہے

تیسرا ثبوت

بخاری مسلم اور امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ۔

حدثنا عفان حدثنا همام انبانا ثابت عن انس ان ابابکر حدثه قال قلت للنبی صلی اللہ علیه وسلم ونحن فی الغار لو ان احدهم	حدیث بیان کی ہم سے عفان نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ہمام نے انھوں نے کہا خبر دی ہم کو ثابت نے انس سے کہ ابوبکر نے ان سے بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے دکا فروں کو غار کے اوپر چلتا پھرتا دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے سروں پر چلنا پھرنا، بات کرنا دیکھکر گھبراتے تھے اور بار بار عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ مجھکو اپنی جان کا خوف کچھ نہیں ہے مگر آپ کا بال بیکا ہوا تو پھر اسلام کا یہیں خاتمہ ہو جائیگا۔ آنحضرت اس کے جواب میں آپ کو تسلی دیتے تھے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارا ساتھی و مددگار ہے۔

اس درجہ کا توکل پیغمبر کے سوا کسی سے ہو نہیں سکتا۔

بہرحال جب تک یہ دونوں مرشد و مرید غار ثور میں مخفی رہے ابوبکرؓ کے گھر سے کھانے اور سواری کا انتظام ہوتا رہا۔ جب نواح مکہ کی جستجو کی شورش فرو ہوئی تو آنحضرت سید ہار سے ستہ چھوڑ کر بالا بالا کترا تے ہوئے مدینہ نکل گئے۔ اسی کا نام ہجرت ہے جس سے مسلمانوں کا سنہ ہجری شمار کیا جاتا ہے ؏

حضرت ابوبکرؓ یہ ایک ایسی بڑی خدمت نمایاں ہے جس کو کوئی مسلمان فراموش نہیں کر سکتا۔

ابوبکرؓ کی افضلیت

امر ثالث۔ اس آیت سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابوبکرؓ کی افضلیت بصراحت ثابت ہوتی ہے۔

پہلا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خوف سے کہ اب کفار قتل پر تُلے ہوئے ہیں غار ثور میں جاکر چھپے اور اپنی رفاقت کیلئے سوائے ابوبکرؓ کے کسی کو پسند نہیں فرمایا اس سے بدیہی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ سرور کائنات کو ابوبکر کی صفائی باطن پر اطلاع تھی آپ ان کو مومن صادق اور مخلص محق باور کرتے تھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا اور

؏ سیرت ابن ہشام ۱۲

ان حالات کو دیکھ دیکھ کر نہایت مایوس و دلگیر ہو رہی ہے۔

مغربی افریقہ میں نہ مسلمانوں کا کوئی ایسا زبردست اثر ہے نہ واعظوں کی کوشش ہے باوجود اس کے جو اسلام کی اشاعت ہوئی جاتی ہے یہ اسلام کی حقانیت اور الہٰی طاقت کا اثر نہیں تو کیا ہے؟

پیشگوئی

(۱۰۵)

عرب کے سوا، اور ملک کے لوگ بھی مسلمان ہوں گے جو منافقوں کے سے نہ ہوں گے اور جن کو یہ نقصان نہ پہونچا سکیں گے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ محمد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا	اور اگر تم (حکم خدا سے) روگردانی کرو گے تو (خدا) تمہارے سوا دوسرے لوگوں

نظر احدهم الی قدمیه لابصرنا تحت قدمیه فقال یاابابکر ماظنک باثنین الله ثالثهما -	سے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے پاؤں کی طرف نظر کریگا تو ہم کو اپنے قدموں تلے دیکھ لیگا تب آپ نے جواب دیا اے ابوبکر تو ان دو ساتھیوں کی نسبت کیا گمان رکھتا ہے - جن کا تیسرا ساتھی اللہ ہو -

اب دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ابو بکر کو ثانی اثنین فرمایا یعنی دو ساتھیوں میں پہلے رسول اور ان کے ثانی (دوسرے) ابو بکر۔ حدیث مذکورہ میں رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا کہ ان دو ساتھیوں کے ساتھ ایک اور تیسرا رفیق اللہ ہے پس ابو بکر اللہ کے تیسرے اور رسول کے دوسرے ساتھی ہوئے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صدیق اکبر اکثر مناصب دینیہ میں ثانی رسول تھے جب پیغمبر خدا کو اللہ تعالےٰ نے منصب نبوت سے سرفراز فرما کر خلق کی طرف مبعوث کیا اور آپ نے اسلام کی دعوت دینی شروع کی تو سب سے پہلے ابو بکر نے اسلام کو قبول کیا اور اسلام میں ثانی پیغمبر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے طلحہ، زبیر، عثمان بن عفان وغیرہ اجل صحابہ کو اسلام کی ترغیب و تحریص دلائی یہانتک کہ یہ سب لوگ ابو بکر کے ہاتھ پر اسلام لائے اور آپ ان سب کو لیکر رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے پس ابو بکر اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں بھی ثانی رسول ہوئے ہر غزوہ میں ابو بکر، رسول کی خدمت میں کمر بستہ حاضر رہے اور کبھی کسی موقع پر آپ سے مفارقت نہیں کی۔ پس آپ ہر مجلس رسالت میں ثانی رسول رہے -

جب رسول اللہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کے حکم سے ابو بکر نے نماز پڑھائی اور نماز کی امامت میں ثانی رسول ہوئے -

رسول اللہ صلعم کے انتقال کے بعد اجماع امت سے ابو بکر کو خلافت کا

کرے گا تو اس قوم سے کون سے لوگ مراد ہیں؟ اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں بعض مفسرین اہل یمن کو مراد دیتے ہیں بعض ایرانیوں کو۔

اگرچہ ان دونوں صورتوں میں قرآن کی پیشنگوئی صحیح اترجاتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دوسرے ہی مسلک کو قوی قرار دیتی ہے کہ اس قوم سے اہل فارس مراد ہیں۔

الترمذی عن ابی ھریرۃ رضؓ قال تلا رسول اللہ ھذہ الآیۃ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ فقالوا من یستبدل بنا فضرب رسول اللہ علی منکب سلمان ثم قال ھذا وقومہ والذی نفسی بیدہ لو کان الایمان مَنُوْطًا بالثریا لتنالہ رجال من فارس۔

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے) کہ اگر تم پھر جاؤگے تو اللہ تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو لادیگا تو اصحاب نے کہا ہمارے بدلے کن لوگوں کو لائے گا پس رسول اللہ نے سلمان (فارسی) کے شانہ پر ہاتھ مارا۔ پھر فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان ثریا پر لٹکا ہوا ہوتا تو بھی فارس کے لوگ اس کو پا لیتے۔

یہ اس امر کی پیشنگوئی تھی کہ فارس میں علم و ایمان خوب پھیلیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین صدی کے اندر اندر تمام ملک فارس لوائے اسلام کے سایہ میں آگیا اور ہر طرف اسلام ہی اسلام پھیل گیا۔ رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام عرب میں مبعوث ہوئے۔ قرآن بھی عربی ہے

اَمْثَالَكُمْ — کو (تمہاری جگہ) لا بٹھائیگا اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا۔

(بلائے جانے پر بھی راہ خدا میں لڑنیکے لیے) اگر تم نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی دردناک مار مارے گا اور تمہارے بدلے دوسرے لوگ لا موجود کریگا اور تم اس کا کچھ بھی تو نہ بگاڑ سکو گے۔

ف

رجب ۹ سنہ ہجری میں طائف کی مہم سے فارغ ہو کر رسول اللہ نے رومیوں سے جنگ کا ارادہ کیا۔ مگر قحط کا زمانہ شدت کی گرمی۔ پہلوں کا زمانہ کہ وہی اہل عرب کی ساری کائنات اور اسی پہ گذر اوقات تھی اور سب پر بالا سلطنت روم کا رعب غالب۔ ان وجوہ سے منافقین نے حیلہ حوالہ کر کے جانے سے جی چرایا[1]۔ جس پر ان آیات میں انہیں ملامت کیگئی ہے کہ اگر تم رسول کا ساتھ نہیں دو گے تو خدا تمہارے بدلے میں دوسری قوم کو لا موجود کرے گا۔ جو تمہارے ایسے نہ ہوں گے کہ اسلام کی امداد سے جی چرائیں اور تم لوگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔

(۱)

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم منافقین کے عوض میں اللہ دوسری قوم کو لا موجود

---

[1] لباب التاویل جلد ثانی ۱۲۔

باعث وہی قومیں ہوئیں۔

(۳)

لَا تَضُرُّوْهُ میں (ہٗ) کی ضمیر کدہر پھرتی ہے؟ بعض مفسرین اللہ کو اس کا مرجع قرار دیتے ہیں۔ یعنی منافقین اپنی ان چالبازیوں اور جنگ میں شریک نہ ہونے سے اللہ (کے دین) کو کچھ بھی نقصان نہ پہونچا سکیں گے۔

بعض مفسرین (ہٗ) کی ضمیر کو رسول کی طرف پھیرتے ہیں کہ اے منافقین! تم اگر رسول کا حکم نمانوگے اور جنگ میں شریک نہ ہوگے تو اس سے تم رسول کو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکوگے۔ ان دونوں مسلکوں کا حاصل ایک ہی ہے۔

ہمارے نزدیک (ہٗ) کا مرجع خود قوم ہے جو ضمیر سے متصل واقع ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر منافقین رسول خدا کا حکم نمانیں گے تو خدا ان کے بدلے میں ایک دوسری قوم کو لاموجود کرے گا جس کو یہ منافقین نقصان نہ پہونچا سکیں گے اور وہ قوم ان منافقین جیسی نہ ہوگی۔ اور واقعہ بھی ایسا ہی ہوا

قوم معنی جمع ہے اسکی طرف ہمیشہ واحد مونث یا جمع مذکر کی ضمیر پھرتی ہے قرآن میں اس کے خلاف کہیں نہیں ہے بخلاف اس کے ہمارے مسلک کی بنا پر آیت میں (ہٗ) واحد مذکر کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہوتی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ قوم جسکی جمع اقوام آئی ہے اگرچہ معنی میں جمع ہے لیکن لفظ کا لحاظ کرتے ہوے اسکی طرف واحد مذکر کی ضمیر کا پھرنا کچھ ناموزوں نہیں معلوم ہوتا۔



اور عربوں کے کارنامے بھی موجود ہیں ان کی پیشینگوئی توریت و انجیل میں بھی ہے اور حدیثوں میں بھی ان کے مناقب کثیرہ وارد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا کہ عرب میں اسلام ہمیشہ رہے گا عرب کے لوگ مذہب میں نہایت سخت ہوتے ہیں زمانہ کفر میں کفر ان کا سخت تھا اور اسلام لانے کے بعد اسلام میں اشد ہوگئے جیسا کہ حالت موجودہ سے بھی ظاہر ہے۔

فارس والوں میں بہت جلد تغیر آجاتا ہے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں مجوسیت کو خیرباد کہکر مسلمان ہوگئے اسلام میں آنے کے بعد کچھ دنوں سنی رہے۔ پھر شیعہ ہوگئے کبھی امامیہ بنے۔ کبھی زیدی کبھی کچھ کبھی کچھ پھر آہستہ بابی ہونا شروع ہوئے چنانچہ اس وقت ایرانیوں کی بڑی جماعت بابی مذہب پر قایم و برقرار ہے ایسی متلون العقائد قوم خاک عرب کے بہادروں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ حدیث شریف کا صرف یہ مقصد ہے کہ فارس کے لوگ مسلمان ہوں گے اور سرزمین فارس میں اسلام عام ہوجائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اس کی صحت محتاج دلیل نہیں ہے۔

مفسرین کا عام مذہب یہ ہے کہ آیت میں اہل یمن اور اہل فارس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ وہ اپنے عموم پر ہے کہ اہل عرب کے سوا، دوسرے ممالک کے لوگ بھی مسلمان ہوں گے یہ مذہب سب سے زیادہ قرین قیاس ہے اور اس صورت میں پیشینگوئی کا درجہ اور زیادہ بلند ہوجاتا ہے۔

(۲)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ لوگ جو مسلمان ہوں گے ان منافقین جیسے نہ ہونگے اور بلاشبہ جو قومیں مسلمان ہوئیں ان میں سے کوئی سی بھی منافق نہ تھی وہ سچے دل سے مسلمان ہوئیں انہوں نے اسلام کی مدد کی، اور فتوحات اسلام کی زیادہ تر

ذی ہوش اس کا جواب اثبات میں دینے کی جسارت نہ کرے گا۔

پیشنگوئی

(۱۰۷)

آئندہ عنقریب تم کو معلوم ہوگا کہ کس کا انجام بخیر ہے

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

(اے پیغمبر ان کافروں سے) کہو کہ بھائیو! تم اپنی جگہ عمل کرو میں (اپنی جگہ) عمل کر رہا ہوں پھر آگے چلکر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آخر کار کس کا انجام بخیر ہے (مگر ہاں) اس میں تو کچھ بھی شک نہیں کہ ظالم تو کسی طرح فلاح پانے کے نہیں۔

ف

قرآن کی یہ پیشینگوئی کہ آخر میں مسلمانوں ہی کا انجام بخیر ہوگا اور دشمنان اسلام کو ہرگز فلاح نصیب نہ ہوگی، جس طرح پوری ہو کر رہی وہ تاریخ جاننے والوں پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس کا اثر الآن بھی پردۂ عالم میں مستتر نہیں ہے۔



پیشنگوئی

(۱۰۶)

محمد مصطفیٰؐ کا آوازہ بلند ہوگا

جیساکہ سورۃ الانشراح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ	اور ہم نے تمہارے ذکر (خیر) کا آوازہ بلند کیا ہے۔

ف

اس سے بڑھ کر صریح پیشنگوئی کیا ہوسکتی ہے جسکی صداقت تیرہ سو برس سے اسوقت تک برابر ایک شان سے اہل عالم کے سامنے ہے۔
یہ آیت مکی ہے اور اس وقت نازل ہوئی ہے جب کہ رسول خدا پر دشمنوں نے دنیا تنگ کر رکھی تھی اور جو چند نفوس اسلام لائے تھے ان کو چھپنے کو بھی جگہ تک نہ ملتی تھی یہانتک کہ بہت سے مسلمانوں نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی اور آخر خود رسول اللہؐ کو بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ کی راہ لینی پڑی۔ ایسی بیچارگی کیحالت میں یہ پیشنگوئی کرنی کہ تمہارے ذکر کا آوازہ دنیا میں بلند کیا جائے گا۔ اور پھر اس پیشنگوئی کا کھلے بند اچھی طرح پورا ہونا تمام کرۂ عالم میں محمد (صلعم) کے ذکر خیر کا بلند ہونا مشرق سے مغرب تک اسلام کا شائع ہونا دنیا کے گوشہ گوشہ میں محمدؐ عربی کے نام مبارک کا وردِ زبان ہونا کیا کسی انسانی طاقت کا کام ہے؟ شائد کوئی

برباد کرنے، لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے، اور جو لوگ مسلمان ہوچکے تھے ان کو دنیاوی لالچ اور زور و ظلم سے مرتد بنانے میں پوشیدہ طور پر یا کھلے بند ہوتی تھیں یا سوچی جاتی تھیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے تارِ عنکبوت کی طرح توڑ کر رکھدیا۔ دشمنوں کی ایک تدبیر نہ چلی اور آخر خود ذلیل و خوار ہوکر تباہ و برباد ہوگئے یا مسلمان ہوگئے۔

پیشگوئی

(۱۰۹)

اللہ کافروں کو ذلیل و رسوا کریگا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ

اور (اے دشمنانِ اسلام!) تم جانے رہو کہ تم اللہ کو (کسی طرح بھی) ہرا نہیں سکو گے اور (یہ کہ آخرکار) اللہ کافروں کو ہی (مسلمانوں کے ہاتھ سے دنیا میں) رسوا کرنیوالا ہے

دوسری آیت سورۃ المجادلہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں (آخرکار) وہی ذلیل ترین

پیشنگوئی

(۱۰۸)

اللہ کید کفّار کو توڑنیوالا ہے

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ

(مسلمانو!) کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ انکو اللہ نے قتل کیا اور (اے پیغمبر!) جب تم نے تیر چلائے تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ نے تیر چلائے (تاکہ کفر کی بنیاد کو ڈگمگا دے) اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی سرکار سے اچھا انعام (یعنی فتح) عنایت فرمائے بے شک اللہ سب کی سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے یہ بات (اچھی طرح سن رکھو) اور جان لو کہ خدا کو کافروں کی تدبیروں کا توڑنا منظور ہے

ف

یہ جنگ بدر کا مذکور ہے جس کے ساتھ یہ پیشنگوئی فرما دی گئی کہ اللہ کافروں کی تدبیروں کو توڑ دے گا چنانچہ کفار اور دشمنان اسلام کی ساری کوششیں اور تدبیریں جو اسلام کے مٹانے، پیغمبر خدا صلعم کے قتل کرنے، یاران رسول کو

پیشگوئی

(۱۱۰)

مشرکین کو عذاب ہونا ہے

یہ پیشگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے

پہلی آیت سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ يُعَذِّبَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۔	اور منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اللہ سزا دیگا جو اللہ کے حق میں (طرح طرح کی) بدگمانیاں رکھتے ہیں اب یہی مصیبت کے چکر میں آئیں گے

دوسری آیت سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ	(اے پیغمبر!) ان میں سے جنھوں نے کفر کیا عنقریب ان کو عذاب دردناک پہنچیگا

ف

بہت سے کٹر اور پکے مشرکین تو اسلام کی صداقت کو نہ مان کر اس کی قوت کی بھینٹ چڑھ گئے اور عرب ان کے ناپاک وجود سے خالی ہو گیا بہت سارے شکست کی مار کھا کر مغلوب و مقہور ہوئے اور آخر میں کثیر التعداد مشرکوں نے

فی الاَذَلِّیْنَ ۔ لوگوں میں ہوں گے۔

تیسری آیت سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ اَنْ یُّطَہِّرَ قُلُوْبَھُمْ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔

یہی (کفار) وہ لوگ ہیں کہ خدا بھی ان کے دلوں کو (معصیت کی گندگی سے) پاک کرنا نہیں چاہتا ان لوگوں کی دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔

ف

انسان کے لئے اس سے بڑی کوئی ذلت نہیں ہے کہ ایسے دشمن جن کو وہ ذلیل سمجھتا ہے اور جن کو دنیا سے مٹا دینے کے لئے وہ سر توڑ کوششیں کر رہا ہے ان پر قابو نہ پا سکے بلکہ برعکس اس کے وہی مغلوب دشمن اس پر غالب ہو جائیں اور انہیں کے ہاتھوں وہ ذلیل وخوار ہو کر تباہ وبرباد ہو جائے کفار عرب کا یہی حال ہوا کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں کو ذلیل وحقیر سمجھتے تھے۔ انہیں نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے ان کو تباہ کر کے اسلام کو بیخ وبنیاد سے اکھاڑ دینے کی کوششوں میں جان و مال سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کی ان ساری نالائق کوششوں کا یہ الٹا اثر نمایاں ہوا کہ مسلمانوں کی قوت روز بروز بڑھتی گئی۔ وہی کافروں پر غالب ہوئے اور انہیں کے زبردست ہاتھوں سے کفار کا استیصال ہو گیا اور اکثر لونڈی غلام بنے اور قرآن کی پیشنگوئی پوری ہوئی۔

ف

اس آیت میں نصاریٰ کے دو فرقوں کے عقائد کا بیان ہے ایک فرقہ مسیح علیہ السلام ہی کو خدا سمجھتا تھا دوسرا فرقہ عجیب طرح پر خدا مانتا تھا کہ خدا اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں میں خدائی دائر ہے یعنی ان میں کا ہر ایک خدا ہے۔ یہاں خدا نے فرمایا کہ سب کفر کے عقائد ہیں اور خدا ایک ہی ہے۔

آیت میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ ہے کہ اگر نصاریٰ تین خداؤں کے اعتقاد سے باز نہ آئیں گے تو اصلی پاداش میں مبتلائے عذاب کئے جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ عرب کے نصاریٰ نے مسلمانوں کے ہاتھ سے جو کچھ دیکھا اس کا اثر آج بھی دیکھا جاتا ہے کہ تمام ملک عرب میں ایک عیسائی بھی نہیں بستا۔ اس سے قطع نظر کر کے اگر نظر کو اور وسیع کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ شام و روم میں اہل اسلام نے جو نمایاں فتوحات کیں انھوں نے اس پیشینگوئی کی صحت کو بہت زیادہ نمایاں کر کے ثابت کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں بہادران اسلام نے مسیحیان روم و شام کو ناکوں چنے چبوائے اور جو روز بد ان کو دکھایا وہ تاریخ جاننے والوں پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ آخر رفتہ رفتہ تمام عیسائیوں کا قلع قمع ہو گیا اور ملک پر ہر طرف مسلمان مسلط ہو گئے۔

دوسری پیشینگوئی

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان عیسائیوں اور معتقدین تثلیث میں سے بعض

اسلام قبول کرلیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں خاک پاک عرب سے شرک کا نام مٹ گیا۔

پیشگوئی

(۱۱۱)

بعض نصاریٰ مسلمان ہوں گے اور جو تثلیث سے باز نہیں آئیں گے وہ اپنی اس بداعمالی کا مزا چکھیں گے

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تو یہی تین ہیں کا ایک تیسرا ہے (یہ لوگ بھی اس کہنے سے) کافر ہو گئے حالانکہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود (یعنی خدا) نہیں ہے اور (خدا کے بارے میں) جیسی جیسی باتیں یہ لوگ کہتے ہیں اگر ان سے باز نہیں آئیں گے تو جو لوگ ان میں سے کفر کرتے رہیں گے ان پر عذاب دردناک نازل ہو کر رہو۔

تمام آدمی رکاب میں سلئے مدینہ کے قریب پہونچکر شاہانہ ٹھاٹھ سے آراستہ ہوا
تاج مرصع جو آذین کے لقب سے مشہور تھا سر پر رکھا۔ دیباکی قبا زیب
بدن کی اور شاہان عجم کے طریقے کے موافق زیور پہنے کمر سے مرصع تلوار لگائی عرض شان و
شوکت کی تصویر بنکر مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے پوچھا امیر المومنین کہاں ہیں
وہ سمجھتا تھا کہ جس شخص کے دبدبہ نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس کا دربار بھی
بڑے سروسامان کا ہوگا حضرت عمرؓ اسوقت مسجد میں فرش خاک پر لیٹے ہوئے تھے
ہرمزان مسجد میں داخل ہوا تو سیکڑوں تماشائی ساتھ تھے جو اس کے زرق برق لباس
کو بار بار دیکھتے تھے۔ لوگوں کی آہٹ سے فاروق اعظمؓ کی آنکھ کھلی تو عجمی شان و
شوکت کا مرقع سامنے تھا اوپر سے نیچے تک دیکھا اور حاضرین کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا "یہ دنیائے دون کی دلفریبیاں ہیں" قادسیہ کے بعد ہرمزان نے کئی
دفعہ سعد بن وقاص سے صلح کی تھی۔ اور ہمیشہ اقرار سے پھر پھر جاتا تھا شوستر کے
معرکہ میں دو بڑے مسلمان افسر اس کے ہاتھ سے مارے گئے حضرت عمرؓ کو ان
باتوں کا اسقدر رنج تھا کہ انھوں نے ہرمزان کے قتل کا پورا ارادہ کر لیا تھا تاہم
اتمام حجت کے طور پر عرض معروض کی اجازت دی اس نے کہا کہ عمر! جب تک خدا
ہمارے ساتھ تھا تم ہمارے غلام تھے اب خدا تمہارے ساتھ ہے اور ہم تمہاری
غلام ہیں یہ کہکر پینے کا پانی مانگا۔ پانی آیا تو پیالہ ہاتھ میں لیکر درخواست کی کہ جب تک
پانی نہ پی لوں مارا نہ جاؤں حضرت عمرؓ نے منظور کیا اس نے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا
اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا اور اس لیئے شرط کے موافق تم مجھکو قتل نہیں کر سکتے
حضرت عمر اس مغالطے پر حیران رہ گئے ہرمزان نے کلمۂ توحید پڑھا۔ اور کہا کہ میں
پہلے ہی اسلام قبول کر چکا تھا لیکن یہ تدبیر اس لیئے کی تا لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے
تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا حضرت عمرؓ نہایت خوش ہوئے خاص مدینہ میں

بتلا ہوئے عذاب ہوں گے جس سے مستنبط ہوا کہ بعض نصاریٰ مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کی وجہ سے عذاب سے محفوظ رہیں گے چنانچہ یہ پیشینگوئی بھی پوری ہوئی اور فتوحات روم و شام میں کثیر التعداد مسیحی اور بہت سے مہران خاندان شاہی بلا کسی زبردستی کے خود سچے دل سے مسلمان ہو گئے جناب فاروق اعظم کے عہد مبارک میں ہرمزان نے جو شیرویہ کا ماموں اور بڑی قوت و اقتدار کا مالک تھا یزدگرد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر اہواز فارس میری حکومت میں دیدیے جائیں تو میں عرب کے سیلاب کو آگے بڑھنے سے روک دوں یزدگرد نے اسیوقت فرمان حکومت عطا کر کے ایک جمعیت عظیم ساتھ کر دی۔

ابو موسیٰ اسلامی لشکر کے افسر تھے۔ شوستر خوزستان کا صدر مقام تھا اس کے قریب ہرمزان نے مقابلہ کیا اور عین پھاٹک پر فریقین کا سامنا ہوا اگرچہ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور عجمی ایک ہزار سے زیادہ مارے گئے تاہم مسلمان بھی بہت کام آئے براء رضی اللہ عنہ اور مجزاۃ بن ثور جیسے جانبازان اسلام ہرمزان کے ہاتھوں نذر اجل ہو گئے۔

آخر ابو موسیٰ رض نے شہر فتح کر لیا تمام لشکر ٹوٹ پڑا شہر میں ہلچل پڑ گئی ہرمزان بھاگ کر قلعہ میں جا رہا۔ جب مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو ہرمزان اس شرط پر نیچے اتر آیا کہ اس کو حضرت عمر رض کے پاس پہونچا دیا جائے بلکہ اس کو مدینہ بھیجدیں اور جو کچھ فیصلہ ہو عمر رض کے ہاتھ سے ہو۔ ابو موسیٰ نے منظور کیا اور حضرت انس رض کو مامور کیا تا مدینہ تک اس کے ساتھ جائیں۔

ہرمزان بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا بڑے بڑے رئیس اور خاندان کے

---

* فتوح الشام ۱۲۔

جو شام میں داخل ہے ہر جگہ اسلام پھیل گیا۔ عہ شطائے مصر کا رئیس مسلمانوں کے
حالات سنکر پہلے ہی سے اسلام کی طرف مائل تھا چنانچہ جب اسلامی فوجیں دمیاط
میں پہونچیں تو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ شطا سے نکلکر مسلمانوں سے آملا اور
مسلمان ہوگیا۔ عہ فسطاط میں نوشیروان کی طرف یمن کا عامل تھا جب اسلام کا قدم شام
میں پہونچا تو یہ سب مسلمان ہوگئے مورخ طبری نے جنگ یرموک اور ۱۶ھ ہجری
کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس لڑائی میں بہت سے اہل عجم نے مسلمانوں کو
مدد دی جن میں سے کچھ لڑائی سے پہلے ہی مسلمان ہوگئے تھے اور کچھ لڑائی کے
بعد اسلام لائے۔ ان واقعات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے مبارک
عہد میں اسلام کثرت سے پھیلا اور تلوار سے نہیں بلکہ اپنے فیض و برکت سے۔

پیشگوئی

(۱۱۲)

کفار سے جہانتک ہو سکی اپنی پوری طاقت صرف کرکے اسلام کی تباہی میں کوشش کر دیکھیں

جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

عہ مقریزی۔ عہ مقریزی جلد اول ۱۲

رہنے کی اجازت دی اور دو ہزار سالانہ روزینہ مقرر کر دیا۔ عہ

سنہ ۱۶ ہجری کے اخیر میں جب جلولاء فتح ہوا تو بڑے بڑے روساء اور نواب اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ان میں سے جو زیادہ صاحب اختیار اور نامور تھے ان کے یہ نام ہیں۔ جمیل بن بصبھری بسطام بن نرسے۔ رفیل۔ فیروز۔ ان رئیسوں کے مسلمان ہو جانے سے ان کی رعایا میں خود بخود اسلام کو شیوع ہوا۔ عہ

قادسیہ کے معرکہ کے بعد چار ہزار دیلم کی فوج جو خسرو پرویز کی تربیت یافتہ تھی اور امپیریل گارڈ یعنی شاہی رسالہ کہلاتی تھی کل کی کل مسلمان ہو گئی۔

یزدگرد کے مقدمۃ الجیش کا افسر ایک مشہور بہادر تھا جس کا نام سیاہ تھا یزدگرد جب اصفہان کو روانہ ہوا تو اس نے سیاہ کو بلا کر تین سو بڑے بڑے رئیس اور پہلوان ساتھ کئے اور اصطخر کو روانہ کیا سیاہ نے ایکدن تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے کہا کہ ہم لوگ جو پہلے کہا کرتے تھے کہ یہ عرب ہمارے ملک پر غالب آجائینگے اس کی روز بروز تصدیق ہوتی جاتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ خود اسلام قبول کر لیں چنانچہ اسی وقت سب کے سب مسلمان ہو گئے عہ یہ لوگ اساورہ کہلاتے تھے کوفہ میں ان کے نام سے نہر اساورہ مشہور ہے ان کے اسلام لانے پر سیابجۃ۔ زط۔ اندغار بھی مسلمان ہو گئے۔

عہد فاروقی میں مصر اور اس کے جوانب میں کثرت سے اسلام پھیلا قصبہ بلہیب کے رہنے والے کل کے کل اپنی خواہش سے مسلمان ہو گئے عہ دمیاط کی فتح کے بعد جب اسلامی فوجیں آگے بڑھیں تو بقارۃ اور وارادۃ سے لیکر عسقلان تک

عہ فتوح الشام ۱۲ عہ الفاروق صفحہ ۱۲ عہ فتوح البلدان ۱۲۔ لعہ تاریخ مقریزی جلد اول۔

پیشگوئی

(۱۱۳)

کفار عرب کو جب دشمنی کا موقع ملیگا اٹھا نہ رکھینگے

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ـ

(ان کافروں کا عہد) کیسے (معتبر ہو سکتا ہے) اور ان کا حال یہ ہے کہ) اگر یہ لوگ تم مسلمانوں پر غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارہ میں نہ قرابت کا پاس ملحوظ رکھیں اور نہ عہد (و پیمان) کا۔ اپنی زبانی باتوں سے تو تم کو رضامند کر دیتے ہیں اور انکے دل انکار رکھتے ہیں اور ان میں اکثر السے ہیں کہ بات کہکر آپ ہی آپ اس سے) نکل بھاگتے ہیں

ف

آیت میں یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ کفار عرب کے عہد و پیمان اور انکی ظاہری باتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ جب ان کو موقع ملے گا عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں گے جہاں ذرا غلبہ حاصل ہوگا مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے درپے ہو جائیں گے غرض اپنے امکان بھر یہ کچھ اٹھا نہ رکھیں گے۔

جب رسول خدا صلعم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے

قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ـ

(اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہو کہ اپنے شریکوں کو (اپنی مدد کیلئے) بلا لو پھر (سب ملکر) مجھ پر اپنا داؤ کر چلو اور مجھکو (ذرا بھی) مہلت نہ دو۔ اللہ جس نے اس کتاب (قرآن) کو اتارا ہے وہی میرا کارساز ہے۔ وہی تمام نیک بندوں کی حمایت کرتا ہے۔

ف

اس آیت کریمہ میں تمام دشمنان اسلام کو برانگیختہ کیا گیا ہے کہ تم اپنے تمام شریکوں اور مددگاروں کو جمع کرو اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ فریب کرنے اور ان کے مٹانے میں پوری قوت صرف کر دو اور ذرا بھی مہلت نہ دو۔ پھر دیکھو کہ تمہاری ان ان تھک کوششوں کا کچھ بھی نتیجہ تمہارے موافق نکلتا ہے؟ بلاشک اللہ اپنے پیغمبر اور نیک بندوں کا حامی و مددگار ہے اور خدا جس کا حمایتی ہو اس کا ساری دنیا بھی ملکر کچھ نہیں بگاڑ سکتی

سورۃ الاعراف، سوائے "وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ" پانچ سات آیتوں کے کل سورہ مکی ہے۔ پس ابتدائے اسلام اور مسلمانوں کی بیچارگی کی حالت میں اس دعوے کیساتھ پیشینگوئی کرنی کہ تمام کفار اپنی مجموعی طاقت سے بھی پیغمبر اور اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور باوجود علی الاعلان دعوی کرنے اور اس کے مشتہر ہونے اور کفار کو چیلنج دینے کے اس پیشینگوئی کا پورا ہو جانا کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ کیا دنیا کی کسی طاقت میں تاریخ اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے ہرگز نہیں۔

پیشنگوئی

(۱۱۴)

آفاق عالم میں اسلام اور اسلامی سلطنت پھیل جائیگی

جیسا کہ سورۃ حٰم السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

عنقریب ہم ان کافروں کو اپنی (قدرت و طاقت کی) نشانیاں (دنیا کے تمام اطراف میں (بھی)) دکھائیں گے اور ان کے اپنے درمیان میں (بھی)، یہانتک کہ اُن پر ظاہر ہوجائے گا۔ کہ یہ (قرآن) برحق ہے



"اپنے درمیان" سے عرب اور مکہ کا فتح ہونا مراد ہے جو کفار عرب کا خاص وطن و ماوی تھا اور آفاق سے آفاق عالم اور اطراف دنیا مراد ہے جیسا کہ خود لفظ سے ظاہر ہے۔

قرآن کی یہ زبردست ترین پیشنگوئی پوری ہو کر رہی آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کمزور مفلس مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے اپنی قدرت کی نشانیاں اہل عالم کو دکھا چھوڑیں کہ قطعات ارض عرب فتح ہوتے ہوتے ایک روز خود مکہ بھی فتح ہوگیا اور اس کے بعد تمام اطراف عالم اور آفاق گیتی میں اسلام پھیل پڑا ہر طرف

تو مدینہ کے یہودیوں نے آپ سے اس بات کا معاہدہ کیا کہ وہ نہ رسول خدا سے لڑیں گے نہ دشمنان اسلام کا ساتھ دیں گے اور نہ رسول خدا سے مِلکر اُن کے دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ مگر باوصف عہد وپیمان کے یہود اپنی بات پر بہت دن قائم نہ رہے جنگ احد میں جو مسلمانوں کو ایک طرح کی ناکامی ہوئی، فوراً یہودیوں نے معاہدہ کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے اسی نقض عہد کی پاداش میں بہت سے یہودیوں کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا اور بہت سارے قتل کر دئے گئے [۱]

حدیبیہ کی سال مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیاں مصالحت ہوئی کہ دس برس تک کوئی ایک فریق دوسرے کے مقابلہ پر تلوار نہ اُٹھائے بنو خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار رہے اور بنو بکر مشرکین وکفار کے اتفاقاً بنو خزاعہ اور بنو بکر میں جنگ ہو گئی تو مشرکین قریش نے معاہدہ کا کچھ لحاظ نہ کرکے بنو بکر کا ساتھ دیا اور بنو خزاعہ سے جنگ کرکے ایک جم غفیر کو اُن میں سے قتل وغارت کر دیا [۲]
پھر بنو بکر اور مشرکین دونوں ملکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا حیلہ ڈھونڈھنے لگے۔ غرض ان کفار ومشرکین کے لیئے عہد شکنی کوئی نئی بات نہیں تھی جب ان کو موقع ملتا نقض عہد کرتے۔ جب وقت پاتے مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے۔



---

[۱] سیرت ابن ہشام ۱۲ [۲] سیرت ابن ہشام ۱۲-

اسلام کا ڈنکا بجا - ہر قوم نے اسلامی طاقت کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا مشرق سے مغرب تک مسلمانوں نے اپنا سکہ چلایا اور اُن کی باجبروت سلطنت کی ہیبت بیٹھ گئی - دولت اُن کی خانہ زاد لونڈی بنی فتح و نصرت نے رکاب تھامے اور اقبال اُن کا علم بردار رہا ؎

وہ قوم کہ جان تھی جہاں کی — جو تاج تھی فرق آسماں کی
تھے جبیہ نثار فتح و اقبال — کسریٰ کو جو کر چکی تھی پامال
گل کر دیئے تھے چراغ جس نے — قیصر کو دیئے تھے داغ جس نے
وہ نیزۂ خونفشاں کہ چل کر — ٹھیرا تھا فرانس کے جگر پر
روما کے دھوئیں اڑا دیئے تھے — اٹلی کو کنوئیں جھنکا دیئے تھے
با اینہمہ جاہ و شوکت و فر — اقلیم ہنر بھی تھی مسخر
ہیأت میں بلند پایہ اس کا — تھا فلسفہ زیر سایہ اس کا
منطق میں ہوئے جو گرم جولاں — تھامے تھے رکاب مصر و یونان
میدان سخن جو روبرو تھا — فارس کی زباں پہ طرقوا تھا
جو فلسفیان ہند و چیں تھے — خرمن سے اسی کے خوشہ چیں تھے

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جو ممالک فتح ہوئے اُن کی اجمالی فہرست پیشینگوئی (۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-) کے تحت میں ہم لکھ چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے -

خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس رحمہم اللہ تعالےٰ کے عہد خلافت میں - ماوراءالنہر - بلخ - خوارزم - اندرابہ - آلباب - خراسان - سجستان دربند - طبرستان - آرمنیہ - الجزیرہ - آذربیجان - عراق - خوزستان - فارس فلسطین - ارض مقدس - قاہرہ مصر - افریقیہ - اسپین - یمامہ

سندھ وغیرہ پوری طرح فتح ہو گئے تھے اور جزائر سسلی وغیرہ کے ساتھ تمام عرب ان کے زیر نگیں تھا۔ خلافت بغداد کی تباہی کے بعد شمالی افریقہ مصر۔ شام۔ ترکستان یورپ۔ ایشیائے کوچک۔ الجزیرہ۔ ماوراالنہر۔ ایران افغانستان۔ ہندوستان۔ دکن۔ لنکا۔ ممالک روسیہ وغیرہ کو مختلف وقتوں میں سلاطین اسلام نے فتح کیا اور ان تمام ممالک پر اسلام کا زبردست مگر پُر امن علم لہراتا تھا۔

خلافت بنی امیہ اور خلافت عباسیہ کے رقبۂ حکومت کا نظری نقشہ اس کے ساتھ ناظرین کے سامنے ہے اور تمام اسلامی خاندانوں کا مکمل اور مفصل نقشہ کہ شروع اسلام سے اسوقت تک کہاں کہاں اسلامی حکومت قایم ہوئی۔ شروع کتاب میں لگا دیا گیا ہے۔

کیا ایسی زبردست پیشگوئی انصاف پسند مخالفین اسلام کو خاموش کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ ضرور ہے۔



۱؎ محمدن ڈائی نسٹیز مولفۂ علامہ اسٹینلی لین پول۔

Mohammedan Dynasties (by) Stanley Lane Poole.

ف

اہل کتاب میں سے یہود تو اسی ذلت وخواری میں رہ گئے اور انھوں نے اقامت توارات وانجیل میں کوئی کوشش نہیں کی - البتہ جب فطرت آلہیہ کی مرضی اور اس کی پیشینگوئی کے پورا ہونے کا وقت آیا تو نصاریٰ نے اپنے بخت کی مساعدت سے جنبش کی - توریت وانجیل کے قایم کرنے اس کے پھیلانے اور اشاعت دینے میں انھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا یہانتک کہ اسی غرض کیلئے شاہی صرفہ اور حکومت کی امداد سے دنیا کے گوشہ گوشہ اور زمین کے چپہ چپہ میں مسیحی مشنریاں قایم کیگئیں جو تورات وانجیل کو قایم کرتی، اس کو پھیلاتی، اس کی اشاعت کرتی اور اقوام عالم کو ان کی طرف مائل کرتی رہتی ہیں -

جب مسیحیوں کی طرف سے اقامت کتب قدیمہ میں ایسی کچھ کوششیں ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا کہ واقعی رزق ان کے اوپر سے برستا اور پاؤں تلے سے ابلتا رہتا ہے آج دنیا کی کوئی قوم کشایش رزق میں عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی -

قران کی یہ زبردست پیشینگوئی کہ اہل کتاب کی کشایش رزق اور ان کی اقامت توریت وانجیل کا زمانہ ایک ہوگا اور دونوں لازم وملزوم ہیں - ہزار برس کے بعد پوری ہوئی -

کوئی انسانی طاقت ایسی پیشینگوئی اور اس دعوے کیساتھ نہیں کر سکتی -

پیشنگوئی

(۱۱۵)

اگر اہل کتاب توراۃ وانجیل کو قایم کریں تو رزق اُن کے اوپر سے برسے اور پاؤں تلے سے اُبلے

جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتَابِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاَدْخَلْنٰھُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم اُن سے ان کے گناہ ضرور اتار دیتے اور ان کو باغوں میں بھی ضرور لیجا داخل کرتے جن میں نعمتیں ہیں اور اگر یہ (اہل کتاب) توراۃ اور انجیل اور ان (صحیفوں) کو جو ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے اُترے ہیں قایم کرتے تو ضرور ان کو ایسی برکت ہوتی کہ ان کے اوپر سے (رزق برستا) اور پاؤں کے تلے سے (ابلتا اور یہ فراغت سے) کھاتے۔

قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ | یہہ کہ یہہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔

ف

یہ پیشینگوئیاں ہمیشہ ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہیں اور اسوقت بھی ہم پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

(۱)

دنیا میں ہزاروں قومیں ہیں۔ ہزاروں مذاہب ہیں، مسلمان سوائے یہود و نصاریٰ کے کسی دوسرے مذہب کو آسمانی نہیں سمجھتے اُن کے نزدیک جو مرتبہ نصاریٰ کا ہے وہی یہود کا ہے اور ان کے سوا تمام مذاہب عالم ایک حکم میں ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ دنیا بھر میں یہود اور مشرکین ہی کے دو فرقے مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔

حافظ ابو بکر بن مردویہ نے اس آیت کی تفسیر میں چند ہم معنی حدیثیں روایت کی ہیں۔

حدثنا احمد بن محمد بن السری حدثنا محمد بن علی بن حبیب الرقی حدثنا علی بن سعید العلاف حدثنا ابو النضر عن الاشجعی عن سفیان عن یحیی بن عبد اللہ عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث بیان کی ہم سے احمد بن محمد بن سری نے (انھوں نے کہا) حدیث بیان کی ہم سے محمد بن علی بن حبیب رقی نے (انھوں نے کہا) حدیث بیان کی ہم سے علی بن سعید علاف نے (انھوں نے کہا) حدیث بیان کیا ہم سے ابو نضر نے اشجعی سے انھوں نے سفیان سے انھوں نے یحیی بن عبد اللہ سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ابو ہریرہ رضی سے کہ کہا ابو ہریرہ رضی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پیشنگوئی

(۱۱۶)

تمام لوگوں میں سے یہود اور مشرکین مسلمانوں کے سخت ترین دشمن رہیں گے

(۱۱۷)

دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں نصاریٰ مسلمانوں سے بہت قریب رہیں گے

جیساکہ سورۃ المائدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ
عَدَاوَةً لِلَّذِيْنَ آمَنُوا
الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً
لِلَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ
قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰى
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ

مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے تم
یہود اور مشرکین کو سب لوگوں سے زیادہ سخت
پاؤ گے اور مسلمانوں کیساتھ دوستی کے اعتبار سے
سب لوگوں میں تم ان کو قریب تر پاؤ گے
جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (مسلمانوں کیطرف
نصاریٰ کا یہ (میلان) اس سبب سے ہے
کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور نیز

دیسے یہودیوں کے نزدیک۔ مگر یہود کو اہل اسلام سے خاص بغض وعداوت ہے۔ حالانکہ نصاریٰ میں یہ بات نہیں ہے نہ وہ بلاوجہ مسلمانوں کو نقصان پہونچاتے نہ بے سبب بغض وعداوت رکھتے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام اہل مذاہب میں نصاریٰ ہی مسلمانوں سے محبت کا پاس کرتے ہیں۔

پیشنگوئی

(۱۱۸)

کوئی ہیکڑ سے ہیکڑ بھی خدا کی باتوں کو بدل نہیں سکتا

جیسا کہ سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ

اور تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے جاچکے ہیں تو انھوں نے لوگوں کے جھٹلانے پر اور انکی ایذا دہی پر صبر کیا۔ یہانتک کہ ہماری مدد انکی پاس آپہونچی اور کوئی ہیکڑ سے ہیکڑ بھی خدا کی باتوں کا بدلنے والا نہیں ہے اور پیغمبروں کے حالات تو تم کو پہونچ ہی چکے ہیں۔

ما خلا یهودی بمسلم الا ھمّ بقتلہ | کہ نہیں ملیگا کوئی یہودی کسی مسلمان سے مگر یہ کہ اس کے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں اور وہ جس صورت سے ہو مسلمانوں کو نقصان ہی پہونچانے کے درپے رہیں گے اور یہی حال مشرکین کا ہے جس کی دلیل میں اسوقت ہندوستان کے ہنود خصوص آریوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

جس طرح یہود، اور ہنود کے ناموں میں لفظی مناسبت ہے ویسا ہی مسلمانوں کی دشمنی اور ان کو نقصان پہونچانے میں بھی دونوں متحد ہیں۔

ہندوستان کے ہنود، تقریباً آٹھ سو نو سو برس تک مسلمانوں کے رعایا رہے اور اسلامی حکومت کے سایہ میں ان کو ہر طرح کی آزادی رہی، ہر طرح کا امن و آرام رہا مگر جب تک اسلامی حکومت قوی رہی، خوشامدی تعریفوں کا راگ تحریر و تقریر میں الاپتے رہے، حکومت کا مسلمانوں سے جانا تھا کہ خون کے پیاسے ہوگئے اور محسن کشی کا جامہ پہن لیا۔

ایسی احسان فراموشی کی نظیر سولے، یہود کے کسی دوسری قوم میں نہیں دیکھی گئی۔

(۳)

تمام مذاہب و اقوام میں سے صرف نصاریٰ ایک قوم ہے جس کو قرآن نے مسلمانوں کے ساتھ محبت میں قریب تر بتایا ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے مذہب میں خدا ترس لوگ ہیں اور اُن کے عقائد میں بلاوجہ کسی کو نقصان پہونچانا روا نہیں ہے مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کے نزدیک یہود و نصاریٰ دونوں برابر ہیں اور مسلمان بلحاظ اختلاف و نوعیت مذہب، جیسے عیسائیوں کے نزدیک

ف

ایک معترض اعتراض کر سکتا ہے کہ کسی حکم میں شرط لگانا اس شخص کے لئے پسندیدہ ہے جو واقب امور سے جاہل ہے خدا کیلئے یہ لایق نہیں ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور اس امر سے خبردار ہے کہ ایسا ہوگا یا نہیں پھر یہ کہنا کہ اگر تم ڈروگے تو تمہاری بخشایش ہوگی۔ یعنی کیا۔

پہلا جواب

شرط وجزا سے صرف اتنا ہی فایدہ اور اتنا ہی معلوم کرانا منظور ہے کہ یہ شرط اس جزا کو مستلزم ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں مثلاً یہ کہ "اگر تم ڈروگے تو تمہارا گناہ بخشدیا جائیگا" اس سے فقط یہ بتلانا مقصود ہے کہ اتقا کو گناہ کی بخشایش لازم ہے جو شخص خدا سے ڈریگا وہ ضرور بخشا جائے گا رہا یہ بات کہ کہنے والے کو اتقا کا علم ہے یا نہیں قول قائل سے مستفاد نہیں ہوتی۔

دوسرا جواب

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قول مذکور مفید شک ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کو خود اس بات میں شک ہے کہ مخاطب اتقا کرے گا یا نہیں؟ تو بھی کوئی قبیح نہیں ہے جو شان الوہیت کے منافی ہو کیونکہ حقیقت میں خدا تو عالم معلومات ہے مگر بعض امور جزا میں اپنے بندوں سے شک کرنیوالوں کا سا معاملہ کرتا ہے

ف

مطلب یہ ہے کہ خدا ہمیشہ اپنے پیغمبروں کا مددگار رہا ہے یہ اس کی عادت ہے اور خدا کی عادت بدلی نہیں جاتی تو تم کو پچھلے پیغمبروں کے حالات سے تسلی رکھنی چاہیئے کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہاری مدد بھی کرے گا دین اسلام کو غلبہ دیگا اور یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا خدا کی ان باتوں کو بدل نہیں سکتا۔

دنیا جانتی ہے کہ خدا نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوکر رہا اور کوئی زبردست سے زبردست سرکش اس کا ایک شوشہ یا ایک شمہ بھی غلط یا تبدیل نہ کرسکا۔

پیشگوئی

(۱۱۹)

خدا مسلمانوں میں امتیاز پیدا کردیگا

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّكُمۡ فُرۡقَانًا وَّ یُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَیِّاٰتِكُمۡ وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ	مسلمانو! اگر تم اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتے رہوگے تو وہ تمہارے لئے ایک امتیاز پیدا کردے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کردے گا اور آخرکار تم کو بخشدے گا۔

ہو گئے۔ بلکہ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور سچا غمگسار ہو گیا یہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا وی آلائیشوں سے پاک صاف کر دیا اور جو کچھ تھی وہ صرف بشریت تھی جو لازمۂ انسانیت ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل، ابو سفیان بن حرب اور عمرو بن سہیل وغیرہ کے حالات ہمارے دعوے کو صحیح ثابت کریں گے۔ جو اوپر کسی پیشینگوئی کے تحت میں ہم لکھ چکے ہیں۔

پیشینگوئی

(۱۲۰)

اصحاب رسول ایک اندھے فتنہ میں مبتلا ہونگے

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً۔	اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو خاص کر ان ہی لوگوں پر نہیں نازل ہوگا جنہوں نے تم میں سے سرتابی کی ہے (بلکہ بیگناہ بھی اس کی زد میں آجائیں گے)

ف

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک حدیث روایت کی ہے جو قریب قریب اس آیۂ کریمہ کی شرح و تفسیر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شک کرنیوالوں کا ایسا معاملہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی وہ شک میں ہو۔ یہ بحث چونکہ اسوقت ہمارے منصب سے خارج ہے اس لیے یہیں ختم کردیجاتی ہے۔

مسلمانوں میں امتیاز پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ تمام باتوں میں کافروں سے ممتاز ہوجائیں گے۔

ایک امتیاز تو آخرت کا ہے سو وہ ظاہر ہے کہ مسلمان بوجہ اپنے ایمان کے وہاں ارام واسایش میں رہیں گے اور کفار اپنی بد اعمالیوں کی پاداش بھگتینگے۔

دوسرا۔ امتیاز دنیا کا ہے اور یہ دو طرح پر ہے ایک وہ جو قلب سے متعلق ہے یعنی مسلمانوں کو ہدایت ومغفرت سے ممتاز اور ان کے دلوں کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کردیا جائے ان میں بغض، حسد، کینہ، نفاق اور باہمی مخالفت وغیرہ اخلاق ذمیمہ باقی نہ رہیں۔

دنیا کا دوسرا امتیاز وہ جو ظاہری حالت سے متعلق ہے کہ مسلمانوں کو غلبہ اور فتح ونصرت سے ممتاز فرمادے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ہر قسم کے امتیاز سے مسلمانوں کو عزت بخشی اور وہ ہر بات میں کافروں سے ممتاز اور نمایاں طور پر ممتاز ہوگئے۔

فتح وظفر کا امتیاز تو ظاہر ہے جو مسلمانوں کو ہر موقع پر کفار عرب کے مقابلہ میں حاصل ہوتا رہا۔ اور جس کو ناظرین اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ قلبی امتیاز بھی اہل اسلام کو اسقدر دیا گیا جس سے زیادہ ملنا قیاس میں نہیں آتا۔ یہانتک کہ جن دو فرقوں میں جانی دشمنی تھی ایک دوسرے کی جان کا لاگو تھا مسلمان ہونے کے بعد دونوں نہ صرف بھائی بھائی دوست

مجھکو امام جائز تسلیم کرکے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ لوگوں کو بھی اس اتفاق میں شرکت کرنی اور اس مہم میں میری مدد کرنی چاہیئے۔

صحابہ نے متفق اللفظ ہوکر جواب دیا کہ ہم کو بیعت کرنے میں عذر نہیں ہے مگر آپکے عہد میں ہمکو ہر طرف سے بوئے خونریزی آتی ہے پس اگر ہماری بیعت لینے سے یہ مقصود ہے کہ ہم آپکے لشکریوں میں شامل ہوکر آپکے مخالفین سے جنگ کریں تو ہمکو عذر ہے ہم اس صورت میں مکان سے باہر قدم نہ رکھیں گے اسلام پر تلوار نہیں اٹھائیں گے اہل قبلہ اور کلمہ گویوں کو نہیں ماریں گے اس لئے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جب میرے اصحاب میں اختلاف واقع ہو اور ایک دوسرے پر تلوار کھینچے تو اسوقت اچھے لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی تلواریں احد کے پہاڑ پر پٹک دیں اور جب تلواریں ٹوٹ جائیں تو اپنے اپنے گھر بیٹھ رہیں۔

غرض ان اکابر صحابہ نے جنگ پر بیعت نہ کی اور گھروں کو واپس ہوگئے۔

نعمان بن بشیر انصاری رضؓ امیہ کی ایک جماعت لیکر شام میں حضرت معاویہ کے پاس آیا حضرت عثمان رضؓ کی محترم بی بی نائلہ کا کٹا ہوا ہاتھ اور خلیفہ کا خون آلودہ پیراہن منبر پر رکھدیا اور مظلوم امام کے قتل کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بنی امیہ اور شام والے یہ دل دہلا دینے والا واقعہ سنکر آپے سے باہر ہوگئے اور اس رنج وحزن میں ایک سال تک اس خون آلود قمیص کے گرد اگرد بیٹھکر روتے رہے ساٹھ ہزار مسلمانوں نے جمع ہوکر قسم کھائی کہ جب تک عثمان رضؓ ذی النورین کے خون کا انتقام نہ لیلیں کبھی روٹی نہ کھائیں گے اور نرم بستر پر نہ سوئیں گے۔

قتل عثمان کے بارہ میں ہر طرف خلق اللہ نے واویلا مچایا کہ علی رضؓ قاتلان عثمان رضؓ کو قصاص میں قتل کیوں نہیں کرتے اور ان بلوائیوں کو اپنی پناہ میں کیوں رکھا ہے اس کے جواب میں ایک روز منبر پر چڑھ کر حضرت علی نے مجمع عام کے

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزھری اخبرنی ابوسلمة بن عبدالرحمٰن ان اباھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستکون فتن القاعد فیھا خیر من القائم والقائم خیر من الماشی والماشی خیر من الساعی۔

حدیث بیان کی ہم سے ابوالیمان نے انھوں نے کہا) خبردی ہمکو شعیب بن زہری سے (انھوں نے کہا) خبردی مجھکو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہ البتہ ابوہریرہؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (میرے بعد) عنقریب فتنے برپا ہوں گے کہ اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونیوالا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

آیت میں اللہ تعالےٰ نے ایک ہونیوالے فتنہ کی خبردی اور یہ بتاکر کہ اس اندھے فتنہ کا اثر مجرم اور بے گناہ سب پر پڑے گا صحابہ کو اس سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی۔

یہ اندھا فتنہ جنگ جمل کا تھا جو ام المومنین عائشہ صدیقہ اور امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہا کے درمیان ۳۶ھ ہجری میں واقع ہوئی اور جس میں تقریباً بیس ہزار مسلمان مارے گئے۔ امیرالمومنین عثمان بن عفانؓ کو باغیوں نے ظلم سے شہید کیا اور انہیں بلوائیوں نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا تا اُن کی حمایت میں مخلوق کی نارو گیر سے محفوظ رہیں۔ مدینہ کے اکثر لوگوں نے بلوائیوں کے دباؤ سے حضرت علیؓ کی بیعت کرلی مگر بعض اکابر مہاجرین وانصار اسامہ بن زید بن حارثہ سعد بن ابی وقاص عبداللہ بن عمر اور محمد بن سلمہ وغیرہ نے بیعت سے انکار کیا اور سب الگ ہوکر گوشہ عافیت میں جا بیٹھے۔

جناب علی مرتضیٰؓ نے ان سب بزرگان صحابہ کو طلب فرماکر کہا کہ عام وخاص لوگوں نے

طلحہ وزبیر کی رائے سے شام کا رخ کیا تا امیر معاویہ کی مدد سے خون عثمانؓ کا قصاص لیں حضرت مرتضیٰؓ کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے مزاحمت کی اور آخر بلوائیوں کی چالبازی سے جنگ چھڑ گئی جو بعد کو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوئی اور اس میں بہت سے مسلمان وصحابہ کام آئے۔

حضرت طلحہ اور زبیرؓ کبار الصحابہ باوجود اس کے کہ آخر میں جنگ وطرفداری سے کنارہ کش ہو چکے تھے مگر پھر بھی اس فتنہ کی زد سے بچ نہ سکے اور سب نے جام شہادت پیا۔ درحقیقت بانی فساد اور گردن زدنی مجرم تو باغی وبلوائی تھے لیکن آخر آخر اس فتنہ کی زد میں گناہ بیگناہ سب آ گئے اور رفتہ رفتہ اور بہت سے فساد برپا ہو گئے جنگ صفین وجنگ نہروان اس کی شاخیں تھیں اور ان سارے فتنوں کا اختتام جناب علی مرتضیٰؓ کی شہادت پر ہوا یہی اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی تھی کہ تم لوگ اس آنیوالے فتنہ سے کنارہ رہنا کیونکہ اس کی زد میں صرف مجرم ہی نہیں آئیں گے بلکہ مجرم غیر مجرم سب اس سے متاثر ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ البتہ وہ کبار الصحابہ جو شروع ہی سے الگ رہے اس فتنہ کی زد سے بال بال محفوظ رہے۔

ہم نے ان واقعات کو اپنی کتاب "بارہ امام" حصہ اول میں قدرتفصیل سے لکھا ہے۔

پیشینگوئی

(۱۲۱)

۹ سنہ ہجری کے بعد مشرکین کعبہ میں نہ آسکیں گے

سامنے فرمایا کہ بلاشبہ عثمانؓ بن عفان امام برحق تھے۔ وہ مظلوم مارے گئے اُنکے قصاص میں قاتل کا مارا جانا ضروری ہے لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب عثمان کے جائز وارث خود آکر محکمہ شرعیہ میں باضابطہ دعویٰ کریں اور اپنے دعوے کا کافی ثبوت پیش کریں۔

حضرت علیؓ کے اس ناکافی جواب سے حاضرین کی کچھ تسکین نہیں ہوئی درحالیکہ بلوائیوں کے دو سرداروں (محمد بن ابی بکر و مالک اشتر) میں سے محمد بن ابی بکرؓ آپ کے متبنیٰ تھے اور مالک وزیر و مشیر تھا۔

آخر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنہوں نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی۔ انھوں نے بھی بیعت توڑ ڈالی اور ام المومنین عایشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں کے برانگیختہ کرنے سے جناب صدیقہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ محمد بن ابی بکرؓ نے بہت کچھ بلوائیوں کا ہاتھ بٹایا ہے۔ یہ ان کا قتل کل اور بانی فساد ہے اہل دنیا اس کو قاتل عثمانؓ کہتی ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر وہ قاتل نہیں ہے تو قتل امام میں شریک ضرور رہا ہے محمد بن ابی بکر میرا بھائی ہے تم اس کو میرے حوالے کر دو سارا معاملہ یہیں ختم ہو جاتا ہی حضرت علیؓ نے بحیثیت خلیفہ ہونے کے محمد بن ابی بکر کی حوالگی سے انکار فرمایا اور جناب صدیقہ کے پیام کا وہی جواب دیا جو امیر معاویہ کو دیا گیا۔

بیچ کے مفسدوں اور بانیان فتنہ نے عائشہؓ اور علیؓ کو آپس میں ملنے نہ دیا حضرت علیؓ ظاہر میں خود مختار تھے مگر حقیقت میں بلوائیوں سے مغلوب تھے جو ان کو اپنے محاصرہ سے نکلنے نہیں دیتے تھے بنو امیہ علیؓ کو قتل عثمانؓ میں قصوروار سمجھتے تھے اور واقعات بھی ایسے ہی پیچ در پیچ تھے جب ام المومنین عایشہ کو حضرت علیؓ کیطرف سے ناکامی ہوئی کہ وہ اس معاملہ کی کوئی یکسوئی نہ کریں گے تو انھوں نے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑیں گے اور یہی لوگ ہیں دوزخی کہ یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

دوسری آیت سورۃ المومن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ۔

وہ لوگ جو کتاب (قرآن) کو جھٹلاتے ہیں اور اُن (کتابوں اور صحیفوں) کو بھی جھٹلاتے ہیں جو ہم نے اپنے پیغمبروں کی معرفت بھیجے ہیں سو آخر کار اُن کو (اس جھٹلانے کا نتیجہ) معلوم ہوجائے گا۔ جب کہ طوق اُن کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں (پاؤں میں ہوں گی) گھسیٹتے ہوئے ان کو جلتے پانی میں لیجائیں گے۔ پھر (آخر کار) آگ میں جھونکے جائیں گے۔

ف

دوسری آیت کے ظاہر الفاظ سے دنیا میں واقع ہونے والی پیشنگوئی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ وہ قیامت سے متعلق ہے البتہ پہلی آیت میں جو پیشنگوئی کیگئی ہے وہ دنیا ہی سے متعلق ہے اور وہ کفار کے حق میں پوری ہو بھی گئی۔

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ	مسلمانو! مشرک تو (نرے) گندے ہیں تو اس برس (سنہ ۹ ہجری) کے بعد (ادب والی) حرمت والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں ۔

ف

ہجرت کے نویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰؓ سے مکہ میں عام منادی کرا دی کہ اب آئندہ مشرکین سے ہم مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں ۔ جن سے صلح ہے اور انھوں نے شرائط صلح کو نہیں توڑا ان کے ساتھ مدت صلح تک صلح برقرار رہے گی ۔ جنھوں نے شرائط صلح کو توڑ دیا ہے یا جن کے ساتھ صلح نہیں ہے ان کو چار مہینے کی مہلت ہے ۔ اس مدت میں وہ مسلمانوں کی اطاعت اختیار کریں یا لڑنے کے لئے آمادہ ہو جائیں ۔ آخر تمام مشرکین اور ان کے بتوں کی گندگی سے کعبہ کا مقدس مقام پاک و صاف ہو گیا اور اس وقت تک نہ پھر اس طاہر گھر پر مشرکین کا قبضہ ہوا نہ اس کے گرد یا س پھٹکنے پائے وہ چوری چھپے کوئی مشرک خانۂ کعبہ میں جا پڑے تو اس کا کوئی حساب نہیں ۔ نہ اس کو ہٹا نا کہہ سکتے ہیں ۔

پیشگوئی

(۱۳۲)

کفار کی گردنوں میں طوق ذلت پڑے گا

تیسری آیت سورۃ الزمر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ہے ان کے لیئے بہتری رہی ہے اور خدا کی زمین بہت کشادہ ہے وہ تو صبر ہی کے بندے ہیں جن کو ان کا اجر بے حساب بھر دیا جائیگا



پہلی آیت (سورۃ الرعد کی) معرض اختلاف میں ہے کہ آیا وہ مکی ہے یا مدنی ہے مگر دوسری دو آیتیں بالاتفاق مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔

مکہ معظمہ میں اہل اسلام بڑی تکلیف و عسرت میں تھے۔ اس لئے ان کو ان الفاظ میں تسلی دی گئی کہ تم گھبراؤ نہیں! تمہارا درجہ آخرت میں تو بڑا ہے ہی دنیا میں بھی تمہارے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔ اور یہ ہو کے رہا۔ وہ کونسی دنیاوی بہتری ہے کونسا آرام ہے جو بالآخر صحابہ کو نہیں حاصل ہوا۔ اور کونسی خوشی تھی جو انہیں نصیب نہیں ہوئی۔

آخر میں یہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ خدا کی زمین بہت کشادہ ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بالفعل اگرچہ دنیا مسلمانوں پر تنگ ہے مگر آخر انہیں پر زمین کشادہ ہو رہے گی۔ اور انہیں کی سلطنت قایم ہوگی۔ اور یہ سب کچھ ہو کے رہا کما هو ظاهر۔



غزوات بدر و خندق وغیرہ میں ائمہ کفر و شرک اور سرداران عرب شکست فاش کھاکر مسلمانوں کے قیدی بنے۔ ان کی گردنوں میں قیدیوں کا طوق ڈالا گیا۔ ذلت کی حراست میں رکھے گئے۔ پھران میں سے بعض کو تو قتل کر دیا گیا۔ بہتوں کو فدیہ لیکر رہا کر دیا گیا۔ اور بعض[1] کو مسلمانوں نے رحم کھا کر چھوڑ دیا۔

پیشگوئی

(۱۳۳)

مسلمانوں کیلئے بہتری ہی بہتری ہے

یہ پیشگوئی قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی	جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہا مانا ان کے حق میں بہتری (ہی بہتری) ہے۔

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ۔	جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور (ان کا) آخری ٹھکانا (تو اس سے بھی) کہیں بہتر ہے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام ۱۲

خوشبو میں پاکیزہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اس کے پھل اچھے اور مزیدار ہوں۔ چوتھے یہ کہ نفع و فائدہ میں بہتر ہو۔ جس درخت میں یہ چاروں صفات ہوں وہ اعلیٰ درجہ کا پاکیزہ درخت ہے۔

دوسری صفت

درخت کی یہ بیان فرمائی کہ اس کی جڑ مضبوط ہے۔ باقی رہنے والا ہے اسکو زوال نہیں ہے اور یہ ایک بڑی صفت ہے کیونکہ جو چیز ضائع ہونیوالی ہے وہ جتنی بہتر ہوگی اتنا ہی اس کے ہاتھ سے جانیکا رنج و غم بھی ہوگا۔

تیسری صفت

یہ بیان فرمائی کہ اس درخت کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور یہ درخت کی کمال خوبی ہے کیونکہ درخت اور اس کی شاخوں کا بلند ہونا اس کی جڑ کی مضبوطی اور اس کے راسخ العروق ہونیکی دلیل ہے۔ علاوہ اس کے درخت جتنا زمین سے بلند ہوگا اتنا ہی زمین کی گندگی اور عفونات ارضی سے کم متاثر ہوگا۔ اور ایسی حالت میں پھلوں کا صاف و پاکیزہ اور مزیدار ہونا ضروری ہے۔

چوتھی صفت

یہ بیان فرمائی کہ وہ ہمیشہ پھل لاتا رہتا ہے یہ نہیں کہ بعض دوسرے درختوں کیطرح کبھی پھل لائے کبھی نہ لائے۔

اسلام میں یہ چاروں صفتیں بدرجۂ اکمل و اتم ہیں اور اس بیان کے لئے اگرچہ طویل صراحت درکار ہے تاہم کچھ نہ کچھ لکھنا واجب ہے۔

پیشگوئی

(۱۲۴)

اسلام کی جڑ مضبوط ہے اور وہ پھلدار درخت کی طرح ہمیشہ پھل لاتا رہے گا

جیساکہ سورۂ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۔

(اے پیغمبر!) کیا تم نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ خدا نے کلمۂ طیبہ (اسلام) کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ (اسلام) گویا ایک پاکیزہ درخت ہے اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمہ وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔

ف

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جس میں چار صفتیں ہیں۔

اول:۔ اس درخت کا پاکیزہ ہونا اور پاکیزگی درخت کی کئی طرح پر ہوتی ہے ایک یہ کہ منظر اور ظاہری صورت و شکل میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ

گویا وہ اس درخت کے مشابہ ہے جس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور ٹہنیاں آسمان میں ہیں۔ اور واقعی ہے بھی ایسا ہی۔ نیز اسوجہ سے کہ جسطرح درخت کی بلندی اس کو زمین کی گندگی و عفونت سے محفوظ رکھتی ہے اسلام اپنے منجانب اللہ ہونے اور تائید آسمانی سے اہل عالم کی دستبرد اذیت کو اپنے تک پھٹکنے نہیں دیتا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کو نقصان پہونچا لے۔

چہارم۔ درخت کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ پھل لاتا رہے اسلام اس وصف میں کمال درجہ پر ہے باوجود اس کے کہ مسیحی مشنریان مسیحیت کے پھیلانے میں جاو بیجا ہر طرح کی کوششیں جان توڑ کر کرتی ہیں۔ اسلام اس پر ہمیشہ غالب رہا ہے اور یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ بلا کسی کوشش کے دنیا والے خود بخود اسکی حقانیت سے متاثر ہو کر اس کے دامن میں سمٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور انشاء اللہ اسلام کا زبردست درخت اسی طرح ہمیشہ پھل لاتا رہے گا۔

پیشنگوئی

(۱۲۵)

شرک وکفر کی مثال پھُسپھُسے درخت کی سی ہے جس کو نہ کچھ ٹھیراؤ ہے نہ جڑ مضبوط ہے

جیسا کہ آیت گذشتہ کے بعد ہی ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اول۔ پاکیزگی درخت کیلئے جو چار اوصاف درکار ہیں اسلام کو ان سب سے مناسبت ہے صورت وشکل میں اچھا ہے یعنی وہ ایک سیدھا سادہ مذہب ہے جس میں کوئی بات خلاف عقل وفطرت نہیں ہے مثلاً مجوس دو خداؤں کے قائل ہیں، ایک خالق خیر، دوسرا خالق شر، نصاریٰ کے مذہب میں وجود باری تعالیٰ کا عجیب وغریب عقیدہ ہے کہ ہیں تو تین ذات مگر تینوں خدا ملکر ایک خدا کے حکم میں ہیں تثلیث فی التوحید، توحید فی التثلیث۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے جسکو آجتک نہ خود نصاریٰ نے سمجھا نہ کسی کو سمجھا سکے۔ اور سمجھیں سمجھائیں کیا خاک۔ وہ عقل میں آنیوالی بات بھی تو ہو۔ اسلام میں ایسا کوئی پیچیدہ عقیدہ نہیں ہے۔ جسطرح خوشبو، انسان کے قلب کو خواہ مخواہ اپنی طرف مائل کرلیتی ہے اسی طرح اسلام کی سچی اور پاکیزہ ہدایات کے خوشبودار پھولوں نے اہل عالم کو اپنا گرویدہ بنا لیا کہ بلا کسی زور وظلم کے سمجھدار لوگ خود صدق دل سے مسلمان ہونے لگے جس کا سلسلہ الی الآن جاری ہے مذاہب اسلام کے پھل اس کی روحانی احکام وہدایات ہیں جو دنیا اور عقبیٰ دونوں جگہ اپنے ماننے والوں کو لذت وراحت بخشنے والے ہیں۔ رہا ان میں فائدہ ومنفعت کا ہونا وہ اسی سے ظاہر ہے۔

دوم۔ جڑ کے مضبوط ہونے میں درخت کے ساتھ اسلام کی مناسبت بہت درست اور مطابق واقعہ ہے اور یہ پیشنگوئی تیرہ سو برس سے اسوقت تک تاریخ ومشاہدہ دونوں سے صحیح ثابت ہے۔ اور ہورہی ہے کیونکہ اسلام کی جڑ کا مضبوط ہونا خود اس کے زبردست وجود سے ظاہر ہے۔

سوم۔ درخت کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں۔ اور یہ نہایت درجہ کامل تشبیہ ہے اس لئے کہ اسلام آسمانی مذہب اور عظمت وحرمت میں دنیا کے تمام مذاہب سے اعلیٰ درجہ پر ہے تو

پیشنگوئی

(۱۲۶)

پیغمبر کی ہنسی اڑانیوالوں سے اللہ خود سمجھ لیگا

جیسا کہ سورۃ الحجر میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔

پس (اے پیغمبر!) تم کو جو حکم دیا گیا ہے اسکو کھول کر سنا دو۔ اور مشرکین کی مطلق پروا نہ کرو۔ یہ لوگ جو (تم پر) ہنستے (اور) خدا کیساتھ دوسرے دوسرے معبود قرار دیتے ہیں تمہاری طرف سے ہم ان (کی سزا دہی) کو بس کرتے ہیں تو آگے چل کر ان کو معلوم ہو جاوے گا۔

ف

یہ کل بیس ۲۰ دشمن تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی ہنسی اڑاتے تھے راہ بے راہ انپر آوازے کستے تھے طعن و تشنیع کرتے تھے اِن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے اور انواع و اقسام کی ایذائیں پہونچاتے رہتے تھے اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ سے فرمایا کہ ان ہنسی اڑانیوالے مشرکین کی کچھ پروانہ کرو۔ تم کو جو کچھ احکام دربار الٰہی سے ملے ہیں بلا کسی پس و پیش کے ان کی تبلیغ کرتے رہو ان ٹھٹھا

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ	اور گندی بات (شرک) کی مثال گندی درخت کی سی ہے کہ (جب چاہا) زمین کے اوپر (اوپر) سے اکھاڑ پھینکا اس کو کچھ ٹھیراؤ تو ہے ہی نہیں۔

ف

عرب کے شرک وبت پرستی کی یہاں تک نوبت پہونچی تھی کہ ہر گھر کا علیحدہ بت علیحدہ خدا قرار پا گیا اور عورتیں تک کو جو مردوں سے بھی گئی گذری ہیں خدائی قدرت دیدی کوئی درخت اس عقیدہ سے زیادہ کیا بودا پھسپھسا ہو سکتا ہے کہ پتھر لکڑی کے بت جو نہ بول سکتے نہ سن سکتے نہ دیکھ سکتے نہ کسی مصرف کے ہیں۔ ان کو قدرت والا خدا مانا جاے مطلب یہ ہے کہ ایسی بودی کمزور چیز اسلام جیسی زبردست چیز کا مقابلہ نہیں کر سکتی غالب ہونا تو بڑی بات ہے اور ایسا ہی ہوا کہ اسلام کا درخت جو مضبوط جڑ لیکر نمایاں ہوا تھا، خدا سے نشو ونما پاکر بلند ہوا، پھلا، پھولا، اور دنیا اس کے پاکیزہ مزیدار پھلوں سے سیر ہوئی اور ضلالت کی دھوپ کے جلے ہوے اس کے سایہ میں آرام لینے لگے اور کفر و شرک کا پھسپھسا درخت جلکر اکھڑا تو ایسا اکھڑا کہ اب اس کا نشان تک باقی نہیں دنیا کا کوئی مذہب جب اسلام سے دوبدو مقابل ہوا۔ منہ کی کھائی اور اسلام ہمیشہ سے اپنی اسی شان پر قائم ہے اور اسی فتحمندی کیساتھ ہمیشہ قائم رہے گا۔ تمام دنیا کی متفقہ قوت بھی اس کو ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی۔

جو رسول خدا کی ہنسی اڑانے اور آپ کو ایذا پہونچانے کیلئے مشہور تھے اس کی نالائق بت پرستی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ راہ چلتے چلتے کوئی خوبصورت سا پتھر مل گیا تو اٹھا کر گھر لایا اور اس کو خدا بنا کر پرستش کرنے لگا پھر اس سے اچھا کوئی اور پتھر ملا تو اگلے کو پھینک کر دوسرے پتھر کی پرستش کرنے لگا غرض کہ رسول کو چڑانے کے واسطے دن بھر میں بیسوں خدا کو پوجتا بیسوں کو خدائی سے معزول کرتا تھا برائے شگون کے لئے ناک کٹانا اسکا کام تھا ایک روز نمک بھری ہوئی مچھلی کھا گیا۔ اس سے نہ معلوم کیا بات پیدا ہوئی کہ پیاس کی بیماری میں مبتلا ہوا اور پانی پیتے پیتے جہنم کو روانہ ہو گیا۔[۱]

۴ ولید بن مغیرہ

ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن مخزوم۔ اس کی کنیت ابو عبد الشمس تھی۔ قبیلہ خزاعہ کے کسی شخص کے ساتھ جا رہا تھا۔ راہ میں کانٹے پر پاؤں پڑ گیا۔ جس نے پاؤں کو چھید دیا آخر اسی تکلیف میں پاؤں رگڑ رگڑ کر ہجرت کے تین مہینے بعد دنیا کو اپنے منحوس وجود سے خالی کر گیا۔[۲]

۵ امیہ بن خلف

اس موذی کو جنگ بدر میں خبیب یا زراعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہما نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔[۳]

---

۱۲۳ ابن اثیر ۱۲۔

کرنیوالوں کو تو اپنا انجام اب عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

ا
ابولہب

یہ رسول اللہ صلی اللہ صلعم کا چچا اور آپ کے دشمنوں میں نمبر اول تھا۔ جنگ بدر میں جب دشمنان اسلام کو شکست فاش ہوئی تو اپنے یاروں کی ہزیمت کی خبر سنکر چند دنوں کے بعد عدسہ کی بیماری میں دار البوار کو سدھارا۔ اس کے مرنیکا تفصیلی واقعہ ایک مستقل پیشنگوئی میں لکھا جا چکا ہے عل

۲
اسود بن عبد یغوث

بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ۔ یہ کمبخت رسول اللہ صلعم کے ماموں کا بیٹا تھا فقراء مسلمین کے دلوں کو اپنے طعنوں کے تیر سے شق کرنا اس کا پیشہ تھا ایک روز دوپہر کو گھر سے نکلکر کہیں جا رہا تھا۔ راہ میں باد سموم کی لُو نے آلیا۔ چہرہ سیاہ ہو گیا۔ جھلسا ہوا منہ لیکر گھر واپس آیا تو گھر والوں میں سے کسی نے پہچانا نہیں اور سب نے ڈر کر دروازہ بند کر لیا۔ دشمن خدا پیاس کے مارے تڑپ تڑپ کر باہر مر گیا۔ عله

۳
حارث بن قیس

حارث بن قیس بن عدی بن سہم السہمی۔ یہ حارث ان لوگوں میں سے ہے

عل دیکھو ... عله ابن اثیر ۱۲

سوار صاحب پیٹھ پر سے گر کر غار میں جا رہے[۹] گرتے ہی پاؤں میں بچھو نے ڈنک مارا۔ وہیں سے واپس ہو کر مکان پہونچا دوا نے بچھو کے زہریلے مادہ پر کچھ اثر نہ کیا اور پاؤں پھول کر اونٹ کی ران برابر ہو گیا۔ آخر ہجرت کے دوسرے مہینہ پچاسی برس کی عمر میں تکلیف کی تاب نہ لاکر اپنے ناری اور اصلی موطن کو چل بسا اور دوسرے شیاطین کو اپنی ماتمداری میں چھوڑ گیا۔

نضر بن حارث[۹]

نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدی بن عبد مناف بن عبد الدار۔ اسکی کنیت ابو قائد اور رسول خداؐ کے ستانیوانوں کا استاد تھا۔ یہ وہی حضرت ہیں جو صرف نئے مسلمانوں کو بھکانے کی غرض سے ایران گئے۔ وہاں سے رستم و اسفندیار کی واہی تباہی کہانیاں جمع کر کے لائے اور مکہ میں سب کو سنا سنا کر بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاد و ثمود وغیرہ کی داستانیں سناتا ہے تو میں تم کو اس سے کہیں بہتر داستان رستم و اسفندیار وغیرہ کی سناتا ہوں۔ آخر جنگ بدر میں شیر خدا (علی بن ابیطالب رضؓ) نے اس کا سر قلم کیا[۹۲]۔

ابو جہل[۱۰]

اصل میں اس کا نام عمرو بن ہشام مخزومی اور کنیت ابو حکم تھی[۳]۔ غایت جہل و حسد

---

[۱۰] ۱۴۳۳ ابن اثیر ۱۲۔

اُبَیّ بن خلف[6]

یہ دشمن خدا ، امیہ کا بھائی اور اسلام کی دشمنی میں اس کا برابر کا شریک تھا۔ جنگ احد میں اس نے ہمارے سید و مولےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت حملہ کیا مگر ناکام رہا اور ساتھ ہی رسول خدا کے تیغے ہوئے ہاتھ نے اس کا کام تمام کر دیا۔

ابوقیس بن فاکہ

ابوقیس بن فاکہ بن المغیرہ اپنی برادری میں بہت ممدوح تھا کہ وہ پیغمبر خدا کو خوب خوب ایذا پہونچاتا ہے اور اس ایذا دہی میں وہ ابوجہل کا یار اور مخلص کہا جاتا تھا جنگ بدر میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سید الشہدا نے اس کا کام تمام کر دیا۔

عاص بن وائل

عاص بن وائل سہمی شیطان ، حضرت عمرو بن العاص جیسے جلیل القدر صحابی کا باپ تھا سچ ہے کبھی شیطان کے گھر میں ولی بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ عاص بن وائل گدھے پر سوار جا رہا تھا کہ مکہ کی کسی غار کے پاس گدھے نے ٹھوکر کھائی

---

[6] ابن اثیر ۱۲

یہ زہیر ام المومنین ام سلمہ رض کا بھائی ہے اس کی موت میں اختلاف ہے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں تھا رسول اللہ صلعم تھے اس کے گڑگڑانے پر رحم کھاکر رہا کر دیا۔ مکہ میں آکر بیمار رہوا۔ اور مرگیا بعض نے لکھا ہے کہ وہ جنگ احد میں مسلمانوں کے تیر کا شکار ہوا علہ۔

۱۴ عقبہ بن ابی معیط

عقبہ بن ابی معیط ابان بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد الشمس۔ اسکی کنیت ابوالولید ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے قتل کا بیڑا اٹھاکر آیا تھا۔ آخر مسلمانوں نے اس کو گرفتار کیا اور عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے پھانسی دیکر مار ڈالا اسلام میں عقبہ پہلا شخص ہے جسکو پھانسی دی گئی ہے۔

۱۵ اسود بن المطلب

اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزی بن قصی۔ اس کی کنیت ابوزمعہ ہے یہ اور اس کے ساتھی اس کام پر مامور تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھکا مٹکا کر چڑھایا کریں۔ جنگ بدر میں اس اندھے بڈھے اور اس کے بیٹے کو ابو دجانہ رض نے قتل کیا۔ ستہ

علہ وعہ وعہ ابن اثیر ۱۲۔

اور رسول اللہ صلعم کی حد سے گذری ہوئی عداوت نے ابوجہل کا مناسب خطاب اس کو عطا کیا اور وہی مشہور ہو گیا۔ رسول خدا کی عداوت، اسلام کی بربادی، مسلمانوں کی ایذا میں اس کے کارنامے بہت دلچسپ ہیں جنھوں نے فرعون وقارون ہامان و نمرود، وغیرہ کی داستانوں کو بھی گرد کر دیا انہیں کارناموں نے ابوجہل کے نام کو ایسی شہرت دی کہ دنیا کا بچہ بچہ اس سے واقف نظر آتا ہے۔ ع بدنام اگر ہوئگا تو کیا نام نہ ہوگا۔ یہی کمبخت حضرت سمیہ ام عمار بن یاسر رضؓ کا سفاک قاتل ہے جنگ بدر میں عفراء کے بیٹوں نے بڑی ذلت و خواری سے اس کو قتل کیا اور مسلمانوں کو اس کے واصل جہنم ہونے سے بہت مسرت ہوئی۔

۱۱
منبہ بن حجاج

اس گردن زدنی کو علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے جنگ بدر میں قتل کیا۔[۱]

۱۲
عاص بن منبہ

منبہ بن حجاج اور عاص بن منبہ دونوں باپ بیٹے ایک کے بعد ایک حضرت علی رضؓ کی تلوار کی بھینٹ چڑھے۔[۲]

۱۳
زہیر بن ابی امیہ

۱و۲؎ ابن اثیر ۱۲۔

ایک روز آپ سے آپ اس کو متلی ہوکر ریم کی قے ائی اور فی الفور مر گیا۔ ع۱

رکانہ بن عبد یزید

رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب، اپنی موت سے مرا مگر بیکسی کی موت مرا۔ ع۲

یہ بھی قرآن کی پیشینگوئی کہ اسلام ڈنکے کی چوٹ پھیلیگا اور دشمنان اسلام جو پیغمبر اور ان کے صحابہ کی ہنسی اڑاتے پھرتے ہیں۔ اسلام کی ترقی اپنی آنکھوں دیکھتے ہوئے پیغمبر کے سامنے اپنے وجود سے دنیا کو پاک کر دیں گے۔

پیشینگوئی

(۱۲۷)

اللہ نیک عمل والے مومنین کو محبوب خلائق بنائیگا اور ان کی محبت پیدا کرے گا

جیسا کہ سورہ مریم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ع۱و۲ ابن اثیر ۱۲۔

عتیب[16]

عتیب، اسود بن المطلب کا پوتا تھا۔ جنگ بدر میں قتل ہوا، اور اس کے قتل میں حمزہؓ و علیؓ دونوں شریک تھے۔ [1]

حارث بن زمعہ[17]

حارث بن زمعہ بن اسود، یہی اسود بن مطلب کا پوتا تھا اور وہ جنگ بدر میں جناب علیؓ کی تلوار کا شکار ہوا۔ [2]

طعیمہ بن عدی[18]

طعیمہ بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔ اس کی کنیت ابو ریان ہے۔ یہ جنگ بدر کے ذلیل قیدیوں میں تھا۔ منہ زور قیدی نے جناب حمزہ بن عبد المطلب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مکروہ و نالائم کلمات کہے اور حمزہؓ نے زبان تیغ سے جواب دیکر اس کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا۔

مالک بن ایطلالہ[19]

مالک بن ایطلالہ بن عمرو بن غبشان ایک بیوقوف فتنہ انگیز موذی اسلام تھا

[1،2] ابن اثیر ۱۲-

یہ تھی اسلام کی پنہاں قوت اور رسول کی روحانی طاقت اور اسی کو اللہ تعالیٰ سورۃ انفال میں فرماتا ہے۔

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ۔

اور اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں باہم الفت پیدا کر دی اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے مگر (وہ تو) اللہ (ہی تھا جس نے) ان لوگوں میں الفت پیدا کر دی۔

مطلب یہ کہ دوگروہوں میں ایک سو بیس برس کی دشمنی وعداوت کو دور کر کے محبت والفت کا پیدا کر دینا کسی بشری طاقت کا کام نہیں ہے گو وہ تمام دنیا کے سارے خزانے ہی کیوں نہ خرچ کر ڈالے یہ بہت سچ ہے اور اس بدیہی امر سے کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا۔

سورۂ مریم مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اوس وخزرج کے اسلام لانے اور ان میں ملاپ ومحبت ہونے کا معاملہ مدینہ منورہ میں بعد ہجرت واقع ہوا۔ یہ ایک زبردست پیشینگوئی اور اوس وخزرج میں محبت کا ہو جانا ایک ایسا اہم معجزہ ہے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ کسی ایسے گروہ، کسی نبی، کسی ولی، کسی ریفارمر کا نشان نہیں دیا جا سکتا جس نے ایسے دوگروہوں میں جن میں ڈیڑھ صدی سے عداوت وبغض راسخ ہو گیا ہو، بیک چشم زدن بغض وعداوت کو دور کر کے ویسی ہی محبت والفت پیدا کر دی ہو۔ بلاشک یہ خدا ہی کی قدرت اور محمد مصطفےٰ ہی کی عجیب روحانیت کا اثر تھا۔ آیت کی دوسرے معنی یہ ہو سکتی ہیں کہ خود مسلمانوں کے آپس میں محبت وتپاک ہیگا مگر یہ معنی

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے (خدائے) رحمٰن عنقریب ان کی محبت (دلوں میں) پیدا کر دے گا۔

ف

آیت کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے محبوب ہوں گے اور ایک دوسرے سے محبت کریں گے گو اسلام سے پہلے ان میں باہم کیسی ہی عداوت رہی ہو۔ اور اسی باہمی محبت کو اپنا انعام قرار دیکر اللہ تعالیٰ سورۂ آل عمران میں فرماتا ہے

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔

اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے۔

اوس اور خزرج ایک ہی خاندان کے دو گروہ تھے ان دونوں میں ایک سو بیس برس سے بغض و عداوت متوارث چلی آتی تھی۔ ایک دوسرے کی جان کا لاگو اور (خون) کا پیاسا تھا یہاں تک کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا آپ کے ہاتھ پر اوس و خزرج کے دونوں قبیلے رفتہ رفتہ اسلام لائے سنکرا گذشتہ سے توبہ کی آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ایک دوسرے کا ناصح و ہمدرد ہوا اور اس امر کا کچھ نشان بھی باقی نہ رہا۔ کہ قبائل اوس خزرج میں باہم کبھی کچھ عداوت بھی تھی۔ *

* سیرت ابن ہشام و باب التاویل جلد ثانی ۱۲

جس زمانہ میں حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ میں جنگ برپا تھی قیصر روم نے مسلمانوں کو آپس میں مصروف پیکار و خانہ جنگی پاکر اسلامی مقبوضات پر ہاتھ بڑھانا چاہا۔ جناب معاویہؓ نے یہ خبر پاکر قیصر روم کو خط لکھا کہ "تم ہماری خانہ جنگی سے یہ نہ سمجھو کہ مسلمان ایک دوسرے کے دشمن ہیں، واللہ! اگر تم نے اپنی سرحد سے ایک قدم آگے بڑھایا تو تمہاری خیر نہیں ہے۔ خدا کی قسم! وقت پڑے پر علی بن ابیطالبؓ کی طرف سے پہلا شخص جو ان کے دشمن کا مقابلہ کرے گا وہ میں ہوں گا۔

ان اور ان جیسے اور بہت سے واقعات بین ثبوت ہیں اس بات کے کہ صحابہ سب ایک دوسرے کے غمخوار و ہمدرد تھے کسی کو کسی سے بغض و عناد نہ تھا بلکہ تھا تو اختلاف تھا۔

آیت کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ لوگ خود ان مسلمان (صحابہ) کے کردار شائستہ کے گرویدہ ہوں گے اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ نیکوکار اور اچھے لوگوں کو سب عزیز رکھتے ہیں وہ کسی کو نہیں ستاتے کہ کوئی ان کو ستائے۔

ہم یہاں ایک واقعہ کتاب الفاروق مرتبہ مولوی شبلی نعمانی سے نقل کرتے ہیں جس سے اس پیشینگوئی کی اچھی طرح وضاحت ہوجاتی ہے۔

رومی جو شکست کھاکر دمشق و حمص وغیرہ سے نکلے تھے انطاکیہ پہونچے اور ہرقل سے فریاد کی کہ عرب نے تمام شام کو پامال کردیا ہرقل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کرکے پوچھا کہ عرب تم سے زور میں جمعیت میں۔ سروسامان میں کم ہیں پھر تم ان کے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھیر سکتے اس پر سب نے ندامت سے سر جھکالیا لیکن ایک تجربہ کار بڈھے نے عرض کیا کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے آپس میں ایک

پیشینگوئی کی حیثیت نہیں رکھتے۔

صحابہ کے واقعات ہمدردی و محبت سے تاریخ کی کتابیں بھری ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت ہے نہ یہ کتاب اُن واقعات کی متحمل ہوسکتی۔

جنگ جمل جو عائشہؓ اور علیؓ کے درمیان واقع ہوئی۔ اور جنگ صفین جو علی اور معاویہؓ کے درمیان واقع ہوئی، ہمارے مدعا کے لئے معضر نہیں ہے۔ یہ لڑائیاں عداوت و بغض کی بنا پر نہیں تھیں۔ جو باہمی محبت و موانست میں خلل انداز ہوتیں ان لڑائیوں کی بنیاد صرف خطا اجتہادی تھی۔ ہر ایک اپنے کو حق پر سمجھتا تھا۔ اور حق کا طالب تھا۔ حق کے لئے لڑتا تھا۔

جنگ جمل میں ایک غلام نے حضرت زبیرؓ کو حالت نماز میں شہید کیا۔ ان کی تلوار لیکر حضرت علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں آیا اور یہ سمجھکر کہ وہ اس خبر سے خوش ہوں گے زبیر کے قتل کی بشارت دی حضرت علیؓ، زبیرؓ کی تلوار، ہاتھ میں لیکر آبدیدہ ہوئے دو ایک بار، تلوار کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اور فرمایا،، یہ وہ تلوار ہے جس نے رسول اللہ صلعم پر سے کیسی کیسی آفات کو دفع کیا۔ اسلام کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا، آہ، مشیت ایزدی میں یہی تھا کہ وہ اپنے یار و دیار سے جدا ہوجاے اس کے بعد آپ نے ابن جرموز غلام سے پوچھا کہ تو نے زبیر کو کیوں قتل کیا۔ اس نے کہا آپکو خوش کرنے کے لئے۔ علیؓ نے فرمایا، اے مردود! میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ زبیر کا قاتل دوزخی ہوگا۔ غلام نے کہا سبحان اللہ، آپ کے دشمن کو مار کر دوزخ کی خوشخبری سنتا ہوں یہ کہکر غصہ میں تلوار خود اپنے پیٹ میں بھونک لی۔ اور رسول اللہ کی پیشینگوئی پوری ہوگئی *

*. روضتہ الشہدا، ۱۲۔

وہ اس معاوضہ میں لیا جاتا ہے کہ ان کو ان کے دشمن سے بچایا جائے اسوقت ہماری حالت نازک ہے ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے اس لیئے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس دے دو اور اُن سے کہدو کہ ہم کو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ ذمہ دار حفاظت کے نہیں ہو سکتے۔ اس لیئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے اس کے بعد کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی کل واپس کر دی گئی۔ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تم کو واپس لائے یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اثر ہوا۔ انھوں نے کہا توریت کی قسم جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا یہ کہکر شہر پناہ کے دروازے بند کر دیے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا ابو عبیدہ رضؓ نے صرف حمص والوں کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ جسقدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جسقدر رقم وصول ہوئی ہے سب واپس کر دیجائے۔ عــہ

ان واقعات سے جہاں مسلمانوں کی اعلیٰ دیانت داری، پرہیز گاری، خدا ترسی حق رسی اور پاک بازی کا پتہ ملتا ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ان راست باز اہل اسلام نے اپنی خوش اطواری اور بہترین چال میں سے کسقدر اہل عالم کو مسخر کر لیا تھا کہ دشمن تک ان کو پیار کرنے لگے۔ اور انکی محبت کا دم بھرنے لگے جیسا کہ قرآن نے پیشنگوئی کی۔

آیت کے چوتھے معنی امام رازی رحؒ نے یہ لکھے ہیں کہ اللہ ہر قسم کا ساز و سامان ان مسلمانوں کے خاطر خواہ ان کے لیئے مہیا کر دے گا جیسا کہ واقع ہوا۔

عــہ یہ سب واقعات بلاذری کی فتوح البلدان اور کتاب الخراج ابو یوسف اور فتوح الشام میں بہ تفصیل لکھے ہیں۔ ۱۲

ایک سے برابری کے ساتھ ملتا ہے ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں بدکاریاں کرتے ہیں اقرار کی پابندی نہیں کرتے اوران پر ظلم کرتے ہیں اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت و استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

قیصر درحقیقت شام سے نکل جانے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ہر شہر اور ہر ضلع سے جوق جوق عیسائی فریادی چلے آتے تھے قیصر کو سخت غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا۔ کہ شہنشاہی کا پورا زور سب کے مقابلہ میں صرف کر دیا جائے روم قسطنطنیہ جزیرہ آرینیہ ہر جگہ احکام بھیجے گئے کہ تمام فوجیں پائے تخت انطاکیہ میں ایک تاریخ معین تک حاضر ہو جائیں ان احکام کا پہنچنا تھا کہ فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔

حضرت ابو عبیدہ نے جو مقامات فتح کر لئے تھے وہاں کے امرا اور رئیس ان کے عدل و انصاف کے اسقدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ باوجود مخالف مذہب کے خود اپنی طرف سے دشمن کی خبر لانے کے لئے جاسوس مقرر کر رکھے تھے چنانچہ ان کے ذریعہ سے حضرت ابو عبیدہ کو تمام واقعات کی اطلاع ہوئی انھوں نے تمام افسروں کو جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک پر اثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانو! خدا نے تم کو بار بار جانچا اور تم اس کی جانچ میں پورے اترے اب تمہارا دشمن اس سر و سامان سے تمہارے مقابلہ کے لئے چلا ہے کہ زمین کانپ اٹھی ہے پھر اب بتاؤ کیا صلاح ہے؟

آخر رد و کد کے بعد یہ رائے پاس ہوئی کہ حمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں وہاں خالد موجود ہیں اور عرب کی سرحد قریب ہے۔ یہ طے ہو چکا تو ابو عبیدہ نے حبیب بن مسلمہ افسر خزانہ کو بلا کر کہا کہ عیسائیوں سے جو خراج یا جزیہ لیا جاتا ہے

ٹھہر گئی اور جہانتک بڑھنا تھا بڑھ چکا بلکہ ہم اسکی ترقی روز افزوں پاتے۔
ہیں جو ہمیں اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ قرآن کی پیشینگوئی ہنوز من جمیع الوجوہ
پوری نہیں ہوئی ہے یہ پیشینگوئی اچھی طرح اسوقت پوری ہوگی جب دنیا کا چپہ چپہ
اسلام کی روشنی سے جگمگا اُٹھے گا اور انشاء اللہ تعالےٰ ایک نہ ایک دن یہ ہو کر
رہے گا۔

پیشینگوئی

(۱۲۹)

اہل ایمان کو سونے کا کنگن پہنایا جایگا

جیسا کہ سورۃ الحج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے ان کو اللہ ایسے باغوں میں لیجا داخل کرے گا جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہوں گی وہاں ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

ف

اصل میں تو یہ جنت کے انعام کا وعدہ ہے جو مرنے کے بعد آخرت کیلئے

پیشگوئی

(۱۲۸)

اسلام تمام دنیا میں عام ہوگا

جیسا کہ سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۔

(خدا کی ذات بڑی) بابرکت (ذات) ہے جس نے اپنے بندے (محمد) پر قرآن اتارا تاکہ تمام جہان کے لوگوں کے) لئے (عذاب خدا سے) ڈرانیوالا ہو۔

ف

سورۃ الفرقان سوائے اخیر کی ایک آیت کے پوری سورت مکی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی جب کہ مسلمان بہت مغلوب ومقہور ہو رہے تھے ایسے ضعف کیحالت میں قرآن مجید کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام دنیا کو ڈرانے کیلئے نازل ہوئے ہیں اور پھر صدیوں میں اس دعویٰ کا صحیح ثابت ہونا اور ہوتے جانا اس کے منجانب اللہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام تمام دنیا میں عام ہوگیا ہے قرآن کی منادی اس کے گوشہ گوشہ میں پھر چکی ہے اس نے کل اہل عالم کو عذاب الٰہی وعذاب آخرت سے ڈرا دیا ہے اور ڈرا رہا ہے اس پر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرآن کی منادی ختم ہوگئی یا اسلام کی ترقی اپنے حد پر آکر

مختلف حالتوں کے تھے۔ سواری کا۔ دربار کا۔ جشن کا۔ تہنیت کا۔ باری باری تمام ملبوسات خاتم کو پہنائے گئے۔ جب ملبوس خاص اور تاج زرنگار پہنا تو تماشائیوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور دیر تک لوگ حیرت سے تکتے رہے۔ عہ

پیشنگوئی

(۱۳۰)

مسلمانوں کو اللہ بہتر سے بہتر بدلہ دے گا

جیسا کہ سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کئے ہم ضرور ان کے گناہ ان سے دور کردیں گے اور (دنیا میں) جو (یہ لوگ نیک) عمل کرتے رہے ہیں ان کو ان کا بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے

ف

یعنی جو مسلمان نیک عمل کریں گے۔ اسلام کا حق ادا کریں گے اسلام کے کام

عہ الفاروق حصہ اول صفحہ ۹

موعود ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدۂ انعام دنیا میں بھی پورا ہو گیا جسکی تفسیر و پیشینگوئی حدیثوں میں بھی بصراحت موجود ہے چنانچہ حافظ قرطبی علیہ الرحمہ نے استیعاب میں یہہ روایت نقل کی ہے کہ۔

روی سفیان بن عیینۃ عن ابی موسیٰ عن الحسن ان رسول اللہ صلعم قال لسراقۃ بن مالک کیف لک اذا لبست سواری کسریٰ۔

روایت کی سفیان بن عیینہ نے انھوں نے ابو موسیٰ سے انھوں نے حسن سے کہ البتہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے کہ (اے سراقہ) تم اسوقت کیسے معلوم ہوگے جب تم کو کسریٰ بادشاہ کے کنگن پہنائے جائیں گے

قرآن و حدیث کی یہ پیشینگوئی حضرت فاروق اعظم کے عہد میں پوری ہوئی بلاد فارس کے فتح ہونے پر جو بے شمار غنیمتیں دربار خلافت میں آئیں اُن میں کسریٰ عجم کا تاج اور اس کے سونے کے کنگن بھی تھے حضرت عمرؓ کے حکم سے یہ دونوں چیزیں سراقہ بن مالک کو پہنائی گئیں۔ انھوں نے ہاتھوں میں کنگن پہنکر بیساختہ کہا الحمد للہ الذی سلبھا من کسریٰ بن ھرمز و البسھا سراقۃ بن مالک (یعنی شکر ہے خدا کا جس نے یہ چیزیں کسریٰ سے لیکر سراقہ بن مالک کو پہنائیں) مولوی شبلی نعمانی نے الفاروق میں ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ :-

محلم نام مدینہ میں ایک شخص تھا جو نہایت موزون قامت اور خوبصورت تھا حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوشیروان کے ملبوسات اس کو پہنائے جائیں یہ ملبوسات

مفہ۔ استیعاب للقرطبی ۱۲

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ

بھلا کون ہے کہ جب کوئی شخص (بیقرار ہوکر) اس سے فریاد کرے تو وہ اس بیقرار کی فریاد کو پہونچے اور (اس کی) مصیبت کو ٹال دے اور (کون ہے) (جو) زمین میں تم لوگوں کو خلیفہ بناتا ہے

ف

خلائف اور خلفا، دونوں، خلیفہ کی جمع ہیں خلیفہ کے معنی ہیں بادشاہ اور متصرف فی الملک جیسا کہ قرآن ہی کی سورۃ صٓ میں مصرح ہے:۔

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۔

اے داؤد! ہم نے تم کو ملک میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں (کے معاملات) میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے"۔ ای داؤد! ہر آئینہ ساختیم ترا بادشاہ در زمین پس حکم کن میان مردمان براستی"۔

تمام مفسرین و مترجمین نے خلیفہ کے معنی بادشاہ کے لئے ہیں اس سے بھی قطع نظر کیا جائے تو آیت میں فائے تعقیبی کے بعد، حکم بین الناس بالحق" کے الفاظ خود اس امر کی صریح شہادت دیر ہے ہیں کہ خلیفہ بمعنی بادشاہ ہے اور حضرت داؤد کا بادشاہ ہونا اس کا قطعی ثبوت ہو جاتا ہے۔

بہر حال اس آیت میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ مسلمانوں میں خلفا متصرف ہوں گے۔ اب دیکھو کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے پہلے جانشین برحق امیر المومنین ابوبکر صدیق اکبر ہوئے جن کو امت نے خلیفہ رسول اللہ صلعم کا معزز خطاب دیا اور اس کے بعد برابر ہزار برس تک

آئیں گے اشاعت اسلام کی کوشش میں جان و مال سے دریغ نہ کریں گے ہم ان کو ان کی ان نیکیوں کا دنیا ہی میں بہتر سے بہتر بدلہ دیں گے چنانچہ صحابہؓ نے ایسے ہی نیک کام کیے اور اس کے عوض میں جو کچھ بدلہ ان کو ملا دنیاوی عیش و آرام کا دروازہ اُن پر کھل گیا۔ اس سے تاریخوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

پیشگوئی

(۱۳۱)

مسلمانوں میں متصرف خلفا ہوں گے

یہ پیشگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِی جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ

وہی (قادر مطلق ہے) جس نے زمین میں تمکو خلیفہ بنایا کہ تم دنیا کی چیزوں میں تصرف کرتے رہو) اور تم میں سے (مقدرت و حکومت وغیرہ کے اعتبار سے) بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی تاکہ جو نعمتیں تمکو دی ہیں اُن میں تمہاری آزمائش کرے۔

دوسری آیت سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

〃 〃 معتصم باللہ 〃 〃 واثق باللہ

〃 〃 متوکل علی اللہ 〃 〃 منتصر باللہ

〃 〃 مستعین باللہ 〃 〃 معتز باللہ

〃 〃 مہتدی باللہ 〃 〃 معتمد علی اللہ

〃 〃 معتضد باللہ 〃 〃 مکتفی باللہ

〃 〃 مقتدر باللہ 〃 〃 قاہر باللہ

〃 〃 راضی باللہ 〃 〃 متقی باللہ

〃 〃 مستکفی باللہ 〃 〃 مطیع للہ

〃 〃 طائع للہ 〃 〃 قادر باللہ

امیر المومنین خلیفہ قایم بامر اللہ امیر المومنین خلیفہ مقتدی بامر اللہ

〃 〃 مستظہر باللہ 〃 〃 مسترشد باللہ

〃 〃 راشد باللہ 〃 〃 مقتفی لامر اللہ

〃 〃 مستنجد باللہ 〃 〃 مستضی بامر اللہ

〃 〃 ناصر لدین اللہ 〃 〃 ظاہر باللہ

〃 〃 مستنصر باللہ 〃 〃 مستعصم باللہ

خلافت بغداد کی تباہی کے بعد سنہ ۶۵۶ھ سے سنہ ۹۰۳ھ تک بنو عباس نے مصر میں کاروبار خلافت کو انجام دیا۔

〃 〃 مستنصر باللہ 〃 〃 حاکم بامر اللہ

〃 〃 مستکفی باللہ 〃 〃 واثق باللہ

〃 〃 حاکم بامر اللہ 〃 〃 معتضد باللہ

خلفاء کا سلسلہ باقی رہا۔

حضرت ابوبکر سلہ ہجری میں خلیفہ ہوئے۔ آپ کے بعد عمر فاروق اعظم پھر عثمان ذی النورین پھر علی مرتضیٰ پھر امام حسن بن علی پھر امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم ستنہ ہجری میں امیر معاویہ کا انتقال ہوا۔ اور اُن پر خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوگیا۔

امیر معاویہ کے بعد ان کی نسل (بنی امیہ) میں سلسلہ خلافت قائم ہوا چنانچہ ستنہ ہجری سے ۱۳۲ ہجری تک بارہ خلفاء اس خاندان میں ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

امیر المومنین خلیفہ یزید بن امیر معاویہؓ — امیر المومنین خلیفہ معاویہ بن یزید بن معاویہؓ

〃 〃 عبدالملک بن مروان — 〃 〃 ولید بن عبدالملک

〃 〃 سلیمان بن عبدالملک — 〃 〃 عمر بن عبدالعزیز

〃 〃 یزید بن عبدالملک — 〃 〃 ہشام بن عبدالملک

〃 〃 ولید بن یزید — 〃 〃 یزید بن الولید

〃 〃 ابراہیم بن الولید — 〃 〃 مروان الحمار

مروان پر خلافت بنو امیہ کا خاتمہ ہوا۔ پھر آل عباس کا آفتاب اقبال اپنی پوری چمک کے ساتھ طلوع ہوا۔ اس خاندان عباسیہ میں ۱۳۲ ہجری سے ۶۵۶ ہجری یعنی پانچسو چوبیس برس تک (۳۶) خلفاءؒ داد فرمانروائی دیتے رہے۔

امیر المومنین خلیفہ ابوالعباس سفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

〃 〃 ابوجعفر منصور — امیر المومنین خلیفہ ابوعبداللہ مہدی باللہ

〃 〃 ابومحمد ہادی باللہ — 〃 〃 ابوجعفر ہارون رشید

〃 〃 محمد امین الرشید — 〃 〃 عبداللہ مامون الرشید

اس زبردست حکومت کا ذلت وخواری پر خاتمہ ہوا اور ایسا خاتمہ ہوا کہ یورپ بھر میں ایک مسلمان کا نام نہ رہا۔

جن ممالک پر ہزار برس تک مسلمانوں نے حکومت کی وہاں مسلمان کا نام تک نہ باقی رہا۔ تقریباً یہ سب ملا کر بارہ سو برس تک مسلمانوں میں خلافت رہی اور کل ایکسو تین خلفاء نے اپنے نامی وجود سے قرآن کی پیشینگوئی کو صحیح ثابت کر دکھایا۔

خلافت امویہ اور خلافت عباسیہ کی تباہی کے بعد نہ کسی نے خلافت کا دعویٰ کیا نہ کسی کا نام لقب خلیفہ ہوا فرمانروایان اسلام میں سلطان، شہنشاہ، بادشاہ کے القاب کے مخاطب ہوئے

پیشینگوئی

(۱۳۲)

مجاہدین کو عمل نیک کی توفیق دیجائیگی

جیسا کہ سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ	اور جن لوگوں نے ہمارے دین (کے کام) میں کوششیں کیں ہم (بھی) ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے اور کچھ شک نہیں کہ اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو (خلوص دل سے) نیک عمل کرتے ہیں۔

〃 〃 متوکل علی اللہ 〃 〃 〃 واثق باللہ
〃 〃 معتصم باللہ 〃 〃 مستعین باللہ
〃 〃 معتضد باللہ 〃 〃 مستکفی باللہ
〃 〃 قایم بامراللہ 〃 〃 مستنجد باللہ

امیرالمومنین خلیفہ متوکل علی اللہ۔

فاطمئین میں سے سنہ ۲۹۶ھ سے سنہ ۵۶۷ھ تک چودہ خلفا نے مصر میں خلافت کی —

خلیفہ مہدی عبیداللہ　　خلیفہ قائم بامراللہ　　خلیفہ منصور اسمعیل
〃 معزلدین اللہ　　〃 عزیز باللہ　　〃 حاکم بامراللہ
〃 ظاہرلدین اللہ　　〃 مستنصرباللہ　　〃 مستعلی باللہ
〃 آمرباحکام اللہ　　〃 حافظ الدین اللہ　　〃 ظافرباللہ
〃 فائز بنصراللہ　　〃 عاضدلدین اللہ

جب بغداد میں عباسیوں کی خلافت قایم ہوگئی تو بنو امیہ میں سے ایک نوجوان عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بھاگ کر یورپ پہونچا اور وہاں اندلس یا اسپین میں ایک زبردست سلطنت کا بانی ہوا۔ جو سنہ ۱۳۸ھ سے سنہ ۱۰۳۶ء تک قایم رہی۔ عبدالرحمن بن معاویہ کے بعد

ابو الولید ہشام　　حکم ابوالمظفر　　عبدالرحمن بن حکم　　محمد بن عبدالرحمن
منذر بن محمد　　عبداللہ بن محمد　　عبدالرحمن بن محمد　　حکم بن عبدالرحمن
ہشام　　محمد بن ہشام　　سلیمان بن حکم　　عبدالرحمن بن عبدالملک
ناصر علی بن محمود　　مامون قاسم　　یحیی بن الناصر　　عبدالرحمن بن ہشام
محمد بن عبدالرحمن　　ہشام بن محمد　　اور ابو عبداللہ پر سنہ ۱۰۳۶ء میں اس

وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيَاتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

اور آیات الٰہی کی ہنسی اُڑائے۔ یہی ہیں جن کو ذلت کی سزا ہونی ہے اور جب (ان میں سے نضر بن حارث کو) ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اکڑتا ہوا منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے ہماری آیتوں کو سنا ہی نہیں گویا اس کے دونوں کانوں میں ٹینٹ ہیں تو (اے پیغمبر!) ایسے شخص (نضر بن حارث) کو عذاب دردناک کی خوشخبری سنادو۔

ف

کفار مکہ میں سے ایک شخص تھا نضر بن حارث بن کلدہ وہ فارس کے اخبار لا کر لوگوں کو سناتا اور کہتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو عاد اور ثمود کی پرانی خبریں سنایا کرتے ہیں، میں ان سے بہتر رستم و اسفندیار کے کارنامے سناتا ہوں [۱]

بعض سادہ لوح لوگ اسکی باتوں میں آجاتے اور اس سے اہل فارس کی کہانیاں سننے لگتے تھے۔ قرآن مجید نے اس کی نسبت پیشنگوئی فرمائی کہ یہ کمبخت نضر بن حارث جو واہی تباہی کہانیاں سنا سنا کر لوگوں کو آیات الٰہی کے سننے سے باز رکھتا ہے اور جب اس کو قرآن کی اچھی باتیں سنائی جاتی ہیں تو غرور و تکبر سے اکڑتا ہوا چلدیتا ہے عنقریب اسپنے کئے کی سزا پائیگا۔ چنانچہ جنگ بدر میں حضرت علی مرتضیٰ کی خونخوار تلوار نے اس مردود کا خون چوس لیا [۲]

[۱] ابن کثیر ۱۲ [۲] ابن اثیر

ف

اپنے رستے سے مراد ہے اپنی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنیکے طریقے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے اس کی راہ میں جہاد کریں گے ان کو اعمال نیک کی توفیق دیں گے قرآن کی پیروی کرنیوالوں اور رسول خدا صلعم کے یاروں نے جس بیباکی و جگری سے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں وہ اہل تاریخ پر ظاہر ہے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے دریغ نکرنا ہی اس امر کی صاف دلیل ہے کہ بارگاہ ایزدی سے ان کو توفیق نیک دی گئی۔ ان پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزید حالات سے رجال و اسانید اور تراجم و سیر کے دفاتر لبریز ہیں۔ فمن شاءَ فلینظر الیھا۔

پیشنگوئی

(۱۳۴)

نضر بن حارث سزا پائیگا

جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ	اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی (نالایق) ہے جو واہیات قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو سنا کر) بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بھٹکا

آمنوا ویمحق الکافرون

کے درجے دینے تھے ورنہ خدا تو کسی طرح بھی ان ظالموں کا روا دار نہیں اور نیز یہ منظور تھا کہ اللہ مسلمانوں کو شک وشبہ کی میل وکچیل سے نکھار دے اور کافروں کا زور توڑ دے۔



احد مدینہ منورہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون کا مزار اسی پہاڑ پر ہے۔

اسی پہاڑ کے قریب شوال کے مہینہ میں شنبہ کے روز ۳ ہجری میں اہل اسلام اور کفار کے درمیان جنگ عظیم ہوئی کفار کی لشکر میں تین ہزار مرد تھے دو سو گھوڑے تین سو اونٹ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب ایک ہزار صحابہ تھے لشکر بھر میں صرف آپ ہی کے پاس ایک گھوڑا تھا۔

دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی کشتوں کے پشتے لگ گئے بڑی گھمسان کی لڑائی کے بعد کفار نے شکست فاش کھا کر پیٹھ دکھائی۔

پیغمبر خدا نے ایک جماعت کو گھاٹی میں تعینات فرما کر ان سے کہدیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا مگر ان لوگوں نے اپنے افسر کا کہا نہ مانا۔ ادھر کفار پیٹھ دکھا کر بھاگے ادھر تیر اندازوں نے اپنا مرکز چھوڑا اور سب کے سب لوٹ پاٹ میں مصروف ہو گئے۔

خالد بن ولید نے (جو اسوقت تک رئیس کفار تھے) دیکھا کہ اکثر اہل اسلام غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہیں اور تیر انداز بہت تھوڑے رہ گئے ہیں انھوں نے فوراً اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور اپنی زبردست جماعت کے ساتھ

پیشگوئی

(۱۳۴)

احد کی شکست سے آزردہ نہ ہو کہ غلبہ تمھیں کو ہے

جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

اور ہمت نہ ہارو، اور (احد کی اس اتفاقی شکست سے) آزردہ (خاطر) نہ ہو اور اگر تم سچے مسلمان ہو تو تمہارا ہی بول بالا ہے اگر تم کو (اس لڑائی میں شکست کی) کھڑ پیچ لگی تو (بیدل مت ہو کیونکہ جنگ بدر میں) طرف ثانی کو بھی اسی طرح کی کھڑ پیچ لگ چکی ہے اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بنوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں اور تم کو جو اتفاق نا ملائم پیش آیا تو (اس سے خدا کو سچے) مسلمانوں کا دیکھنا منظور تھا اور تم میں سے بعض کو شہادت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ انہیں شکست خوردہ مسلمانوں کو تسلی دیتا ہے کہ ایک جنگ احد میں اگر اتفاقی طور پر تم کو شکست ہوگئی تو اس سے آزردہ خاطر نہ ہو آخر جنگ بدر میں تم نے بھی تو کفار کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ اور پھر یہ شکست بھی تمہاری ہی غلطی سے ہوئی کہ رسول کا کہا نہ مانا بہرحال اس شکست کا غم نہ کرو۔ اگر تم سچے مسلمان ہو تو غلبہ تمہیں کو ہے اور تمہارا ہی بول بالا رہیگا خدا کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اس کے بعد جتنی لڑائیاں کفار سے ہوئیں ان سب میں اہل اسلام کو فتح و نصرت ہوئی اور دشمنان اسلام ذلیل و خوار ہو کر پسپا ہوئے۔

جنگ احد کے بعد پہلی لڑائی اسی سنہ میں حمراء الاسد کی ہوئی جس میں کفار بغیر لڑے[*] بھڑے بھاگ کھڑے ہوئے۔

لطیفہ

آیت میں اللہ تعالیٰ احد کے شکست خوردہ مسلمانوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تم اگر سچے مسلمان ہو تو آخر کافروں پر غالب ہو گے اور ایسا ہی ہوا کہ دوسری جنگوں میں ان مسلمانوں نے کافروں کا ستیاناس کر مارا۔ اور ملک عرب میں اسلام کا سکہ چل رہا۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بدیہی طور پر ثابت ہو گیا کہ جنگ احد میں جن مسلمانوں نے شکست کھائی وہ سچے مسلمان تھے اور ان پر طعن کرنا کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے۔

---

[*] لائف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور ۱۲

بقیہ مسلمان تیراندازوں پر حملہ کردیا۔ پیا پے تین سخت حملوں میں مسلمانوں کو فتح کے بعد شکست اٹھانی پڑی کفار کے لشکر میں ایک عورت عمرہ نامی نے علم اپنے ہاتھ میں لیا دشمنان اسلام نے علم کو عورت کے ہاتھ میں دیکھکر بھاگنا چھوڑا غیرت میں آکر یا تو بھاگے جاتے تھے یا فوراً پلٹ پڑے اور ان کی ہزیمت جیسی کی ویسی زبر دست ہوگئی آخر ستر مسلمان شہید ہوئے صدیق اکبر اور فاروق اعظم زخمی ہوئے اتنے میں غل مچا کہ پیغمبر خدا شہید ہوئے اس جانکاہ خبر کے سننے سے مسلمانوں میں تاب مقاومت نہ رہی اور اکثروں نے پیٹھ دکھائی۔

اسی جنگ میں رسول خدا کے دو دانت شہید ہوئے لب مبارک زخمی ہوا۔ آپ چہرہ پر سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ" افسوس! وہ قوم کیونکر فلاح کو پہونچے گی جو توحید کی طرف بلانے کی پاداش میں اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کرے۔

کفار میں سے ابو عامر لعنہ اللہ نے میدان میں ایک گڑھا کھود دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے میں گر پڑے اور حضرت علی و طلحہ رض نے ہاتھ پکڑ کر اوپر نکالا۔

جنگ احد کے بیان میں ایک سو اکیس آیتیں قرآن مجید میں وارد ہیں آخر اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے قصور معاف کردئے جو جہاد سے بھاگے تھے اور جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

اس جنگ میں مہاجرین و انصار سے ستر صحابہ شہید ہوئے جن میں (۶۴) انصار اور چھ مہاجرین سے تھے۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے۔

تیسری آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

پس ان (یہود) کے قول توڑنے کیوجہ سے اور احکام الٰہی کے نہ ماننے کیوجہ سے اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرنے کی وجہ سے (ہم نے بھی ان کو پھٹکار دیا) اور (نیز) ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل محفوظ ہیں (کسی کی نصیحت ہم پر اثر نہیں کرتی محفوظ نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے خدا نے اُن (کے دلوں) پر مہر کر دی ہے پس معدودے چند کے سوا (اکثر) ایمان لانیوالے نہیں ہیں۔

چوتھی آیت سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ

اور اگر اہل کتاب (بھی سب کے سب) ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں بہتر تھا (مگر) اُن میں سے تھوڑے ایمان لائے اور اُن میں اکثر نافرمان ہیں۔

ف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف عبد اللہ بن سلام وغیرہ چند ایک یہودی اور نجاشی چند عیسائیوں نے اسلام قبول کیا تھا باقی سب کے سب اپنے ہی مذہب پر قایم رہے اور حجاز کے اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے تو کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا۔

پیشگوئی

(۱۳۵)

یہود اور نصاریٰ میں سے ایمان لانیوالے بہت ہی کم ہیں

یہ پیشگوئی قران مجید میں چار مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورہ یٰسین میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ان میں سے اکثر تو فرمودہ (خدا) پورا ہو چکا ہے تو یہ (کسی طرح) ایمان لانیوالے نہیں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ خدا کے علم میں عذاب کے مستحق ٹھیر چکے ہیں اور خدا جان چکا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

دوسری آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا

اور اگر وہ سمعنا و اطعنا اور (فقط) اسمع اور انظرنا کہکر خطاب کرتے تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی سیدھی ہوتی مگر ان پر تو اُن کے کفر کی وجہ سے خدا کی پھٹکار ہے پس ان میں سے بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لانیوالے ہیں۔

اور مسخرا پن کی راہ سے واہی تباہی معجزات کی فرمایش کیا کرتے تھے اور انہیں فرمانیسولہ کا اس آیت میں مذکور ہے کہ اگر قرآن میں یہ تاثیر بھی ہوتی کہ اس کی برکت سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین کی مسافت جلدی طے کر سکتے یا مردوں سے گفتگو کر سکتے تو بھی یہ مشرکین مسلمان نہ ہوتے اور اسی طرح اسلام کے مٹانے اور مسلمانوں کی دل آزاری میں لگے رہتے۔

آخر مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت ہی کرنی پڑی اور مجبور ہو کر انھوں نے کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی بہت سے قتل ہوئے۔ بہت سے قیدی ہو کر اسلام کے مطیع ہوئے اور بعض مال و دولت کی لالچ سے مسلمان ہو گئے۔ جن میں سے ایک ابوسفیان بن حرب تھا۔

پیشگوئی

(۱۳۷)

قرآن دنیا بھر کیلئے نصیحت ہے

جیسا کہ سورہ صٓ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ	یہ قرآن دنیا جہان کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے اور بس اور کچھ دنوں کے بعد تم لوگوں کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی

پیشگوئی

(۱۳۶)

کچھ بھی ہو مشرکین مکہ سیدھے نہ ہوں گے

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا۔

اور اگر کوئی قرآن (ایسا بھی نازل ہوا) ہوتا جس (کی برکت) سے پہاڑ چلنے لگتے یا اُس (کی برکت سے) زمین کی مسافت (باسانی) طے کیجا سکتی یا اس (کی برکت) سے مردوں کے ساتھ گفتگو ہو سکتی (تو بھی یہ لوگ راہ راست اختیار کرنیوالے نہیں تھے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) سارا اختیار اللہ ہی کو ہے۔

ف

ایسا ہی ہوا کہ مشرکین مکہ جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے مٹانے پر تُلے ہوئے تھے نہ اُن پر کسی نصیحت کا کچھ اثر ہوا۔ نہ قرآن کے اعجاز بلاغت نے انہیں نرم کیا نہ اُن میں رحم تھا۔ نہ برادری وغیرہ کا کچھ پاس تھا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور آپ کے معجزات باہرہ سے متاثر ہوئے صرف پیغمبر خدا کو چڑانے

بتوں پر ہوا ہے اس لئے کہ وہ کفار کے بنائے ہوئے جھوٹے معبود تھے
جیسا کہ سورۃ الحج میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جن (معبودوں) کو یہ (کفار و منکرین) خدا کے سوا، (اپنی حاجت برآری کیلئے) پکارتے رہتے ہیں (سرتاسر) لغو ہیں اور (نیز) اس سبب سے کہ اللہ ہی عالیشان (اور سب سے) بڑا ہے۔

بخاری و نسائی وغیرہ محدثین نے بروایات صحیحہ بیان کیا ہے کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلعم کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ کے اردگرد آراستہ کھڑے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی آپ اس لکڑی سے ہر بت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (قرآن کی یہ آیت) پڑھتے تھے
قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔
(یعنی کہو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والی ہی چیز ہے۔)
اور بت خود بخود اوندھے سیدھے گرتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ تمام بت گر گئے اور کعبۃ اللہ ہمیشہ کیلئے اس گندگی سے پاک ہو گیا۔

بلاشک ہم ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے آیت پڑھتے ہوئے ہاتھ لکڑی سے اشارہ کیا اور اس کے اثر سے بت منہدم ہو ہو کر گر گئے۔ یہ آپ کا اعجاز تھا۔ روح القدس کی تائید تھی اور آپ کی روحانی طاقت کا اثر تھا اور ایسا ہونا عقلاً بھی ممتنع نہیں ہے کیا ادنیٰ مسمریزم والے اپنی روحانی قوت سے عجیب و غریب کرشمے نہیں دکھاتے؟

ف

سورہ صٓ بتا رہا ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور اسوقت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن دنیا بھر کے لوگوں کی نصیحت کیلئے اُتارا گیا ہے اور اگرچہ تم کفار اس بات کو اب کھیل اور ایک آن ہونی بات سمجھ رہے ہو مگر آگے چلکر خود حقیقت کھل جائیگی کہ جیسا قرآن نے دعویٰ کیا تھا ویسا ہو کر رہیگا مشاہدہ کیلئے ثبوت وحوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا دیکھتی ہے کہ قرآن نے اطراف عالم میں پھیلکر اپنی منادی پوری کردی۔ دنیا کی کوئی قوم کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے افراد اسلام کے دامن تلے نہ آئے ہوں۔

پیشنگوئی

(۱۳۸)

اللہ بتوں کو منہدم اور نیست و نابود کریگا

جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ۔	اللہ اپنے کلام سے بتوں کو مٹائے گا اور حق کو جمائے گا۔

ف

باطل کے لغوی معنی عبث اور جھوٹ کے ہیں۔ قرآن میں اس کا اطلاق

یا شریک الوہیت سمجھنے والے پائے جاتے ہیں ورنہ عالم اس عقیدے سے خالی ہوتا جاتا ہے اور بتوں کی خدائی دنیا سے اٹھتی جاتی ہے۔ اور بالآخر ایک اور قرآن کی پیشینگوئی من جمیع الوجوہ پوری ہوگئی۔

پیشینگوئی

(۱۳۹)

اللہ پیغمبر پر اپنی نعمت پوری اور انکی زبردست مدد کریگا

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا۔

(اے پیغمبر!) حقیقت میں ہم نے کھلم کھلا تمہاری فتح کرا دی تاکہ (تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور) خدا (اس کے صلہ میں) تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تم کو (دین کے) سیدھے رستے لے چلے (اور کوئی تمہارا مانع و مزاحم نہ ہو) اور خدا تمہاری زبردست مدد کرے۔

بہرحال اتنی بات ماننے بغیر تو چارہ کار نہیں کہ مکہ فتح ہوا۔ کعبہ کے تمام بتوں کو منہدم کر کے کعبہ کو اس گندگی سے صاف کر دیا گیا[1] ممکن ہے کہ رسول اللہ صلعم آیت پڑھتے ہوئے لکڑی سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہوں اور لوگ بتوں کو گراتے جاتے ہوں۔

بتوں کے منہدم ہونے اور بیت اللہ سے بتوں کے نیست و نابود ہونیکی پیشینگوئی فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔ بعض بت جو بہت بلندی پر تھے ان کو علی مرتضی نے پیغمبر خدا کے شانے پر چڑھ کر توڑا غرض کافروں کے مصنوعی معبودوں کا بالکل صفایا ہو گیا۔

الفاظ آیت پر نظر کرتے ہوئے اگر اس کا مفہوم عام لیا جاوے کہ بت پرستی خیال سے محو کر دیجائیگی تو یہ پیشینگوئی صحیح اتری ہے بلکہ اس کا درجہ اور زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے علوم و فنون کی روشنی جہالت کی ظلمت کو دنیا سے مٹاتی جاتی ہے اور یہ روشنی جوں جوں ترقی کرتی جائے گی۔ بت پرستی کا انحطاط ہوتا جائے گا خود ہندوستان میں دیکھو کہ پتھر۔ لکڑی کے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش ہندوؤں کا ایمان تھا یا اب وہی ہندو ہیں کہ علم کی روشنی سے مستفید ہو کر اس عبادت کو عین جہالت قرار دیتے ہیں اور اکثر جو بسبب جبلی جہالت یا نادانی کے، اپنے قدیم عقیدہ پہ جمے ہوئے ہیں ان پر بھی اتنا اثر ضرور ہے کہ عقلمندوں کی مجلس میں بت پرستی اور بتوں کی خدائی کا ذکر کرتے ہوئے شرماتے ہیں اب کرۂ عالم میں کم قطعے ایسے ہیں جہاں بتوں کو خدا ماننے والے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱۲۔

مد دگرے گا اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سب امور فتح مکہ کے بعد ہی مجتمع ہوئے۔

دوسرا جواب

مکہ کا فتح ہونا اس امر کا سبب ہوا کہ بیت اللہ بتوں کی گندگی سے پاک ہو گیا اور چونکہ محمد مصطفیٰ فاتح تھے اس لیے تطہیر بیت اللہ سے تطہیر محمد بھی لازم آئی۔

تیسرا جواب

کفار مکہ پیغمبر اور یاران پیغمبر کو حج بیت اللہ نہیں کرنے دیتے تھے فتح مکہ ہونے سے فریضۂ حج کا ادا کرنا آسان ہو گیا چونکہ حج، ارکان اسلام میں سے رکن اعظم اور اس کا بجا لانا باعث مغفرت ہے اس لیے فتح مکہ کا بھی سبب مغفرت ہونا لازم آیا۔

چوتھا جواب

واقعۂ اصحاب فیل کے بعد لوگوں کے دلوں میں عام طور پر یہ عقیدہ جم گیا تھا کہ مکہ پر کوئی مقہور ظالم اور دشمن خدا قابو نہیں پا سکتا بلکہ اس پر وہی متصرف ہو سکتا ہے جو مغفور اور خدا کا دوست ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہی منشاء معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے کھلم کھلا تمہاری (یعنی محمد کی) فتح کرا دی تاکہ لوگوں کو تمہارا معصوم و مغفور ہونا معلوم ہو جائے کیونکہ ان کے پندار میں ایسا ہی شخص فاتح مکہ ہو سکتا ہے۔ محض فتح مکہ کا باعث مغفرت ہونا

ف

اس آیت میں کئی دلچسپ بحثیں ہیں۔

پہلی بحث

فتح سے کونسی فتح مراد ہے؟ اس میں مفسرین کی مختلف رائیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ فتح سے فتح مکہ مراد ہے جیساکہ آیت کے سیاق و سباق سے بھی ظاہر ہے بعض کہتے ہیں اس فتح سے صلح حدیبیہ مقصود ہے بعض کہتے ہیں کہ فتح روم و فارس وغیرہ مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے عام فتح و ظفر مراد ہے کہ اسلام کو دوسرے ادیان پر حجت و برہان اور سیف و سنان کا غلبہ ہوگا وَقَدْ فَعَلَہُ اللہ تعالیٰ ان سب مذاہب میں پہلا مسلک صحیح ہے۔

دوسری بحث

معترض کہتا ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح (مکہ) کو مغفرت کا سبب قرار دیا ہے حالانکہ فتح ممالک میں مغفرت کا سبب بننے کی صلاحیت نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے

پہلا جواب

آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کو محض مغفرت کا سبب قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ فرمایا۔ کہ فتح مکہ بہت سے امور مذکورہ کے اجتماع کا سبب ہے یعنی اللہ گناہوں کو معاف کرے گا۔ اپنی نعمت کو پوری کرے گا۔ منزل مقصود تک پہونچا دے گا اور زبردست

معاف ہونے کا سبب ہوگی۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ مخاطب پیغمبر ہے اور حکم امت کو دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الطلاق میں فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ

اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم اپنی بی بیوں کو طلاق دینی چاہو تو ان کو انکی عدت کے شروع میں طلاق دو اور (طلاق کے بعد ہی سے) عدت گنتے لگو۔

اس آیت میں مخاطب پیغمبر خدا سے ہے لیکن احکام جو دئے گئے ہیں وہ صرف امت سے متعلق ہیں جیسا کہ ترجمہ میں کھول کر بتا دیا گیا ہے اور اس بات کا قرینہ یہ ہے کہ طلاق کے احکام عام افراد امت ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ نبی اپنی بی بیوں کو طلاق نہیں دیا کرتا کیونکہ جو عورت ایک مرتبہ پیغمبر کی زوجیت میں آگئی پھر اس سے کوئی امتی نکاح نہیں کر سکتا پیغمبر کی بی بیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں جو قرآن میں صاف طور پر فرما دیا گیا ہے کہ پیغمبر کی بی بیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ پس وہ ان پر ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔

بڑی بات یہ ہے کہ ظاہر الفاظ آیت پر نظر کر کے اگر رسول ہی کو مراد لیا جائے اور آپ ہی کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت سمجھی جائے تو يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا کے کیا معنی ہوں گے معنی الفاظ تو یہ ہیں کہ "ہم نے فتح مبین اس لئے کرا دی تا اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت کو پوری کرے اور تم کو سیدھا رستہ دکھائے" فتح مکہ کے بعد سیدھا رستہ دکھانے کا یہ مطلب کہ اس سے پہلے آپ سیدھے رستے پر نہ تھے حالانکہ یہ بدیہی البطلان اور خود قرآن مجید کی آیات صریحہ کے خلاف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو خود سیدھے رستہ پر نہ ہو وہ

کوئی معنی نہیں رکھتا۔

تیسری بحث

معترض کہتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد محمد مصطفےؐ کو اگلے پچھلے گناہوں کا بخشا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ گناہوں سے معصوم و مصئون نہیں تھے۔

پہلا جواب

آیت میں صاف خطاب اگرچہ خود پیغمبرؐ سے ہے لیکن مراد امت محمدیہ سے ہے گویا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ ہم نے جو کھلم کھلا تمہاری فتح کرا دی اس سے غرض یہ ہے کہ اب تم آسانی سے حج کرو اور وہ تمہاری بخشایش کا سبب ہو۔ فتح مکہ سے اللہ کی نعمت تم پر پوری ہو اور تمہاری فرمانبرداری کے صلہ میں خدا تمہاری زبردست مدد کرے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان خدا پر ایمان لانے کی پاداش میں اپنے وطن مکہ سے نکال باہر کئے گئے پھر ان مفلوک غریب الوطن مسلمانوں نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جانوں کو ہتیلی پر رکھکر سرکش کافروں کا مقابلہ کیا اور نہایت جانبازی سے مکہ کو فتح کر کے اللہ کے گھر کو بتوں سے صاف کیا۔ اس جانبازی و فرمانبرداری کے صلہ میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے گناہوں کو معاف کر دینے کا وعدہ فرمایا۔ فتح کر چکنے کے بعد حج و مناسک حج کا بجالانا ان پر سہل ہو گیا پس مراسم حج و عمرہ کی بجاآوری ان کے پچھلے گناہوں کے

آیت کریمہ کا صاف مقصد یہ ہے کہ "ہم نے تمہاری نمایاں فتح کرادی تاکہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کردے" اور یہ ارشاد وقوع کا مستلزم نہیں ہے یہ مطلب اتنا ہے کہ اگر تمہارا کوئی گناہ ہوگا تو اللہ اس کو معاف کردیگا پیار و لطف کا یہ ایک تسکین بخش جملہ ہے جو بڑا اپنے سے چھوٹے کا دل بڑھانے کے لئے یا محبت کے اظہار کے لئے استعمال کیا کرتا ہے اور ایسا انداز ہر زبان میں دائر و سائر ہے۔ بہرکیف اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم عصمت ثابت نہیں ہوسکتی۔ زیادہ سے زیادہ کاوش کیجائے تو شاید آپ سے صغیرہ گناہوں یا خطاؤں کا سرزد ہونا مستنبط ہوجائے اور اس سے عصمت و رسالت پر کوئی رد و قدح نہیں ہوسکتی یہ طول بحث علم کلام و تفسیر میں موجود ہے۔

چوتھی بحث

نعمت کے پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ دشمنان اسلام میں ہر طرف اسلام کی دھاک بیٹھ جائیگی پیغمبر کی ہیبت و جبروت قائم ہوگئی۔ اور پیغمبر کے دشمنوں سے سرزمین عرب خالی ہوجائے گی چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہوگئی۔ مکہ کے فتح ہوچکنے کے بعد اسلام کا ایسا رعب چھایا کہ پھر سرکشان عرب کو سر اٹھانے اور مسلمانوں کو چھیڑنے کی جرأت نہیں ہوئی بلکہ ہر ہر گوشہ سے لوگ جوق جوق آکر اسلام میں داخل ہونے لگے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم کا کوئی ذی اعتبار و با اثر دشمن باقی نہیں رہا۔ بہت سارے جنگ بدر میں قتل و غارت ہوئے اور بقیہ یا تو مسلمان ہوگئے یا ان کا استیصال ہی ہوگیا۔

دوسروں کو سیدھا رستہ نہیں دکھلا سکتا۔ غرض ان وجوہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں مخاطب پیغمبر ہی ہیں اور بشارت مسلمانوں کو ہے۔

دوسرا جواب

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آیت میں جیسا کہ مخاطب پیغمبر سے ہے احکام بھی آپ ہی سے متعلق ہیں تو گناہ سے ترک افضل مراد ہوگا اور ترک افضل سے عصمت پر کوئی قدح وارد نہیں ہوتی۔

تیسرا جواب

انبیاء سے گناہ کبیرہ کا سرزد ہونا عقلاً ممتنع ہے مثلاً جھوٹ۔ زنا۔ چوری۔ خیانت وغیرہ مگر صغیرہ گناہوں کا ان سے سرزد ہونا ممکن ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ ایک عمدہ توجیہ ہے نبی کا ہر قول ہر فعل تابع وحی ہوتا ہے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ اب اگر کوئی ناسمجھ یہ اعتراض کرے کہ جب نبی کا ہر قول ہر فعل تابع وحی ہوتا ہے تو پھر اس سے چھوٹی غلطی بھی کیوں سرزد ہوتی ہے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کی غلطی بھی تابع وحی ہے یعنی وہ، وحی کے اثر سے ایک غلطی کرتا ہے اور پھر اس پر نمایاں تنبیہ ہوتی ہے تا اس طرح امت کی تعلیم مکمل ہو۔

چوتھا جواب

وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

رکوع کر رہے ہیں (اور کبھی) سجدہ کر رہے ہیں (اور) خدا کے فضل اور خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ سجدے کے سبب اُن کی پیشانیوں پر ہیں یہی اوصاف ان کے تورات میں (بھی مذکور) ہیں اور یہی اوصاف اُن کے انجیل میں بھی ہیں (اور وہ روز بروز اس طرح ترقی کرتے جائیں گے) جیسے کھیتی کہ اُس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے (غذائے نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کر کے اپنی) اس سوئی کو قوی کیا چنانچہ وہ (رفتہ رفتہ) موٹی ہوئی (یہاں تک کہ) آخر کار کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی (اور اپنی سر سبزی سے) لگی کسانوں کو خوش کرنے (اور خدا نے انکو روز افزوں ترقی) اس لئے (دی) کہ ان کی ترقی سے کافروں کو جلائے ان میں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان سے خدا نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرما لیا ہے

بحث اول

پانچویں بحث

زبردست مدد کرنے سے یہ مطلب کہ فتح مکہ کے بعد اسلام مقہور نہیں ہوگا پیغمبر کو کافروں سے کسی طرح دبنا نہیں پڑے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فتح مکہ کے بعد نہ پیغمبر کو کبھی شکست ہوئی نہ آپ کسی بات میں کافروں سے دبے یا پیچھے ہٹے اور نفس اسلام تو آجتک کسی مذہب سے نہ مغلوم و مقہور رہا نہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ہوگا۔

پیشینگوئی

(۱۴۰)

اصحاب محمدؐ رفتہ رفتہ ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہنچینگے

جیسا کہ سورۃ الفتح میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

محمدؐ اللہ کے بھیجے ہوئے (پیغمبر) ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں (ان کی ایذاؤں سے بچنے کیلئے) بڑے سخت ہیں (مگر) آپس میں بارحم دل ہیں (اے مخاطب تو) ان کو دیکھیگا کہ (کبھی) رکوع

بحث چہارم:- یہ پیشنگوئی اگرچہ تمام مہاجرین وانصار سے متعلق ہے اور سب کے حق میں پوری ہوئی مگر خلفائے راشدین کو اس میں خاص امتیاز حاصل ہے کیونکہ اشاعت اسلام اور فتوحات اسلام کے بانی وہی نفوس عالیہ ہوئے۔

آیت میں کھیتی کی چار حالتیں بیان کی ہیں (۱) پہلے زمین سے سوی کا نکلنا (۲) پھر جذب غذائے نباتی کے بعد اس کا مضبوط ہونا (۳) پھر موٹا ہونا (۴) پھر اپنی نال پر سیدھے کھڑا ہو جانا۔

اب دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے۔ آپ نے پہلے مرتدین عرب کا استیصال کیا۔ اس کے بعد فتوحات اسلام کا سلسلہ جاری کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ کو اور مضبوط کر کے اسلام کی جڑ کو خوب قوی کر دیا اور آپ کے عہد مبارک میں فتح اسلام کا سیلاب بہت تیزی سے بڑھتا رہا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فاستغلظ کا وقوع ہوا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں یہ ترقی رک کر حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مستقیم ہو گئی گویا اب اسلام کی کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوئی اسلام کی ہیبت تمام عالم پر چھا گئی اور اس کی شوکت قایم ہو گئی۔

پس جناب صدیق اکبر نے اسلام کی کھیتی کی سوئی نکالی۔ فاروق اعظم نے اس کو قوی کیا۔ عثمان غنی کے عہد میں موٹی اور امیر معاویہ کے عہد میں اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

بہرحال آیت کا مقصود یہ ہے کہ کھیتی کی طرح مسلمان پہلے کمزور رہیں گے پھر درجہ بدرجہ بڑھتے بڑھتے ترقی کریں گے، مضبوط ہوں گے اور دنیا پر ہر طرف پھیل پڑیں گے۔

آیت میں صحابہ کرام خصوصًا مہاجرین و انصار کے فضائل و مناقب کا بیان ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کے رفیق و ساتھی ہیں۔ اسلام کے دشمنوں کے حق میں بہت سخت ہیں۔ اپنے آپس میں مہربان و رحم دل ہیں۔ خشوع و خضوع سے عبادت الٰہی کو بجا لانے والے ہیں۔ خدا کی مرضی و خوشنودی پر چلنے والے ہیں اور کثرت سجود سے اون کی مقدس پیشانیوں پر سجدے کے گٹے پڑ گئے ہیں جو ان کے متقی ہونیکی شناخت ہے۔ اِن اوصاف میں کا ہر وصف ایک فضل عظیم ہے۔ اِن آیات کو پڑھ کر کون مسلمان صحابہ کی فضیلت و احترام سے انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ تراجم و سیر کی کتابیں اصحاب محمد صلعم کے مناقب سے پُر ہیں۔

بحث دوم:۔ اصحاب محمد صلعم کے یہ اوصاف، توریت و انجیل میں بھی مذکور ہیں حکیم محمد حسن آرہوی۔ نواب صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ اور ہمارے استاد علامہ عنایت رسول چریا کوٹی نے اپنی معرکہ آرا کتاب ''البشریٰ'' میں بہت مفصل اور محققانہ بحث کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ کتب قدیمہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پیشنگوئی اور آپکے صحابہؓ کے اوصاف موجود ہیں۔ یہ کتاب ان مباحث مبسوط کے لئے موزوں نہیں ہے

بحث سوم:۔ توصیف صحابہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیشنگوئی فرمائی کہ جس طرح کھیتی رفتہ رفتہ ترقی کرتی اور اپنی سرسبزی سے کسانوں کو خوش کرنے لگتی ہے اسی طرح پیغمبر اسلام کے یہ رفقا، جو اسوقت بالکل بیچارگی و ضعف کی حالت میں، منازل ترقی کو طے کرتے ہوئے تمام عالم پر چھا جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ پیشنگوئی اسی تشبیہ کیساتھ پوری ہوئی۔

ف

یہ پوری سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی
اگلی آیت میں مسلمانوں کے رفتہ رفتہ ترقی کرنے کی پیشنگوئی تھی۔
یہ آیت اس کے مقابل کی ہے جس میں کفار کو آہستہ آہستہ عذاب کیطرف
لیجانیکی پیشنگوئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ دشمنان اسلام اپنی حفاظت سے
بیخبر مسلمانوں کی بیخکنی ہی کی فکر میں لگے رہے اور آہستہ آہستہ آپ برباد اور
مبتلائے عذاب ہوئے۔

پیشنگوئی

(۱۴۲)

عنقریب کفار کو معلوم ہوگا کہ خبط کس کو ہے

جیساکہ سورۃ القلم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ سو (اے پیغمبر) عنقریب

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ	تم (بھی) دیکھ لوگے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو خبط ہے۔

ف

مشرکین مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخبوط الحواس اور آپ کی
باتوں کو خبط کہا کرتے تھے اون کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

بحث پنجم :- آخر سورہ میں اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا کہ سچے مسلمانوں اور نیک عمل والوں سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے مغفرت کا وعدہ بعد الموت پورا ہوگا اور اجر عظیم کا وعدہ دنیا میں پورا ہوگیا۔

لطیفہ

محمد رسول اللہ سے لیکر اَجْرًا عَظِيمًا تک میں حروف معجم تمام آگئے ہیں۔ گویا اس اشارہ میں یہ بشارت ہے کہ اجتماع امر کے ساتھ صحابہ کو فتح اور نصرت تمام خوبیوں سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ بشارت تصریحی کیساتھ یہ بشارت تلویحی ہے۔

پیشگوئی

(۱۴۱)

ہم کفّار کو آہستہ آہستہ عذاب کیطرف لیجا رہے ہیں

جیسا کہ سورہ قلم میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے :- تو (اے پیغمبر!)

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ	ہم کو اور (ان) لوگوں کو جو (ہمارے) اس کلام کو جھٹلاتے ہیں (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو (ہم ان سے آپ بھگت لیں گے) کہ ہم ایسی طرح پر کہ اون کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ اون کو گھسیٹتے اور ان کو ڈھیل دیتے چلے جارہے ہیں بیشک ہمارا داؤ پکا ہے۔

جاتا ہے کہ تمھاری اس نخوت کی قلعی کھلتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ فریقین میں سے کس کے مددگار بودے اور کس کا جتھا شمار میں کم ہے۔ آخر انہیں مشرکین کے جتھے والے کثرت سے مسلمان ہوے اور انہیں نومسلموں نے بڑی بول بولنے والے مخالفین کے پرخچے اڑا دئے جس کا جوتا اُسی کا سر۔

مسلمانوں کا جتھا بڑھتے بڑھتے تمام جزیرہ نمائے عرب پر چھا گیا اور ہنسی اُڑانیوالوں کا پتہ بھی نہ چلا کہ وہ بڑی قوت اور بڑے جتھے والے کدھر گئے۔

ہجرت سے پہلے، قبل از وقت، بیکسی کی حالت میں اس پیشینگوئی کا مشتہر کرنا اور اس کا پورا ہونا واقعی پیشینگوئی کرنے والے کی مافوق البشریت طاقت کا عمدہ ثبوت ہے۔

پیشینگوئی

(۱۴۴)

ہم تم (محمدؐ) کو اسطرح قرآن پڑھا دیں گے کہ پھر نہ بھولوگے

جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:— (اے پیغمبر!) ہم تم کو (قرآن) ایسی اچھی طرح پڑھا دیں گے کہ تم (اس کو) بھولنے نہ پاؤگے مگر کسی آیت کو خدا (ہی) بھلا دینا چاہے (تو وہ دوسری بات ہے)

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

گھبراؤ نہیں، عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ در اصل خبط کس کو ہے اب اس امر کی صراحت کی ضرورت نہیں ہے کہ کفار کا خبط عالم پر کس طرح آشکار ہوا؟

پیشنگوئی

(۱۴۳)

دشمنوں کو جلد معلوم ہو گا کہ کس کے مددگار بودے ہیں اور کس کا جتھا شمار میں کم ہے

جیسا کہ سورۃ الجن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا	تو عنقریب ان (کافروں) کو معلوم ہو جائیگا کہ کس کے مددگار بودے ہیں اور (کس کا جتھا (شمار میں) کم ہے۔

ف

یہ پوری سورۃ مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔

کفار و مشرکین اپنی قوت، اور اپنے مددگاروں کی کثرت کے گھمنڈ پر مسلمانوں کو دق کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مسخرا پن کرتے تھے۔ پیغمبر خدا کی ہنسی اڑاتے تھے کہ دیکھو، یہ شخص اکیلا تمام اہل دنیا کی اصلاح کرنے آیا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر کرو، کوئی دن

اول:۔ یہ کہ رسول خدا صلعم کو قرآن کے دہرانے میں جلدی نکرنی چاہیئے اس خوف سے کہ کہیں بھول نجائے کیونکہ اللہ نے خود ذمہ لیلیا ہے کہ وہ اپنے رسول کو پورا قرآن اس طرح پڑھاکر یاد کرادے گا کہ پھر وہ کبھی بھولنے نہ پائیں گے۔

یہ سب آیات مذکورہ مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے اوائل زمانۂ نبوت میں نازل ہوئیں اور حالت یہ تھی کہ قرآن کی آیتیں جب جب نازل ہوتیں آپ صحابہ کو سنا دیتے اور لوگ کھجور کے پتوں پر چھالوں پر اور پتلے چمڑوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ صحابہ میں کمتر لوگ ایسے تھے جن کو عہد نبوت میں پورا قرآن یاد تھا۔ جناب رسول خدا صلعم نے اپنی وفات سے پہلے اگرچہ قرآن کو مکمل طور پر مرتب کر دیا تھا اور صحابہ کو یاد کرا دیا تھا جیسا کہ آلان ہمارے سامنے ہے۔ مگر بین الدفتین جس صورت میں اب ہے یعنی کتاب کی صورت میں ایک جگہ مرتب نہیں تھا بلکہ سینوں میں ایک جگہ محفوظ تھا اور چھالوں وغیرہ میں متفرق۔

ایسی حالت میں قرآنی پیشنگوئی کا پورا اُترنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن یاد رہنا اور اس کا بین الناس محفوظ رہنا اعجاز کا بہترین نمونہ ہے۔

دوم:۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد، اُمّی محض تھے۔ لکھنا پڑھنا مطلق نہیں جانتے تھے۔ باوجود اس کے قرآن جیسی مطول اور عظیم الشان کتاب کا یاد رہنا اور اس کے تمام معارف و مطالب کیساتھ ایک جملہ ایک حرف کا لوح حافظ سے نہ مٹنا واقعی عجیب و غریب معجزہ ہے۔

سوم:۔ پہلی آیت میں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ جو فرمایا گیا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا کو کچھ آیتیں یا جملے بھول بھی گئے۔ وہ وقوع میں تصور نہیں ہے

ف

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ وحی کا کوئی لفظ دھیان سے اُتر جائے، جلدی کرکے الفاظ قرآنی کو بیچ بیچ میں دُہرانے لگتے۔ اس سے وحی میں گول مال ہو جانے کا احتمال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو پڑھنے اور سیکھنے کا ادب تعلیم فرمایا کہ پہلے بات پوری سُن لو تب اس کو دُہراؤ۔ وحی کا یاد رکھنا تمہارا کام نہیں ہے۔ ہم اس کو ایسا تمہارے ذہن نشین کر دیں گے کہ پھر تم بھولو گے ہی نہیں۔ یہ مضمون قرآن شریف میں اور دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۃ طٰہٰ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- اے پیغمبر تمہاری طرف

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ

قرآن جو وحی کیا جاتا ہے) وحی کے تمام ہونے سے پہلے قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کرو

دوسری آیت سورۃ القیامۃ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!-

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ

(اے پیغمبر!) وحی کے (یاد کرنے کے) لئے اپنی زبان نہ چلانے لگا کرو تاکہ تم کو وحی جلدی سے یاد ہو جائے۔ (تم کو) قرآن کا یاد کرا دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے تو جب ہم قرآن پڑھ چکا کریں تو (اس کے بعد تم بھی) اس کے پڑھنے کی پیروی کیا کرو پھر اس کا سمجھا دینا (بھی) ہمارا ہی کام ہے (غرض تم کو جلدی کرنی نہیں چاہئے۔

ف

ان آیات کریمہ میں دو معجزوں کا بیان ہے۔

ف

یہ سورۃ المزمل مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوی۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن جس کے کچھ اجزاء نازل ہو چکے ہیں بعد تکمیل ایک مکمل اور بھاری حکم ہوگا ثقیل چیز کی شان یہ ہے کہ ایک ہی جگہ پر باقی رہے اور اس کو زوال نہ آئے۔ پس آیت میں اشارۃً اس امر کی پیشنگوئی ہے کہ قرآن مجید دنیا میں قیام قیامت تک باقی رہے گا اور اس کو کچھ زوال نہ ہوگا۔ دوسری پیشنگوئی میں تم پڑھ آئے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا اور خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اب ان دونوں پیشگوئیوں کو ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی کمی بیشی ہوی نہ ہوگی اور وہ اسی شان سے قیامت تک پردۂ دنیا پر باقی رہے گا۔ یہ عظمت اور یہ شان دنیا کی کس آسمانی یا غیر آسمانی کتاب کو نصیب ہے؟ کسی کو بھی نہیں۔

پیشنگوئی

(۱۴۶)

رسول کی پچھلی حالت اگلی حالت سے بہتر ہوگی

جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۔	اور اے پیغمبر۔ البتہ تمہاری پچھلی حالت* تمہارے لئے اگلی حالت سے بہتر ہوگی۔

یہ پوری سورۃ مکی ہے جو مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوی

* امام فخر الدین رازی رحمہ نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور ہے بھی یہی صحیح۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ہشتم ۱۲

مطلب یہ ہے کہ خدا پیغمبر کو قرآن اسطرح پڑھا دیگا کہ پھر وہ نہ بھولیں گے لیکن خدا خود اگر کسی آیت کو بھلوا دینا چاہے تو ضرور بھلا دیگا اور پیغمبر بھول جائیں گے۔ غرض اللہ ہر امر پر قادر ہے۔ رسول کا بھولنا ثابت نہیں ہوتا نہ آیت کا یہ منشا ہے بلکہ قرآن کی بیشمار آیتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن مجید کا محافظ خود اللہ ہے اور وہ اس کا ایک شوشہ بھی گھٹنے نہ دیگا۔

قرآن مجید جیسا کہ پیغمبر خدا کے اوپر نازل ہوا، ویسا ہی بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے اسوقت بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اخبار، آثار، تاریخ اور تواتر سے ایسا ہی ثابت و متیقن ہے اور اس کا انکار جہل مرکب ہے۔

یہ بحث ہم دوسری پیشینگوئی کے تحت میں کر آئے ہیں اور مقدمۂ کتاب میں خود علمائے نصاریٰ کی شہادتوں سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید جس طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، بلا کسی کمی و بیشی کے اسوقت بھی ویسا ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اور سینوں میں موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۱۴۵)

قرآن بھاری یعنی باقی رہنے والی چیز ہے

جیسا کہ سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ (اے پیغمبر!)

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا	ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى	پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ (کسیطرح) ناخوش ہوا اور البتہ تمہاری پچھلی حالت تمہارے لئے اگلی (حالت) سے کہیں بہتر ہے اور تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے۔

ف

وحی کے آنے میں چند روز کی دیر ہو گئی تو مکہ کے کافروں نے چھیڑنا شروع کیا کہ محمدؐ کو اس کے خدا نے چھوڑ دیا۔ یہ سورت اُسی چھیڑ خانی کا جواب ہے (مولوی نذیر احمد دہلوی بر حاشیہ ترجمہ)

اللہ تعالی نے اپنے رسول کو کس چیز کی عنایت کرنے کا وعدہ کیا ہے جو ان کی خوشی و رضامندی کا موجب ہو گا۔ اس امر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض فتح مکہ کو مراد لیتے ہیں۔ بعض تسخیر عرب کو بتاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کثرت اعوان و مومنین کا وعدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں عام نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ان تفاسیر میں سے کوئی سی تفسیر بھی تشفی بخش نہیں ہے نہ کسی سے معنی کی پوری تعئین ہوتی۔

پہلے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود کس بات کی زیادہ خواہش تھی اور وہ اللہ سے کیا تمنا رکھتے تھے جس کے لئے آخر میں وعدہ کیا گیا کہ اب اللہ تم کو وہ چیز عطا کر دے گا جس کی تمھیں خواہش و تمنا تھی اور جس سے تم خوش اور راضی ہو جاؤ گے

قرآن مجید میں تفحص اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم

واقعی جیسا خدا نے وعدہ فرمایا ویسا ہی کر دکھایا کہ ہر نوعیت سے پیغمبر کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بدرجہا بہتر ہو گئی اگرچہ آپ نے کبھی دنیا کی دولت سے زائد از ضرورت بشری کوئی تمتع نہیں اُٹھایا مگر خدا نے آپ کی غربت و عسرت کو دولت و فراغت سے بدل دیا۔ پہلے آپ بالکل بے یار و مددگار تھے آخر میں سب سے زیادہ اور زبردست جتھے والے ہو گئے۔ اوائل زمانۂ نبوت میں آپ دشمنان اسلام سے مغلوب تھے آخر اللہ نے انھیں لوگوں پر غالب کر دیا۔ جبتک آپ مکہ معظمہ میں رہے محکومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور دبے رہتے تھے یہاں تک کہ مجبور ہو کر مکہ کو چھوڑنا پڑا لیکن پھر کیا ہوا؟ خدا کے فضل سے وہی مجبور و بے بس تمام عرب کا فرمانروا بن بیٹھا۔ غرض جس صورت کو لو آپ کی ہر پچھلی حالت اگلی حالت سے بہتر نظر آئے گی۔ یہ یک ایسی صریح اور پر عظمت پیشنگوئی ہے کہ متعصب سے متعصب دشمن بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکتا۔

پیشنگوئی

(۱۴۷)

رسولؐ کو وہ چیز ملیگی جس سے وہ خوش ہو جائیں گے

جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ (اے پیغمبر) ہمکو

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى	چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی قسم جب (وہ سب چیزوں کو) ڈھانک لے کہ تمہارا

چوتھی آیت سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ۔	یہ (سورت بھی) اُسی کتاب (قرآن) کی (چند) آیتیں ہیں جن کا مطلب صاف ہے (اے پیغمبر!) شاید تم خودکشی کر بیٹھوگے کہ یہ لوگ ایمان (کیوں) نہیں لاتے

پانچویں آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ	بات یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے تو (اے پیغمبر!) ان لوگوں (کے حال) پر افسوس کر کر کے (کہیں) تمھاری جان نہ جاتی رہے (تم صبر کئے بیٹھے رہو کیونکہ) جیسے جیسے عمل یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ ان سے واقف ہے۔

ف

قرآن مجید ہی سے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش یا اہل مکہ کے مسلمان ہونے کی بڑی تمنا اور بڑی حرص تھی تو آیت زیر تفسیر کے معنی صاف اور متعین ہوگئے یعنے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بشارت دیتا ہے کہ تم کو جو اہل مکہ کے ایمان لانے کی اتنی حرص وآرزو ہے تو ہم اس آرزو کو بھی پوری کرکے رہیں گے تاکہ تم خوش اور راضی ہوجاؤ سو عنقریب، ان کینہ ور دشمنان اسلام کے سوا جن کا دوزخ میں پڑنا علم الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے سب اہل مکہ مسلمان ہوں گے

اہل مکہ اور قریش کے مسلمان ہو جانے کی بہت خواہش رکھتے تھے بلکہ ان کے ایمان لانے کی آپ کو حرص اور ضرورت سے زیادہ تمنا ہو گئی تھی اگرچہ اس بارہ میں بیشمار آیات کریمہ وارد ہیں مگر ہم اس مقام پر صرف پانچ آیتیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی آیت سورۃ التوبہ کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔	(لوگو!) تمھارے پاس تم ہی میں کے ایک رسول آئے ہیں۔ تمھاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے (اور) ان کو تمھاری بہبود کی حرص ہے اور وہ مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق (اور) مہربان ہیں۔

سورۃ التوبہ کی آخری دو آیتیں مکی ہیں اور باقی کل سورۃ مدنی ہے۔

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ۔	(اے پیغمبر!) اگر تم کو ان لوگوں کے راہ راست پر آجانے کی حرص ہے تو (اس خیال کو چھوڑ دو کیونکہ) خدا جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا اور کوئی ایسے لوگوں کی مدد کو بھی نہیں کھڑا ہوتا

تیسری آیت سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا	تو (اے پیغمبر!) اگر (یہ لوگ) اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے۔

قریش عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے جسمیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یہ لوگ خانۂ کعبہ کے مجاور تھے تمام جزیرۂ عرب ان کا بڑا ادب کرتا تھا ملک میں چاروں طرف لوٹ مار رہتی مگر خانۂ کعبہ کے ادب کیوجہ سے مکہ میں ہر طرح کا امن رہتا قریش کے لوگ جاڑے میں یمن کی طرف اور گرمی میں شام کی طرف تجارت کیلئے سفر کو جاتے اور کوئی ان کا مانع اور مزاحم نہ ہوتا بلکہ مجاور بیت اللہ سمجھکر ان کی خدمتیں کرتے جیسا کہ اب بھی عرب والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اس سورت میں خدا نے اپنی یہ نعمتیں جتا کر قریش کو سمجھایا کہ ان نعمتوں کا شکر، یہ چاہتا ہے کہ جس گھر کے طفیل میں تم کو یہ نعمتیں حاصل ہیں اس گھر کے مالک یعنی خدا کا احسان مانو، اور شرک وبت پرستی کو چھوڑ کر خالص اسی کی عبادت کرو اور ویسا ہی ہوا کہ قریش سب مسلمان ہو گئے اور آج کروروں قریشیوں میں سے ایک متنفس بھی غیر مسلمان نظر نہیں آتا ۔

پیشنگوئی

(۱۴۹)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی

جیسا کہ سورۃ النصر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ	(ای پیغمبر!) جب کہ خدا کی مدد آپہونچی اور (مکہ) فتح ہو گیا ۔

سب جانتے ہیں کہ قرآن کی یہ پیشنگوئی پوری ہوکر رہی یعنی اہل مکہ مسلمان ہوگئے اور وہ انشا اللہ تعالیٰ قیام قیامت تک مسلمان ہی رہیں گے۔

پیشنگوئی

(۱۴۸)
قریش سب مسلمان ہوجائیں گے

جیسا کہ سورۃ القریش میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

چونکہ (خدا نے) قریش کو جاڑے اور گرمی کے سفروں کی چاٹ لگادی ہے تو اون کو چاہیئے کہ اسی چاٹ کے لگا دینے کی وجہ سے اس خانہ (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں جس نے اون کو بھوک میں (دبے جوتے ہوئے) کھانے کو دیا اور (لوٹ کھسوٹ کے) خوف سے اون کو امن میں رکھا۔

ف

مکہ کی سرزمین میں کچھ پیداوار نہیں ہوتی اور خدا کی شان ہے کہ سب طرح کا غلہ اور میوہ دوسرے شہروں سے وہاں جاتا ہے اور ضرورت کی سب چیزیں میسر آتی ہیں۔

کمال کے بعد پھر زوال لازم ہے اور وہ موت رسول ہے ؂

اذا تم شئ دنیٰ نقصہ توقع زوالاً اذا قیل تم

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اور لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی خبر دینے کے بعد رسول کو ہدایت فرمائی کہ تم اللہ کی تسبیح میں مشغول ہو اور استغفار کرو۔ یہ ہدایت اس امر کی طرف اشارہ صریح تھا کہ تم اپنا منصب و فرض پورا کر چکے اب چلنے کی تیاری کرو اور خدا ہی کیطرف لو لگاؤ۔

تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو استغفار کا حکم دیا۔ اور معلوم ہے کہ استغفار آخر عمر اور چل چلاؤ کیوقت ہوتا ہے۔

چوتھے یہ کہ جب اسلام موید من اللہ ہو گیا مکہ فتح ہو گیا کافروں کا استیصال ہو گیا اور لوگ عام طور سے دائرۂ اسلام میں خوشی خوشی جوق جوق داخل ہونے لگے تو تو ثابت ہو گیا کہ رسول نے اپنا فرض پورا ادا کر دیا اور جب منصب نبوت پورا ہو گیا رسول جس غرض کے لئے بھیجا گیا تھا وہ کمال کو پہونچ گیا تو رسول کے رہنے کی ضرورت باقی نہ رہی یہی وجوہ تھے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو ابوبکر۔ عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت ملول ہوئے اور ان سب کو معلوم ہو گیا کہ اب رسول خدا کا وقت رحلت قریب آ گیا۔

لطیفہ

جناب فاروق اعظم حضرت عبد اللہ بن عباس کو باوجود کم عمر ہونے کے شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے اس پر لوگوں کو رشک ہوا چنانچہ بعض بزرگوں نے کہا بھی آپ اس بچہ کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

اور تم نے لوگوں کو (بچشم خود) دیکھ لیا کہ دین خدا (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو (اب) اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی مانگو بیشک وہ بڑا توبہ کا قبول کرنیوالا ہے۔

ف

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو صاف ایما فرما دیا کہ مکہ کا فتح ہونا اور لوگوں کا جوق جوق اسلام لانا اس بات کا نشان ہے کہ تم نے اپنا فرض رسالت پورا کیا تو اب آخرت کی اپنی تیاری کرو یہ سورۃ منیٰ میں حجۃ الوداع کے وسط ایام تشریق میں نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اب وقت سفر آخرت قریب ہے آپ نے جناب فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ بیٹی میں تم کو اپنے مرنے کی خبر دیتا ہوں اور مفسرنے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے اسی وقت ارشاد فرمایا کہ میں اپنے مرنے کی خبر دیتا ہوں اور میں اس سال دنیا سے رخصت ہو جاؤنگا۔

آیت کریمہ میں چند ایسی صحیح باتیں ہیں جس سے رسول خدا کی موت کی خبر معلوم ہو جاتی ہے۔ مثلاً رسول خدا کو نصرت و فتح کا ملنا اور ناس کا جوق جوق اسلام میں داخل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت اپنے تمام و کمال کو پہونچ گیا اور

ف بیہقی عن ابن عباس ۱۲

زندہ رہے پھر آیت وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ نازل ہوئی جس کے بعد آپ کل اکیس دن یا سات دن زندہ رہ کر ترسٹھ برس کی عمر میں رگزراۓ عالم بقا ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ایک سال زندہ رہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ دو سال زندہ رہے۔

بہر حال نزول سورۃ النصر کے بعد آپ کم سے کم ساٹھ دن یا زیادہ سے زیادہ دو سال زندہ رہے وفات کے وقت آپکی عمر (۶۳) سال کی تھی داڑھی اور سر کے صرف چند بال سپید ہوئے تھے قوائے جسمانی میں کوئی فرق نمایاں نہیں ہوا تھا اور یہ حالت ایسی نہ تھی جو یہ کہا جاسکے کہ آپ کے مرنے کے دن ہی تھے اور ضعف اور بڑھاپے پر نظر کرتے ہوئے ایسی پیشنگوئی حیرت ناک نہیں تھی۔

پیشنگوئی

(۱۵۰)

قرآن کے متعلق عجیب و غریب خبریں

جیسا کہ سورۃ حٰمٓ السجدہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ	اور یہ (قرآن) تو غالب بے نظیر کتاب ہے کہ جھوٹ نہ تو اس کے آگے ہی کی طرف سے اس کے پاس پھٹکنے پاتا اور نہ اس کے

جو ان کے ہمسر ہیں ان کو کیوں یہ موقع نہیں دیتے آپ نے فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے ایک دن اصحاب بدر مجلس میں جمع تھے حضرت عمرؓ نے مجمع صحابہ کی طرف خطاب کر کے پوچھا کہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ الخ سے کیا مراد ہے بعضوں نے کہا خدا نے حکم دیا ہے کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم خدا کا شکر بجا لائیں بعض بالکل چپ رہے۔ حضرت عمر نے عبد اللہ بن عباس کی طرف دیکھا انھوں نے کہا اس آیت میں رسول اللہ کی وفات کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محمد جب فتح و نصرت آچکی تو یہ تیرے دنیا سے اٹھنے کی علامت ہے اس لئے تو خدا کی حمد کر۔ اور گناہ کی معافی مانگ بے شبہ خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو تم نے کہا یہی میرا بھی خیال ہے۔ عـہ

غرض اس سورۃ کے نزول کے بعد رسول خدا صلعم بہت زیادہ تسبیح و تقدیس و استغفار میں مشغول رہنے لگے گویا اٹھتے بیٹھتے آپ کا یہی کام تھا یہاں تک کہ نزول سورۃ کے ساٹھ یا اسی دن کے بعد آپ نے دنیائے فانی سے انتقال فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النصر کے نازل ہونے کے کتنے دنوں کے بعد رسول خدا نے انتقال فرمایا؟ اس بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں صحیح ترین قول تو وہی ہے جو نواب صدیق الحسن خان قنوجی نے فتح الرحمن میں لکھا ہے کہ یہ سورۃ منیٰ میں حجۃ الوداع کے وقت نازل ہوئی پھر آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ نازل ہوئی اور اس کے بعد رسول خدا اسی دن زندہ رہے۔ پھر آیت کلالہ نازل ہوئی جس کے بعد رسول اللہ پچاس روز

عـہ ۔ بخاری ۱۲۔ عـہ صحیح بخاری تفسیر اذا جاء ۱۲۔ عـہ فتح الرحمٰن علامہ صدیق الحسن خان ۱۲۔

دوسری پیشنگوئی

عزیز کے دو معنی ہیں - ایک وہ جو ابھی بیان کیا گیا۔ اور دوسرے معنی ہیں عدیم النظیر یعنی وہ چیز جس کی نظیر و مثال نہ پائی جائے اس پیشنگوئی کے صحیح اُترنے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ عیاں راچہ بیان مشہور ضرب المثل ہے اولین و آخرین سب اس کے معارضہ سے عاجز رہے اور اس میدان میں کوئی بھی مردانہ وار قایم نہ رہ سکا۔ فصاحت میں بلاغت میں۔ حجت و بیان میں اخلاق و عرفان میں اپنے احکام کی عمدگی و سادگی میں اور تمام اصلاحات دینی و دنیاوی پر حاوی و مکمل ہونے میں غرض کسی بات میں کوئی کتاب نہ اس کا مقابل کر سکی نہ آیندہ اُس جیسی کوئی کتاب وجود میں آئے گی۔

ایک لفظ میں دو پیشنگوئیاں! یہ کمال بلاغت ہے۔

تیسری پیشنگوئی

یہ ہے کہ باطل قرآن کے آگے کی طرف سے اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا یعنی قرآن جیسا ہے ویسا ہی رہے گا اس میں سے کچھ کم نہیں ہو سکتا۔

چوتھی پیشنگوئی

یہ ہے کہ قرآن کے پیچھے کی طرف سے بھی اس تک باطل کا گذر نہیں ہوگا یعنی جتنا نازل کیا گیا ہے اتنا ہی رہے گا اس میں کوئی ایک شوشہ بھی اضافہ

خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔	پیچھے (کی طرف) سے (کیونکہ) (وہ حکمت والے سزاوار حمد (و ثنا یعنی خدا) کی اتاری ہوئی (کتاب) ہے۔

ف

اگرچہ بہ لحاظ آیت ہم نے ایک پیشگوئی قرار دی ہے لیکن درحقیقت اس عجیب وغریب کلام میں چھ پیشگوئیاں ہیں

پہلی پیشگوئی

عزیز کے معنی ہیں غالب وقاہر خدا نے قرآن مجید کو غالب وقاہر فرمایا اور ویسا ہی ہوا کہ اس نے نازل ہوتے ہی تمام اہل عرب کو اپنی حجت و برہان سے مغلوب ومقہور کر دیا اور اپنی بے نظیر فصاحت وبلاغت سے تمام فصحاے عرب کے چھکے چھڑا دیے صرف یہی نہیں کہ قرآن نے اس بارہ میں عرب کو ہی ساکت کر دیا بلکہ اس نے اپنے تمام مخالفین کو جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے مغلوب وعاجز کر دیا اس نے عام دعویٰ کیا کہ میں اللہ کی کتاب ہوں اور لاجواب کلام معجز ہوں پھر اس نے قیامت تک کیلئے دنیا بھر کے لوگوں کو چیلنج دیا کہ اگر کسی کو شک ہو تو وہ میری جیسی ایک ہی سورۃ جس میں کم سے کم تین آیتیں ہوں بنا کر پیش کر دے۔ مگر تیرہ سو برس گذر گئے آجتک کوئی ایک سورۃ بھی ویسی بنا کر پیش نہ کر سکا۔ گویا زبان حال وقال سے سب نے اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیا اور قرآن کے غلبہ کا بدیہی ثبوت دیدیا۔

ہمہ وقت نافذ نہیں ہو سکتے حکم الٰہی باور نہیں کرتے لیکن یہ ان کی کج فہمی کا عقدہ ہم دوسری جلد کے باب اوامر و نواہی میں کھولیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

چھٹویں پیشگوئی

یہ بھی مستنبط ہوتی ہے کہ کوئی ایسی کتاب جو قرآن کے مقابل یا معارض ہو سکے نہ اس (زمانۂ پیغمبر صؐ کے) وقت موجود ہے نہ آئندہ ہوگی پس آیت میں مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ۔ (اس کے سامنے) سے زمانۂ وجود مراد ہے اور مِنْ خَلْفِہٖ (پیچھے) سے زمانۂ آئندہ جیسا کہ ظاہر ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ (کوئی) باطل جو قرآن کے دعوے کو غلط کر سکے نہ تو اس کے سامنے سے اس کے پاس پھٹک سکتا۔ (یعنی نہ اسوقت موجود ہے کہ کوئی معارضہ کر سکے، نہ آئندہ (اس کے پیچھے سے) کوئی باطل ایسا ظاہر ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ آجتک کوئی ایسی کتاب جو قرآن کے مقابل میں کبھی جا سکے باوجود کوششوں کے غیر اسلامی دنیا پیش نہ کر سکی۔

پیشگوئی

(۱۵۱)

اسلام اور اسلامی حکومت مشرق و مغرب میں خوب پھیلیگی

نہیں کر سکتا۔

یہ دونوں پیشینگوئیاں صحیح ثابت ہوئیں اور قیامت تک صحیح ثابت ہوتی رہیں گی۔ قرآن کا کمی وبیشی سے محفوظ رہنا ایسی بدیہی اور متواتر دلائل وشواہد سے ثابت ہے جس سے بجز مجنون اور اندھے متعصب کے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا یہانتک کہ تسلیم کے سوا چارہ کار نہ پاکر متعصب سے متعصب عیسائیوں پادریوں، علمائے یورپ اور ہنود (دیکھو نزہتہ الناظرین) وغیرہ نے بھی صاف صاف الفاظ میں اقرار کر دیا کہ قرآن جس طرح محمد مصطفےٰ پر نازل ہوا۔ بعینہٖ اسی طرح بغیر کسی کمی بیشی کے اسوقت بھی موجود ہے۔

اس بحث کو ہم نے دیباچہ کتاب اور دوسری پیشینگوئی کے تحت میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

پانچویں پیشینگوئی

امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ جھوٹ نہ تو قرآن کے آگے کی طرف سے اس کے پاس پھٹک سکتا نہ پیچھے کی طرف سے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ قرآن نے جس چیز پر حق کا حکم لگایا وہ باطل نہ ہوگی اور جس چیز کو باطل قرار دیا وہ کبھی حق نہ ہوگی۔

قرآن کے اکثر احکام کو علمی دنیا والوں نے درست مان لیا ہے اور بعض امور سے بعض کجرائی پہلے انکار کرتے تھے ان کو زمانہ کی روشن ترقی نے خود چارونا چار منوایا بعض باتیں اب بھی ایسی ہیں جنکو علماء یورپ خلاف حکمت ومصلحت سمجھتے ہیں یا یہ کہکر کہ ایسے احکام دنیا کے ہر حصہ میں

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں چار مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ المعارج میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ

تو ہم کو مشرقوں اور مغربوں کے مالک (یعنی اپنی ذات پاک) کی قسم ہے کہ ہم اس بات پر (بھی) قادر ہیں کہ (دنیا میں) ان سے بہتر (مخلوق) ان کے بدلے لا بسائیں اور (ایسا کرنا چاہیں تو) کوئی ہمارے حکم سے باہر نہیں ہو سکتا۔

موسم کے ساتھ سورج اور چاند اور ستاروں کے طلوع و غروب ہونیکی جگہ بدلتی رہتی ہے اس لحاظ سے مشارق اور مغارب جمع کے صیغے فرمائے۔

ف

اس آیت میں چونکہ اللہ تعالیٰ مشارق و مغارب کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ہم ان کافروں کے بدلے دوسری مخلوق لابسانے پر قادر ہیں اس لئے کنایۃً یہ پیشینگوئی بھی نکلی کہ خدا مشرق و مغرب میں اسلام کو پھیلا دے گا چنانچہ ایسا واقع بھی ہو گیا۔

دوسری آیت سورۃ المزمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔

(وہ اللہ) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو اسی کو (اپنا) کارساز سمجھو۔

تیسری آیت سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ	اور اللہ ہی کا پورب اور پچھم تو جہاں کہیں منہ کرلو ادھر ہی کو اللہ کا سامنا ہے۔

چوتھی آیت بھی اس سورہ میں اس کے بعد ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔	(اے پیغمبر! تم کافروں سے) کہدو کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے جس کو چاہتا ہے (دین کا) سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔

ف

یہ پیشینگوئی اگرچہ بطور چیستان کے واقع ہوئی ہے مگر غور کے بعد عجیب غریب پیشینگوئی ثابت ہوتی ہے سمت چار ہیں ۔ مشرق ۔ مغرب ۔ جنوب شمال ۔ پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب دو ہی سمتوں کی قسم کھائی اور دو ہی سمتوں کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

جن لوگوں کی نظریں علم تاریخ و جغرافیہ میں وسیع ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلامی سلطنت زیادہ تر مشرق اور مغرب ہی میں پھیلی ۔ انہیں سمتوں میں اسلام زیادہ پھیلا اور شمال و جنوب میں مسلمانوں کا قدم بہت کم آگے بڑھا ۔ پس یہی رمز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب کیا اور اس ابلغ طریقہ میں یہ عجیب پیشینگوئی فرمائی کہ مشرق اور مغرب دو ہی سمتوں میں اسلام کی حکومت زیادہ ہوگی ۔

مزید توضیح کے لئے ناظرین اس نقشہ کو ملاحظہ فرمالیں ۔

کچھ پہلے صفحات میں گذر چکی ہے۔

پیشگوئی

(۱۵۳)

عذاب الٰہی پر ٹھٹھا کرنیوالوں کو عنقریب معلوم ہوگا

جیسا کہ سورۃ الشعراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

یہ سورہ مکی ہے۔

اور لوگوں کا دستور ہے کہ جب کبھی (خدائے) رحمان کی طرف سے اُن کے پاس کوئی نصیحت دکی نئی (بات) آتی ہے تو اس سے منہ پھیرے بغیر نہیں رہتے سو (خیر) انھوں نے جھٹلایا تو ہے مگر عنقریب ان کو اس (عذاب) کی حقیقت معلوم ہوگی جس پر ٹھٹھا مارا کرتے تھے۔

ف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنان اسلام کو اسلام کی دعوت دیتے

پیشگوئی

(۱۵۲)

یہود عرب دنیا میں ذلیل ہونگے

جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ۔

تو (اے یہود!) کیا کتاب (الٰہی) کی بعض باتوں کو تم مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے تو جو لوگ تم میں سے ایسا کریں اس کے سوا، ان کا اور کیا بدلہ ہوسکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں (ان کی) رسوائی ہو۔ اور (آخر کار) قیامت کے دن (دوزخ کے) بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹا دئے جائیں

ف

پیشگوئی سلسلہ تمام دنیا کے یہود سے متعلق ہے اور یہ پیشگوئی صرف یہودیان عرب کے بارہ میں کی گئی ہے۔ مار کھانا۔ قتل ہونا۔ مال ودولت کا چھن جانا۔ لونڈی غلام بننا۔ گھروں سے نکال باہر کیا جانا۔ غرض انسان کی جسقدر رسوائی ممکن ہے عرب کے یہودیوں نے سب آنکھوں دیکھا اور اس کی تفصیل

رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ۔

مگر (ہاں انھوں نے اسکو) خدا (ہی) کی خوشنودی حاصل کرنیکیلیے (ایجاد کرلیا تھا) لیکن جیسا کہ ان کو نباہنا چاہیئے تھا وہ نہ نباہ سکے تو جو لوگ ان میں سے ایمان لائے ان کو ہم نے اُن کے اجر عنایت فرمائے اور ان میں سے بھتیرے تو نافرمان ہیں۔



اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پادریوں اور مسیحی عالموں کا خصیصہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں میں رحم اور نرم دلی ڈالدی ہے یعنی رافت و رحمت اُن کے خصائص میں سے ہے۔ رہی رہبانیت یا ترک دنیا وہ خدا نے ان پر واجب نہیں گردانا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے خود ترک دنیا داری اپنے اوپر لازم کرلی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں اور اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا کہ رحم و نرم دلی پادریوں۔ اور علمائے نصاریٰ کا خاصہ ہے جو دنیا کی کسی قوم کسی مذہب کے عام پیشواؤں میں نہیں ہے۔

پادریوں اور مسیحی واعظوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے عوام بلکہ بعض خواص بھی ہر چند بدزبانی کرتے ہیں گالی دیتے ہیں۔ طرح طرح کی توہین و تذلیل کرتے ہیں۔ طرح طرح سے ستاتے ہیں بلکہ بعض اوقات مار پیٹ سے بھی باز نہیں رہتے مگر ان پادریوں کے دل جگر کو دیکھو کہ اُف تک نہیں کرتے بدلہ لینا تو بڑی بات ہے یہ سب ذلت ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے ہیں الٹے کر کسی کو برا بھلا

اور سمجھاتے تھے کہ اگر تم اسلام اختیار نہ کرو گے اور اپنے فسادوں سے باز نہ آؤ گے تو دنیا ہی میں تم پر آفت و عذاب نازل ہوگا اور ما بعد الموت کا عذاب تو اس کے علاوہ ہے کفار اس پند و نصیحت پر مضحکہ اڑاتے تھے اور بار بار چڑانے کو پوچھتے تھے کہ وہ عذاب کب نازل ہوگا۔ آخر مسلمانوں نے قوت پکڑی اور اُن نالائقوں کو دھر دبایا۔ جس عذاب کی ہنسی اڑاتے پھرتے تھے اس کو آنکھو دیکھا اور خدا کی پیشنگوئی پوری اتری

پیشنگوئی

(۱۵۴)

پادریوں اور مسیحی عالموں کا خصیصہ

جیسا کہ سورۃ الحدید میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَا

پھر ان کے پیچھے ان ہی کے قدم بقدم ہم نے اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور اُن کو انجیل عنایت فرمائی اور جو لوگ اُن کے پیرو ہوئے ان کے دلوں میں رحم اور ترس ڈال دیا اور دنیا کا چھوڑ بیٹھنا جس کو انھوں نے از خود ایجاد کیا تھا ہم نے وہ (طریقہ) ان پر فرض نہیں کیا تھا

ف

یہ مسلمانوں کا خصیصہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں سے اچھا کام کرنے کو کہتے اور برائی سے روکتے ہیں اور بلاشبہ یہ ایک ایسی بہترین خصوصیت اور برترین خصلت ہے جو سوا مسلمانوں کے دنیا کی کسی قوم و مذہب میں نہیں پائی جاتی ہے دنیا کی کسی قوم کو لو، کسی کو نہ دیکھو گے کہ ایک آدمی کو بُرا کام کرتے دیکھیں اور روکدیں اور بھلائی کی طرف بلائیں بخلاف اس کے مسلمان کبھی صبر نہیں کر سکتا وہ اگر کسی کو برا کام کرتے دیکھیگا ضرور دخل درمعقولات کر کے منع کرے گا۔ یا کم از کم ٹوکدے گا۔ وہ یہ سمجھکر کہ ہمیں دخل دینے سے کیا مطلب؟ کبھی خاموش نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو مسلمانوں ہی کی فطرت و جبلت میں رکھا ہے ممکن ہے کہ بعض نفوس اسلام اس سے مستثنیٰ بھی ہوں مگر کلیہ ہمیشہ اکثر پر قایم ہوتا ہے اور بعض سے ضابطہ نہیں ٹوٹتا۔

پیشنگوئی

(۱۵۶)

یاجوج ماجوج تمام دنیا پر چھا جائینگے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

نہیں کھ بیٹھتے گالی نہیں دیتے۔ عدالت میں چارہ جوئی نہیں کرتے۔ بلکہ ان سب رسوائیوں اور عوام کالانعام کی زیادتیوں کو برداشت کرتے ہوئے اُسی کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے منصب کو پورا کرتے اور میدان اشاعت مذہب میں سرگرم چلے جاتے ہیں۔ جو زیادتیاں پادریوں کے ساتھ کیجاتی ہیں اگر اس کا دسواں حصہ بھی کسی دوسرے مذہب کے عالموں لیساتھ کیا جائے تو کشت وخون کا بازار گرم دکھائی دے یہ پیشنگوئی نہیں ہے۔ علمائے نصاریٰ کا خصیصہ بیان کیا گیا ہے مگر کسی قوم کا ایسا خصیصہ بیان کرنا جو ہمیشہ یا صدیوں تک باقی رہنے والا ہو اور اس گروہ کے خصائص میں سے ہو جائے کسی بشر کا کام نہیں ہے۔

پیشنگوئی

(۱۵۵)

اہل اسلام اور محمدیوں کا خصیصہ

جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

لوگوں (کی رہنمائی) کیلئے جس قدر امتیں پیدا ہوئیں اُن میں تم (مسلمان) سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام (کرنے) کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۝ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۝ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ

ادُھر) یاجوج اور ماجوج (کی قوم ہے وہ لوگ ہمارے) ملک میں (آکر) فساد کرتے ہیں (آپ کی مرضی ہو تو) ہم آپ کے لئے چندہ جمع کردیں بشرطیکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنادیں ذوالقرنین نے کہا کہ وہ مال جس میں میرے پروردگار نے مجھے اختیار دی رکھا ہے کافی ہے (چندہ کی ضرورت نہیں مگر ایسی ہی مدد کرنی ہے تو) (ہاتھ پاؤں کے) زور سے میری مدد کرو میں تم لوگوں میں اور ان لوگوں میں ایک دیوار کھینچ دونگا (اچھا تو) لوہے کی سلیں ہم کو لادو (چنانچہ وہ سلیں لائے اور ضروری کارروائی ہوتی رہی) یہانتک کہ جب ذوالقرنین نے دونوں کنگاروں کے بیچ (کی کشادگی) کو (پاٹ کر) برابر کردیا تو حکم دیا کہ (اب اس کو) دھونکو یہانتک کہ جب دیوار کو (لال) انگارا کر دیا تو کہا کہ اب ہم کو تانبا دو کہ اسکو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دیں غرض (اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار تیار ہو گئی کہ یاجوج ماجوج) نہ تو اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے (ذوالقرنین نے اس دیوار آہنی کو دیکھکر) کہا یہ میرے رب کی مہربانی ہے لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ (موجود) ہوگا تو اس کو ڈھا کر برابر کردیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے اور (اے پیغمبر) ہم اس دن یہ حال کردینگے کہ (دریا کی) لہروں کی طرح (سب) ایک میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے —

پہلی آیت سورۃ الکہف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ
قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ
ذِكْرًا اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ
وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰى اِذَا
بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ
وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰى
اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى
قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ
مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰى
اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ
وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا
لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ
قَوْلًا قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ
اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

اور (اے پیغمبر!) لوگ تم سے ذوالقرنین کا حال
دریافت کرتے ہیں تم (ان سے) کہو کہ میں تمکو
اس کا تھوڑا سا تذکرہ پڑھکر سناتا ہوں (خدا فرماتا ہے)
کہ ہم نے اس کو روے زمین پر بڑی قدرت دی
تھی اور ہم نے اس کو ہر طرح کے ساز وسامان
دے رکھے تھے چنانچہ وہ ایک سامان کے
پیچھے پڑا (سفر مغرب کی تیاری کرنے لگا) یہانتک
کہ جب (چلتے چلتے) آفتاب کے غروب ہونیکے مقام پر پہنچا
تو اسکو آفتاب ایسا دکھائی دیا کہ (جیسے) وہ کالی کالی
کیچڑ کے کنڈ میں ڈوبتا ہے اور دیکھا کہ اس (کنڈ)
کے قریب ایک قوم (بھی آباد) ہے (بیچ کی ایک آیت ہم نے چھوڑ دی ١٢)
پھر وہ ایک اور سامان کے پیچھے پڑا (یعنی سفر مشرق
کی تیاری کرنے لگا) یہانتک کہ جب (چلتے چلتے) آفتاب کے
نکلنے کی جگہ پہنچا تو اس کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب کچھ لوگوں
پر طلوع کرتا ہے جن کے لیے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی
آڑ نہیں رکھی پھر وہ ایک اور سامان (سفر) کے پیچھے پڑا
یہانتک کہ جب (چلتے چلتے ایک پہاڑی کی گھاٹی
کے) دو کگاروں کے بیچ میں پہنچا تو دیکھا کہ کگاروں کے
ادھر ایک قوم (آباد) ہے (اور وہ ایسے وحشی ہیں)
کہ بات سمجھنے کے پاس تک نہیں پھٹکتے ان لوگوں نے
(اپنی بولی میں) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین (اس گھاٹی کے

جواب

اس کا ابطال خود اسی آیت میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا - یعنی ذو القرنین نے آفتاب یا اس کالے کیچڑ کے کنڈ کے پاس ایک قوم کو پایا ایک بے وقوف سے بے وقوف بھی سمجھ سکتا ہے کہ آفتاب کے پاس یا جس کنڈ میں آفتاب دوبتا ہو اس کے نزدیک انسانی آبادی کا وجود محال ہے پھر ایک سمجھدار کیونکر ایسی بات کہہ سکتا ہے

بات یہ ہے کہ ذو القرنین سمندر اور غالباً بحر اسود کے کنارہ پر تھا - اس لئے آفتاب اس کو پانی میں ڈوبتا نظر آیا اور سمندر خصوصاً بحر اسود کا پانی ہوتا بھی کالا ہے - تو سورج کا کنڈ میں ڈوبنا واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ ذو القرنین کی رویت کی کیفیت کا بیان ہے - جس طرح ہم لوگوں کو شام کے وقت آفتاب درختوں میں یا زمین میں یا پہاڑ کے نیچے ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہی کہنے میں بھی آتا ہے کہ دیکھو وہ آفتاب درختوں میں ڈوب رہا ہے یا پہاڑ کے نیچے جا رہا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سکندر کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب کیچڑ کے کنڈ میں ڈوب رہا ہے یہ نہیں فرمایا کہ آفتاب کیچڑ کے کنڈ میں ڈوبتا تھا -

نظام بطلیموسی والے آفتاب کی گردش کے قائل تھے اور ان کے نزدیک رات دن آفتاب ہی کی گردش کا اثر ہے نظام فیثا غورث اس کے خلاف ہے اور آج یورپ اسی مسلک پر ہے اب دیکھو کہ اہل یورپ باوجود اس کے کہ آفتاب کو سیارہ نہیں مانتے گردش آفتاب کے قائل نہیں ہیں - دن و رات کا سبب حرکتِ ارض کو قرار دیتے ہیں مگر لٹریچر میں آفتاب کے غروب ہونے اور

ف

آیت کریمہ میں چند دلچسپ مباحث قابل تصریح ہیں۔

پہلی بحث

مغرب الشمس سے کیا مراد ہے! اس لئے کہ آفتاب کے غروب ہونیکی جگہ تک نہ انسان کا پہنچنا کسی طرح ممکن ہے اور نہ آفتاب دراصل کسی مقام میں ڈوبتا ہے

جواب

مغرب الشمس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ ذوالقرنین درحقیقت وہاں تک جا پہنچا جہاں آفتاب ڈوبتا ہے کیونکہ آفتاب فقط ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ڈوب رہا ہے اصل میں وہ کسی گڑھے یا مقام میں غروب نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اسوقت پچھم طرف جہانتک رسائی ہوسکتی تھی وہاں تک ذوالقرنین جا پہنچا اور یہی مطلب مطلع الشمس کا بھی ہے۔

دوسری بحث

اس کے کیا معنی کہ آفتاب کالے کیچڑ کے کنڈ میں ڈوبتا تھا کیونکہ آفتاب یقیناً کسی کنڈ میں نہیں ڈوبتا نہ یہ امر ممکن ہے۔

اس بارہ میں بالکل سکوت ہے۔ البتہ علماء و مورخین نے اس تحقیق میں بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں پھر بھی کوئی تسلی بخش بات نہیں نکلتی اس مقام پر اس بحث کا چھیڑنا ہمارے منصب میں داخل نہیں ہے کتاب "المختصر" میں ہم نے اس کی تفصیلی مباحث کئے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الانبیاء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ۔

اور جس بستی کو ہم نے (ان کی نافرمانی کے باعث) ہلاک کر دیا ہو ممکن نہیں کہ وہ لوگ (قیامت کو) ہمارے حضور میں لوٹ کر نہ آئیں ہاں اتنا توقف ضرور ہوگا کہ یاجوج وماجوج کھولدئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوئے چلے آئیں۔

پانچویں بحث

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج کھولدئے جائیں گے اور وہ قرب قیامت میں ہر بلندی پر سے ڈھلکتے چلے آئینگے اس ارشاد سے مفسرین نے یہ استنباط کیا کہ یاجوج ماجوج کوئی جانداروں کا گروہ اسوقت پردہ دنیا میں موجود ہے اور وہیں قیدیوں کی طرح گھرا ہوا ہے جو قیامت کے قریب کھولدیا جائیگا اور وہ اس وقت اپنی احاطے سے رہا ہو کر تمام دنیا پر چھا جائینگے سد ذوالقرنین اسوقت ادھر کے رہنے والوں میں اور یاجوج ماجوج میں حائل ہے قیامت کے قریب یاجوج ماجوج اس سد کو توڑ کر ادھر کے رہنے والوں پر ٹوٹ پڑینگے اور سب گڈمڈ ہو جائینگے

طلوع ہونے کا محاورہ ان کے پاس بھی دائر و سائر ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ایسے محاورات میں واقعیت کا اظہار نہیں مقصود ہوا کرتا بلکہ اپنی رویت کی کیفیت کا بیان کرنا مطلوب ہوتا ہے۔

زمین کے مغرب جانب جہاں تک چلے جاؤ اکثر قطعات ارض کو سمندر سے محیط پاؤ گے اور یہ بحار غربیہ بہ نسبت دوسرے سمندروں کے بہت گرم اور سیاہ ہوتے ہیں چونکہ ذوالقرنین جانب مغرب کا سفر کر رہا تھا اور غالباً بحر اسود کے کنارہ پر تھا اس لئے شام کے وقت اس کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب گویا (بحر اسود) کالے کیچڑ میں ڈوب رہا ہے۔

تیسری بحث

بَیْنَ السَّدَّیْنِ یعنی پہاڑی کی گھاٹی کے دو کگاروں کے بیچ سے مراد وہ دونوں پہاڑ ہیں جن کے بیچ میں سد ذوالقرنین واقع ہے غالباً یہ آذربیجان اور ارمینیہ کے دو پہاڑ ہوں گے بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دو پہاڑ آخر شمال میں ہیں جہاں ارض ترک منقطع ہوتی ہے بعض مفسرین کا بیان ہے کہ سد ذوالقرنین بحر روم کے ادھر ہے اور بعضوں نے انواح ارمینیہ بتایا ہے

چوتھی بحث

ذوالقرنین کون تھا جس نے سد بنا کر یاجوج ماجوج کو بند کر دیا قرآن میں اسکی تصریح نہیں ہے کیونکہ وہ کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

رسائی نہ ہوئی ہو۔

لطیفہ

کلمبس کو جو امریکا کا دریافت کرنے والا کہا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کلمبس کو نہ تو امریکا کا علم تھا۔ نہ وہ اس کے دریافت کرنے کیلئے نکلا تھا وہ ہندوستان کے ارادہ سے جہاز پر سوار ہوا۔ ہندوستان کو آرہا تھا راہ میں جہاز راہ بھٹک کر امریکا کی طرف جا نکلا اور اسوقت معلوم ہوا کہ معلوم شدہ آبادی کے سوا، امریکا بھی ایک برّ اعظم ہے دریافت کرنے اور دریافت ہو جانے میں فرق کرنا چاہیئے۔ البتہ یہ کہسکتے ہیں کہ امریکا کلمبس کیوجہ سے دریافت ہو گیا۔ اس کے علاوہ بعض محققین نے تو دریافت امریکا کا سہرا مسلمانوں کے سر پہ باندھا ہے چنانچہ ونکنور لتیسنر نے سنین الاسلام میں لکھا ہے کہ مورخان یورپ کی ایک جماعت اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ اندلس اور اسپین کے عرب جو تجارت کے بڑے دلدادہ اور دنیا کے تمام ممالک میں بحر و بر کے ذریعے سے آتے جاتے تھے اُنھوں نے کلمبس سے بہت پہلے ۱۱۵۰ء میں امریکا (نئی دنیا) کا پتا لگا لیا تھا اور اس نئی سرزمین کو دیکھ چکے تھے البتہ اس دریافت سے وہ کوئی فائدہ نہ اٹھانے پائے۔

محقق چڑیاکوٹی علامہ عنایت رسول عباسی رحمۃ اللہ تعالی نے اپنی کتاب ( ) میں اس کے عجیب وغریب ثبوت دیئے ہیں اور اس کے وجوہ بھی بتلائے ہیں کہ باوصف عربوں کے دریافت کر لینے کے دریافت امریکا کا سہرا کلمبس کے سر پر کس لئے باندھا گیا۔

حدیثوں میں[ع] بیان کیا گیا ہے کہ یاجوج ماجوج بہت کثرت سے ہوں گے کہ جس تالاب پر سے گذریں گے ان کے پانی پینے سے وہ خشک ہو جائیگا

اعتراض

کیا جاتا ہے کہ دنیا محدود جگہ ہے اس کے اطراف معلوم ہیں۔ علمائے جغرافیہ نے زمین کا چپہ چپہ ناپ ڈالا ہے مگر یاجوج ماجوج اور سد ذوالقرنین کا کہیں نام و نشان نہیں ملا نہ ملتا اور یہ صاف امر، قرآن کے بیان کو غلط ثابت کرنے میں عمدہ دلیل ہے۔

پہلا جواب

اگر علم جغرافیہ مکمل ہو تو البتہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا مگر وہ ہنوز ناقص ہے بڑے بڑے سلسلہ جبال اور ریگستان کے اندرونی حالات قطبین بحر منجمد اور دریا کے اکثر حصوں کا حال بالکل مجہول ہے اس لئے بالفعل جغرافیہ سے ایسا استدلال ناقابل قبول ہے تو ایسی حالت میں یہ دعوی کرنا کہ اہل جغرافیہ کے دریافت پر ساری دنیا کا انحصار ہے کیسے قابل پذیرائی ہو سکتا ہے۔
ممکن ہے کہ جس طرح امریکا اور آسٹریلیا وغیرہ کا حال مدتوں مخفی رہا اسیطرح اب بھی ایسی زمینیں پردہ دنیا میں مستور ہوں جہانتک الی الآن مہذب دنیا والوں کی

ع دیکھو صحیح مسلم ۱۲

اللہ کی زمین وسیع ہے اگرچہ کلی طور پر تمام خشکی کو جغرافیہ والوں نے معلوم کر لیا ہے مگر ممکن ہے کہ آئندہ سمندر میں بڑے بڑے جزیرے برآمد ہوں اور یہ اقوام یاجوج ماجوج انہیں جزائر کی قومیں ہوں۔ برفستانی حصہ۔ برفستانی پہاڑ اور دور دراز سمندر کے نامعلوم جزائر بھی اسی میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔

پانچواں جواب

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یاجوج ماجوج ایسی قوم جو تمام دنیا پر چھا جانیوالی ہو اسوقت دنیا میں کہیں نہیں ہے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آئندہ ہزاروں لاکھوں برس میں بھی پیدا نہ ہو سکیں کیونکہ قرآن مجید نے ہم کو یہ نہیں بتایا ہے کہ یاجوج ماجوج کون لوگ ہیں اور کس قوم و قبیلہ کے ہیں!

یہ سب تاویلات اس وقت ہیں جب کہ عجائب پسند مفسرین اور ترجمہ نویسوں کے مسلک کو صحیح تسلیم کیا جائے کہ یاجوج ماجوج ایک عجیب وغریب بالشتی قوم یا تاڑ کے قد برابر والی قوم ہے اور سد کے اندر بند ہے اور قیامت سے کچھ پہلے سد توڑ کر باہر نکل پڑے گی پھر سد، اور یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین سب کو مجہول و نامعلوم سمجھ لیا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سرسید احمد خان نے ایک حد تک اس بارہ میں معقول بات لکھی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔ عہ

یاجوج ماجوج جو گاگ میگاگ کا معرّب ہے دراصل تاتاری ترک کی

عہ ازالۃ الغین عن ذی القرنین ۱۲۔

دوسرا جواب

امام رازیؒ نے مفاتیح الغیب میں لکھا ہے کہ سدِ ذوالقرنین شمال کی طرف ہے سیبیریا کے بعد شمال کی طرف بہت سے برفانی پہاڑ ہیں جو بارھوں مہینے برف سے ڈھکے رہتے ہیں ممکن ہے کہ ان برفانی پہاڑوں کے سہارے ہیں کوئی پست زمین، بے برف یا کم برف کی ایسی ہو کہ آدمی وہاں رہ سکے۔

تیسرا جواب

بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج پہاڑوں کے اندر رہنے والی قوم ہے اور اُن کے آنے جانے کا صرف ایک ہی رستہ دو پہاڑوں کے درمیان تھا اور ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مضبوط آہنی سد بنا دینے سے ان کا رستہ مسدود ہو گیا۔ پس مرورِ زمانہ اور انقلاباتِ دہری سے ممکن ہے کہ وہ سدِ آہنی مٹی میں دب گیا ہو اور بلند ہوتے ہوتے پہاڑ کی بالائی چوٹیوں سے جا ملا ہو اور پھر کسی وقت زلزلہ یا کسی حادثہ سے، وہ سد منہدم ہو جائے اور رستہ کھل جائے تا آنکہ یاجوج ماجوج ترقی یاب ہو کر تحت سعود دیر اس آہنی سد کو توڑ کر باہر نکل آئیں۔

چوتھا جواب

اور آٹھ سو کوس تک نہیں گز اونچی اور اسقدر چوڑی ہے کہ چھ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے اس پر گھوڑا دوڑا سکتے ہیں ع ۵

اگر سر سید کی یہ لگتی ہوئی تفسیر صحیح مان لی جائے اور تاتاریوں کو ہی یاجوج ماجوج تسلیم کیا جائے تو قرآن کی پیشینگوئی کی صحت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

ختائیوں نے اپنی بے مثل کاریگری سے دیوار چین بنا کر وحشی تاتاریونکو اسوقت تو ضرور روکدیا اور اُن کی لوٹ مار سے محفوظ ہوگئے مگر تاتاری زیادہ دن تک بند نہ رہ سکے آخر انھوں نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور اپنی وحشیانہ خونخواریوں سے ایک عالم کو تہ و بالا کر ڈالا اور جسطرف گذرے زمین کو ہلا ہلا ڈالا خلافت عباسیہ جو چھ سو برس سے دنیائے اسلام پر داد فرمانروائی دے رہی تھی ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کی گمراہی سے انہیں تاتاریوں کے ظلم و ستم کی بھینٹ چڑھ گئی اور اس خلافت کی بربادی سے عرب خصوص اسلام کو ایسا سخت صدمہ پہنچا جو اسوقت تک اُس کو نہ پہنچا تھا۔

مگر قرآن مجید کے الفاظ ،، وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ،، سے یہ صراحت نکلتی ہے کہ یاجوج ماجوج ہر بلندی سے ڈھلک پڑیں گے اور تمام دنیا پر چھا جائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ وحشی تاتاری تمام دنیا پر نہیں پھیلے تھے بلکہ اُن کے جولانگاہ غارتگری ہی ایشیائے کوچک اور عراق وغیرہ رہے ہے اور ان امور پر گہری نظر کرتے ہوئے سر سید کی تفسیر کچھ زیادہ وقیع ثابت نہیں ہوتی۔

ع ۵ سر سید نے اس مقام پر مسٹر جیمس کا کرن کی تاریخ سے اخذ کر کے اس دیوار کے عجیب حالات لکھے ہیں۔

قوم ہے جو اب تک موجود ہے اور تمام ملک تاتار اور چینی تاتار میں آباد ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس سد کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ وہی دیوار ہے جو چین اور تاتار یا ہتیا کی سرحد پر بنائی گئی ہے اور جس کو چی وانگ ٹی مغفور چین نے درمیان سنہ ۲۴۰ و ۲۲۵ قبل مسیح میں بنایا تھا۔

یہ دیوار ہانگ ہو دریا کی غربی موڑ سے جو ایک پہاڑ کے قریب ۳۷ درجہ ۱۵ دقیقہ عرض بلد اور ۱۰۷ درجہ طول بلد پر واقع ہے بننی شروع ہوئی اور پھر اس دریا کی دوسری موڑ کو کاٹ کر اور خنجان پہاڑوں کے جنوبی سلسلے کے نیچے ہو کر خلیج لیو ٹانگ کے کنارہ پر ٹھیک چالیس درجہ عرض بلد اور ایک سو بیس درجہ طول بلد پر ختم ہوئی ہے طول اس دیوار کا بارہ سو سے پندرہ سو میل تک بیان ہوا ہے۔

سر سید صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں چی وانگ ٹی فغفور چین کو ذوالقرنین کہا گیا ہے اور یاجوج ماجوج ترک تاتاری تھے جو قدیم ہتیا کے رہنے والے غارتگری اور لٹیرے پن میں مشہور آفاق تھے جب ان تاتاریوں نے بار بار یورش کر کے ختائیوں کو سخت عاجز کیا اور کوئی تدبیر ان کو ضبط کرنیکی نہ سوجھی تب اس دیوار کی بنا کی گئی۔ اور پانچ برس میں وہ تیار ہوئی اور سرحد ختا و تاتار پر واقع ہے اور حال اس کا یہ ہے کہ نہ پہاڑ نہ دریا کوئی اس کی ساخت کا مزاحم نہ ہوا۔ اور آٹھ سو کوس تک سب کو دفع کرتی ہوئی یہ دیوار اپنی منزل مقصود تک پہونچی ہے کئی مقام پر آدہ آدہ کوس کے اونچے پہاڑ کی چوٹی پر سے یہ دیوار کھنچی ہوئی ہے اور بعض جگہ بڑے بڑے دریاؤں پر پلوں کے اوپر سے نکلی ہے سمندر کے بیچ سے شروع اس طرح پر ہوئی ہے کہ صدہا جہاز پتھروں سے لدے ہوئے ڈبادئے گئے اور اس پر اس کی بنیاد قایم ہوئی

تو محض دل سے گڑھ کر ایک وجہ بنالی اور اُن بیچاروں نے تو حوالوں اور اگلوں کے بیانات سے بھی کام لیا تھا پھر انھوں نے کیا ایسا قصور کیا تھا کہ سید صاحب باوجود دعویٰ تہذیب ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئے اور لگے بے نقط سُنانے ۔

ثالثاً :- اس وجہ سے کہ سر سید نے جو وجہ تسمیہ ایجاد کر کے بیان کی ہے کہ شاہ چین کا عہد حکومت دو قرنوں یا دو زمانوں پر منقسم تھا ، ایک قرن میں اس نے ساز و سامان سطوت جمع کیا اور دوسرے میں فتوحات کرنے لگا اس لیئے اس کا لقب ذو القرنین ہوا - بالکل دور از کار اور مہمل وجہ ہے شاہ چین " چی وانگ ٹی " کی کیا خصوصیت ہے ؟ یہ بات تو دنیا کے سیکڑوں ہزاروں سلاطین میں بتائی جاسکتی ہے جنہوں نے ایک زمانہ میں ساز و سامان مہیا کر کے دوسرے یعنی آخر زمانہ میں فتوحات کا سلسلہ قایم کر دیا ، پھر جس پر چاہو ذو القرنین کا لقب چسپاں کر دو ان وجوہ البطال کے علاوہ خود قرآن مجید میں بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ کے صاف الفاظ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سد ذو القرنین دو پہاڑوں کی کگاروں کے بیچ میں ہے دیوار چین میں یہ بات کہاں ہے وہ تو تیرہ پندرہ سو میل کی لمبی دیوار ہے جو شیطان کی آنت کی طرح پہاڑوں اور دریاؤں کو پھاندتی ہوئی چلی گئی ہے - غرض سر سید کی یہ تفسیر بالکل لائق اعتنا نہیں ہے

بارہویں صدی کے مشاہیر علمائے ہندوستان میں سے علامہ حکیم محمد حسن امروہوی ایک بے مثل فلسفی اور علوم عقلی و نقلی کے بڑے جید فاضل گذرے ہیں وہ سر سید علیہ الرحمہ کے ہمعصر تھے علوم عربیہ کے سوا زبان عربی کے مستند عالم تھے سنسکرت کے ماہر تھے ایران فارسی

سرسید کا شاہ چین کو ذوالقرنین قرار دینا شبہ سے خالی نہیں ہے ذوالقرنین عربی لفظ ہے اور سرسید نے اسکی کوئی دلنشین وجہ نہیں بتائی کہ چی وانگ ٹی فغفور چین کا لقب ذوالقرنین کیوں ہوا۔ اگر یہ نام یا لقب عربوں نے اس کو دیا تو چاہیئے کہ وہ شاہ چین سے واقف ہوں حالانکہ تاریخ اسکی شہادت نہیں دیتی۔ نہ یہ کسی طرح بھی ثابت ہے کہ شاہ چین کا کوئی اثر کبھی ملک عرب پر رہا ہے اگر یہ کہا جائے کہ ذوالقرنین کے مماثل چینی زبان میں کوئی لقب اس کا تھا جس کا ترجمہ ذوالقرنین ہے تو اس کے لئے کافی شہادت درکار ہے واہمہ لڑانے سے کام نہیں چلتا اور پھر اس حالت میں بھی یہ بتانا ضرور ہوگا کہ ذوالقرنین اس کا لقب ہوا کیوں۔

سرسید نے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ:۔

چی وانگ ٹی جو سد کا بانی ہے جب بادشاہ ہوا اور اس کا پہلا قرن یا پہلا زمانہ، ساز و سامان اور اسباب قوت اور سطوت سلطنت کے جمع کرنے کا ختم ہوگیا اور اس کی سلطنت کا دوسرا قرن یا دوسرا زمانہ شروع ہوا تو اس نے ملک میں فتوحات شروع کیں اس وجہ سے اس کا نام ذوالقرنین پڑا۔

سرسید نے یہ ایک ایسی بھونڈی تاویل کی ہے جو کسی طرح چسپاں ہو ہی نہیں سکتی۔

اولاً:۔ اسوجہ سے کہ ذوالقرنین کی یہ وجہ تسمیہ کسی تاریخ میں درج نہیں نہ کہیں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔

ثانیاً:۔ اسوجہ سے کہ جب ایسے ہی من گھڑت تاویلات ماننے پر ہم مجبور ہیں تو علمائے مفسرین کی تاویلات کو نہ ماننے کی کیا وجہ؟ سرسید نے

یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے **یاجوج روس** و تمسک و توبل کے سردار میں تیرا مخالف ہوں (۴) اور میں تجھے پھرا ؤنگا اور تجھے اور تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو سب کے سب فاخرہ پوشاک پہنے اور سپریں لئے ہوئے ہیں اور سب کے سب تلوار پکڑنیوالے ہیں انہیں کھینچ نکالوں گا۔

اسی طرح فصل (۳۹) حزقیل میں ہے:۔

(۱) اس لئے تو اے آدم زاد یاجوج کے برخلاف خبر دے اور کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اے یاجوج روس و تمسک و توبل کے سردار (۲) اور میں تجھے پلٹ دونگا اور تجھکو لئے پھروں گا اور ایسا کروں گا کہ تو شمال کی اطراف سے چڑھ آئے اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں۔ (۶) اور ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں۔

ان تصریحات سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ کتب قدیمہ اور صحف انبیاء میں **روس والوں کو یاجوج** کہا گیا ہے اور چونکہ حضرت حزقیل نبی کے عہد میں یہ لوگ وہاں کی حکومت پر مسلط تھے اس لئے '' والی روس اور کہیں روس و تمسک و توبل کے سردار،، کے لقب سے بھی ملقب ہوئے۔

ماجوج کی تحقیق

قدیم اہل فارس یافث بن نوح کو جی افرام کہتے تھے چونکہ یافث کے

قدیم السنہ اور ژند یاژند کے استاد تھے اور انگریزی اچھی جانتے تھے انھوں نے
اپنی تفسیر کے مقدمہ میں ذو القرنین اسکی سد اور یاجوج ماجوج کی تحقیقات پر
ہر پہلو سے نہایت دلچسپ اور محققانہ مباحث کئے ہیں اور بحث کو تواریخ قدیمہ
اناجیل شریفہ، توریت مقدس، صحف انبیا، وید و کتب ہنود اور علم جغرافیہ سے
مطابق و مدلل کر کے ایسا صاف کر دیا ہے کہ پھر مطلق شبہ کی گنجایش باقی نہیں
رہتی۔ فاضل امروہوی کی اصل کتاب فارسی زبان میں ہے اس کا اردو ترجمہ
چھپ گیا ہے ناظرین مفصل مباحث اصل کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں
ہم اس مقام پر صرف اپنے مطلب بھر اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

یاجوج وماجوج کی تحقیق

یاجوج، جیسا کہ فصل (۱۰) تاریخ ایاول مندرجہ مجموعہ توریت میں ہے
یاجوج بن سمعیا بن اسرائیل بن روبن بن یعقوب کا نام ہے۔ یاجوج کا بیٹا سمعی،
سمعی کا بیٹا ریایار، ریایار کا بیٹا بعل اور بعل سے بئیسر، بیئل اور ذکریا وغیرہ کی
نسل چلی۔ یہ لوگ ملک روس میں آباد ہوئے اور حضرت حزقیل نبی کے زمانہ میں
مملکت روس پر مسلط تھے، مشرق فرات تک ان کی حکومت تھی اور ہر طرف
ان کی قوت و زبردستی کا ڈنکا بجتا تھا۔

فصل (۳۸) حزقیلؑ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

(۱) خداوند کا کلام مجھکو پہنچا اور اس نے کہا۔ (۲) کہ اے آدم زاد تو
یاجوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس اور مسک اور توبل کا
سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف خبر دی۔ (۳) اور کہہ کہ خداوند

یونان کے چار بیٹے تھے۔ ایک الیشا۔ جو خاص اہل امریکا کا جد اعلیٰ تھا۔ دوسرا تارسیس بن یونان جس کی اولاد صور فلسطین میں آباد ہوئی تیسرا بیٹا کتیم بن یونان جس سے جزیرۂ قبرس آباد ہوا، اور غالباً کارتھیج والے اسی کی نسل سے ہیں چوتھا دوڈونہ بن یونان بن یافث کہ یونان میں اسی کے نام کا ایک شہر اب تک موجود ہے یافث کا پانچواں بیٹا توبل جو تبت والوں کا ابوالنوع تھا اور شہر تبت جو منتہائے شمال میں مشہور شہر ہے اسی کا آباد کیا ہوا ہے اور اس کی حکومت ارض خطا، ترکستان، کوہ یرال، نہر توبال، تاتار اور کوہ ہمالہ کے گوشہ غربی و شمالی کے حدوں میں پھیلی ہوئی تھی۔

یافث کا چھٹواں بیٹا تمسک جد تسین و چین ہے اس کے نام کا ایک شہر سپیریا کے روس میں توبل سے مشرق و جنوب کی طرف واقع ہے حضرت حزقیل نبی کے زمانہ میں یہ دونوں شہر یاجوج کے قبضہ میں تھے اور اسی وجہ سے فصل (۳۸ و ۳۹) حزقیل میں یاجوج کو روس اور تمسک اور توبل کا والی و سردار کہا گیا ہے۔

یافث کا ساتواں بیٹا تارہ ہوا۔ جس کے نام کا شہر اب تک نہر توبل کے جنوب میں اور کوہ یرال کے مشرق میں واقع ہے تارہ کی اولاد، تاتار کے نام سے مشہور ہوئی۔

۸۷۰ قبل مسیح میں تلگت تلناصر اور پول کر دی نے یاجوج بن جیا کی اولاد کو گرفتار کر کے مملکت ماجوج کے ضلع دبارا دیابورا میں گنجہ کے متصل آباد کیا جہاں اسوقت کثرت سے گیلانی بستے تھے ان ماجوج گیلانی میں سے گیل گامتھ۔ اور گال، گیلان سے متفرق ہو کر لندن، سویڈن۔ نارویہ مملکت جرمن۔ نارمنڈ اور فرانس وغیرہ میں پھیل گئے اور یاجوج کی نسل

معنی سورج کے ہیں اس لئے اولاد یافث سورج بنسی مشہور ہوئی اور علیٰ ہذالقیاس اولاد سام کو چندر بنسی کا نام ملا اور حام کی اولاد اگنی کنڈی کے نام سے مخاطب ہوئی۔ توریت میں مصرح ہے کہ یافث بن نوح کے ساتھ بیٹے ہوئے ایک گومر یعنی کیومرث کلیوشاہ جس کا بیٹا اسکنز اہل سکزستان کا جد اکبر ہوا جو فارس اور بلوچستان کے بیچ میں واقع ہے۔ دوسرا بیٹا (گومر کا) رلیفث یعنی فارس ایران میں بسا تیسرا بیٹا تجرمہ آرمینیہ جس سے جرمن نکلے اور ان کی نسبت فصل (۳۸) حزقیل میں صاف لکھا ہے کہ وہ روس کے سردار کا ساتھی ہوگا یافث بن نوح کا دوسرا بیٹا **ماغوغ** جس کو یونان والے ماگوگ اور عربی میں ماجوج کہتے ہیں ان کی اصل مملکت ستھیا یعنی گیلان ہے ان کی بہت ساری قوموں میں سے دو قومیں بہت عظیم الشان ہوئیں ایک گال جو ملک گیلان کے اہل ستھیا تھے۔ دوسرے گاتھ جن کی دو شاخیں دلیسی اور ستروہوئیں۔ علامہ ابن خلدون مورخ نے طارق اموی کے حریف اسپینی شاہ اسپین اور اس کی قوم کو بھی نسل ماجوج سے لکھا ہے۔

نسل ماجوج سے کچھ لوگ زمانۂ آبادی یاجوج میں ملک ستھیا سے یورپ کی طرف گئے اور بقیہ زبردست یاجوج کے ساتھ ملک تاتار وغیرہ میں فنا پھیلاتے رہے۔

یافث کا تیسرا بیٹا **مادی** جس کی بادشاہت ہمدان سے گیلان تک تھی۔

یافث کا چھوٹا بیٹا یونان بن یافث تھا یہ لوگ پیتل کا سامان بہت رکھتے اور پیتل کا کام کرتے تھے اور چونکہ پیتل زرد ہوتا ہے اس لئے عرب میں بنو اصفران کا نام پڑ گیا۔

لکھا ہے بلکہ یاجوج اہل روس ہیں اور ماجوج اقوام یورپ جو اسوقت تمام دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔

ذوالقرنین کی تحقیق

ذوالقرنین دنیا کے کئی بادشاہوں کا لقب ہوا ہے۔ ایک بادشاہ ذی القرنین حمیری دوسرے ذو القرنین سکندر یونانی تیسرے کیقباد اور چوتھے انگریز لیکن قرآن مجید میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ کیقباد فاتح فارس ہے۔

یہ ذو القرنین مادی بن یافث بن نوح کی نسل سے ہے۔ اس کا نام کیقباد داحشویروشس بن اول ہے اور کورش اول عـــہ اور سائرس کبیر کے لقب سے مشہور ہوا۔

دانیال فصل (۸) میں حضرت دانیال ؑ کا ایک خواب لکھا ہے کہ:-

(۱) مجھکو ہاں مجھ دانیال کو ایک خواب نظر آیا جو شروع میں نظر آیا تھا (۲) اور میں نے عالم رؤیا میں دیکھا اور جسوقت میں نے دیکھا ایسا معلوم ہوا کہ میں سوسن کے قصر میں ہوں جو صوبہ ایلام میں ہے پھر میں نے دیکھا کہ دولائی کی ندی کے کنارہ پر ہوں۔ (۳) تب میں نے آنکھیں اٹھا کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے آگے **ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں** - اور دونوں سینگ اونچے ہیں -

عـــہ فصل (۸) دانیال و (۲۱) یسعیا ۱۲

ملک روس۔ توبل اور تمسک وغیرہ میں مسلط رہی۔

اصل توریت عبری میں یاجوج وماجوج کو **غوغ وماغوغ** کہا گیا ہے سکندر کے وزیر کے بیٹے بطلیموس دوم نے جب اس کا ترجمہ یونانی میں کرایا تو غوغ ماغوغ کو گوگ وماگوگ لکھا گیا جس کو انگریزی کتابوں میں ایگاگ و میگاگ لکھنے لگے پھر جب آریہ مملکت کیشیا نے اس کو سنسکرت میں لیا تو اپنی زبان میں ڈھالکر گوگ وماگوگ کو کوک وکوک لکھدیا چنانچہ رگ وید میں ایسا ہی ہے غرض ماجوج، ممالک ستھیا گیلان میں بستا تھا کہ ...... قبل مسیح میں تلگت تلنا صر اور اس کے باپ، پول کردی نے بئیر وغیرہ نسل ماجوج پر فتح پائی اور ان کو نہر جوران کے متصل ملک گیلان کے پاس آباد کیا اور اسی وجہ سے ماجوج، گیلی اور گال کے ناموں سے مشہور ہوئے جن میں گاتھ بڑی زبردست قوم یورپ میں ہو گذری ہے ملک گیلان (مملکت یاجوج) میں آباد ہونے کے بعد نسل ماجوج کا بڑا حصہ شمال جرمن، نارمنڈے اور فرانس وغیرہ میں پھیلا اور یاجوج کی اولاد بعض اولاد ماجوج کے ساتھ، ممالک شمال کوہ قاف میں داغستان والالان اور کشیا ہوتے ہوئے سویڈن ناروے اور ڈنمارک سے گذر کر روس، توبل اور تمسک پر قبضہ کر بیٹھے اور تاتار کو کمزور پاکر اور ان برگ کی گھاٹی یورال پر سے اترتے اور ان کے ملک میں ہر طرف تاخت وتاراج کرتے پھرتے تھے اور انہیں تاتاریوں کی حفاظت کے لئے ذوالقرنین نے سد بنائی تھی پس اس سے صاف روشن ہے کہ یاجوج وماجوج دو فردوں کے نام نہیں ہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے

چونکہ حضرت دانیال نے خواب میں مینڈھے کو دو سینگوں کے ساتھ دیکھا تھا۔ جس سے کیقباد اخشویروش کی زبردست سلطنت کی پیشینگوئی مستنبط ہو کر واقع ہو گئی چنانچہ پہلے ہمدان و موصل کا بادشاہ ہوا پھر فارس کے دونوں طرف کا فاتح و قابض ہو کر دنیا کا سب سے بڑا زبردست شہنشاہ فاتح ثابت ہوا، اس مناسبت سے اس کا لقب **ذوالقرنین** پڑا یعنی دو سینگوں والا بادشاہ اور دو سینگوں سے وہی مینڈھے کی دو سینگیں مراد ہیں جو دانیال نے خواب میں دیکھی تھیں۔

سنہ ۶۰۶ قبل مسیحی میں بخت نصر بابلی نے بیت المقدس کو فتح کیا اور یہویقیم کو بادشاہ بنا کر واپس گیا پھر سنہ ۵۹۹ قبل مسیحی میں یہویکین یہودی کو تاج حکومت پہنایا۔ وہ کمسری کی وجہ سے امور مملکت کا بار نہ اٹھا سکا تو تین مہینے کے بعد صدیقیا کو تاج بخشی کی صدیقیا حضرت یرمیا نبی کی نصیحت نہ مان کر بخت نصر کا مخالف ہو گیا بخت نصر نے غضبناک ہو کر سنہ ۵۸۸ قبل مسیحی میں یہودا اور بیت المقدس دونوں کو تخس نخس کر ڈالا اور ہزاروں یہود بنی اسرائیل کے ساتھ حضرت دانیال کو بھی گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔

سنہ ۵۶۳ قبل مسیحی میں بخت نصر کے وجود سے دنیا خالی ہوئی۔ اور اس کی جگہ اس کے بیٹے اویل مردوک نے لی۔ مردوک کے بعد برکلیسر ہوا۔ برکلیسر کے بعد لاسواسوار اور لاسواسوار کے بعد بخت نصر کا دوسرا بیٹا بادشاہ ہوا۔

کورش اول کیقباد ذوالقرنین بہتر برس کی عمر میں بائیس سال کی سلطنت کے بعد سنہ ۵۳۶ قبل مسیحی میں بابل پر فتحیاب ہوا۔ اور مظلوم یہودیوں کو قید بابل سے رہا کر کے ان کو بیت المقدس میں آباد کیا۔

(۱۴) میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ پچھم۔ اتر۔ دکھن ہر طرف سینگ مارتا تھا یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا یہانتک کہ بہت بڑا ہو گیا۔ (۱۵) اور ایسا ہوا کہ جب میں دانیال نے یہ خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کی تلاش کرتا تھا تو دیکھا کہ میرے سامنے کوئی کھڑا ہے جس کی صورت آدمی کی سی ہے (۱۶) اور میں نے ایک آواز آدمی کی سی سنی کہ اے جبرئیل اس شخص کو اس خواب کی معنی سمجھا دے (۱۷) چنانچہ جہاں میں کھڑا تھا وہاں وہ میرے نزدیک آیا اور جب وہ میرے نزدیک پہنچا تو میں ڈر کر اوندھے منہ گرا پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اے آدم زاد سمجھ کیونکہ یہ روایت انجام کو پہنچیگی۔ (۱۹) اور کہا کہ دیکھ میں تجھے سمجھاؤں گا کہ قہر کے آخر میں کیا ہوگا کیونکہ مقرر وقت پر تمام ہوگی (۲۰) وہ مینڈھا جس کو تو نے دیکھا کہ اس کے دو سینگ ہیں سو وہ مادی فارس کا بادشاہ ہے۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے

خواب میں دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں اور وہ ان دونوں سینگوں کو ہر طرف مارتا پھرتا ہے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ کورش اول اخشویروش کیقباد جو حضرت دانیال کا ہمعصر تھا فارس وغیرہ کا زبردست بادشاہ ہوگا اور ہر طرف اس کی فتوحات پھیل پڑیں گی۔

یہ تعبیر پوری ہوئی کہ کورش کیقباد فارس پر فتحیاب ہو کر اس کے دونوں طرف کا بادشاہ ہوا، اور ہر طرف اس کی سطوت وجبروت کا شاندار علم لہرانے لگا۔

تاتاری لوگ یعنی تارہ بن یافث بن نوح کی اولاد، اورن برگ سے متصل، کوہ یرال کے پورب طرف آباد تھے۔ زبردست وحشی روسی یاجوج یعنی (بقیہ) گیلانی رعایا ماجوج کو لیکر اورن برگ کی گھاٹی سے اتر کر ان کو لوٹتے۔ تکلیف دیتے، ہر طرف تاخت وتاراج کرتے پھرتے اور ملک کو تباہ کر کے چلے جاتے تھے مظلوم تاتاری ان کا کچھ نہ کر سکتے تھے۔ جب ذوالقرنین[عہ] ادھر گذر ہوا تو اس کو باجبروت اور صاحب قوت شہنشاہ دیکھ کر تاتاریوں نے حاضر ہو کر فریاد کی کہ روس والے یاجوج، ستھیائے گیلان کے ماجوج کے ساتھ آکر ہر سال ہم کو ستاتے ہیں، اگر آپ کسی ترکیب سے ہمارے اور ان کے درمیان میں کوئی ایسی روک بنادیں کہ ہم کو یاجوج وماجوج سے پناہ مل جائے تو ہم چندہ جمع کر کے آپ کو مالی امداد بھی دے سکتے ہیں۔ ذوالقرنین نے ان سے مالی امداد کا لینا گوارا نہیں کیا، البتہ ان کے زور بازو اور ان کی محنت ومشقت سے مدد لیکر کوہ یرال کے پورب طرف اورن برگ کی گھاٹی کے پاس تیس میل کی لمبی ایک نہایت مضبوط سد (دیوار) کھینچدی جس سے روسی یاجوج اور گیلانی ماجوج کا ادھر آنا مسدود ہو گیا اور تاتاریوں کو ان کے شر سے بالکل پناہ مل گئی۔

یاجوج وماجوج اور ذوالقرنین کی تحقیق اور سد یاجوج وماجوج کی تاریخ وتعیین ہو چکی تو اب واضح ہو کہ قرآن مجید کی آیات مذکورہ عنوان زیر بحث میں تین عمدہ پیشین گوئیاں ہیں۔

پہلی پیشین گوئی

سد ذوالقرنین کا ٹوٹنا ہے۔

عہ انگریزی جغرافیہ اورن برگ۔

و فتح و نصرت کے پرچم اڑاتا ہوا مقام عین الشمس پر گیا جہاں، پہلے مصر کی آبادی تھی ع اور جہاں (عین الشمس کے متصل) ایک مکان بیت الشمس کے نام سے مشہور تھا۔ ذوالقرنین نے شام کے وقت آفتاب کو اسی عین الشمس میں ڈوبتا ہوا دیکھا تھا جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ یعنی (شام کے وقت) ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب گرم پانی کے چشمہ میں ڈوب رہا ہے۔ غرض مقام عین الشمس کے پاس قوم ناسک سے جنگ ہوئی اور ان کو نیچا دکھا کر جنوبی مصر (سوڈان) میں آیا اور ان کو زیر و زبر کرتا ہوا سیبیریا سے روس کے شہر تمسک میں پہنچا۔ تمسک سے واپس ہو کر شمال سیبیریا میں شہر توبل تک آیا جہاں سبزی کا تو کیا ذکر پہاڑ و درخت کا سایہ تک نہ تھا یہاں سے لوٹ کر ملک تاتار تاتارہ میں آکر ٹھیرا تاتار، تارہ کے مغرب میں کوہ یرال کا آخر حصہ ہے۔ چونکہ یہ مقام ذوالقرنین کے وطن سے قریب تھا اس لئے قرب کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کی بولی اس نے کسی طرح کچھ کچھ سمجھ لی اور اس پر کارروائی کی۔

عہ دانیال فصل (۸)

عہ دانیال فصل (۸)

سہ قرآن کی سورہ کہف کی آیت لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا کے یہی معنی ہیں کہ وہاں چٹیل میدان میں سوائے آفتاب کے کچھ نہ تھا جس میں کوئی پناہ لیتا۔

سہ۔ قرآن کی سورہ کہف کی آیت قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا کا یہی مطلب ہے کہ وہ ذوالقرنین کی بولی اور ذوالقرنین انکی بولی بہ تکلف سمجھتے تھے۔

دخل علیہا یومًا فزعًا یقول لا الٰہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج مثل ھذہ

حدیث بیان کی ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے اُنھون نے زینب بنت جحش سے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ان کے پاس آئے (خدا کی) پناہ مانگتے ہوئے در آنحالیکہ فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ افسوس ہی عرب کے لیے اُس شر سے کہ جو قریب آگیا کہ آج یاجوج وماجوج کی سد اس (انگلی) کی طرح ٹوٹ گئی

اب اس حدیث نبوی نے صاف طور پر کھلے الفاظ مین صراحت کر دی کہ سد ذوالقرنین یا سد یاجوج وماجوج خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک مین ٹوٹ چکی تھی جس کی خبر اس وقت تک کیا معنی ایک زمانۂ دراز تک اہل عرب کو نہ معلوم ہوئی اور اب تک مفسرین کا ایک گروہ یہی کہتا چلا جاتا کہ سد ذوالقرنین نہین ٹوٹی بلکہ قیامت سے چند سال پہلے ٹوٹیگی حالانکہ پیغمبر صلعم نے اپنے مکاشفہ اور روحانی قوت سے معلوم کر کے اُسی وقت خبر دیدی جس وقت وہ سد ٹوٹ گئی تاتاریون کا مادی تاتارا وغیرہ روس کے پورب طرف واقع ہی اور روس اور تاتارا کے بیچ مین کوہ یورال حائل ہے۔ کوہ یورال کی آخری سرے پر دکھن اور پچھم کے کونے پر اورن برگ کی گھاٹی ہے اور اسی گھاٹی مین سے ہوکر روسی یاجوج اور گیلانی ماجوج تاتاریون کے ملک مین اُترآتے تھے۔ ذوالقرنین نے تاتاریون پر رحم کھا کر اسی گھاٹی کو روک کر تیس میل کی لنبی ایک آہنی سنگین دیوار اور نہایت مضبوط سد تعمیر کر دی جس سے روسیون کا آنا قطعاً موقوف ہوگیا کیونکہ اب تاتاریون کے ملک مین آنے کے لیے کوئی رستہ باقی نہ رہا تھا۔

اگرچہ قران وحدیث کی پیشین گوئی کے مطابق وہ سد تو ٹوٹ گئی مگر اس کے

بعض مفسرین نے جو یہہ لکھا ہے کہ سدّ قیامت سے پہلے لوٹیگی اور اب تک نہین لوٹی ہے بالکل مہمل بات ہے۔

اولاً۔ اس وجہ سے کہ قران و حدیث مین کہین اس کا کوئی اثر نہین ہے۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ ابتک نہ لوٹنے کا دعوی تو عدم تاریخ دانی کی دلیل ہے۔ رہی یہ بات کہ قیامت سے پہلے لوٹیگی یہہ صحیح ہے چنانچہ اب قیامت سے پہلے ہی لوٹ چکی ہے۔

ثالثاً۔ اس وجہ سے کہ قران مجید مین صاف فرمایا گیا ہے۔ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَکَّاءَ (یعنے جب میرے پروردگار کا وعدہ آجائے گا تو وہ سد کو ڈھاکر برابر کردیگا) اس ایت مین کہین وقت کی تعیین نہیں کی گئی ہے کہ فلان وقت سد لوٹیگی بلکہ صرف ایک پیشین گوئی ہے کہ آئندہ کسی وقت مین سدّ لوٹ جائیگی چنانچہ وہ لوٹی اور اب لوٹی ہوئی سیاحوں کو نظر آتی ہے۔

رابعاً۔ اس وجہ سے کہ مفسرین کا یہہ دعوی ایک نہایت صحیح اور صریح حدیث قدسی کے بالکل خلاف ہے چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے:۔

کہا امام بخاری نے کہ

حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزهری ح وحدثنی اسمعیل حدثنی اخی عن سلیمان عن محمد بن ابی عتیق عن ابن شهاب عن عروة بن الزبیر ان زینب بنة ابی سلمة حدثته عن ام حبیبة بنت ابی سفیان عن زینب بنة جحش ان رسول الله صلعم	حدیث بیان کی ہم سے ابو الیمان نے کہا انھون نے کہ خبر دی ہم کو شعیب نے زہری سے ح۔ اور حدیث بیان کی مجھ سے اسمعیل نے کہا انھون نے حدیث بیان کی مجھ سے میرے بھائی نے سلیمان سے انھون نے محمد ابی عتیق سے انھون نے ابن شہاب سے انھون نے عروہ بن زبیر سے کہ زینب بنت ابی سلمہ نے اُن سے

آثار صریحہ ہنوز باقی ہیں اور اب تک کوہ یال کے شمال و جنوب میں منزلوں تین تین میل کے فاصلہ پر ٹوٹے ہوئے قلعہ اور سد کے منہدم آثار موجود ہیں* جو سیاحان عالم کے سامنے رسول خدا صلعم کی پیشین گوئی کی صداقت کو بیان کئے بغیر نہیں رہتے

توضیح بیان کے لئے ایک اجمالی نقشہ ناظرین کے سامنے ہے -

دوسری پیشین گوئی

یاجوج و ماجوج کا تمام دنیا پر پھیل پڑنا -

ہم یاجوج و ماجوج کی تحقیق میں ثابت کر چکے ہیں کہ یاجوج اہل مدر ہیں اور ماجوج اہل یورپ ہیں ماجوج میں سے کچھ لوگ تو (زمانہ آبادی یاجوج میں) سیتھیا و گیلان میں رہ گئے اور کچھ لوگ جو جرمن و اسپین وغیرہ ممالک یورپ میں جا کر آباد ہوئے ان میں سے گال اور گاتھ دو قومیں بہت زبردست گذری ہیں چنانچہ مورخ ابن خلدون نے طارق اموی کے حریف اسپینیوں کو صاف نسل ماجوج سے لکھا ہے - قرآن مجید یاجوج و ماجوج کے بارہ میں پیشینگوئی کرتا ہے - وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ یعنے یاجوج و ماجوج کھل کر ہر بلندی سے ڈھلک پڑینگے اور عالم پر پھیل جائینگے -

اب دیکھو کہ قرآن کی یہہ پیشینگوئی کس طرح ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے کہ یورپ کی قومیں تمام دنیا پر ٹڈی کی طرح چھا رہی ہیں - کل کرہ عالم کی حکومت کی باگ اُن کے زبردست ہاتھوں میں ہے - جدھر جس خطہ ارض پر نظر دوڑاؤ یہی دیکھو گے کہ گویا وہ ہر بلندی پر سے ڈھلکتے ہوئے چلے آرہے ہیں

* انگریزی جغرافیہ اورن برگ - ۱۲

کیا مسیحی مشنریاں من کل حدب ینسلون کی پوری پوری مصداق نہیں ہیں ؟

صحیح ترمذی کی ایک حدیث اس پیشینگوئی کو اور زیادہ صاف کر دیتی ہے کہ:-

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتح یاجوج وماجوج فیخرجون کما قال اللہ تعالیٰ وھم من کل حدب ینسلون فیعمون الارض وینحاز منھم المسلمون حتی تصیر بقیۃ المسلمین فی مدائنھم وحصونھم ویضمون الیھم مواشیھم	ابوسعید خدری سے روایت ہے کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یاجوج اور ماجوج کھولے جائینگے پس وہ نکل پڑینگے جیسا کہ کہا اللہ تعالیٰ نے کہ وہ (یاجوج وماجوج) ہر بلندی سے ڈھلک پڑینگے پس وہ زمین پر عام ہوجاینگے یعنے پھیل جائینگے اور الگ ہوجائینگے اُن سے مسلمان یہانتک کہ ہوجائینگے بقیہ مسلمان اُن کے شہروں میں اور اُن کے قلعوں میں اور سونپ دینگے اُن کو اپنے مویشی

کیا روسی یاجوج اور یورپین ماجوج دنیا میں عام نہیں ہیں ؟ کیا وہ تمام کرہ ارض پر پھیلے ہوئے نہیں ہیں ؟ کیا اہل اسلام بحیثیت قوت وشوکت اُن یاجوج وماجوج سے مغلوب نہیں ہیں ؟ کیا ان روسی اور یورپین یاجوج وماجوج کو شہروں میں اور قلعوں مین مسلمان آباد ومقہور نہیں ہیں ؟ کیا مسلمانون کی مویشی اور جان ومال کے وہ مالک نہیں ہیں ؟-

ان سب سوالوں کے جواب ہم کو اثبات میں ملتے ہیں یعنے ایسا ہی ہے اور قرآن وحدیث میں ایک ایسی کھلی ہوئی پیشین گوئی ہے کہ اس کی صحت کے ثابت کرنے کے لئے نہ کسی بینہ کی ضرورت ہے نہ کسی دلیل کی حاجت مشاہدہ ثبوت کا محتاج نہیں ہوا کرتا -

بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ	طے کیجا سکتی یا اُس (کی برکت سے مردوں کیساتھ
بِہِ الْمَوْتٰی ۔	گفتگو ہو سکتی (تو بھی کفار راہ راست پر نہ آتے)

ف

اگرچہ آیت میں اس پیشینگوئی کی صراحت نہیں ہے بلکہ الفاظ و معانی پر غور کرنے کے بعد بہ تکلف پیشینگوئی نکلتی ہے لیکن سمجھ میں آ جانے کے بعد ایک عجیب و غریب پیشینگوئی ثابت ہوتی ہے۔

کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے فرمائش کی* کہ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو اور خدا کے پیغمبر ہو تو مکہ کے ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے چلا دو یا ہوا کو ہمارے تابع کر دو کہ جہاں چاہیں اُڑتے اُڑتے پھریں۔ جیسا کہ سلیمان پیغمبر کی حکومت ہوا پر تھی یا ہمارے مرے ہوئے لوگوں کو زندہ کر دو کہ ہم اُن سے باتیں کریں۔

اس فرمائش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہہ آیت نازل فرمائی کہ اگر پیغمبر اس فرمائش کو پوری بھی کر دے اور قرآن میں یہہ اثر ہو بھی جائے کہ اس کی برکت سے پہاڑ چلنے لگیں یا زمین کی مسافت منٹوں میں طے ہونے لگے یا زندہ مردوں سے باتیں کرنے لگیں تو بھی یہہ کفار ایمان نہ لائینگے اور بالفرض محال وہ ایمان لائیں بھی تو ان فرمائشوں کا پورا ہو جانا نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہہ اُمور کچھ مافوق العادت اور بشری طاقت سے باہر نہیں ہیں۔

اگر ہم اس مقام پر فکر سلیم سے کام لیں تو صاف کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان فرمائشوں کے پورا کرنے سے انکار کرنا ہی ایک پیشینگوئی ہے۔

اب دیکھو کہ علم کے زور سے ریل۔ موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ کیسی کیسی

---

* دیکھو در المنثور للسیوطی و ابن کثیر ۱۲

تیسری پیشینگوئی

بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ - یعنی یاجوج و ماجوج لہروں کی طرح ایک مین ایک گڈمڈ ہو جائینگے۔

اخبار۔ تاریخ اور مشاہدہ تینوں اس پیشینگوئی کے سچے اُترنے کے سچے شاہد اور ایسے بدیہی ثبوت ہیں جن کو ماننے کے سوا چارہ کار نہیں ہے۔

اگرچہ اقوام یورپ سب ایک مین ایک گڈمڈ ہیں جیسا کہ ظاہر و مشاہد ہے مگر ان میں بھی روسی یاجوج اور فرانس و انگلستان کے ماجوج کا گڈمڈ ہونا خاص طور پر قابل تماشا ہے۔

قرآن مجید کی یہہ دو پیشینگوئیاں ہزار برس کے بعد پوری ہونے شروع ہوئیں اور ہم اس وقت اچھی طرح ان کو پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ کوئی بشری طاقت ایسا عجیب معجزہ دکھلا سکے؟ ہرگز نہین۔

پیشیں گوئی

(۱۵۷)

ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ علم کے زور سے مسافت ارض بآسانی طے ہوگی اور مردوں سے گفتگو ہوگی

جیسا کہ سورۃ الرعد مین ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ	اور اگر قرآن (میں یہہ اثر بھی) ہوتا کہ اُس (کی برکت) سے پہاڑ چلنے لگتے یا اُس (کی برکت) سے زمین (کی مسافت آسانی)

ایسے واہی تباہی افتراحات کے پوراکرنے سے انکار کردیا اور بالمعنی یہ پیشنگوئی فرمائی کہ جن امور کو تم لوگ خرق عادت اور معجز سمجھتے ہو وہ ایک زمانہ میں ہوکر رہیں گے۔

پیشنگوئی

(۱۵۸)
سمندر پاٹے جائینگے

جیسا کہ سورۃ التکویر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ	جسوقت آفتاب (کے نور کی چادر) کو لپیٹ لیا جائے
وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ	اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں۔ اور جسوقت پہاڑ
وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ	(اپنی جگہ سے) چلائے جائیں۔ اور جس وقت
وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ	دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی چھٹی پھریں اور
وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ	جس وقت وحشی جانور (مارے ڈر کے بستیوں میں) آ گھریں
وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ	اور جس وقت دریا پاٹ دئیے جائیں اور جسوقت
وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ	روحوں کو (ان کے جسموں سے) ملایا جائے
وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ	اور جسوقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی
بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ	پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے ماری گئی اور
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ	جسوقت (لوگوں کے) نامۂ اعمال کھولے جائیں۔

چیزیں ایجاد ہوئیں جن کے ذریعہ سے برسوں کی مسافت مہینوں میں اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں اور منٹوں میں طے ہوتی ہے روحانیات اور محاضرات نے وہ ترقی کی کہ مردوں سے دو بدو باتیں ہونے لگیں چنانچہ حال ہی میں یورپ کے ایک روحانی محقق ڈاکٹر جان لوب نے اس بارہ میں ایک عجیب وغریب کتاب ٹاکس وِتھ دی ڈیڈ لکھی ہے جس نے بہت سے معرکۃ الآرا مسائل حل ہی نہیں بلکہ منکشف کر دئے۔ ڈاکٹر موصوف مردوں کی روحوں سے صرف بات ہی نہیں کرتا بلکہ مع الجسم ان ارواح کو بلاتا ہے اور اُن کے فوٹو بھی لیتا ہے۔ دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔ پہچاننے والے پہچانتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کی روح ہے پھر ان ارواح سے ہر کوئی بات بھی کر سکتا ہے چنانچہ کتاب مذکور میں بہت سی روحوں یا مردوں کے فوٹو دیئے ہیں جن کو طلب کر کے اس نے فوٹو لیا ہے ڈاکٹر موصوف نے بہت سی روحوں سے بات کر کے فائدہ اٹھایا اور معلومات حاصل کیئے جن کو اُس نے اپنی کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

تمہیں بتاؤ کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی فرمائش پر بڑی بڑی مسافتوں کو چند منٹوں میں طے کر دیتے یا مردوں سے گفتگو کرا دیتے تو یہ باتیں نبوت و رسالت کی دلیل کیونکر ہو سکتی تھیں۔ ممکن تھا کہ اس وقت کے محدود الخیال لوگ انھیں اُمور سے آپ کو رسول و نبی مان لیتے مگر ہزار برس کے بعد آج موجدان یورپ اور ڈاکٹر جان لوب میں اور (محمدؐ) رسول اللہ میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

اللہ اور اُس کے رسول برحق کو یہ باتیں معلوم تھیں۔ اس لئے انھوں نے

Talks with the dead

-O.E

دینے والی ہوتی ہے اور وہی ان کا راس المال ہوتا ہے۔ جیسے ہندوؤں میں گائے فرق اتنا ہے کہ ہندو، اس حیوان (گائے) کو اوتار سمجھتے اور مقدس و متبرک جانکر عزیز رکھتے ہیں اور اہل عرب صرف مال ہونیکی وجہ سے۔ ہندو، اس ترقی و روشنی کے زمانہ میں بھی گائے کے پیشاب و گوبر کو لذیذ غذا کیطرح ثواب سمجھکر کھاتے پیتے ہیں اور عرب اس جاہلیت اور اجڈپنے میں بھی ان نجاستوں سے محترز رہتے تھے۔

آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ قیامت کا دن ایسا ہیبت ناک اور نفسی نفسی کا دن ہوگا کہ دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی۔ اور کوئی ان کا پوچھنے والا نہ ہوگا۔

پانچویں:- وحشی جانوروں کا بستی میں آبھرنا۔ اگرچہ وحشی جانوروں کا آبادی میں آنا وحشت کے خلاف ہے مگر روز قیامت ایسا ہولناک ہوگا کہ وحشیوں کو وحشت بھول جائیگی اور وہ آبادیوں میں جہاں موقع ملیگا گھس پڑیں گے۔

چھٹویں:- روحوں کا جسموں سے ملایا جانا یعنی سب جاندار زندہ کردئے جائیں گے۔ تا سب کا حساب و کتاب ہوکر بقدر اعمال نیک و بد جزا و سزا دیجائے۔

ساتویں:- زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جانا۔

آٹھویں:- نامۂ اعمال کا کھولا جانا۔

نویں:- آسمان کی کھال کا کھینچا جانا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسوقت آسمان نیلا نیلا دکھلائی دیتا ہے قیامت کے دن دھاڑیں پڑکر اندر سے اس کی رنگت لال لال نکل آئیگی جیسے کھال کھینچی ہوئی بکری۔ *

* حاشیہ مولوی نذیر احمد دہلوی بر ترجمہ قرآن ۱۲۔

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ	اورجسوقت آسمان کی کھال کھینچی جاسے اورجسوقت دوزخ کی آگ پکائی جاسے اورجس وقت بہشت قریب لائی جاسے (اسوقت) ہرشخص جان لیگاکہ وہ کیا (زادآخرت) حاضرلایا ہے ۔

ف

اِن آیات کریمہ میں بارہ پیشینگوئیاں ہیں جو آئندہ اپنے اپنے وقت پر پوری ہوتی رہیں گی۔

اول:۔ آفتاب کا بے نور ہوجانا۔

دوسرے:۔ تاروں کا جھڑ پڑنا۔ فلسفۂ حال سے ثابت کیا ہے کہ تمام اجرام میں ایک کشش اور قوت جذب وانجذاب ہے ہرایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اوراس کشاکشی بلکہ کشش کی بدولت سب اپنے اپنے مرکز ومحور پر پڑے چکر کھارہے ہیں جب یہ نظام درہم برہم ہونے کو ہوگا توکشش رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے یا ایک دم کسی ناگہانی اثر سے سلب ہوجاسے گی اورسب اجرام یا کچھ ایک دوسرے سے ٹکر کھاکھا کر زیروزبر ہوجائیں گے اس صورت میں تاروں کا جھڑپڑنا اورسورج کا بے نور ہوجانا عجب نہیں ہے۔

تیسرے:۔ پہاڑوں کا اپنی جگہ پر سے ہٹ جانا۔ ظاہر ہے کہ جب زمین دوسرے اجرام سے ٹکراکر بگڑ جائیگی تو پہاڑ اپنی حالت پر کیسے قائم رہ سکیں گے۔

چوتھے:۔ گابھن اونٹنیوں کا چھٹی پھرنا۔ عرب کے لوگ دس مہینے کی گابھن اونٹنی کو بہت عزیز رکھتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب بچہ

اور دولتمند شہر وہی ہے۔ اس شہر میں سب سے عجیب کام یہ ہوا کہ سرکار کی طرف سے قریب ڈیڑھ دو میل کے سمندر کو بالکل پاٹ کر شہر و آبادی میں ملا دیا ؎ سمندر کے پاٹے جانیکی، غالباً دنیا میں یہ پہلی مثال ہے۔

پیشنگوئی

(۱۵۹)

ایک جانور بات کرنیوالا پیدا ہوگا یعنی

دابّۃ الارض

جیساکہ سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ	اور جب (خدا کا) وعدہ (قیامت) ان لوگوں پر پورا (ہونے کو) ہوگا تو ہم زمین سے ان کیلئے ایک جانور نکال کھڑا کریں گے کہ وہ ان سے بول دیگا کہ فلاں فلاں آدمی ہماری باتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

؎ گلمسس آف اولڈ بمبئی مصنفہ ڈاکٹر جیمس ڈانگلاس۔ جے۔ پی۔

معلوم نہیں مولوی نذیر احمد کے اس فائدہ کا ماخذ کیا ہے۔ آسمان کی کھال کھینچی جانے پر تو ہمارا ایمان ہے مگر وہ کھال کیونکر کھینچی جائیگی! اس کی کیفیت مجہول ہے

دسویں :۔ دوزخ کا دہکایا جانا۔

گیارہویں :۔ جنت کا قریب لایا جانا۔

بارہویں :۔ سمندروں کا پاٹ دیا جانا اس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو جب قیامت کا سخت بھونچال آئیگا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر گرجائیں گے جیساکہ بڑے بڑے زلزلوں میں عمارات کا منہدم ہونا دیکھا جاتا ہے۔ دریاؤں کا پانی اچھلکر کسی طرف کو بہہ جائے گا۔ زمین کے نشیب وفراز سب ایک سان ہوجائیں گے دریاؤں میں ادہر اُدہر کا ملبہ آ بھرے گا جس سے وہ سب پٹ جائیں گے۔

یہ سب پیشنگوئیاں علامات قیامت کی ہیں مگر بارہویں پیشنگوئی، سمندروں کے پاٹ دیئے جانیکی، ایک گونہ پوری بھی ہوگئی ہے۔ بمبئی۔ ایک جزیزہ کی صورت پر بحر عرب کے کنارہ ہندوستان کے مغرب طرف واقع ہے۔ یہ جزیرہ پہلے شاہ پرتگال کے قبضہ میں تھا (۲۸) اگست ۱۶۶۱ء میں جب شاہ چارلس ثانی بادشاہ انگلستان کی شادی، الفنٹا کیتھارینا شاہزادی پرتگال سے ہوئی تو والی پرتگال نے جزیرہ بمبئی کو بیٹی کے جہیز میں دیدیا اور ۱۶۶۲ء سے اسپر انگریز قابض[ف] ہوگئے اسوقت سے اس شہر کو روز افزوں ترقی ہونے لگی یہاں تک کہ اب ہندوستان کا سب سے عظیم الشان

ف انسائکلوپیڈیا برٹانیکا ۔۱۲۔

وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب وآخر ذالك نار تخرج من اليمن تطرد الناس الى محشرهم۔

تین جگہ زمین کے دھنس جانیکا (جن میں سے) ایک خسف مشرق میں ہوگا۔ دوسرا خسف مغرب میں ہوگا۔ تیسرا خسف جزیرۂ عرب میں ہوگا اور سب سے آخر نشانی ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلکر لوگوں کو مقام حشر تک ہانک لیجائیگی۔



حدیث شریف میں قیامت کی دس علامتیں بتائی گئیں جن میں سے اس مقام پر صرف آٹھ ہی نشانیوں کو فرمایا۔

اول:۔ دھواں۔ اس کی حقیقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر دوسری حدیثوں اور آثار صحابہ اور اقوال مفسرین سے جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ اسقدر ہے کہ یہ دھواں ایک مصیبت خیز دھواں ہوگا جو تمام عالم پر چھاجائے گا۔

دوسری نشانی:۔ دجال کا خروج ہے اور اس کا ذکر اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بالتفصیل آئے گا۔

تیسری نشانی:۔ آفتاب کا مغرب سے نکلنا ہے اور یہ ممکن الوقوع ہے۔

اولاً:۔ اسوجہ سے کہ اللہ جلشانہٗ صانع مختار ہے اور وہ اپنے مصنوع پر ہر طرح قادر ہے۔

ف

قیامت کے آثار میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مکہ کے صفا پہاڑ سے ایک جانور نکلیگا۔ سلیمان ع کی مہر موسیٰ کا عصا اس کے پاس ہوگا اور وہ ایک نشان خاص سے مسلمانوں اور کافروں کو جدا کردے گا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ پہچان پڑیں گے۔ یہ ایک ایسی پیشنگوئی ہے کہ اس کی تصدیق اس کے وقوع ہی سے ہوسکتی ہے دابۃ الارض کے خروج کے بارہ میں بہت سی صحیح حدیثیں بھی وارد ہیں چنانچہ۔

مسلم عن حذیفۃ ابن اسید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انہا لن تقوم حتی ترو قبلہا عشر ایات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربہا ونزول عیسیٰ ابن مریم ویاجوج وماجوج

امام مسلم نے حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ آپس میں کچھ ذکر کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے پوچھا تم لوگ کیا ذکر کررہے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا، ہم قیامت کے متعلق باتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ قیامت برپا نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہولیں پھر ذکر کیا آپ نے دھوئیں کا اور دجال کا اور دابۃ الارض کا اور آفتاب کے مغرب سے نکلنے کا اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کرنے کا۔ اور یاجوج ماجوج کا اور۔

سنن ابن ماجہ، ابن کثیر ۱۲

اور اس کی حرکت ارادی ہو تو یہ صاحب اختیار کی شان ہے کہ وہ اپنی ارادی حرکت کو بدلدے اور تبدیل ارادہ کی کوئی وجہ ہوگی جو اہل عالم کو نہیں معلوم۔ رہی یہ بات کہ تبدیل ارادہ سے نظام برہم ہو جائے گا یہ سچ ہے اور اسی برہمی نظام کا نام قیامت ہے۔

رابعاً:۔ اس وجہ سے کہ فلسفہ جدیدمیں زمین اپنی محور پر حرکت کرتی ہوئی آفتاب کے گرد گھومتی ہے حرکت مغرب سے مشرق کی طرف ہے پس جب برہمی عالم کا وقت آجائے گا اور جذب انجذاب کی قوتیں کمزور ہو جائیں گی یا مختل ہو جائینگی تو زمین اپنے محور پر مشرق سے مغرب کو حرکت کرنے لگے گی۔

ان اختلاف حرکات سے برہمی عالم لازم آتی ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ قیامت یعنی برہمی عالم کے وقت ایسا ہوگا۔

چوتھی نشانی:۔ حضرت عیسی بن مریم کا اسمان سے نزول فرمانا مسلمانوں کے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام زمین سے آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے وہ آسمان پر اسی دنیاوی جسد کے ساتھ زندہ ہیں قیامت کے قریب جب مسلمانوں پر دنیا تنگ ہو جائیگی تو زمین پر اتریں گے اور امام مہدی کیساتھ ملکر شیوع اسلام میں کوشش کریں گے اور ایک زمانہ کے بعد پھر انکا باضابطہ انتقال ہوگا۔

اگرچہ آسمانوں پر دنیاوی جسد کے ساتھ جانا اور زمانہ دراز تک زندہ رہکر پھر نزول کرنا عقلاً ممتنع نہیں ہے۔

پانچویں نشانی:۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا۔ اور اس کی بحث گذر چکی ہے۔

چھٹویں نشانی:۔ تین جگہ زمین کا دھس جانا۔ ایک مشرق میں دوسرے مغرب میں تیسرے جزیرۂ عرب میں۔

ثانیاً :- اسوجہ سے کہ فلسفۂ قدیم وجدید دونوں رو سے اس کا امتناع عقلی ثابت نہیں ہے۔

فلسفۂ قدیم میں آفتاب فلک کے اندر ہے اور فلک کی حرکت مشرق سے مغرب کی طرف ارادی ہے جب قیامت آنیوالی ہوگی اور موجودہ نظام کی برہمی کا وقت آجائیگا تو بقدرت الٰہی، حرکت فلک مغرب سے مشرق کی طرف ہوجائیگی اور اسطرح طلوع آفتاب مغرب سے ہوگا۔

ثالثاً :- اسوجہ سے کہ فلسفہ قدیم میں ثابت و مسلم ہوچکا ہے کہ آسمان میں نفوس ہیں اور اس کی حرکت ارادی ہے اور جب وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے تو ممکن ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس کے بعد اپنی اس ارادی حرکت کو بدلدے اور دوسری حرکت اختیار کرکے بجائے مشرق سے مغرب کو جانیکے مغرب سے مشرق کی طرف جائے۔

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان میں نفوس ہیں۔ حرکت افلاک ارادی ہے۔ نفوس بسیط ہیں۔ آفتاب اور ستارے آسمان کے اندر جڑے ہوئے ہیں تو باوجود بساطت تبدیل ارادہ کی وجہ کیا، اور کیا اس سے تمام نظام برہم نہ ہوجائے گا۔

جواب

تبدیل ارادہ کی وجہ کا بتانا ہمارا کام نہیں ہے وجہ تو جب بتائی جاسکتی ہے کہ ان تمام کرون اور عوالم کی سچی کیفیات و ماہیات یقینی طور پر معلوم ہوجائیں۔ ایسا تو نہیں ہے علم ظنی ہے اور ظنی باتوں کے لئے اتناہی جواب کافی ہے۔ جب تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ آسمان یا آفتاب ذی روح

میں آنا ممکن ہوا۔

دوسرے :- اسوجہ سے کہ علامہ ڈارون نے (جس کی تھیوری کو یورپ نے تسلیم کرلیا ہے) یہ بیان کیا ہے کہ انسان ایک کیڑا تھا جو ترقی کرتے کرتے بندر ہوا پھر بندر سے انسان ہوگیا۔ اور یہی حال دوسرے جانوروں کا ہے تو اس تھیوری پر کیوں یہ ممکن نہ ہو کہ کوئی جان دار اپیکر بدلتے بدلتے اور ترقی کرتے کرتے دابۃ الارض کی شکل میں نمودار ہو۔

تیسرے :- اسوجہ سے کہ علم حیوانات میں محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ بہت سے جانور پہلے تھے اب نہیں ہیں اور بہت ایسے جانور موجود ہیں جو پہلے نہیں تھے اس قیاس پر ممکن ہے کہ آئندہ دابۃ الارض پیدا ہو۔

چوتھے :- اسوجہ سے کہ شرعی امور جہانتک تعلیم سے متعلق ہیں وہ تو عقل کے تابع ہیں اور واقعات واخبار کو پابند عقل ہونا ضرور نہیں ہے اس لئے کہ عقل، آئندہ امور پر حاکم نہیں ہے تو شارع صادق جب آئندہ امور کی خبر دے گو وہ عقل کے خلاف ہوں مگر ممتنع عقلی نہ ہوں تو اس کو تسلیم کر لینا واجب ہے۔

امر ثانی :- دابۃ الارض کا بولنا بھی مستبعد نہیں ہے۔

اولاً :- اس وجہ سے کہ محال عقلی ہونے پر کوئی قطعی دلیل قائم نہیں ہے ایسا نہ سننا اور نہ دیکھا جانا وجود آئندہ کے امتناع کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

دوسرے :- اس وجہ سے کہ حیوانات جن اصوات واشارات میں اپنے مطالب کا اظہار کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ اس کے لئے ایسے قواعد مدون ہوں جو ان کے مطالب کے سمجھنے کے لئے ایسے ہی مفید ہوں جس طرح نطق انسانی مفید ہے چنانچہ چیونٹی کے متعلق ایک یوروپین محقق نے ایک رسالہ لکھا۔

امر ثالث :- پھر سونگھ کر مسلمانوں کو کافروں سے جدا کرنا بھی ...

ساتویں نشانی :- یمن سے آگ کا ظاہر ہونا جس سے ڈر ڈر کر لوگ ایک طرف کو جمع ہو جائیں گے۔

آٹھویں نشانی :- دَابَّةُ الْاَرْض ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ عنوان آیت میں تو ان امور کی صراحت نہیں ہے کہ دابۃ الارض، جانور کیسا ہوگا؟ کیونکر نکلیگا؟ کس شان سے ظہور کرے گا؟ موسیٰ کا عصا، سلیمان کی مہر کس لئے اور کس طرح ساتھ رہے گا، کافروں اور مسلمانوں کو کیونکر اور کس شان سے جدا کرے گا اور کیونکر بولیگا، البتہ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ دَابَّةُ الْاَرْض ساٹھ گز لنبا ہوگا۔ اس کا سر بیل کا سا ہوگا۔ آنکھیں سور کی سی ہوں گی۔ کان ہاتھی کے سے۔ سینگھیں جنگلی بکروں کی سی۔ سینہ شیر کا سا۔ کوکھ بلی کی سی۔ دم بھیڑی کی سی۔ رنگ چیتے کا سا اور ہاتھ پاؤں اونٹ کے سے ہوں گے۔

اس دَابَّةُ الْاَرض کے ساتھ حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی وہ سونگھ کر مسلمانوں کو کافروں سے پہچان لے گا۔ انسان کیطرح کلام اور اسلام کی حقانیت کی تصدیق کرے گا۔

یہ چند سطور جو دابۃ الارض کی تعریف میں لکھے گئے ہیں غالباً اس سے وہ لوگ انکار کریں گے جو قانون فطرت کے دلدادہ ہیں پس اگرچہ یہ مقام ایسے مباحث کے لئے نہیں ہے تاہم بَصَائِرَ لِلنَّاس ہم یہاں کچھ حوالہ قلم کرتے ہیں۔

اول :- دابۃ الارض کا پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔

اولاً - اس وجہ سے کہ ایسے جانور کے پیدا ہونے کے امتناع پر کوئی دلیل عقلی قائم نہیں ہے اور جب امتناع پر کوئی عقلی دلیل نہیں تو پیدا ہونا باوجود

بِالْاٰخِرَۃِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ۔	بدلہ میں دنیا کی زندگی مول لی سو نہ تو اُن سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ (کہیں سے) اُن کو مدد ہی پہونچیگی۔

ف

یہود بنی نضیر جنگ احد میں خلاف وعدہ کفار مکہ کے شریک ومددگار ہوئے اُن کو پیغمبر خدا صلعم نے یک لخت مدینہ سے نکال باہر کردیا[1]۔ یہود بنی قریظہ نے جنگ احزاب میں ابوسفیان اور سرداران مکہ کو مدد پہنچائی جاسوسی ومکاری کرتے رہے اور اسلام کے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا آخر یہ قبیلہ کا قبیلہ مارشل لا کے تحت میں آکر قتل ہوا[2]۔ نہ سرداران مکہ ان کو آکر بچا سکے نہ عبداللہ بن ابی[3] منافق ہی کچھ بنا سکا جس نے اسلام کے مقابلہ کے لئے ان دشمنوں کو بلایا تھا۔

پیشگوئی

(۱۶۱)

یہودیوں میں بادشاہت نہ رہیگی

جیسا کہ سورۃ النسا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ	کیا ان یہودیوں کے نصیب میں کچھ بادشاہت ہے

عـه[1] لائف آف محمدؐ مصنف سرولیم میور۔ عـه[2] لائف آف محمدؐ۔ عـه[3] تاریخ ابن ہشام ۱۲۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ اس کے استحالہ عقلی پر کوئی برہان عقلی قایم نہیں ہے۔
دوسرے :- اسوجہ سے کہ ممکن ہے کہ دابتہ الارض کواس قسم کا ادراک دیا گیا ہو اکثر حیوانات کو ایسے ادراکات متنوعہ دئے گئے ہیں جن کا مدار قوت شامہ ہی پر ہے۔

الحاصل اگر بالفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دابتہ الارض میں نطق انسانی نہ ہوگا تو یہ ممکن ہے کہ انہیں ایسا احساس ہو کہ مسلمان کو کافر سے تمیز کر لے۔ اور مسلمانوں کو تمیز کر لینا گو یا یہی حقانیت اسلام کی شہادت ہے پھر ممکن ہے کہ مخصوص باتیں خاص اشارات میں اس طرح کرے کہ وہ سمجھ میں آجائیں۔

ان دلائل کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ پیشینگوئی کرنیوالے نے پیشینگوئی کے ظہور کا جو وقت بتلایا ہے اس کا انتظار کرو۔ جو اس وقت موجود رہے گا سب آنکھوں دیکھ لیگا۔ وقت سے پہلے سوالات کرنے اور استبعاد کی دلیلیں قائم کرنی بے وقت ہے۔

پیشینگوئی

(۱۶۰)

یہود مسلمانوں کے مارشل لاسے نہ بچ سکینگے

جیساکہ سورۃ البقر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا | (یہی یہود لوگ) ہیں جنہوں نے آخرت (کی زندگی) کے

مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ۔

اور ان لوگوں کی ہوئی جو ان سے پہلے تھے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلے ہلاک کر مارا اور فرعون کے لوگوں کو غرق کر دیا اور یہ سب کے سب سرکش تھے ۔

ف

مطلب یہ ہے کہ جس طرح اگلے کفار اور فرعون والوں نے اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور سب کے سب ہلاک اور فرعون والے غرق کر دئے گئے اسی طرح کفار عرب بھی تباہ و برباد ہوں گے پر ہوں گے اور ان کا نشان تک باقی نہ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو کفار اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور اسلام کی مخالفت میں کمربستہ رہے آخر وہ سب ہلاک و برباد ہو گئے اور اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا ۔

پیشگوئی

(۱۶۳)

کفار باوجود اپنی کثرت کے جنگ احزاب میں شکست کھائیں گے

فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور اس وجہ سے وہ لوگوں کو تل برابر بھی (اس میں سے) دنیا نہیں چاہتے یا خدا نے جو اپنے فضل سے لوگوں کو نعمت (قرآن) عطا فرمائی ہے اس پر جلے مرتے ہیں۔

ف

اس پیشینگوئی کی تصدیق پر کسی برہان و دلیل کے پیش کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے اس وقت تک نہ یہود کو بادشاہت ملی نہ انشاء اللہ آئندہ ملے گی وہ مسلمانوں کو تل برابر جگہ دینا پسند نہیں کرتے تھے سو مسلمانوں کو تو اللہ نے ملک و دولت سے ایسا نوازا کہ بادید و شاندار اور آج بھی اس کا اثر موجود ہے۔ البتہ یہ بدنصیبی و ذلت خود یہودیوں ہی پر پلٹ پڑی اور وہ ہمیشہ رہے گی۔

پیشینگوئی

(۱۶۲)

کفار عرب کا حال فرعونوالوں کا سا ہوگا۔

جیسا کہ سورۃ الانفال میں سبحانہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ

کافرو! (تمہاری بھی وہی گت ہوگی) جیسی گت فرعونکی قوم

پہلی پیشنگوئی

یہ کہ کفار مکہ اگرچہ بدر میں اپنے کئے کی سزا پا گئے مگر وہ پھر شرارت کریں گے (جیساکہ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ سے ظاہر ہے) اور ویسا ہی واقع ہوا یہود بنی نضیر کی شرارتوں سے تنگ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا اور وہ حجاز عرب سے نکل کر مختلف مقامات میں آباد ہوئے جن میں سے حی بن اخطب وغیرہ خیبر میں جاکر متوطن ہو گئے۔

۵ھ ہجری میں حی بن اخطب وغیرہ نے مکہ آکر قریش کو پیغمبر اسلام کے ساتھ قتال کرنے پر برانگیختہ کیا اور حتمی وعدہ کیا کہ محمدؐ کے استیصال میں دامے درمے قدمے ہر طرح ہم تمہاری مدد کریں گے قریش تو آمادہ بیٹھے تھے، پھر دیر ایک قسم کا احسان رکھکر لڑنے پر تیار ہو گئے قریش سے عہد و پیمان کرکے یہود قبیلہ غطفان کے پاس دوڑے آئے اور ان کو ترغیب دلا کر یہ بٹی پڑہائی کہ مقابلہ آسان ہے، اگر تم مسلمانوں سے جنگ کروگے تو فتح کے بعد ہم تمہیں ارض خیبر کا ایک سال کا سارا ثمر بالطور غنیمت کے دیدیں گے۔

قریش نے ایک لشکر جرّار فراہم کیا جس میں تین سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ تھے یہ لشکر ابو سفیان بن حرب کی سپہ سالاری میں مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوا راہ میں اور بہت سے قبائل عرب اسلم۔ اشجع۔ ابو مرہ۔ کنانہ۔ فزارہ غطفان وغیرہ قریش کے ساتھ ہوئے اور یہ سب ملکر دس ہزار سے زیادہ کی جمعیت[ع] ہو گئی۔

ع سیرۃ ابن ہشام۔

جیساکہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(اے اہل مکہ) تم جو فتح مانگتے تھے (کہ جو برسرحق ہو اسکی فتح ہو) تو (لو) فتح تمہارے سامنے آموجود ہوئی (کہ مسلمان غالب ہوگئے) اور اگر (آئندہ شرارت سے) باز رہو گے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر تم پھر (شرارت) کروگے تو ہم بھی پھر تم پر پلٹ پڑینگے اور تمہارا جتھا کتنا ہی بہت ہو کچھ تمہارے کام نہ آسکے گا۔ اور یہ (جانے رہو) کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے

ف

جنگ بدر میں ابوجہل وغیرہ سرداران قریش نے علی الاعلان فتح کی دعا مانگی تھی کہ خداوندا ہم دو فریق میں سے جو حق پر ہو اس کی فتح ہو لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہوئے اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں انہیں کفار کو مخاطب کیا گیا کہ فتح پر حق و ناحق کا مدار تھا تو مسلمانوں کی فتح ہونے کے بعد اب اطاعت میں کیا عذر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو پیشنگوئی فرمائی۔

ے ۵ - لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی ۱۲ -

بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۔

وہ لگے بتوں کا اور شیطان کا کلمہ پڑھنے اور (نیز) مشرکوں کی نسبت کہنے لگے مسلمانوں سے تو یہی لوگ زیادہ راہ پر ہیں (اے پیغمبر) یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے پھٹکار دیا ہے اور جس کو اللہ پھٹکار دے ممکن نہیں کہ تم کبھی کسی کو اس کا مددگار پاؤ



جیسا کہ ہم اس سے پہلے کی پیشینگوئی میں تصریح کر چکے ہیں یہود بنی نضیر میں سے حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف دو یہودی سردار مدینہ سے مکہ گئے اس غرض سے کہ کفار مکہ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر آمادہ کریں۔ ابو سفیان وغیرہ مشرکین مکہ نے ان سے پوچھا کہ بھلا حق بجانب کس کے ہے کیا ہم راہ راست پر ہیں یا محمد (صلعم) جنہوں نے سب سے نرالا ایک نیا دین بنا کھڑا کیا ہے۔ یہود کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت تو تھی ہی، مشرکین کی تسکین کو کہدیا کہ مسلمانوں سے تو تم ہی اچھے ہو، حالانکہ توریت و انجیل میں پیغمبر عرب کی بشارتیں صاف موجود تھیں [ع] اور وہ خود بھی

ع مولانا حکیم محمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدمہ تفسیر غایۃ البرہان میں تمام صحف انبیاء توریت و انجیل و وید مقدس اور مذاہب بدھ وغیرہ کی کتابوں سے آمد محمد صلعم کی بشارات کو ثابت کر دکھلایا ہے کتاب قابل دید ہے

دوسری پیشگوئی

یہ فرمائی کہ اگر کفار مکہ پھر اسلام کی مخالفت میں اٹھینگے تو خواہ ان کی کتنی ہی جمعیت و کثرت کیوں نہ ہو، مسلمانوں سے شکست فاش کھائیں گے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ باوجود اس کے کہ قریش کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا اور مسلمان کل تین ہزار تھے جن میں صرف چھتیس گنتی کے گھوڑے تھے، شیران اسلام کے مقابلہ میں یہ کثرت جمعیت کچھ کام نہ آئی ساری قوت و شوکت بالائے طاق رہ گئی اور بہادران اسلام نے وہ روز بد دکھایا کہ سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑا۔ ع۔ہ

کفار کا مشہور پہلوان عبدود اسی جنگ میں شیر خدا علی بن ابی طالب کی تلوار کی نذر ہوا اور آخر قریش کی ساری طاقت تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ کر رہ گئی۔

پیشگوئی

(۱۶۴)

یہودیوں کا کبھی کوئی مددگار نہ ہوگا

جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ	(اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جن کو کتاب (آسمانی) سے حصہ دیا گیا

ع۔ہ لائف آف محمد مصنفہ سر ولیم میور۔ اس جنگ احزاب یا جنگ خندق کی تفصیلی کیفیت ہماری کتاب بارہ امام حصہ اول میں دیکھنی چاہیئے۔ ۱۲

پیشگوئی

(۱۶۵)

جنگ میں مسلمان اپنے سے دگنے اور پانچ گنے دشمنوں پر غالب ہونگے

جیسا کہ سورۃ الانفال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ

اے پیغمبر! مسلمانوں کو دکافروں کیساتھ) لڑنے پر برانگیختہ کرو۔ کہ اگر تم (مسلمانوں) میں سے ثابت قدم رہنے والے بیس بھی ہوں گے تو وہ دوسو (کافروں) پر غالب رہیں گے اور اگر تم (مسلمانوں) میں سے (ایسے) سو ہوں گے تو وہ ہزار کافروں پر غالب رہیں گے کیونکہ یہ (کافر) ایسے لوگ ہیں جو (اجماعاقبت کو) سمجھتے ہی نہیں (مسلمانو!) اب خدا نے تم پر سے (اپنے حکم کا بوجھ) ہلکا کر دیا اور اس نے دیکھا کہ

جانتے تھے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہی رسول برحق ہیں جن کی پیشنگوئیاں کتب قدیمہ میں صراحت کیساتھ کی گئی ہیں اور خاص کر موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم نے آپ کے آنیکی خبریں دی تھیں اور نشانیاں بتلائی تھیں مگر عداوت اور ضد و حسد کا برا ہو کہ وہ حق بات کہنے نہیں دیتی۔

آیت مذکور میں یہود کی اسی بیراہ روی کا بیان کر کے یہ پیشنگوئی فرمائیگئی ہے کہ یہود پر اللہ کی لعنت ہے وہ خدا کی رحمت سے دور ہیں اور اب کبھی کوئی ان کا حامی و مددگار نہ ہوگا۔

یہ صریح پیشنگوئی عہد نبوی سے اسوقت تک پوری ہوتی چلی جا رہی ہے پیغمبر عرب نے بنی نضیر کو مدینہ سے نکال باہر کیا کسی نے ان کی حمایت کی جرأت نہ کی حالانکہ کفار مکہ ان کی دوستی و دستگیری کا دم بھرتے تھے یہود بنی قریظہ کی دغابازیاں حد سے بڑھ گئیں تو آپ نے اسی جنگ خندق کے بعد ان کو جا گھیرا، اور سعد کے فیصلہ پر آٹھ سو یہودی قتل کر کے خندق میں پھینکدیئے گئے مگر کسی کو ان کی طرفداری میں ایک لفظ منہ سے نکالنے کی توفیق ہوئی نہ جرأت ہوئی حالانکہ انہیں کفار قریش کی ہمخیالی و دوستی میں قریظ کو یہ برا دن دیکھنا پڑا پھر حضرت فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں بچے کھچے یہودیوں کو جزیرہ عرب سے جلاوطن کر دیا اور عرب بلکہ تمام دنیا کا کوئی متنفس ان کا مددگار ثابت نہ ہوا۔ اور یہود کی یہی ذلت و کس مپرسی ابتک مشاہد ہے دنیا میں جہاں جہاں آباد ہیں ہر جگہ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں، مار کھاتے ہیں، نکالے جاتے ہیں مگر نہ تو کوئی ان کی دستگیری پر آمادہ ہوتا نہ کسی طرف سے اُن کی طرفداری و حمایت میں کوئی آواز ہی بلند ہوتی۔

واقعی یہ عجیب و غریب پیشنگوئی ہے۔

افلاس وفاقہ کشی وغیرہ کیوجہ سے کمزور ہو اور اس صورت میں ایسی ثابت قدمی موجب ہلاکت اور وبال جان ہوجائے گی اس لیے موجودہ صورتمیں ایک مسلمان دو، دشمن کے لیئے بس ہے اور یہ ہدایت موجودہ حالت پر نظر کرتے ہوئے تخفیف رحمت کیلئے ہے ورنہ قوت وشوکت کیوقت تو ایک مسلمان، پانچ بلکہ دس کافروں کو کفایت کریگا یہ پیشینگوئی دونوں صورت میں پوری ہوگئی۔

ایسا تو سیکڑوں ہزاروں مرتبہ ہوا ہے کہ مسلمان اپنے سے دونے تگنے لشکر پر غالب آگئے ہیں خود اسی جنگ احزاب میں تین سو مسلمانوں کا قلیل لشکر دس ہزار کفار پر ایسا غالب آیا کہ ان کو پورب پچھم نظر نہ آتا تھا بس وہی گر تھا کہ ایک مسلمان دس پر، سو، ہزار پر اور تین سو مسلمان دس کفار پر غالب رہے۔

روم، مصر، شام کی فتوحات میں ایسی بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ مثالیں ملتی ہیں۔ جنکو نہ صرف مسلمان مورخین بلکہ یورپ والے بھی حیرت کیساتھ لکھنے پر مجبور ہوتے ہیں یہ کتاب ان واقعات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ابن اثیر اور فتوح شام وغیرہ ان واقعات سے پر ہیں۔

مسلمانوں کی اُس تنگی، اُس کمزوری، قلت بضاعت اور اس بے مائگی کیحالتمیں اس پیشینگوئی کا کرنا کہ ایک کمزور مسلمان دو کافروں پر اور سو کا لشکر دو سو کے لشکر پر پھر ایک قوی ثابت قدم مسلمان پانچ اور دس کافروں پر اور، ایک سو ثابت قدم مسلمان ایک ہزار کافروں پر غالب ہوں گے اور اس پیشینگوئی کا ہو بہو پورا اترنا، کیا کم سے کم عجیب وغریب امر نہیں ہے۔

نوٹ۔ اس بیان سے واضح ہوگا کہ مذکورہ دو آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ

عہ لائف آف محمد سر ولیم میور ۱۲۔

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ —

تم میں (ابھی) کمزوری ہے تو اگر تم میں سے ثابت قدم رہنے والے سو ہونگے تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے (ایسے ایک) ہزار ہونگے تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار (کافروں) پر غالب رہینگے اور اللہ تو صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔

ف

اسلام نے جنگ و قتال میں کبھی سبقت نہیں کی پیغمبر خدا نے کامل دس برس مکہ میں اسلام کی منادی کی اور طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں جو کافروں سے پہنچیں نہایت صبر و استقلال کیساتھ برداشت کرتے رہے یہانتک کہ مشرکین آپ کے مارڈالنے کے منصوبے کرنے لگے جب یقین ہوگیا کہ یہ سنگدل راہ راست پر نہ آئیں گے اور اب اُن کے ہاتھ سے جان کا بچانا مشکل ہے تو آپ پوشیدہ طور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے اسپر بھی مکہ والوں کو صبر نہ آیا اور اسلام کی بیخ کنی میں لگے رہے۔ آخر حجت تمام کر کے اعلان جنگ دیا گیا۔

آیت میں پہلے تو یہ فرمایا گیا کہ اگر ثابت قدم رہنے والے بیس مسلمان ہونگے تو وہ دو سو کافروں پر غالب ہوں گے اور ایک سو صابر مسلمان ایک ہزار دشمنوں کو بس کریں گے۔

مسلمانوں نے شرطیہ ہدایت کو حکم تصور کرلیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے رفع شک و تصریح سہولت کے لئے بعد والی آیت نازل فرمائی تا شروع کے مسلمان غلطی میں پڑکر اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنے لگیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ پہلا حکم شرطیہ ہے۔ اگر ثابت قدمی نبہ سکے لیکن چونکہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم شروع کے مسلمان

أُوْحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

وحی آئی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہ آئی ہوا ور (نیز اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا) جو دعوی کرے کہ (قرآن) جس کو (تمہارے پندار میں) اللہ نے اتارا ہے (دیکھو تو) ایسا ہی میں بھی اُتار دوں اور (اے پیغمبر) کاش تم (ان) ظالموں کو اسوقت دیکھو کہ موت کی بیہوشیوں میں (پڑے) ہیں اور فرشتے (جان نکالنے کیلئے) دست درازیاں کر رہے ہیں (اور کہتے جاتے ہیں) کہ اپنی جانیں نکالو اب تم کو ذلت عذاب کی سزا دیجائیگی اس لئے کہ تم خدا پر ناحق جھوٹ بولتے تھے۔

ف

یہ آیت مکی ہے جو ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور جھوٹے نبیوں کے خروج کی پیشگوئی رسول اللہ صلعم کی وفات سے کچھ پہلے سالہ میں واقع ہوئی۔

سالہ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مسیلمہ کذاب اسود عنسی عیس بن خرج سجاح بنت حارث طلیحہ بن خویلد چار مفسدوں نے نبوت کا دعوی کر کے

نہیں ہے جیسا کہ بعض سطحی نظر والوں کا گمان ہے اور اس گمان کو مقصود قران سمجھکر آج کل کے متعصب گر بے علم دشمنان اسلام اعتراض کرتے اور قرآن کے منہ آتے ہیں۔

یہ احکام ہر زمانہ کے لئے ہیں کہ جب اپنے میں قوت نہ ہو تو ضرورت سے زیادہ جوانمردی کر کے تھلکہ میں پڑنا نہیں چاہیئے۔ اور قوت و شوکت کی وقت زیادہ سے زیادہ ایک مسلمان، دس دشمنوں کا مقابلہ کر سکتا ہے پھر اگر یہ مقابلہ مجبوری درجہ کو کیا گیا ہے اور مذہبی حمایت پر مبنی ہے تو اللہ تعالیٰ نیک نیت اور ثابت قدم مسلمانوں کو مظفر و منصور فرمائے گا اور ضرور فرمائے گا اور اسکی سیکڑوں ہزاروں نظائر سے تاریخی کتابیں لبریز ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ زبردست پیشگوئی اسی طرح پوری ہوتی رہے گی۔

پیشگوئی

(۱۶۶)

جھوٹے مدعیان نبوت کا خروج

جیسا کہ سورۂ انعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا دعوی کرے کہ میری طرف

شہر بن باذان۔ کو رسول اللہ صلعم نے صنعا کا حاکم کیا تھا۔ اسود عنسی نے جنگ کر کے صنعا پر قبضہ کر لیا اور ہر طرف ارتداد و فساد کی آگ مشتعل کر دی آخر رسول اللہ صلعم کی وفات سے ایک یا دو یا تین دن پہلے فیروز نے اسود عنسی کو حکمت عملی سے قتل کر دیا اور رسول خدا کی وفات کے بعد یہ خوشخبری مدینہ منورہ میں پہنچی اتباع اسود عنسی بہت تو مارے گئے اور جو باقی بچے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے اور اس جھوٹے نبی کے مذہب کا نشان تک باقی نہ رہا۔ ؎

سجاح بنت حارث قبیلہ بنو ربیع کی ایک تمیمیہ عورت تھی اس نے بنی تغلب میں دعوائے نبوت کیا جاہلوں کی ایک جماعت اس کے گرد ہو گئی یہ مسیلمہ کی ہم عصر تھی اور جہاں اس نے اَنَا النَّبِیَّةُ کی ہانک لگائی تھی اسی اثناء میں یمامہ نے اَنَا النَّبِیُّ کی صدا بلند کی تھی۔ مسیلمہ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یمامہ کے لوگ بھی سجاح کی طرف جھک پڑیں اور میری نبوت و حکومت سب معرض خطر میں پڑ جائے یہ سب سوچ سمجھ کر اس نے تحفہ و ہدایا کیساتھ سجاح کے پاس سفارت بھیجی مراسلتوں کے بعد ملاقات کی ٹھیری سجاح نے مسیلمہ کو دعوت دیکر بلایا اور ایک خیمہ میں جس کو اسی غرض کے لئے تکلف فرش و فروش اور انواع عطریات سے آراستہ و پیراستہ کر رکھا تھا مسیلمہ کو مہمان رکھا تین دن تین رات یہ دونوں جھوٹے نبی و نبیہ اس خیمہ میں گرم صحبت رہے آخر سجاح نے مسیلمہ کے دعوائے نبوت کو تسلیم کیا اور اس کے نکاح میں آگئی مسیلمہ نے مہر نکاح میں اپنی بیوی کی امت پر سے نماز فجر کو ساقط کر دیا۔ ؎

یہی راز و نیاز کے معاملے چل رہے تھے کہ ناگاہ سیف اللہ خالد بن ولید رضؓ

؎ تاریخ کامل۔ ؎ تاریخ کامل۔

علم بغاوت بلند کیا۔

ان میں سے مسیلمہ بن ثمامہ نے جو کذاب کے موزوں لقب سے مشہور ہوا، نبوت کا دعوی کر کے اپنے کو رحمان الیمامہ کے خطاب سے مشہور کرنا چاہا۔ اور مسلمانوں کے ڈر سے بھاگ کر یمامہ جا رہا جو اس کا مولد ومنشا تھا۔ جاہل و ناسمجھ اعراب کی ایک معتد جماعت مرتد ہو کر مسیلمہ کی ہمنوا ہو گئی مسیلمہ نے اپنی امت پر شراب وزنا کو حلال قرار دیا۔ نماز فجر کو ساقط کر دیا اور قرآن مجید کے جواب میں چند واہی تباہی نامربوط سورتیں بھی بنائیں جن کو اہل علم نے ردّی سمجھکر قابل التفات بھی نہ سمجھا البتہ دلگی کے طور پر لطف اٹھانے کے لئے ان کو کتابوں میں لکھدیا ہے رسول اللہ صلعم کے انتقال بعد، ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے آخر ابو بکر صدیق رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں خالد بن ولید سیف اللہ کو ساٹھ ہزار مردان اسلام کے ساتھ اسکی سرکوبی کیلئے روانہ کیا مسیلمہ نے چالیس ہزار کے لشکر سے اسلام کا مقابلہ کیا اور جنگ عظیم کے بعد اس کو شکست فاش ملی۔ یہ عجیب بات ہے کہ وحشی قاتل حمزہ رضؓ نے جس حربہ سے ایام جاہلیت میں سید الشہدا حمزہ کو قتل کیا تھا اسی حربہ سے اس نے مسیلمہ کو جہنم واصل کیا[ع] مسیلمہ کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی امت نے ارتداد سے توبہ کیا اور یہیں یہ مذہب باطل بیخ وبنیاد سے اکھڑ کر نیست ونابود ہو گیا۔

اسود عنسی کا نام عیس بن مذحج اور لقب ذی الخمار تھا فن کہانت میں استاد تھا میٹھی میٹھی باتوں میں عوام کو پھانس کر دام ضلالت پھیلایا اور آخر نبوت کا دعوی کر بیٹھا صنعاء کے عام لوگ اسود کی نبوت کے قائل ہو کر مرتد ہو گئے

ع تاریخ کامل۔

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ	کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ ڈالا ہی نہیں کرتے یہی لوگ جنتی ہوں گے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ انکے دلوں میں (ایک دوسرے کیطرف سے دنیاوی) رنجش ہوگی (اس کو) ہم نکال دیں گے۔



سورۃ الاعراف پانچ یا چھ آیتوں کے سوا جن میں آیت مذکورہ بالا شامل نہیں ہے، کل سورہ مکی ہے جو ہجرت رسول سے پہلے نازل ہوئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیک عمل والے سچے مسلمانوں میں جو ایک کو دوسرے سے رنجش ہوگی ہم اس کو دور کردیں گے۔ پس اسمیں دو پیشینگوئیاں ہوئیں ایک آپس میں نزاع اور رنجش کا پیدا ہونا دوسرے صلح کا ہوجانا چنانچہ یہ دونوں باتیں واقع ہوگئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کوئی ایسی رنجش یا نزاع صحابہ کرام کے مابین واقع نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہو۔ امیر المومنین کا قلیل زمانہ خلافت امن وامان میں ختم ہوگیا امیر المومنین فاروق اعظم کا عہد امامت عرصہ تک رہا مگر آپ کی تدبیر وحسن انتظام نے کسی بدامنی کے ہونے کا موقع ہی نہ دیا۔ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذی النورین کا اوائل زمانہ خلافت خوشی ومسرت کا زمانہ تھا لیکن آپ کی حد اعتدال سے گذری ہوئی نیکی ورحم دلی نے مفسدوں کو فساد کا موقع دیا جس کا انجام آپ کی شہادت پر بھی ختم نہ ہوا۔

خلیفہ رابع حضرت علی مرتضیٰ کا زمانہ خلافت فتنہ وفساد کا زمانہ تھا۔

بہادران اسلام کا جرار لشکر لئے ہوئے سر پر پہنچ گئے مسیلمہ قتل ہوگیا اور سجاح جو اسوقت بھاگ گئی تھی آخر امیر معاویہ کے عہد خلافت میں توبہ کرکے اپنی امت سمیت مسلمان ہوگئی اور ایک صحابی کی بیوی بنی۔ عـہ

طلیحہ بن خویلد قبیلہ بنی اسود کا ایک چالاک شخص تھا۔ رسول خدا کی وفات کے بعد اس نے دعوٰے نبوت کے ساتھ خروج کیا چند قبائل اس کی رفاقت میں مرتد ہوگئے حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے خالد بن ولیدؓ نے اسپر لشکر کشی کی طلیحہ اور اس کے حمایتوں کو شکست فاش ہوئی طلیحہ اسوقت تو شکست کھاکر فرار ہوگیا مگر بعد میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا۔ اور جنگ نہاوند میں جام شہادت پی کر دنیا سے چل بسا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ عـہ

پیشگوئی

(۱۶۷)

صحابہ کے مابین رنجش کا پیدا اور پھر اس کا صاف ہونا

جیساکہ سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُکَلِّفُ	اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے (اپنے مقدور بھر) نیک عمل کئے (اور) ہم تو

عـہ مدارج النبوۃ۔ عـہ مدارج النبوۃ۔

ہر طرف امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ؔ
یہ تھی قرآن کی پیشگوئی کہ صحابہ رسول کے درمیان میں رنجش ہوگی اور ہم اس رنجش کو دور کر دیں گے یعنی جنگ کے بعد صلح ہو جائے گی چنانچہ ویسا ہی واقع ہو کر رہا۔

پیشگوئی

(۱۶۸)

یہود اور نصاریٰ قتل ہونگے

جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ یُضَاھِئُوْنَ مِنْ قَبْلُ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔

یہود کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ سب ان کے منہ کی کہن ہے گو ان ہی کافروں کی سی باتیں بنانے جو ان سے پہلے (ہو گذری) ہیں خدا ان کو قتل (و غارت) کریگا (دیکھو تو) کدھر کو (شیطاں کے) بھٹکائے ہوئے بھٹکے چلے) جا رہے ہیں

ؔ ان واقعات کو بارہ امام حصہ اول میں ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔

اور اسی عہد میں صحابہ کے مابین نزاع ورنجش کا وقوع ہوا۔
حضرت طلحہ وزبیر نے پہلے حضرت علی سے بیعت کی پھر آخر ناراض ہوکر بیعت کو توڑ دیا جب حضرت علی اور حضرت عائشہ کے درمیان میں میدان کارزار گرم ہوا تو طلحہ وزبیر ام المومنین عائشہ کے طرفداروں میں تھے لیکن آخر اسی جنگ میں اختتام جنگ سے پہلے حضرت علی نے طلحہ وزبیر دونوں کو سمجھایا۔ دونوں حضرات آپ کی تقریر سے متاثر ہوئے گذشتہ باتوں پر نادم و پشیمان ہوئے اور حضرت علی سے عذرخواہ ہوکر میدان جنگ سے نکل گئے ان شاہبازان شہادت کو جنگ سے کنارہ کش پاکر بعض مفسدوں نے تیر مار کر دونوں کو جام شہادت پلا دیا عـــہ
غرض طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما تو خود پشیمان ہوکر صاف ہو گئے عـــہ اور حضرت عائشہ رض سے بعد جنگ صلح ہوئی حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان دونوں تک آتش جدال و قتال گرم رہی اور اگرچہ یہ لڑائی کسی دلی بغض وکینہ پر مبنی نہیں تھی، صرف رائے کی غلطی جنگ کا سبب تھی تاہم یہ ظاہری جنگ بھی تھوڑے دنوں تک رہ کر مصالحت سے بدل گئی اور دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر آرام سے ساکن رہ گئے حضرت علی کی شہادت کے بعد جناب امام حسن ع کو داعیہ خلافت پیدا ہوا لوگوں کے بھڑکانے سے پھر قریب تھا کہ امام حسن اور امیر معاویہ میں جنگ چھڑ جائے مگر خود امام حسن ع کی صلح پسند طبیعت نے بیجا خونریزی کو پسند نہ کیا اور عین انصاف پسندی سے کام لیکر امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی امر خلافت امیر معاویہ پر مستقل ہوگیا اور اہل ملک

عـــہ روضۃ الشہداء عـــہ روضۃ الاحباب۔

قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ھُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْیًا قُلْ مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَۃِ فَلْیَمْدُدْ لَہُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَۃَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا

(جب ہمارے کھلے احکام لوگوں کو پڑھ کر سنائے جاتے ہیں تو) کافر (چھیڑ کے طور پر) مسلمانوں سے پوچھنے لگتے ہیں کہ (بھلا بتاؤ تو ہم تم) دونوں فریق میں سے مکانات کس کے اچھے اور مجلسیں کسکی زیادہ شاندار ہیں حالانکہ ہم ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے ساز و سامان اور رو نداد (ان) سے کہیں عمدہ تھی۔ (تو اے پیغمبر! ان پوچھنے والوں کو) جواب دو کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہے خدا اسکو ڈھیل ہی دیتا چلا جاتا ہے یہانتک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یعنی عذاب یا قیامت تو اسوقت انکو معلوم ہو جائیگا کہ آب کسکا مکان برا اور (کس کا) جتھا کمزور ہے

ف

اب اس کی تصریح کی ضرورت نہیں رہی کہ یہ پیشنگوئی کسطرح پوری ہو گئی، بلاشبہ شروع زمانہ شیوع اسلام میں کفار بہت مالدار اور زبردست تھے درحالیکہ مسلمان مفلس و نادار اور کمزور تھے لیکن یہ صورت بہت جلد بگڑ گئی اور معاملہ بالکل برعکس ہو گیا کہ سرداران کفار مسلمانوں کے منہ آکر منہ کی کھا گئے سب کا قلع قمع ہو گیا جو باقی رہے اور مسلمان نہیں ہوے وہ ذلیل و خوار

ف

یہود تو خود رسول خدا ہی کے زمانہ میں اپنی شرارتوں کی سزا پا گئے جسکی تفصیل اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔ رہے نصاریٰ ان کا قلع قمع حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں خوب ہوا۔ نصاریٰ روم و شام کو بہادران اسلام نے جس جس طرح عاجز و مغلوب کیا اور جیسا روز بد ان کو دکھایا اس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں عہ۔ اگرچہ اس بارہ میں عہد بنو امیہ اور عہد عباسیہ بھی کچھ کم ممتاز نہیں رہا مگر سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کو نصاریٰ کے مقاتلہ اور ان کے مقہور کرنے میں جو خاص شہرت حاصل ہوئی اس کو زمانہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ عہ

پیشنگوئی

(۱۶۹)

سرداران مکہ عذاب سے چھٹ نہ سکیں گے

یہ پیشنگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۂ مریم میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عہ دیکھو فتوح الشام واقدی، الفاروق اردو۔ عہ دیکھو حیات صلاح الدین اردو ۱۲۔

پیشگوئی

(۱۷۰)

ابونعیم بن عوف بن مالک اشجعی قید سے رہا ہوگا

جیسا کہ سورۃ الطلاق میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہیگا اس کے لئے اللہ نجات کی کوئی شکل نکالدیگا اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائیگا جدہر سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے گا تو خدا اس کے لئے کافی ہے۔

ف

عوف بن مالک اشجعی ایک مفلس و نادار مسلمان تھا اس کے بیٹے ابونعیم مالک کو دشمنوں نے گرفتار کر کے قید کر لیا ابونعیم نے کسی طرح اپنے باپ کو اطلاع دی کہ میں اس طرح دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوں اور مجھکو قید میں تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔ تم رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر میری بیکسی کی اطلاع دو۔ عوف بن مالک روتا ہوا پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہوا

ہو گئے ان کا جتھا نیست و نابود ہو گیا اور مسلمان مالدار اور ان کا جتھا زبردست ہو گیا۔

دوسری آیت سورۃ المومنون میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْــٴَـرُوْنَ۔

لیکن ان لوگوں کے دل ان باتوں کی طرف سے غفلت میں ہیں اور غفلت کے علاوہ ان کے (اور بہت) اعمال ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے خوشحال لوگوں کو دھر پکڑیں گے تو یہ فوراً بلبلا اٹھینگے۔

ف

آخر ایسا ہی ہوا کہ جن رؤسائے قریش اور سرداران مکہ نے اسلام کو قبول نہیں کیا اُن کو خدا نے مسلمانوں کے ہاتھ سے دھر پکڑا اور چن چن کر سب کا صفایا کر دیا۔ جیسا انھوں نے کمزور مسلمانوں کو ستایا تھا ویسا ہی انکی آگے آیا ؎ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

عہ لائف آف محمدؐ مصنفہ سر ولیم میور۔ ۱۲

پیشینگوئی

(۱۷۱)

ابوجہل عذاب موت کیوقت کہیگا کاش میں خاک ہوتا

جیسا کہ سورۃ النبا میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا۔

(لوگو!) ہم نے تم کو عذاب سے ڈرادیا ہے جو عنقریب (آنیوالا) ہے کہ اُسدن آدمی اُن (اعمال) کو دیکھیگا جو اس نے اپنے ہاتھوں بھیجے ہیں اور (اُسدن) کافر (ابوجہل) چلا اٹھیگا کہ اے کاش میں مٹی ہوجاتا۔

ف

ابوجہل کے اُس افسوس کی پیشینگوئی ہے کہ جب عفراء کے بیٹوں نے جنگ بدر میں اس کو قتل کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دیکھنے گئے کہ ابوجہل کا کیا حشر ہوا تو ابن مسعود سے اس نے کہا کہ ہائے! مجھکو میرے چچازادوں نے کیوں نہیں قتل کیا[ع۵]۔

ع۵ بخاری جلد ثانی۔

اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم بال بچے والے غریب پہلے ہی سے افلاس و فاقہ کشی میں مبتلا تھے اب میرے بچے کو بھی ان موذیوں نے قید کر کے مبتلائے عذاب کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا، صبر کرو، تمہارا بیٹا، خدا نے چاہا تو چھوٹ جائے گا اور تمہارا افلاس بھی جاتا رہے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ "جو شخص اللہ سے ڈریگا اللہ اس کی نجات کی کوئی شکل نکال دیگا اور وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے پہنچنے کا اس کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ عوف بن مالک اشجعی کو اس سے فی الجملہ تسکین ہوگئی۔

ادھر ایسا ہوا کہ بہت دن گذر جانے سے مالک بن عوف سے اسکے گرفتار کرنے والے غافل ہوگئے ایک روز مالک نے اپنی نگرانی کرنیوالونکو اپنی طرف سے غافل جو پایا قید سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے دشمنوں کے بہت سے اونٹ اور مویشی بھی ہانک لئے۔

رات کیوقت عوف بن مالک اشجعی مکان میں مغموم بیٹھا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے اٹھکر جونہیں دروازہ کھولا سامنے اپنے عزیز بیٹے کو پایا کہ خوش و خرم کھڑا ہے اور اس کے ارد گرد اونٹوں اور بھیڑیوں کا گلہ ہے۔

قرآن کی دونوں پیشینگوئیاں پوری ہوئیں۔ عوف بن مالک کا بیٹا قید کفار سے رہا ہوا۔ اور اس کے لائے ہوئے مویشیوں سے گھر کا فقر و فاقہ جاتا رہا۔

ل‍ه لباب النقول فی اسباب النزول۔

ف

اگرچہ عنوان پر ہم نے دو ہی پیشنگوئیاں لکھی ہیں لیکن درحقیقت ان آیات میں تین عجیب پیشنگوئیاں ہیں -

پہلی پیشنگوئی

زمین کا متزلزل ہونا اور یہ مشاہد ہے کہ ریلوں کی کثرت نے کرہ ارض کو متحرک کر رکھا ہے -

دوسری پیشنگوئی

اثقال زمین یعنی معدنیات وغیرہ کا کثرت سے باہر نکالا جانا کون انکار کر سکتا ہے کہ سونا - چاندی - تانبا - لوہا وغیرہ معدنیات اب جس کثرت سے نکالے جا رہے ہیں اس کا عشر عشیر بھی کبھی نہ نکالے گئے ہوں گے خصوصاً کوئلے وغیرہ جو بوجھ کے بوجھ ڈھیر کے ڈھیر بلکہ ہزاروں لاکھوں من روزانہ زمین کے اندر سے نکالے جا رہے ہیں انھوں نے تو اس پیشنگوئی کو ایسا صاف طور پر صحیح کر دکھلایا جیسے چاند سورج کا وجود مسلم ہے -

تیسری پیشنگوئی

اخبار عالم کا عام ہونا اور یہ ان دونوں سے زیادہ ظاہر ہے کہ اخبار

اے کاش میں بجائے انسان ہونے کے مٹی ہوتا۔ اور ایسے ادنیٰ لوگوں کے ہاتھ سے قتل نہ ہوتا۔

پیشگوئی

(۱۷۲)

زمین ہلائی جائیگی اور اس کی دفینے نکالی جائینگے

(۱۷۳)

زمین کی خبریں اخبارات وغیرہ کے ذریعہ سے عام ہونگی

جیسا کہ سورۃ الزلزال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا۔

جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائیگی اور (یہی) زمین اپنی دفینے (معدنیات وغیرہ) نکال دے اور انسان (یہ عجائبات دیکھکر تعجب سے) بول اُٹھے کہ اسے کیا ہوگیا۔ اسوقت یہ اپنی (تمام) خبریں بیان کرنے لگیگی اس لئے کہ تمہارے پروردگار کا اس کو حکم ہی ایسا ہوگا

پیشنگوئی

(۱۷۴)

ان آوازے کسنے والوں کا مال ہرگز نہ بڑھے گا

جیساکہ سورۃ الہمزہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ

ہر شخص جو لوگوں کی عیب چینی کرتا (اور ان پر) آوازے کستا ہے اس کی بڑی تباہی ہے وہ اس خیال سے مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے کہ وہ مال کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیگا سو یہ تو ہرگز نہ ہوگا (مال ہی نہ رہیگا نہ خود وہی رہیگا بلکہ) وہ ضرور (ایک دن مرے گا اور کفر کی وجہ سے) حطمہ (یعنی آگ) میں پھینکا جائیگا۔

ف

ابی[1] بن خلف - اخنس[2] بن شریق - جمیل[3] بن عامر جمحی - اور امیہ[4] بن خلف ان چار مالداران کفار کو اپنے مال و دولت پر بڑا غرہ تھا - اپنے مال و دولت کی بڑائی کی فکر میں لگے ہوئے تھے اور مسلمانوں خصوصاً پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازے کسا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلا کہ یہ سب ہوس خام میں مبتلا ہیں نہ تو ان کی دولت ہی بڑھیگی

عہ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی ۱۲۔

تار برقی اور ٹیلیفون نے کس قدر خبروں کو عام کر دیا ہے اور خبروں کے عام ہونے اور ہر طرف پھیلانے کے کیسے زبردست ذریعے ہیں بھلا آج سے تیرہ سو برس پہلے کس کے وہم وگمان میں یہ بات تھی کہ ایک زمانہ میں ایسے آلے ایجاد ہو سکیں گے جو ذری ذری خبروں کو بھی دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک گھنٹوں میں پھیلا کر شائع کرتے رہیں گے

لطیفہ

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ میں اَخْبَارَ کا لفظ ایک خاص شان لطافت رکھتا ہے یہ کتنی بڑی لطافت اور قوت کلام ہے کہ تیرہ سو برس پہلے جو پیشنگوئی قرآن نے کی بعینہٖ اور بلفظہٖ آج ہمارے سامنے ہے قرآن نے اخبار کا لفظ فرمایا اور آج اخباروں ہی کی کثرت ہے اخبار ہی خبروں کے شائع اور عام ہونے کے اعلیٰ ذریعے ہیں۔

کیا ممکن نہیں تھا کہ اس ذریعہ خبر رسانی کا دوسرا کوئی نام رکھا جاتا ضرور ممکن تھا مگر مشیت الٰہی میں تو یہ تھا کہ اس کے کلام لطیف (قرآن) کی پیشنگوئی بلفظہٖ پوری ہو اور وہ ہو کر رہی اب تو اہل یورپ اس کوشش میں بھی کامیاب ہو گئے کہ بغیر اخبار و تار برقی کے زمین سے خبریں جاری ہو جایا کریں۔

کیا ان عجائبات نے اہل عالم کو متحیر نہیں کر دیا؟ عوام تو عوام خواص بھی تعجب کئے بغیر نہیں رہتے کہ یورپ نے کیسے کیسے عجائب غرائب واقعات دنیا کے سامنے پیش کر دئے ہیں۔

ف

عاصؓ بن وائل سہمی - ولیدؓ بن مغیرہ - اسوؓد عنسی - عبد یغوثؓ - اسوؓد بن عبد المطلب - اور امیہؓ بن خلف حجمی اور حارثؓ بن مغیرہ - یہ سات اکابر کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ کو بہتر سے بہتر حسین عورت، مال و دولت، مکان و عمارت جو کچھ مطلوب ہو، ہم سب ملکر مہیا کر دیں گے' آپ اپنے دعوے سے باز آجائیے، اگر یہ منظور نہ ہو تو کم سے کم ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیئے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو سب سے آسان بات یہ ہے کہ ایک سال ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کریں - پیغمبر خدا نے فرمایا، میں اس کے متعلق وحی الٰہی کا انتظار کر کے جواب دونگا - اور اس کے بعد کافروں کے جواب میں یہ سورۃ الکافرون نازل ہوئی جس میں صاف فرما دیا گیا کہ ہم (پیغمبر) تو تمہارے باطل معبودوں کی پرستش اسوقت کرتے، نہ آئیندہ کریں گے اور اسی طرح تم جو اسوقت ہمارے معبود مطلق سے روگرداں ہو، آئیندہ بھی اسی طرح بغاوت پر کمربستہ رہو گے تو فضول مکاری کی باتیں نہ بولو، جاؤ بالفعل تم اپنے دین پر رہو، میں اپنے دین پر رہوں گا -

آخر ایسا ہی ہوا کہ ان سات شریروں میں سے کوئی مسلمان ہوا نہ اپنی شرارت سے باز آیا اور ہر ایک تباہ و برباد ہو کر اسلام کی خونخوار تلوار کا جوہر دیکھتا ہوا دار البوار کو سدھارا -

---

عـــہ لباب النقول فی اسباب النزول ۱۲

نہ وقت پر ان کا موجودہ مال ہی کچھ ان کے کام آئیگا بلکہ یہ سب کے سب ذلیل موت
مریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان نالائقوں میں سے کسی ایک کا مال بھی نہ بڑھا
اور ہر ایک رسوائی کی موت مرا اور قتل کیا گیا ع‍ه

پیشگوئی

(۱۷۵)

یہ سات شخص کفر پر مریں گے

جیسا کہ سورۃ الکافرون میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ
لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ
وَلَاۤ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ
مَاۤ اَعْبُدُ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ
مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ
عَابِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ
لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔

(اے پیغمبر ان کافروں سے) کہو کہ اے کافرو! نہ (تو اسوقت) میں (تمہارے) اُن معبودوں کی پرستش کرتا ہوں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور جس (خدا) کی میں پرستش کرتا ہوں تم بھی (سوقت) اس کی پرستش نہیں کرتے اور (آئندہ بھی) نہ میں تمہارے۔ ان معبودوں کی پرستش کرونگا جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ تم ہی اس خدا کی پرستش کروگے جس کی میں پرستش کرتا ہوں (جاؤ) تمکو تمہارا دین اور مجھکو میرا دین۔

ع‍ه تاریخ کامل ۱۲

خرق و التیام ہونا نہ مانا اور اس کو بدلائل قاطعہ رد کر دیا۔

قرآن مجید علم ہیات یا ریاضی یا اس قسم کے علم و فن کی کوئی کتاب نہیں ہے وہ فقط امت کی اصلاح حالت اور درستی اخلاق کیلئے نازل فرمایا گیا چونکہ قرآن عرب خصوصاً قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے زبان عرب کی تمام خصوصیات اس میں موجود ہیں اس نے زبان کے مصطلحات کی واقعی غلطی یا صحت سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ بلا تعرض انہیں کے مصطلحات مسلمہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرتا رہا مثلاً کفار عرب سات آسمان اور ایک زمین کے قائل تھے قرآن کو اپنا دعویٰ توحید یا وجود باری ثابت کرنا ہے پس اس امر سے بحث کرنیکی اسے کچھ ضرورت نہیں ہے کہ واقعی آسمان سات ہے یا ایک ہی یا نہیں ہے اور ہے تو اس کی حقیقت کیا ہی کیونکہ قرآن ان مباحث کے طے کرنیکیلئے اترا ہی نہیں تھا وہ اہل عرب کو مخاطب کرتا ہے کہ تم سات آسمان اور ایک زمین کے قائل ہو تو قرآن عظیم الشان چیزوں کا کوئی خالق ہے یا آپ ہی آپ پیدا ہو گئیں پہلی صورت تو تمہارے ہی عقیدہ کی رو سے باطل ہے اور جب ان چیزوں کا خالق ہونا ضرور ہے اور ہے تو پھر اس کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ الوہیت میں بتوں کو شریک نہ گردانو۔ الحاصل عربوں کے جن مصطلحات و معتقدات کو نفس اسلام سے تعلق نہ تھا یا ان کی وجہ سے اسلام میں کوئی مزاحمت نہ ہو سکتی تھی ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور بلا تعرض انہیں سے ان کے معتقدین کو قائل کیا۔ البتہ ان کے جو معتقدات اسلام کے خلاف تھے ان کو صاف الفاظ میں باطل گردانا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مسائل میں مابین العلماء ہمیشہ اختلاف رہا۔ اور ان جیسے امور کو محققین نے نفس اسلام سے بالکل الگ رکھا قرآن میں جو سات آسمان کہا گیا ہے اس سے واقعی نہ تعدد مقصود ہے نہ

پیشینگوئی

(آئندہ)

آسمانوں کا پھٹنا اور پہاڑوں کا غبار ہونا

یہ پیشینگوئی قرآن مجید میں دو مقامات پر ہے۔

پہلی آیت سورۃ الرحمٰن میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ۔

پھر جب قیامت کے دن آسمان پھٹے اور تیل کی طرح (اس کی رنگت) لال لال ہو جائے۔

دوسری آیت سورۃ النبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا وَّفُتِحَتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا۔

اسوقت صور پھونکا جائیگا اور تم لوگ گروہ کے گروہ آحاضر ہوگے اور آسمان (پھٹ کر اس میں) دروازے دروازے ہو جائیں گے اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) چلائے جائیں گے تو وہ غبار ہو کر رہ جائیں گے۔



فلاسفہ متقدمین آسمان کو جسم صلب، شفاف، ناقابل خرق والتیام مانتے تھے پھر جب فلسفہ نے مسلمانوں کے گھر میں نیا جنم لیا اور حکمت نے مسلمانوں کے دامن میں پناہ لی تو انھوں نے فلسفہ یونان کے بہت سارے مسائل کو باطل کر کے اور ایک دوسرا فلسفہ بنا کر **علم کلام** اس کا نام رکھا متکلمین یعنی کلام والے حکمائے اسلام نے آسمانوں کا جسم صاف ہونا تو تسلیم کر لیا۔ مگر اس کا غیر قابل

نظام کیلئے ساکن ہے زمین اور دوسرے سیارے باقتضائے کشش آفتاب کے گرد پھرتے ہیں۔ زمین کی دو حرکتیں ہیں ایک گرد آفتاب کے جس کے دورہ کو سال کہتے ہیں دوسری حرکت اپنے محور پر جس سے رات دن پیدا ہوتے ہیں بطلیموس کے نظام پر سات سیارے سات آسمانوں میں ہیں اور باقی سب ستارے آٹھویں آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ نتائج حرکات کے لحاظ سے ضرور ہے کہ سیارات کے حرکات میں تناسب قایم رہے اس لیئے ایک ایک آسمان کلی میں متعدد آسمان جزئی ماننے پڑے اور ان کے اصول پر اسوقت (۲۴) آسمان ہیں۔ اب (۶۴) سیارے ثابت ہوئے ہیں تو بطلیموسی اصول پر سیکڑوں آسمان ماننے پڑیں گے اور جتنے سیارات ثابت ہوتے جائیں گے اُسی کے حساب سے آسمانوں کی تعداد بڑہتی جائیگی اس کے علاوہ اب بہت سے سیارات کیساتھ اقمار (چاند) بھی ثابت ہوئے ہیں اور یہ کہ ایک ایک کے لیئے متعدد بھی ہیں جن کی حرکات کے لیئے بطلیموسیوں نے اصول مقرر نہیں کیئے ہیں اور ان میں بہت سے اشکالات ہیں ان بطلیموسیوں نے آسمانوں کو اجسام کثیفہ اور پیاز کے چھلکوں کی طرح تہ بتہ مانا۔ آخری تہ کا آسمان جو تمام تہوں کو محیط ہے اور جو ان کے نزدیک تمام مخلوقات کا منتہا ہے اس کا نام فلک الافلاک اور محدد ہے یہ فلک الافلاک مع اور نہیں آسمانوں (مدیر جوزہر۔ مائل) کے مشرق سے مغرب کی طرف گردش کرتا ہے باقی آسمان مغرب سے مشرق کی طرف گھومتے ہیں بطلیموسیوں کے گمان میں فلک محدد معمورۂ عالم کا منتہا جسکے پیچھے خلا ملا کچھ نہیں ہے گویا کہ اللہ تعالی نے اپنے ممالک مقبوضہ کی ایک دیوار کھینچدی ہے پس بطلیموسیوں کے مذہب پر تمام صنعت خداوندی کا لب لباب آبادی زمین ہے اور فیثا غورثیوں کے ملک پر صنعت خداوندی غیر محدود اور نا انتہا

آسمانوں کی ماہیت کا اظہار منظور ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جب آسمانوں کا قابل خرق والتیام ہونا ثابت ہے
تو اس کا پھٹنا اور اس میں ور ذ ول اور دروازوں کا ہونا ممکن ہے ہاں یورپ
کا فلسفہ جدیدہ سرے سے آسمانوں کے وجود ہی کا قائل نہیں پس اگر یہ ثابت
ہو جائے کہ جس صفت کا آسمان مانا جاتا ہے ویسا نہیں ہے تو آسمانوں سے
طبقات فضا ے بالا مراد ہوں گے اور اس عالم کی ترکیب کے مضمحل ہونے
کے بعد وہ طبقات بھی متاثر ہوں گے مثلاً اجزا ے ارضی کے طبقات ہوائیہ میں
مل جانے سے رنگ کا تغیر لازم ہے اور انعکاسات کی وجہ سے اس کا لال
ہونا ظاہر طبقہ کے بعض بعض حصہ میں جب اجزا ئے ارضی کی آمیزش اس طرح ہو
کہ درمیانی حصہ خالی رہ جائے تو وہی ابواب اور ور ذین ہیں فلاسفہ اور اہل شریعت
میں سے جو لوگ آسمان کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک ما دون الارض
غیر محدود فضا نہیں ہے نہ یہ ہو سکتا۔ حکیم فیثاغورث زمین کی حرکت کا قائل
ہے اور وجود سماوات کا (جیسا کہ بطلیموس کا مذہب ہے) منکر ہے حکیم بطلیموس
سکون زمین اور وجود و حرکت آسمان کا قائل ہے اور اسی کو اہل اسلام نے تسلیم
کیا فرق یہ ہے کہ بطلیموس تمام آسمانوں کو ایک دوسرے سے چپکا ہوا مانتا ہے
جیسے پیاز کے چھلکے اور شریعت محمدیہ والے ہر دو آسمانوں کے درمیان
ایک وسیع فضا پانچ سو برس کے راہ کے مساوی مانتے ہیں آسمان بطلیموس کے
نزدیک ناقابل خرق والتیام ہے اور حکماے اسلام کے نزدیک قابل خرق
والتیام ہے دلیل عقلی نہ تو وجود فلک پر قایم ہے نہ اس کے عدم وجود پر اور
جو دلیلیں پیش کیجاتی ہیں وہ سب ناقص و کمزور ہیں فیثاغورث کے نظام پر
ستارے کچھ ساکن ہیں کچھ متحرک ہیں اور حرکات تابع کشش ہیں آفتاب اس

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔ (دونوں) ایک جگہ جمع کردئے جائیں۔

ف

چاند کے گہن سے بعض لوگوں نے تو یہی گہن مراد لیا ہے جو ہمیشہ ہوا کرتا ہے مگر یہ قول ساقط ہے کیونکہ ایسے گہن کو علامات قیامت سے کوئی مناسبت نہیں ہے بعض مفسرین نے چاند گہن سے اسکی روشنی کا زائل ہونا مراد لیا ہے اور یہی صحیح ہے چاند سورج کے جمع ہونے سے کیا مطلب ہے اس میں بھی بین المفسرین اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سورج اور چاند دونوں ایک جگہ جمع ہوجائیں گے اور اکثروں کا یہ مسلک ہے کہ چاند و سورج دونوں اکھٹے ہوں گے یعنی دونوں کی روشنی زائل ہوجائیگی۔

فلسفی اعتراض کرتا ہے کہ چاند سورج کا اکھٹا ہونا اور چاند میں گہن لگنا دونوں باتیں ایک وقت میں نہیں ہوسکتیں کیونکہ چاند میں گہن اسوقت لگتا ہے جب اس کے اور سورج کے بیچ میں زمین حائل ہوتی ہے تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں دونوں اکھٹا بھی ہوں گے اور ایک دوسرے سے ہزاروں لاکھوں کوس کے فاصلہ پر بھی ہوں گے اور یہ اجتماع ضدین محال ہے۔

جواب

قرآن مجید میں یہ تو نہیں فرمایا گیا ہے کہ چاند گہن اور چاند سورج کا اجتماع ایک ہی آن میں ہوگا بلکہ ان دونوں خبروں کو حرف عاطفہ واو کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو صرف جمع کے لئے آتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ قیامت سے پہلے چاند میں گہن لگیگا اور چاند سورج اکھٹا کیئے جائیں گے رہی یہ بات کہ

آبادیاں اور بے انتہا عالم ہیں۔ شان خداوندی کی عظمت نظام فیثا غورثی میں ہے نہ نظام بطلیموس میں آجکل یورپ کے محققین علم ہیئات جو خیال وجود سماوات کی نسبت رکھتے ہیں دراصل وہ خیال قرآن کے مخالف نہیں ہے۔ قرآن نے اگرچہ آسمانوں کو نرا پول قرار نہیں دیا لیکن مادہ سماوی کو جو پول کے اندر بھرا ہے صلب اور کثیف اور ممتنع الخرق بھی نہیں بتایا بلکہ ہوا یا پانی کی طرح نرم اور کثیف مادہ قرار دیا جس میں ستارے تیرتے پھرتے ہیں چنانچہ قرآن کی آیات کریمہ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ اور ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ سے صاف ظاہر ہے قرآن مجید میں کوئی بات کسی علم و فن کے مسلمہ اصول کے خلاف نہیں ہے بلکہ یا تو ہماری فہم کا قصور ہے کہ ہم نے معانی قرآن میں غور و خوض سے کام نہیں لیا یا خود اس فن کا وہ مسئلہ ہی غلط ہے جسکو قرآن کا مخالف کہا جاتا ہے۔

پیشگوئی

(آئندہ)

آنکھوں کا پتھرانا۔ چاند گہن۔ چاند سورج کا جمع ہونا

جیسا کہ سورۃ القیامہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ

وہ پوچھتا ہے کہ بھلا روز قیامت کب ہوگا تو (اے محمد کہو) کہ جب مارے ہیبت کے آنکھیں پتھرا جائیں اور چاند گہنا جائے اور سورج اور چاند

ف

قرآن میں قیامت کی آمد کئی باتوں سے بتائی گئی ہے مثلاً زمین کا زلزلہ- پہاڑوں کا اڑے اڑے پھرنا اور ٹکرا کر چکنا چور ہو جانا- دریاؤں اور سمندروں کا اپنی حد سے باہر بہ جانا ستاروں کا جھڑ پڑنا- چاند سورج کا بے نور ہو جانا وغیرہ- یہ بھی ایک حادثہ بتایا گیا ہے کہ سمندر اور دریا اپنا پٹیا چھوڑ دیں گے- یا تو ان میں پہاڑوں کا ملبہ آ بھرے گا یا ٹکر کے صدمہ سے پانی اچھل اچھل کر چاروں طرف بہا بہا پھرے گا غرض ہو گی بڑی آفت تفصیلی کیفیت اللہ کو معلوم ہے-

دوسری آیت سورۃ المرسلات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے-

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ الْفَصْلِ-

تو جب ستارے ماند پڑ جائیں اور جب آسمان پھٹ جائے اور جب پہاڑ اڑا جائیں اور جب پیغمبر وقت مقرر پر حاضر کئے جائیں (اس وقت سمجھو کہ قیامت ہوئی لیکن یہ واقعات) کس دن کے لئے ملتوی ہیں؟ فیصلے کے دن کے لئے-

ف

یہ سب قیامت کے متعلق پیشنگوئیاں ہیں- اول ستاروں کا بے نور ہونا دوسرے آسمانوں کا پھٹ جانا- تیسرے پہاڑوں کا اڑا دیا جانا- چوتھے وقت مقررہ پر پیغمبروں کا حاضر کیا جانا-

فیثاغورث کے مذہب پر عالم غیر متناہی ہے- جس زمین پر ہم آباد ہیں

یہ دونوں واقعات ساتھ ہوں گے یا فصل سے ہوں گے اور فصل سے ہوں گے تو بیچ میں کتنا وقفہ ہوگا قرآن نے کچھ صراحت نہیں کی اس کے علاوہ چاندگہن کی جو کیفیت بیان کیجاتی ہے وہ موجودہ نظام پر ہے مگر جب یہ نظام ہی درہم برہم ہوجائیگا تو ممکن ہے کہ اسوقت کوئی اور حالت چاندگہن کا سبب ہو اور چاند سورج اکھٹے بھی ہوجائیں واللہ اعلم ۔

پیشینگوئی

(آیندہ)

آسمان کا پھٹنا۔ ستاروں کا جھڑنا۔ سمندروں کا بہ جانا قبروں کا اکھڑنا اور مخلوق کی حالت

پہلی آیت سورۃ الانفطار میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ

جب کہ آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں اور جب دریاؤں کو (انکی اصلی جگہ سے اچھال کر دوسری طرف کو) بہا دیا جائے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں (اسوقت) ہر شخص جان لیگا کہ اس نے کیسے عمل پہلے (زاد آخرت بنا کر) بھیجے ہیں اور پیچھے چھوڑ آیا ہے

خَاشِعَةً ۔	جھکی ہوئی ہونگی ۔

دوسری آیت سورۃ الزلزال میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۔	جب زمین بڑے زور سے ہلا دیجائیگی اور یہی زمین اپنے دفینے (معدنیات اور مردے وغیرہ سب) نکال کر پھینکدیگی

تیسری آیت سورۃ الفجر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا	ہاں ہاں جس روز زمین مارے دھکوں کے چکنا چور ہو جائے گی ۔

ف

اس زمانہ میں علم ہیأت نے بڑی ترقی کی ہے اور بڑے بڑے پلّے کی دوربینیں ایجاد ہوئی ہیں جن سے کروروں کوس کے فاصلہ کی چیزیں ایسی دکھائی دیتی ہیں جیسے پاس رکھی ہوئی ہیں تو تحقیقات جدیدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام اجرام فلکی بڑے بڑے گولے ہیں اور زمین ان میں سے بعض کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے مٹکے کے مقابلہ میں رائی کا دانہ اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ ہماری زمین کی طرح اور کرّے بھی آباد ہیں خدا نے تمام اجسام میں کشش کی قوت رکھی ہے جس کے ذریعہ سے یہ سب گھوم رہے ہیں ۔

جب ان باتوں کو آثار قیامت سے ملا کر دیکھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کشش کو سلب کر کے یا کسی اور طرح پر اس تمام انتظام کو درہم برہم کر دے گا ۔ یہ سب ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور ایسی

ایسی اور اس سے زیادہ لاکھوں کروڑوں اور غیر متناہی کرے اور عالم ہیں۔ پس یہ ضرور نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں تمام قیامت آجائے ممکن ہے کہ وقتاً فوقتاً ہر کرہ میں قیامت آتی رہے اور جب کرہ درہم برہم ہوجائے تو اس کے غبار سے ستاروں کا بے نور ہوجانا ظاہر ہے۔

لطیفہ

آیت میں (اِذَا السَّمَآءُ) فُرِجَتْ کا لفظ ہے۔ فرج کے معنی کشادہ کرنے کے ہیں پس اس سے آسمانوں کا نرم اور طبقہ ہوائی ہونا مترشح ہے جیسا کہ محققین اہل یورپ کا مسلک ہے۔

پیشنگوئی

(آئندہ)

زمین کا دھکوں سے چکنا چور ہوجانا

پہلی آیت سورۃ النازعات میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ أَبْصَارُهَا	جب کہ زمین لرز جائے اور (ایک) زلزلہ کے بعد دوسرا زلزلہ آئے اسدن (بہت سے لوگوں کے) دل دھڑکتے ہوں گے [illegible] انکی نظریں۔

پیشنگوئی

(آئندہ)

صور کا پھونکا جانا اور تمام زندوں کا مر کر پھر زندہ ہونا

پہلی آیت سورۃ الزمر میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ

اور (اول بار) صور پھونکا جائیگا تو جو مخلوقات آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ان سب (موت کی) بیہوشی طاری ہو جائیگی مگر جس کو خدا چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا تو سب کے سب ایکدم سے (قبروں سے نکلکر) کھڑے ہو جائینگے (اور) ہر طرف دیکھنے لگیں گے۔

دوسری آیت سورۃ الحاقہ میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ

پھر جب صور میں (پہلی) ایک پھونک ماری جائیگی اور زمین اور پہاڑ دونوں کو اٹھا کر ایک ہی بار ان کو ریزہ ریزہ کر دیا جائیگا تو قیامت جو چار و ناچار ہونیوالی ہے اسدن ہو جائیگی اور آسمان پھٹ جائیگا اور وہ اسدن بہت بودا ہوگا

بڑی آفت ہوگی جسکو کوئی فرد بشر سمجھ نہیں سکتا۔ ان چیزوں کے مقابلہ میں ریل کی کچھ حقیقت نہیں ہے لیکن جب کبھی ریلیں لڑ گئی ہیں تو ایسی مصیبت واقع ہوئی ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

قدیم فلسفہ والے زمین کو ساکن سمجھتے تھے۔ اب اسکا سیارہ ہونا ثابت مان لیا گیا ہے فلاسفۂ متقدمین کے نزدیک صرف سات سیارے تھے اب ان کے علاوہ اور بھی سیارے ثابت ہوئے ہیں غرض یہ سب صاف دلیلیں ہیں اس امر کی کہ انسان محدود العلم پیدا ہوا ہے وہ ترقی کے کتنا ہی بلند زینہ پر پہنچ جائے پھر بھی اپنی جگہ پر ناقص ہے وہ کبھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہم نے کچھ دریافت کر لیا ہے یہی صحیح اور قطعی ہے یا جہاں تک ہم نے ترقی کی ہے یہی ترقی کی آخری حد ہے اب اس سے آگے ترقی نہیں ہو سکتی۔

اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معلوم شدہ سیاروں اور ستاروں اور اجرام علویہ کے علاوہ معلوم نہیں کتنے اجرام و سیارے ہوں گے جہاں تک انسان کی پہونچ نہیں ہوئی اور ممکن ہے کہ آگے چلکر اور بھی رازوں کا انکشاف ہو۔

ہو سکتا ہے کہ ان اجرام معلوم و نامعلوم میں سے کچھ سیارے ایک ممتد زمانہ کے بعد گردش کرتے ہوئے اس حد تک پہونچیں جن کے قرب سے موجودہ نظام درہم برہم ہو جائے قوت جذب و انجذاب کو نقصان پہنچے اور کرۂ ارض ٹکر کھا کر پرزے پرزے ہو جائے اور پہاڑوں وغیرہ کا وہی حال ہو جائے جیسا کہ قرآن مجید میں مصرح ہے۔

آفرینش سے اسوقت تک کے تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے کیا واقعی سینگڑا ہوگا یا کیا۔

ہم کو صور کی حقیقت نہیں بتائی گئی ہے لہذا قرآن کے کلام الٰہی ماننے والوں کو اس پر ایمان لانا بس ہے کہ صور پھونکا جائے گا اور اس کا یہ اثر مترتب ہوگا اور منکرین کو اس پیشینگوئی کے پورا ہونیکا انتظار کرنا چاہیے تاآنکہ پوری ہو اور وہ دن آجائے جب ان کو سوائے ندامت و پشیمانی کے کوئی مفر نظر نہ آئیگا۔

صور کا وجود اور اس کا وہ اثر جو قرآن میں بتایا گیا ہے خلاف عقل نہیں ہے نہ اس کے امتناع پر کوئی عقلی بینہ موجود ہے کیا قادر مطلق ایسے ابداع پر قدرت نہیں رکھتا؟ ضرور رکھتا ہے۔

دوسری پیشینگوئی

صور کی پہلی آواز میں تمام جانداروں کا مرجانا اور دوسری مرتبہ میں سب کا زندہ ہوکر قبروں سے نکل پڑنا۔

تیسری پیشینگوئی

زمین اور پہاڑوں کا ایک ہی مرتبہ ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردیا جانا۔

چوتھی پیشینگوئی

آسمانوں کا پھٹنا اور ان کا پھسپھسا ہو جانا۔

یہ پیشینگوئیاں زمانۂ آئندہ اور آخرت سے متعلق ہیں جن کی نسبت

تیسری آیت سورۃ القمر میں ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ

جسدن بلانیوالا (اسرافیل) انکو ایسی چیز کی طرف بلائیگا جس سے (اُن کے ذہن بھی) آشنا نہیں اُن کی نظریں جھکی ہوں گی (تو اس روز) قبروں میں سے (اس طرح) نکل پڑینگے کہ گویا یہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئی۔



ان آیات میں چار پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

صور کا پھونکا جانا جسکی کیفیت یہ ہے کہ صور کے پہلی مرتبہ کے پھونکے جانے میں زمین اور آسمانوں کی تمام مخلوقات موت کی بیہوشی میں مبتلا ہو جائینگی مگر جن کا بیہوش ہونا اللہ نہ چاہے گا وہ اس سے متاثر نہ ہوں گے پھر جب دوسری مرتبہ صور پھنکیگا تو سب زندہ ہو ہو کر قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ لغت میں صور کے معنی سینگڑے کے لکھے ہیں جو پھونک کر بجایا جاتا ہے اب سینگڑے کی جگہ تُرہی یا بگل کام میں لاتے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ وہ صور جس کے پھونکے جانے سے زمین و آسمان کی ساری مخلوقات بیہوش ہو جائینگی اور دوبارہ پھونکے جانے سے، ابتدائی

ے حدیثوں میں وہ شخص حضرت موسیٰ ہیں۔

غلطنامہ کتاب حکمۃ بالغہ جلد اول

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱	۵	اسی طرح	اس طرح
۲	۲۵	۱۴	محقق	متقق
۳	۳۶	۹	اس عقل	عقل
۴	۵۰	۱۹	بموجب	موجب
۵	۵۷	۱	دنیا کے پڑھنے	پڑھتے
۶	۶۳	۲۰	مشتمل ہیں	مشتمل ہے
۷	۷۳	۱۱	منقیم	مستقیم
۸	۷۶	۱۷	وجود شیوع	وجود وشیوع
۹	۷۹	۱	وشوار دشوار	دشوار
۱۰	"	۵	محصورہیں	محصور ہین
۱۱	۸۰	۱	احکام	احکام بھیجے
۱۲	۸۵	۱۶	پاس یعنی	پاس علم یعنی
۱۳	۹۳	۱	مفسرہ	مفسر
۱۴	۱۱۲	۹	منہ اللہ	من اللہ
۱۵	۱۲۵	۹	سندوس	سندس

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۲۵	۱۰	اپنی	انہیں
۱۷	۱۳۵	۱۴	ثابت ہوگا	ثابت ہوگیا
۱۸	۱۳۹	۲	ارباب عزت	ارباب معرفت کیلئے
۱۹	۱۵۳	۷	فرماتا	فرمایا
۲۰	۱۷۲	۱۱	آرزو	آرزو کرو
۲۱	۱۸۳	۱۰	ارس	روس
۲۲	۱۹۰	۷	منع یعنی سی منع	منع
۲۳	۱۹۶	۳	ہی	بھی
۲۴	۱۹۸	۷	ہزار	ایک ہزار
۲۵	۲۰۵	۱۸	زرد روئی ہی	زرد روہی
۲۶	۲۰۶	۱۶	چند دوں	چند دنوں
۲۷	۲۱۰	۱۳	رنگ	زنگ
۲۸	۲۲۵	۱۵	استہزا ہوتا ہے	استہزا ہوتا تھا
۲۹	۲۳۵	۹	توبہت	نوبت
۳۰	"	۲۰	جنریہ ہی جنریہ	جنریہ ہی یا جزیہ
۳۱	۲۴۵	۸	منکم عملوا	منکم وعملوا
۳۳	"	۱۱	اسنخلف	استخلف

زیادہ بحث کرنے سے ہم نے اعراض کیا ہے کیونکہ وہ قیامت کی پیشگوئیاں ہیں اور اس کتاب میں ہم نے ان پیشگوئیوں کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے جو پوری ہوگئیں۔ یا ہو رہی ہیں۔ وقد فعلت کما وعدت بمنہ تعالےٰ وکرمہ و بہٖ نستعین والحمد للہ رب العالمین فقط والسلام علی سید الانام الی یوم القیام

تمت

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۳	۳۵۸	۹	خد	خدا
۶۴	″	۱۵	در	اور
۶۵	۳۶۰	۵	مسلمان پر	اسلام پر
۶۶	۳۶۱	۱	سورۃ الحلق	سورۃ العلق
۶۷	۳۶۴	۴	کے سکئے	کے لئے
۶۸	۳۷۴	۱۳	کرے	کرے گا
۶۹	۳۸۲	۶	جبکہ بلکہ	بلکہ
۷۰	۳۸۴	۱۵	گرٹے	گرڑھے
۷۱	۳۸۸	۳	سزدیگا	سزادیگا
۷۲	″	۱۳	چیھڑ خانی	چھیڑ خانی
۷۳	۳۹۴	۱۵	بسرکرنگے	بسر کرینگے
۷۴	″	۱۸	اسلام	اسلام میں
۷۵	۴۰۸	۶	یہودی سوے	یہودی سوالے
۷۶	۴۱۹	۹	محاجرین	مہاجرین
۷۷	۴۲۶	۱۵	خدا انکون کی	خداان کوان کی
۷۸	۴۴۴	۱	عورتوں کے حسن اور	عورتوں اور
۷۹	۴۴۸	۸	آہستہ	آہستہ آہستہ
۸۰	۴۵۸	۵	سرکار	سردار
۸۱	۴۸۰	۵	اس ناکافی	اس کافی

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۴۹۰	۶	عور	عورت
۸۳	۴۹۶	۳	رسول اللہ صلعم تھے	رسول اللہ صلعم نے
۸۴	۵۰۳	۱۰	لوگ دو	لوگ خود بخود
۸۵	۵۰۴	۶	سب کے	عرب کے
۸۶	″	۱۲	پورسے	پورے اُترے
۸۷	۵۲۲	۶	اکثر تو	اکثر پر تو
۸۸	۵۲۳	۱۴	۲ المومنون	منہم ۲ المومنون
۸۹	۵۳۰	۲	مین سے کے	میں کئی
۹۰	۵۳۶	۸	کہیبی	کھیتی
۹۱	۵۳۸	۱۱	ارہوئی	امرو ہوئی
۹۲	″	۱۹	حالت میں	حالت میں اسلامی
۹۳	۵۴۳	۱۱	مافوق البشریت	مافوق البشر
۹۴	۵۵۱	۲۰	مہمان	مسلمان
۹۵	۵۵۴	۱۸	خامۃ الناس	کافۃ الناس
۹۶	۵۵۸	۵	یہ لحاظ	بلحاظ
۹۷	۵۶۱	۴	زمانۂ وجود	زمانۂ موجود
۹۸	۵۶۷	۱۵	مہذھب	مہذب
۹۹	۵۹۷	۱۸	حدیث یہ	حدیث کی یہ

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳	۲۴۹	۲	دی جاتے	دیا جاتے
۳۴	"	۹	حقیقت	حقیّت
۳۵	۲۵۷	۱۲	آخرت اس کی	آخرت اور اس کی
۳۶	۲۵۹	۴	جب	حُب
۳۷	۲۶۸	۱۳	تم اور عیسائی اہل فارس ہم مذہب ہیں اسلئے فارس ہم مذہب ہیں اس لئے	تم اور عیسائی اور ہم اور اہل فارس ہم مذہب ہیں اس لئے
۳۸	"	۱۰	اہل پر	اہل فارس پر
۳۹	"	۲۱	تم اپنے	تم کو اپنے
۴۰	۲۶۲	۱۱	سَیُغلِبُونَ	سَیُغلَبُونَ
۴۱	"	۲۱	فتح ہوتا	فتح پاتا
۴۲	۲۶۳	۳	ساتوں	ساتویں
۴۳	۲۶۹	۱۰	وَہجُرھُمْ	وَاہجُرھُمْ
۴۴	"	۲۱	وولدبہی	وولد ہی
۴۵	۲۸۰	۴	غیران خدا	شیران خدا
۴۶	۲۸۲	۶	پیغمبر خدا کے دب کر سکے۔	پیغمبر خدا فی دب کر سکی

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷	۲۸۵	۵	احسلا	احدنا
۴۸	"	۹	لَئن اُخرِجونَ معہم	لَئِن اُخرِجُوا لَا یَخرُجُونَ مَعَھُم
۴۹	۲۸۷	۱۳	گھبرا اٹھتے	گھبرا اٹھے
۵۰	۳۱۳	۱۰	فتح مکہ کے دن نکاح	نکاح
۵۱	۳۱۷	۱۳	کمبخت	کمبخت
۵۲	۳۲۳	۳	اللہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ نے
۵۳	۳۲۵	۱۲	مگر نہیں	مگر انہیں
۵۴	۳۳۲	۱	اور اسی	اور وہ اسی
۵۵	"	۱۹	حدیبیہ ہوئی	جنگ حدیبیہ ہوئی
۵۶	۳۳۶	۱۴	انفار اللہ	انتشار اللہ
۵۷	۳۳۸	۳	روندوں	روندن
۵۸	۳۴۳	۱۷	ملک سلطنت	ملک وسلطنت
۵۹	۳۴۵	۹	اور اُن کے	ان کے
۶۰	"	۱۳	پروا ے	پردے
۶۱	۳۵۱	۱۵	خو	جو
۶۲	۳۵۲	۳	جنگ کی نسبت	جنگ کی نوبت پہونچی

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	۶۰۹	۱۷	اگرچہ آسمانوں	آسمانوں
۱۰۱	۶۱۴	۵	جان درا	جاندار
۱۰۲	۶۱۵	۱۶	باد اپنی	باوجود اپنی
۱۰۳	۶۲۶	۱۶	اکھیڑ کر	اکھڑ کر
۱۰۴	۶۲۹	۱۳	امیرالمومنین کا	امیرالمومنین ابوبکر کا
۱۰۵	۶۴۵	۱	روا	رد
۱۰۶	״	۱۲	قرآن	آخر ان
۱۰۷	۶۵۳	۹	ہم نے کچھ	ہم نے جو کچھ
۱۰۸	۶۵۷	۹	عقل بینہ	عقلی بینہ
۰	۰	۰	۰	۰

مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن کا مفید سلسلۂ اشاعت

حکمت بالغہ جلد دوم - یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بابوں پر ختم ہوئی ہے مقدمۂ کتاب میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت سے بحث کرکے آیت خاتم النبیین کی لاجواب تفسیر کی ہے پہلے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن سحرکارا پیشینگوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب حدیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئیں اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں۔ دوسرے باب میں اُن پیشنگوئیوں کو لکھا ہے جو تدوین کتب حدیث کے پہلے ہی پوری ہو چکی تھیں پہلی قسم پیغمبر اسلام علیہ السلام کی حقیت نبوت پر ایک قوی بینہ ہے اور دوسری قسم میں معلومات عجیبہ کا بیش بہا ذخیرہ ہے حجم ۳۱۴ صفحہ قیمت فی جلد ۲

حکمت بالغہ جلد سوم - اس کتاب کا مقدمہ، قابل دید اور علامہ مولف کی تبحر علمی کا روشن ثبوت ہے اس میں عقل ونقل اور علماے یورپ کے مستند اقوال سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امی محض ہونے پر ایسے بہترین دلائل قائم کئے گئے ہیں جن سے کوئی ذی ہوش مخالف انکار نہیں کرسکتا اور علماے مسیحی کے اعتراضات کا ایسا کافی جواب دیا گیا ہے کہ پھر انکار کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مقدمہ ختم کرچکنے کے بعد قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر نئی عقلی دلیلیں پیش کی ہیں۔

سفرنامہ حرمین شریفین - از تصانیف عالم باعمل فاضل بے بدل جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حامی شریعت واقف طریقت عارف حقیقت مولانا الحاج مولوی محمد محی الدین حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ لطیفیہ ویلور دام فضلہ وعم فیضہ المولوی

ثابت کر دیا ہے کہ قیام کی اصل علت اور لم کیا ہے حجم (۲۰ ۱) صفحات قیمت (۴ر)

مکارم الحفظ ۔ جناب مولوی حفیظ اللہ خانصاحب (مولوی فاضل) کی یہ ایک عمدہ تصنیف ہے قرآن اور حفظ قرآن کتاب کا موضوع ہے۔ حفظ قرآن کے متعلق عمدہ عمدہ نکات اور اس کے تفصیلی آداب وقواعد بیان کئے گئے ہیں بڑے بڑے حفاظ کے دلچسپ تذکرے اور ضمناً دلپذیر لطائف وقصص نے کتاب کو بہت با رونق بنا دیا ہے۔ مطالعہ سے مؤلف سلمہ اللہ کی قابل قدر جانکاہی اور کتاب کی قدر وقیمت ظاہر ہو سکتی ہے ضخامت ۸۰ صفحہ قیمت فی جلد ۳ر

مقاصد الاسلام حصہ پنجم ۔ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ کی مفید تصانیف اور ان کے بابرکات سے کون واقف نہیں ہے حضرت قبلہ ممدوح کی تصانیف موجودہ زمانہ کے اقتضا کے موافق حمایت اسلام کی کامل ضمانت اور علوم وبرکات اسلام کی اشاعت کیلئے پوری کفیل ہیں۔ مقاصد الاسلام کے نام سے حضرت ممدوح نے ایک مفید سلسلہ تصانیف کی بنیاد ڈالی ہے انعقاد مجلس اشاعۃ العلوم کے پیشتر اس سلسلہ کے چار حصے شایع ہو چکے ہیں اب مجلس نے یہ پانچواں حصہ شایع کیا ہے اور دیگر حصص زیر طبع ہیں۔ اس حصہ میں تصوف سزا وجزا، فقر وفقیری، خلافت، نبوت اہل بیت وصحابہ کے مفید حالات اور خلفاے راشدین کی خلافت پر نہایت عمدہ پیرائے میں عقلی ونقلی بحثیں کی گئی ہیں اور نہایت محققانہ طرز سے ہر ایک

جس میں قاصدین بیت اللہ وزائرین روضۂ سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات
کیلئے سفر حجاز کی تسہیلات اور مفید تجربات کے جمع کرنے کے علاوہ بہت سے
تمدنی اور معاشرتی امور میں مورخانہ اور محققانہ روش اختیار کی گئی ہے اور شریف
مباحث سے کتاب کو زینت دی گئی ہے - حجم ۴۴۳ صفحہ قیمت ۱۲/۶

زاد السبیل الی دار الخلیل - مولفہٗ مولانا مولوی مفتی محمد سعد اللہ خاں صاحب مرحوم
یہ رسالہ حجاج وزائرین بیت اللہ کیلئے نہایت مفید ہے اس میں مناسک
وفضائل حج وعمرہ وممنوعات ومکروہات احرام وخطبہ ہائے حج ومقامات
قبولیت دعا وبقاع متبرکہ وغیرہ معتبر کتب فقہ سے اخذ کر کے نہایت خوبی
کیساتھ لکھے گئے ہیں یہ رسالہ پیشتر دو دفعہ چھپا تھا لیکن ابکی مجلس اشاعۃ العلوم
نے ایک جدید تہذیب اور دلکش طرز سے اسکو مرتب کر کے اپنے سلسلہ
اشاعت میں داخل کر لیا ہے چھپائی عمدہ - کاغذ سفید چکنا ۔ ۵ پونڈ ی
حجم ۱۳۷ صفحات قیمت ۴/

العروۃ الوثقیٰ - مولفہٗ جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب قادری
مہاجر یہ رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارک اور فضائل رویت بہت عمدگی
کے ساتھ بیان کئے ہیں اور یہ اپنے رنگ میں بہت عمدہ رسالہ ہے -

حجم ۱۶۴ صفحات قیمت ۴/

الوسیلۃ العظمیٰ مولفہٗ جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب
قادری مہاجر یہ رسالہ بھی سلیس عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ نے
اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت باسعادت کے وقت
جواز قیام اور فضائل قیام کا ثبوت دیا ہے اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اچھی طرح

سلسلۂ اشاعۃ العلوم نمبر (۳۶)

لقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر

جلد دوم

حکمۃ بالغۃ

فما تغن النذر

مؤلفہ
فاضل جلیل عالم نبیل عالیجناب مولانا مولوی ابو الجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی
مصنف و مؤلف
السبع الاسمع۔ رسالہ شطرنج۔ حل الغنا۔ بارہ امام۔ کرامت اللطائف۔ الاخلاق
چراغ حکمت۔ غیر ملازم دفتر نظامت تعمیرات دولت آصفیہ و رکن مکین مجلس اشاعۃ العلوم

حسب منظوری مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن
باہتمام
جناب ابو الدرجات مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم
مطبع محبوب پریس واقع بلدہ نظامیہ میں طبع ہوا
تعداد جلد ۱۰۰۰ — ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۳۲ھ

باستثنا بہت کی گئی ہے چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵۰ پونڈ کی
حجم ۱۶۸ صفحات قیمت .... ۶ /

یہ سب کتابیں ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہیں

دفتر مجلس اشاعۃ العلوم مدرسہ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد دکن

ناشر

ابو الدرجات حافظ محمد ولی الدین فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

ا

انڈکس

ضروری اور مفید الفاظ و اعلام

حرف الالف

صفحات

صفحات

صفحات

صفحات

صفحات

گزارش

معزز ناظرین! مطالعہ کتاب سے پہلے حسب تصریح ذیل ان چند غلطیوں کی اصلاح فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	رازنی	رازی	۳۳	۱۰	حکومت حکومت	حکومت
۴	۲	اللناظرین	للناظرین	۳۸	۱۲	کررہا ہے	کرتا رہا ہے
۵	۳	قوت عملی	قوای عملی	۴۰	۶	کی پیشینگوئیاں	کی ساری پیشینگوئیاں
۷	۱۱	مثفاوت	متفاوت	۴۳	۹	یہ شبہ	مگر یہ شبہ
؍؍	۱۷	بربادی ہے	بربادی سے	۵۳	۷	جو چرتا رہتا	چرتا رہتا
۱۳	۹	یا نہیں	بعض نہیں	۵۶	۸	جاہ وجویان	جاہ جویاں
۱۶	۶	سے نہیں	سے ہے	۵۷	۱	پیروُں	پیروں
؍؍	۱۸	یہ بات بھی ممکن ہے	یہ بات ہے	؍؍	۴	یہی ہے	یہی ہیں
۲۱	۴	مسالحت	مسالمت	؍؍	؍؍	اوریہی ہے	اوریہی ہیں
؍؍	۲	سماجت	سماحت	؍؍	؍؍	بایذید	بایزید
۲۲	۶	تشخیص	تشخص	۶۸	۴	بہت ہونگے	بہت ہوگے
۲۴	۵	رفیق القلب	رقیق القلب	۸۰	حاشیہ	تاریخ الخمسہ	تاریخ الخمیس
؍؍	۲۰	ان ان	ان	۸۱	۱۶	کنارہ پڑا	کنارہ اتر پڑا
۲۶	۱۷	اور ارشاد	ارشاد	۸۶	۱	نہیں بتا ا	نہیں بتا یا
۳۱	۱۱	ناقابل	ناقابل رواج	؍؍	حاشیہ	مفتاح السادۃ	مفتاح السعادت
۳۳	۲	یولوگوں	لوگوں	۹۰	۹	ختم نہوگی نہ دفع ہوگی	ختم نہ ہو گی

صفحات

فہرست مضامین کتاب حکمت بالغہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۲	وغیرو ذلک	وغیر ذلک
۱۱۴	۲	اس حدیث	مگر اس حدیث
۱۱۸	۱۴	ہ جنت	نہ جنت
۱۲۰	۳	فتنہ پورپ	فتنہ پورب
،،	۱۳	پورپ	پورب
۱۳۱	۲۰	بلہ	بلکہ
۱۳۲	۲۰	پادرلون	پادریوں
۱۳۴	۱۶	نفوس بھی	نفوس ہی
۱۳۵	۲	فادر	قادر
۱۳۹	۲۰	کرلی ہیں	کرتی ہیں
۱۴۰	۱	ان کے معاملات	انکی ملاقات
۱۴۹	۵	صلعم	صلعم نے
،،	۱۵	فساد میں پڑینگے	فساد میں پڑوگے
،،	۱۹	میں یا رسول اللہ	میں رسول اللہ
۱۵۵	۱۵	رسول سے بھی	سب سے
۱۵۸	حاشیہ	فتوح الشا م	فتوح الشام
۱۶۰	۱۰	شطر النھر	شط النہر
۱۶۳	۵	جبر ملی فلاں	خبر ملی کہ فلاں
،،	۶	تو چل	چل
،،	۱۶	موی	مسوی
۱۶۵	۱	خون اتر تا	خون اتر آتا
،،	۱۹	کے ملک	نے ملک
۱۷۵	۶	جبشیتہ	جبشہ
۱۷۹	۱۱	خوارج ونہروان	خوارج نہروان
۱۸۳	۷	دفعہ مخالفین	دفع مخالفین
۱۹۴	۶	لاالہ اللہ	لاالہ الا اللہ
۱۹۹	۱۴	انتقال ہوگیا	انتقال ہوگیا۔

دوسرا باب

———— : ————

بنگر این لطف و عنایت های بیحد بر عنب
بخشد او را دختر فرخنده اختر آفتاب

شمع بزم افروز عالم میکند مهتاب را
بر زمین برگستر زرین چادر آفتاب

اهل عالم را دهد فرمان پابندی وقت
زانکه خود پابند اوقات است یکسر آفتاب

کے گہر آید بدست از بهر تاج خسروان
گر نباشد جوهر فیضان اندر آفتاب

عارض ترک فلک را داد زینت از شفق
بادشاه باختر سلطان خاور آفتاب

فتنه ها بر پا کند رفتار معشوقانه اش
دلبر و مهر است و دارد خوی دلبر آفتاب

جز بعین مهربانی بر مکرم ننگرد
صورت چشم ضمیر الدین یکسر آفتاب

می سراید از زبان حال در بزم فضا
داستان قدرت خلاق اکبر آفتاب

با همه عز و علا با این همه شان و شکوه
کس نه پندارد که آزاد است و خودسر آفتاب

زیب برکرده قبائے خسروی ناز و برایا
که شهنشاه دکن را هست چاکر آفتاب

ترک گردون میزند نعره زروی افتخار
میر عثمان علیخان سکه زد بر آفتاب

مدح او نبود ز تسخیر جن و دیو و پری
بهر ممدوح مکرم شد مسخر آفتاب

روشنی کوکب بخت شهنشاه دکن
با سر اقبال او چشمک زند بر آفتاب

ماه نور تیغ وی گوئی اگر هنگام رزم
مشعل است در بزم این رشک سکندر آفتاب

حاجت آئینه سازی نیست ممدوح مرا
آئینه بردار او باشد سراسر آفتاب

حاجت قندیل چون در قصر ممدوح او فتاد
آمد و در قصر او آویخت اندر آفتاب

صورت شیرانه بنگر کز جلال و هیبتش
هر سحر از رعب او لرزه فتد بر آفتاب

ور بچشم گرم بیند بر تپد بر خویشتن
در خوشامد می دود همراه موثر آفتاب

گر براه کجروی آید پئے تنبیه او
چوبدار رعد مستولی کند بر آفتاب

ابر پوس وار برسد در احاطه گیردش
در حوالات است و نه غائب ز منظر آفتاب

شاد بادا تا قیامت خسرو ملک دکن
وقت مغرب این دعا گوید سراسر آفتاب

روز می آید فرود از اوج گردون وقت شام
تا بپائے بادشاه ما نهد سر آفتاب

خود توئی مختار دولت هر کرا خواهی دهی
این اشاره میکند چشم تونگر آفتاب

قصیدهٔ

بمدح فیہا رئیس المسلمین، ناصر الملة والدّین، ظل الله فی الارض
نظام الملک آصفجاه السابع الامیر ابن الامیر النوّاب **میر عثمان علیخان**
مدّ ظله العالی، ما نورت الایام وظلمت اللیالی ملیك حیدرآباد دکن
صانها الله عن الشرور والفتن

بر سر خود بنهاده تاج پر زر آفتاب — می کند ایوان گیتی را منور آفتاب
فیض دارد عام چون خلق پیمبر آفتاب — هر طرف تابان رود چون روی حیدر آفتاب
صورت اسحاق و اسماعیل خورشید است و ماه — یا مگر مهتاب شبتیر است و شبتر آفتاب
شاه هفت اقلیم خورشید است و مهتابش وزیر — یا بمعنی ماه لچهمن را چند ر آفتاب
گر دشش نبود که در هر شش جهات سلطنت — میکند دوره بفوج نجم و اختر آفتاب
وقت دوره میکند ماه انضرام کار او — هست شاه مهربان و بنده پرور آفتاب
نیست مستغنی کسی در عالم از انعام او — بیمثال است بادشاه هفت کشور آفتاب
پرورش یابد از وی هر نبات و هر جماد — پرورد در کان دُرّ و لعل و گوهر آفتاب
در همه زیبائی و شان کمال و امتیاز — چهرهٔ دارد بسان روی دلبر آفتاب
برکشد بر چهر هیبتناک یک شبگون نقاب — زانکه نپسندد دل آزاری ستمگر آفتاب
شاکی جور و جفای پیر گردون هر کسی — گشت ممدوح زبان هر سخنور آفتاب
سے کند گل سبزه و ریحان و نرگس در چمن — گر نبیند از نگاه روح پرور آفتاب
سے خرامد سوی گلشن ساقی ابر بهار — خود ز چشم گرم سویش ننگرد گر آفتاب
چشم رحمت چون کشاید جانب نخل و شجر — نیک گرداند همه را بارآور آفتاب
اهل یورپ را که بینی چهرها اسپید رنگ — باشد این از مهربانیهای خاور آفتاب
چهر خوبان حبش چون زلف خوبان دکن — بر حبش گوئی فشاند مشک و عنبر آفتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت بالغہ

جلد دوم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئیاں

ہم امت مرحومہ محمدیہ کا قطعی عقیدہ یہ ہے کہ انبیا تمام معصوم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن میں گناہ کی صلاحیت ہی نہیں رکھی تھی۔ وہ وحی کے سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے تھے نہ یہ عقلاً ممکن ہے۔ مذہب وملت میں کل انبیا متفق تھے سب کا دین ایک ہی رہا۔ اصول ہر ایک کا وہی تھا۔ کمی وبیشی یا اختلاف صرف فضائل جزئیہ احکام وفروع میں ہے نبی ہونے کی حیثیت سے تمام انبیا مرتبہ میں برابر ہیں فضیلت فقط ذاتی جیساکہ سورۃ البقرہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے:-

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ	(سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے۔

یعنی نبی ہونے کے اعتبار سے ہم کسی ایک نبی کو دوسرے نبی پر ترجیح نہیں دیتے دنیا میں سب سے پہلے نبی جناب آدم علیہ السّلام تھے اور سب سے آخری، ہمارے

چوں ید بیضا نماید دستِ گوہر بار تو
خویشتن را تا بہ پیش تو ہمی نذر آورد

تابش دستِ ترا باشد ثنا گر آفتاب
شد ز سر تا پا ہمہ زرین و پر زر آفتاب

تو ہمی چشمِ غضب بنمائی و از بیم تو
می شود پنہاں بہ ظلمات شب اندر آفتاب

عفعف حساد بر فضل تو کوری بیش نیست
نیست عیبش گر نہ بیند چشم شپر آفتاب

دست جود تو نمی ترسد ہم از فقدان مال
کہ دلت بحر عطا و چشمۂ زر آفتاب

دُر ز خوف جود تو در بحر و اختر در فلک
ہر دو پنہاں گشتہ و گشتہ مسخر آفتاب

کہکشاں رسن است و گردون خیمہ و خطبین میخ
اندرونِ خیمہ ات شمع منور آفتاب

چوں ترا سر گرم یابد و سخائی فیض عام
عام فیض خویش را کردہ است یکسر آفتاب

بر ملک ہم گرد تو گردم ز تندی بر متاب
او ترا انجم سیہ گردد ما تو بر تر آفتاب

نبوت کی بحث

نبی کی تعریف اور نبوت کی بحث میں علمائے اسلام کی بیش بہا تصانیف موجود ہیں جن میں امام فخرالدین رازیؒ کی کتاب مطالب عالیہ اور امام غزالیؒ کی کتاب معارج قدس کے اردو ترجمے چھپ گئے ہیں۔
ہمارے استاد خاتم المحققین علامہ عنایت رسول عباسی چریاکوٹی رح کی معرکہ آرا کتاب "البشریٰ" اس موضوع میں اعجوبۂ روزگار کتاب ہے مگر افسوس کہ قوم کی بدقسمتی سے عدم استطاعت نے ابتک چھپنے کا موقع نہیں دیا۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ والہام بلکہ افضل الانبیا مشہور کرنا شروع کیا۔
فی الحال ہم نے اُن کے بعض مریدوں کی تصنیف ایک کتاب دیکھی ہے جس میں صاحب کتاب نے اس امر کے ثابت کرنے کی بیسود کوشش فرمائی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی تھے اور یہ کہ قرآن کی آیت خَاتَمُ النَّبِيِّينَ سے محمدؐ پر نبوت کا ختم ہونا ثابت نہیں ہوتا جیساکہ اسلام کے تمام متعدد اور مختلف فرقوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔
فاضل قادیانی کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ:۔
اول: مہر کا خط کے آخر میں ہونا غیر مسلم ہے۔
دوم:۔ محمد مصطفےٰ کا انبیاء کے آخر میں آنا اور آپ پر نبوت کا ختم ہونا تسلیم کرلیا جائے تو یہ کوئی ممدوح بات نہیں بلکہ اُلٹے آنحضرت کی مذمت ہو جائیگی۔ اس لئے کہ ہر شاہی خاندان کا آخری بادشاہ اپنی سلطنت اور خاندانی بادشاہت کا برباد کرنے والا ہوتا ہے۔ جس بادشاہ پر بادشاہت کا خاتمہ ہوتا ہے وہ کبھی اچھا نہیں کہا جاتا بلکہ ہر قوم و ملک میں قابل ملامت نا قابل سلطنت اور ذمیم الاخلاق کہا گیا ہے جیساکہ مثلاً بہادر شاہ آخر سلاطین دہلی۔ واجد علی شاہ

سردار عرب سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر نبوت ختم ہو گئی اور جن کی شریعت نے تمام ادیانِ سابقہ کو منسوخ اور ناقابل عمل کر دیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کے مہر کی طرح سب[1]) پیغمبروں کے آخر میں ہیں۔

[1] قرآن مجید میں لفظ خاتم (ت) کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر خاتم کو بکسر التاء پڑھیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود وغیرہ کی قرات ہے تو وہ ختم کا اسم فاعل ہے۔ تب معنی یہ ہونگے کہ محمد خاتم النبیین یعنی نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر خاتم کو بفتح التاء پڑھیں جیسا کہ متعارف قرات ہے تو یہ معنی ہونگے کہ محمد صلعم نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی جس طرح مہر اختتام نامہ کی دلیل ہے اسی طرح آپ کا مہر کی طرح انبیاء کے اخیر میں آنا ختم نبوت کی دلیل ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔ غرض خاتم کو چاہے بفتح التاء پڑھو یا بکسر التاء، دونوں قراءتوں میں معنی ایک ہی ہوتے ہیں۔

اس چودھویں صدی میں ہندوستان کے قطعۂ پنجاب سے ایک فاضل دوراندیش ظاہر ہوا جس نے پہلے تو اسلام کی اچھی اچھی خدمتیں کیں پھر یکایک ہوا و ہوس سے مغلوب ہوکر مہدی موعود کا دعویٰ کیا۔ بعد کو مسیح کے مثیل ہونے کا مدعی ہوا۔ پھر عرصہ نہیں گذرا کہ أَنَا النَّبِيُّ کی ہانک لگاکر آوازۂ نبوت بلند کیا اور اپنے کو صاحب وحی

امام رازیؒ نے مطالب عالیہ میں نبی کی بہت جامع و مانع تعریف کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :۔
دنیا میں تین طرح کے آدمی ہیں۔ ایک ناقص جن کی قوی نظری اور قوت عملی دونوں ناقص ہیں۔
اور یہ عوام الناس ہیں۔ دوسرے کامل جو خود تو قوت نظری و عملی میں کامل ہیں لیکن دوسروں کو کامل نہیں کر سکتے یہ اولیاء و صلحاء ہیں۔ تیسرے وہ جو خود کامل ہیں

بقیہ حاشیہ گزشتہ :۔ جو نامہ لکھا ہے۔ اس کے اختتام کو فردوسی طوسی یوں بیان کرتا ہے کہ۔

بہ قرطاس مہر عرب بر نہاد   درود محمد ہمی کرد یاد

ان اشعار سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مہر ختم تحریر پر لگائی جاتی ہے کہ مراسلت پر مہر لگائی اور قاصد کو حوالہ کیا۔ کتابوں میں اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں اور اس کے خلاف ایک نظیر بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ اب ہمارے زمانہ کا بھی یہی دستور ہے کہ سرکاری مراسلات پر ختم تحریر اور حاکم مجاز کی ثبت دستخط کے بعد مہر لگاتے ہیں اور لفافہ کو چلتا کرتے ہیں۔

دوسرا جواب

فاضل قادیانی کا دوسرا اعتراض نہایت تعجب خیز اور حقیقت سے کوسوں دور ہے جو مغالطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ بحث نبوت میں ہے۔ پس بادشاہت کا ذکر بے محل اور یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔

تیسرا جواب

اگر مان بھی لیا جائے کہ آخری بادشاہ اپنی خاندانی بادشاہت کا برباد کرنے والا ہوتا ہے اس لئے رسول عربی کو آخری نبی کہنا محل ہجو میں ہے تو بھی دعوی غیر ثابت رہتا ہے۔ آخری بادشاہ اسی لئے قابل ملامت ہوتا ہے کہ وہ اپنی غفلت و نالائقی سے خاندانی سلطنت کو

اگر چہ یہ کتاب اُن مبسوط مباحث کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ پھر بھی چونکہ موقع آگیا ہے اس لئے بَصِیْرَۃً لِّلنَّاظِرِیْن ، کچھ لکھنا ضروری ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ :۔ آخر شاہان اودہ۔ مردان حمار آخر خلفائے امویہ اور مستعصم باللہ آخر خلفائے عباسیہ وغیرہ کی نسبت معلوم ہے اور ان کو مورخین جن صفات سے یاد کرتے ہیں وہ تاریخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

جواب

اگر مولوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی اور مثیل مسیح ہوں تو اس میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے نہ ہمکو اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے بلکہ اسلام کی جو خدمتیں انہوں نے کی ہیں وہ بلاشبہ ان کو مہدویت کے دعوے میں من وجہ ثابت کرسکتی ہیں۔ رہی یہ بات کہ وہ نبی ورسول اور صاحب وحی تھے اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین نہیں تھے اور آپؐ پر نبوت تمام نہیں ہوئی ، ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اور فاضل قادیانی کو ایسا دعوے کرنا ہرگز زیبا نہ تھا۔

پہلا جواب

مہر کا آخر مراسلت پر ہونا ایک ایسی بات ہے جس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور جسپر آج بھی اہل عالم کا عملدرآمد مشاہد ہے۔ آفریدون بادشاہ ایران نے اپنے بیٹوں سلم و تور کو جو خط لکھا ہے، جس کو ایرج شہزادہ خود قاصد بنکر لے گیا ہے ، اس مقام پر فردوسی لکھتا ہے ؎ نہادند بر نامہ بر مہر شاہ برایوان برایرج گزر کرد راہ

رستم زال نے جو خط کیخسرو بادشاہ کو لکھا ہے ، وہاں لکھتا ہے :۔

چو نامہ بمہر اندر آمد بداد بدست فریبرز خسرو نژاد

اسی طرح ، رستم ، برادر یزدگرد ، بادشاہ ایران کے جواب میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے

یہ ظاہر ہے کہ انسانوں میں کمال اور نقصان کے درجے بہت متفاوت ہیں۔ نقصان کے مدارج بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہونچ جاتے ہیں کہ بعض انسان عقل وادراک میں بالکل جانوروں سے قریب ہو جاتے ہیں اور جب نقصان کی جانب یہ حالت ہے تو ضرور ہے کہ کمال کی جانب بھی یہی حالت ہو۔ یہاں تک کہ انسانیت کی سرحد، ملکوتیت سے مل جائے۔ استقرا بھی اسی کی شہادت دیتا ہے۔ اجسام عنصری کی تین قسمیں ہیں۔ معدن۔ نباتات۔ حیوان۔ ان سب سے افضل حیوان ہے۔ پھر نبات۔ پھر معدن۔ حیوان کے بھی بہت سے انواع ہیں اور ان سب میں اشرف انسان ہے۔ اسی طرح انسان کے بھی بہت سے اصناف ہیں مثلاً زنگی۔ ہندی۔ رومی۔ شامی۔ فرنگی۔ ترک وغیرہ۔ ان سب میں جو لوگ ایشیا کے وسط حصہ میں سکونت رکھتے ہیں وہ سب سے افضل ہیں۔ پس اس قیاس پر ضرور ہے کہ خود ان لوگوں میں بھی کمال کا درجہ متفاوت ہو کر بڑھتا جائے۔ یہاں تک کہ ایک شخص ایسا نکل آئے جو اپنی صنف میں سب سے افضل ہو۔

کیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ بلاشبہ کسی خاندان کے آخری بادشاہ سے یہی مراد ہوتی ہے کہ اس پر بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا اور تمام اہل اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور آپ نے اس سلطنت کا اپنے بعد والوں کے لئے خاتمہ کر دیا۔ پس بادشاہت کی بربادی سے یہ مطلب ہو گا کہ آپ نے اپنے پہلے کے تمام ادیان وملل کو منسوخ و ناقابل عمل کر دیا اور یہی عقیدہ تمام اگلے پچھلے مسلمانوں کا ہے۔

چھٹا جواب

اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتے ہیں۔ یہ انبیا و رسل ہیں۔

قوت نظری اور قوت عملی کے درجے بلحاظ نقصان و کمال اور شدت و ضعف کے نہایت مختلف ہیں یہاں تک کہ اُن کی کوئی حد قرار نہیں پا سکتی۔ گو عموماً تمام لوگوں میں نقصان پایا جاتا ہے۔ لیکن ضرور ہے کہ انہیں لوگوں میں کوئی ایسا کامل بھی ہو جو نقصان سے برا حل دور ہوا اور اس کی تصدیق مختلف مثالوں سے ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ۔ لکھ دیتا ہے۔ مگر رسول خدا صلعم پر یہ امر منطبق کہاں ہوتا ہے؟

اولاً۔ تو آپ کے خاندان میں نبوت کا سلسلہ ہی نہ تھا۔ آپ ہزاروں برس کے بعد اپنے خاندان اسمٰعیلی میں ایک نبی ہوئے اور آپ ہی پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

دوسرے۔ یہ کہ آپ نے خاندان نبوت کی بادشاہت کو برباد نہیں کیا بلکہ آپ نے تو اس بادشاہت کو اتنی ترقی دی کہ اُس وقت تک ابتدائی عالم سے کسی نبی نے ترقی نہیں دی تھی۔ ایسی حالت میں آپ کا آخر ملوک ہونا اور بھی زیادہ قابل ستائش ہوگا نہ یہ کہ مذموم و سزا وار ملامت ہو۔

چوتھا جواب

نبی اصلاح خلق کے لئے آتا ہے اور یہی اس کی بادشاہت ہے اور ظاہر ہے کہ محمد مصطفیٰ نے اس منصب کو جس خوبی سے انجام دیا، دنیا میں کسی نبی نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا تو آپ بادشاہت کے وسیع کرنے والے ہوئے نہ برباد کرنے والے، اور نیز جو بات دوسرے سلاطین کے لئے موجب ملامت تھی وہ آپ کیلئے موجب فضیلت ہوگی۔

پانچواں جواب

اگر حسب ادعائے خصم، نبوت و رسالت کو بادشاہت ہی سے تشبیہ دیکر آپ کو آخری بادشاہ تسلیم

اسی قیاس پر ایک ایسا شخص بھی ہونا چاہیئے جو سب افضلوں سے بھی افضل ہو۔ ایسا شخص سیکڑوں، ہزاروں برس میں کہیں جاکر پیدا ہوتا ہے اور وہی پیغمبر برحق اور موجد شریعت ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- بھیجنے تھے وہ سب محمد مصطفیٰ کے ذریعہ سے بھیجدئے تو محمد صلعم کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اب رہا دوسرا منصب، تبلیغ احکام کا وہ علمائے اسلام کے ذریعہ سے قیام قیامت تک ہوتا رہے گا۔

ساتواں جواب

یہ سب توجیہات اُس وقت ہیں جب خاتمُ النّبیین میں لفظ خاتم کو (ت) کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ لیکن اگر خاتم کو بکسر التا پڑھیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رض وغیرہ کی صحیح قراءت ہے تو کسی توجیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور یہی وجہ ہے کہ فاضل قادیانی نے سرے سے اس قراءت پر بحث ہی نہیں کی۔

آٹھواں جواب

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر آپ کے دین کو کامل اور اپنی نعمت پوری کر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو جس قدر احکام بھیجنے تھے وہ سب بھیجدئے تو محمد مصطفیٰ پر نبوت کا تمام ہونا ایک بدیہی بات رہ گئی اور ظاہر ہے کہ جب بندوں تک پہونچانے کے لئے احکام ہی نہیں رہے تو کوئی دوسرا نبی ہو بھی تو وہ دربار آلہی سے حاصل کیا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا دروازہ مسدود ہو گیا اور سرور کائنات کے بعد وحی کا آنا منقطع ہو گیا کیونکہ آئندہ کے لئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ ہاں تبلیغ احکام کے لئے علماء- مجددین- آئمہ اور مہدیین کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا جسکی صراحت احادیث صحیحہ میں خود موجود ہے۔ پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مہدی و مجدد ہونے میں ہمکو بحث نہیں نہ اسکے تسلیم کرنے میں کوئی امر مزاحم ہے۔ البتہ اُن کا نبی و رسول ہونا شرع و عقل کے دلائل یقینیہ کی رو سے باطل ہے ۱۲

ہر دور میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کا افضل الناس ہوتا ہے صوفیہ اسی کو قطب کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کیونکہ جب اس عالم جسمانی کا بہترین حصہ انسان ہے جو قوت نظری کی وجہ سے عالم ملکوت سے استفادہ کرتا ہے اور قوت عملی کی وجہ سے دنیا کا عمدہ سے عمدہ انتظام کرسکتا ہے تو عالم کا مقصود اصلی، یہی انسان ہے۔ اور جب یہ شخص (قطب) اور تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے تو گویا اس تمام عالم عنصری کا حاصل یہی شخص ہے۔ اس بنا پر اس شخص کو عالم کا قطب کہنا بالکل صحیح ہے۔ شیعہ بھی اسیکو امام معصوم، صاحب الزماں اور غائب عن العیان کہتے ہیں اور یہ کہنا ان کا بجا ہے کیونکہ جب وہ نقائص سے خالی ہے تو معصوم ہے اور جب اپنے دور کا مقصد اصلی ہے تو صاحب الزماں ہے اور چونکہ عام لوگ اس کے کمال سے واقف نہیں اس لئے وہ گویا غائب عن العیان ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ:۔ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنار کے خاتم النبیین ہونے سے اس بنا پر انکار کرناکہ ہر آخری بادشاہ اپنی خاندانی بادشاہت کا مٹا دینے والا ہوتا ہے، اس امر کی روشن دلیل ہے کہ فاضل معترض، نبوت کی حقیقت سے محض ناواقف اور علوم دینیہ وعقلیہ سے بالکل بیخبر ہے نبی و رسول کے دو منصب ہیں۔ ایک دربار الٰہی سے احکام الٰہی کا حاصل کرنا۔ دوسرے اُن احکام کا بندوں تک پہونچا دینا پہلے امر کی نسبت خود اللہ تعالےٰ نے سورۃ المائدہ میں ارشاد فرما دیا ہے کہ :۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔	اب ہم تمھارے لئے تمھارے دین کو کامل کرچکے اور ہمنے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔

جب دین کامل ہوچکا۔ خدا کی نعمت پوری ہوچکی اور خدا کو اپنے بندوں تک جس قدر احکام

امام غزالیؒ نے معارج القدس میں نبوت پر جو مفصل اور فلسفیانہ بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

نبوت ایک وصف ہے جو انسانیت سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حوانیت سے بالاتر ہے ، انسان ، حیوانات کو مسخر کرتا ہے لیکن حیوانات یہ عذر نہیں پیش کر سکتے کہ جب تک ہمکو انسان کی حقیقت اور ماہیت نہ بتائی جائے ہم اس کی اطاعت نکریں گے - عام انسانوں اور پیغمبر میں یہی نسبت ہے - نبوت کوئی اکتسابی چیز نہیں بلکہ خدا جس شخص میں یہ قابلیت پیدا کرتا ہے وہی نبی ہوتا ہے - قرآن مجید میں ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ یعنی خدا ہی جانتا ہے کہ پیغمبری کے لئے کس کو انتخاب کرے - البتہ ریاضت فکر اور مجاہدہ لوازم نبوت سے ہیں جن کی وجہہ سے نبی وحی کے قابل ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ انسان کا انسان ہونا کوئی اکتسابی چیز نہیں - با ایں ہمہ انسان سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں اُن میں کسب و مجاہدہ کو دخل ہوتا ہے - اسیطرح نبوت اگرچہ اکتسابی چیز نہیں - لیکن نبی عبادت و مجاہدہ کرتا ہے تب اس پر نبوت کے آثار مترتب ہوتے ہیں - اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا -

نبی فطرۃً معتدل مزاج اور پاکیزہ صورت ہوتا ہے اوس کی اٹھان اور ترکیب عمدہ ہوتی ہے - اس میں شریفانہ اخلاق پائے جاتے ہیں اس کے چہرہ سے نور ٹپکتا ہے - حلم ، وقار ، تواضع ، راست گوئی - دیانت داری اس کی فطرت ہوتی ہے وہ ہر قسم کے رزائل اور دنی باتوں سے بری ہوتا ہے - عفو ، احسان ، صلۂ رحم ، حفظ غیب ، حسن جوار ، اعانت مظلوم ، یہ تمام اوصاف اس میں بالطبع پائے جاتے ہیں -

ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جو ان فضائل میں پیغمبر سے کم اور تمام لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ امام اور پیغمبر کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ امام کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو چاند کو آفتاب سے ہے امام سے جو کم رتبہ ہیں ان کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو عام ستاروں کو آفتاب سے ہے۔ باقی عوام الناس تو گویا وہ حوادث یومیہ ہیں جو اجرام فلکی کی تاثیر سے وجود میں آتے ہیں۔
پیغمبر انسانیت کی اخیر سرحد پر ہوتا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر نوع کی انتہا دوسرے نوع کی ابتدا سے متصل ہے اس لئے بشریت کی انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے۔ اس بنا پر پیغمبر میں ملکوتی صفات پائے جاتے ہیں۔ وہ جسمانیت سے بے پروا ہوتا ہے۔ روحانیت اس پر غالب ہوتی ہے۔ اس کی قوت نظری کے آئینہ میں معارف الٰہیہ مرتسم ہوتے ہیں۔ اس کی قوت عملیہ عالم اجسام میں طرح طرح کے تصرفات کر سکتی ہے اور انہیں تصرفات کا نام معجزہ ہے۔
اوپر ثابت ہو چکا کہ نفوس ناطقہ مختلف الماہیت ہیں۔ بعض کی قوت نظری نہایت کامل ہوتی ہے لیکن قوت عملی ضعیف ہوتی ہے بعض اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ بعض کو دونوں میں کمال ہوتا ہے اور یہ شاذ و نادر ہے۔ بعض کی دونوں قوتیں ضعیف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ عوام الناس کا حال ہے۔
جب یہ مقدمات ثابت ہو چکے تو سمجھنا چاہیئے کہ روح کا مرض، خدا سے اعراض اور دنیا میں انہماک ہے۔ جو شخص اس مرض کا طبیب ہوتا ہے یعنی لوگوں کو خدا کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دنیا سے ہٹاتا ہے وہی پیغمبر ہوتا ہے۔
اوپر یہ بیان بھی ہو چکا ہے کہ اس صفت میں اختلاف مراتب ہوتا ہے۔ اس لئے جس شخص میں یہ صفت درجۂ کمال پر پائی جائے گی وہ درجۂ نبوت میں بھی کمال درجہ پر ہوگا اور جس میں یہ صفت کم درجہ پر ہوگی اس کی نبوت کا درجہ بھی نسبتہً کم ہوگا۔

وہ بشر ہوتا ہے لیکن اس کی بشریت وحی کے قابل ہوتی ہے۔
انسان میں تین قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ فکریؔ۔ قولیؔ۔ عملیؔ۔ ان قوتوں سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ اچھے بھی ہوتے ہیں۔ برے بھی۔ ان دو متضاد حالتوں کے لحاظ سے ہر ایک کا نام الگ ہوتا ہے۔ فکر کو حق و باطل سے موسوم کرتے ہیں۔ قول کو صادق و کاذب کہتے ہیں اور عمل کو خیر و شر۔ یہ امر ظاہر ہے کہ تمام افعال قابل عمل نہیں ہیں اور نہ سب قابل ترک بلکہ بعض قابل عمل ہیں اور بعض قابل ترک۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قابل عمل اور قابل ترک کی تمیز آیا۔ ہر شخص کر سکتا ہے یا نہیں یا بعض کر سکتے ہیں یا نہیں۔
پہلے دونوں احتمال بداہتہً باطل ہیں اس لئے صرف تیسرا احتمال باقی رہا یعنی بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو ان حدود کو متعین کر سکتے ہیں کہ فلاں افعال عمل کے قابل ہیں اور فلاں نہیں۔ یہی لوگ پیغمبر اور بانی شریعت ہوتے ہیں۔
یہ امر ظاہر ہے کہ انسان کی بقا آپس کی اعانت اور اجتماع کے بغیر نہیں ہو سکتی اگر آپس میں تعاون اور تعاضد نہ ہو تو انسان کا کوئی فرد باقی رہ سکتا نہ اسکی نوع نہ اس کا مال نہ اس کی عزت۔
اس اجتماع اور تعاون کے جو اصول و آئین ہیں انہی کو شریعت کہتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان کی بقائے نوع اور بقائے جان و مال کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ تعاونؔ اور تمانعؔ۔ تعاون کے ذریعہ سے انسان اپنی خوراک۔ لباس۔ مسکن۔ اور دوسری ضروریات مہیا کرتا ہے اور تمانع کے ذریعہ سے اس کی جان۔ مال اور اولاد۔ خطرات سے محفوظ رہتے ہیں لیکن اس تعاون اور تمانع کا کوئی باقاعدہ ضابطہ اور دستور العمل ہونا چاہیئے۔

وہ بالطبع اچھی باتوں کو پسند اور بُری باتوں سے نفرت کرتا ہے۔ وہ مغرور جابر۔ درشت خو اور کج خلق نہیں ہوتا۔ چپ رہتا ہے تو لوگوں پر اس کا رعب چھا جاتا ہے بات کرتا ہے تو کوئی اس پر گرفت نہیں کر سکتا۔ اس کی حرکت و سکون دونوں میں سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ تمام لوگ عموماً طوعاً اور کرہاً اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔

یہ امر بدیہی ہے کہ انسان کو جو چیز تمام حیوانات سے الگ کرتی ہے وہ نفس ناطقہ ہے یہی چیز ہے۔ جس کی بدولت انسان، حیوانات سے فائق ہے۔ ان کو مسخر کرتا ہے۔ اُن پر ہر طرح کا تصرف کرتا ہے۔

اسی طرح انبیاء میں ایک خاص عقل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمام انسانوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ تمام انسان اُن کے محکوم اور تحت التصرف ہوتے ہیں اور جس طرح انسان کے افعال و حرکات حیوانات کے لئے معجزہ ہیں یعنی حیوان کبھی انسان کی قوت فکری و عقلی کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انبیاء سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ عام انسانوں کے لئے معجزہ ہوتے ہیں یعنی اور لوگوں سے وہ افعال سرزد نہیں ہو سکتے جس طرح نبی کی عقل اوروں سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح اس کا نفس اس کی طبعیت اس کا مزاج بھی تمام لوگوں سے ممتاز اور نفوس ملکی کے مشابہ ہوتا ہے۔

جس طرح ہر حیوان انسان نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر آدمی نبی نہیں ہو سکتا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کس شخص میں نبی ہونے کی قابلیت ہے اور کس میں نہیں؟ خدا جس شخص کو نبوت کے لئے منتخب کرتا ہے اس کی عقل اس کی طبعیت اس کا مزاج بھی منتخب ہوتا ہے یعنی اور لوگوں کی عقل۔ مزاج اور طبعیت سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ وہ صورت میں انسان کے مشابہہ ہوتا ہے لیکن معنیً سب سے الگ ہوتا ہے

مقدمات مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ انسان کے تمام حرکات ممکن ہیں اس لئے مرجح کی ضرورت ہے۔ اختیاری ہیں۔ اس لئے عقل کی ضرورت ہے محتمل خیر و شر ہیں اس لئے رہنما کی ضرورت ہے۔ اسی رہنما کے نام پیغمبر یا رسول ہے نظام عالم میں خدا کا تدبیری حکم جو نافذ ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ سے ہے اس قیاس پر انسان پر خدا کا تکلیفی حکم جو نافذ ہے وہ بھی کسی کے ذریعہ سے ہو گا۔ اس کا نام پیغمبر ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

جو اللہ و رسول کا کہا مانیں تو ایسے ہی لوگ ان کے ساتھ جنت میں ہونگے جن پر اللہ نے احسانات کئے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور صالح۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خدا نے منعم علیہ کے بہ لحاظ ان کے علمی و عملی مراتب کے چار قسمیں کی ہیں۔

ایک انبیاء علیہم السلام جن کو علمی و عملی دونوں کمال حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ درجہ کمال سے آگے تکمیل تک بڑھ جاتے ہیں۔

دوسرے صدیقین یہ لوگ اوج عرفان پر ترقی کر کے اشیاء پر واقف ہو جاتے ہیں اور مطابق واقع کے بتاتے ہیں۔

تیسرے شہداء جنھوں نے اظہار حق۔ حرص طاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔

چوتھے۔ صالحین جنہوں نے اللہ کی طاعت میں اپنی عمر و مال کو صرف کر ڈالا۔

اس تعریف کے بعد قاضی علیہ الرحمہ نے دوسرے انداز پر یوں بیان کیا کہ جن لوگوں کے اوپر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے وہ عارف باللہ ہیں اور وہ دو

یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص ایسا دستور العمل اور ضابطہ نہیں بنا سکتا جو تمام بنی نوع انسان کے مناسب حال اور ہر شخص کی ضروریات کا کفیل ہو۔

ایسا ضابطہ صرف وہ شخص بنا سکتا ہے جس کو قوت قدسیہ حاصل ہو۔ جس کو اُن روحانیات سے فیض پہونچتا ہو جن کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ہے۔

یہ شخص امور مذہب سے آگاہ ہوتا ہے۔ ہر بات میں حق کا پیرو ہوتا ہے۔ ہر شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق خطاب کرتا ہے۔ لوگوں کو اُن کی استطاعت کے موافق احکام کی تکلیف دیتا ہے اور یہی شخص پیغمبر اور رسول ہوتا ہے چونکہ ممکن کا عدم اور وجود برابر ہے اس لئے ممکن کے وجود میں آنے کے لئے مرجح کا ہونا ضرور ہے جسکی وجہ سے وجود کو عدم پر ترجیح ہو۔ یہی مرجح ممکن کی علّت ہوتا ہے۔

ہر قسم کی حرکات کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہوتی ہے جو حرکت کی تجدید کرتا رہتا ہے۔ حرکات کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی اور ارادی۔ ارادی حرکت کے لئے ضرور ہے کہ اس کے محرک میں ارادہ اور اختیار پایا جائے۔

ارادی حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ خیر و شر۔ پہلی قسم کے لئے ضرور ہے کہ اس کا محرک صاحب عقل و تدبیر ہو۔

جس طرح انسانی حرکات کو ارادہ اور اختیار کی حاجت ہے اسی طرح ان حرکات کو ایک ایسے رہنما کی بھی ضرورت ہے جو ٹھیک راستہ بتائے تاکہ وہ حق کو باطل سے، سچ کو جھوٹ سے اور خیر کو شر سے تمیز کر سکے۔

خدا کے حکم کی دو قسمیں ہیں۔ تدبیری اور تکلیفی۔

پہلا حکم تمام نظام عالم میں جاری ہے جس کی بنا پر تمام عالم میں تدبیر اور نظام کا سلسلہ نظر آتا ہے۔

تکلیفی حکم صرف انسان کے لئے ہے۔

تعریفیں کیں اُن کا خلاصہ ختم ہو چکا تو اب اس مقام پر ہم کو بھی کچھ لکھنا مناسب ہے۔
پس واضح ہو کہ

حیوانات۔ نباتات اور جمادات اور تمام بسائط آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی وغیرہ اور تمام اجرام علویہ میں سے ہر موجود کے قوے۔ اور افعال، ہوتے ہیں جن سے وہ اپنے غیر سے ممتاز ہو جاتا ہے اور بعض قوے اور افعال ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دوسرے مشارک ہوتے ہیں۔

ان تمام موجودات میں انسان ہی وہ اکیلا مخلوق ہے جس میں اخلاق محمودہ اور افعال مرضیہ ہیں۔ یہ شرف انسان کے سوائے کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہے اور اسی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات ہے۔ انسان میں چار قوتیں یا چار جواہر اصل اصول ہیں کہ انہیں کی وجہ سے انسان انسان ہے۔

پہلی:۔ قوت ناطقہ جس کو نفس ملکیہ بھی کہتے ہیں اور تمام بدن میں دماغ اس قوت کا مستقل ہے۔

دوسری:۔ قوت شہوانیہ۔ جو نفس بہیمی بھی کہی جاتی ہے اور جسد بھر میں جگر اس قوت کو استعمال کرتا رہتا ہے۔

تیسری:۔ قوت غضبی جس کو نفس سبعی کہتے ہیں اور اعضائے بدن میں دل اس کے کام میں لانے کا آلہ ہے نفس ناطقہ کی حرکت اگر اعتدال پر ہو۔ اپنی حد سے آگے نہ بڑھے۔ ہمیشہ معارف صحیحہ کے شوق میں مبتلا رہے اور مظنونات وجہالات سے متنفر رہے تو اس سے علم کی فضیلت پیدا ہوتی ہے اور فضیلت علم سے حکمت پیدا ہوتی ہے جو تمام سعادتوں کی جڑ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا نفس بہیمی یعنی قوت شہوانیہ اگر اعتدال پر ہو۔ نفس عاقلہ کی تابع ہو۔ اس سے سرکشی نہ کرے

حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ مشاہدہ وعیان کو پہونچے ہوئے ہیں یا ابھی مقام استدلال وبرہان میں ہیں۔ اگر درجۂ مشاہدہ وعیان کو پہونچ گئے ہیں تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایسے قرب میں ہیں جیسے کوئی چیز قرب سے نظر آتی ہے تو یہ لوگ **انبیاء** ہیں یا ایسے قرب میں ہیں جیسے کوئی چیز دور سے نظر پڑتی ہے۔ یہ **صدیقین** ہیں لیکن جو لوگ مقام استدلال وبرہان میں ہیں وہ بھی دو قسم پر ہیں۔ اگر اُن کا عرفان، براہین قاطعہ سے نہیں تو وہ **شہداء** ہیں ورنہ **صلحا و صالحین** ہیں۔

مؤلف آسی

کہتا ہے کہ قرآن مجید میں نبی پر بھی صدیق کا لفظ بولا گیا ہے چنانچہ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف کو کہا گیا ہے یُوسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيقُ اور سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم کی شان میں فرمایا گیا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ نبی کا درجہ صدیق سے اعلیٰ وارفع ہے۔ جو نبی ہوگا اُس میں شان صدیقیت ضرور ہوگی۔ ہر نبی صدیق ہے مگر ہر صدیق نبی نہیں ہوسکتا۔

حضرت یوسف کو جو صدیق کہا گیا ہے وہ اللہ کا قول نہیں بلکہ بادشاہ مصر کے ساقی کا مقولہ نقل کیا گیا ہے اور اس لئے صدیق کو محض راستباز اور سچ بولنے والے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف نے جو تعبیر اس کے خواب کی بیان کی تھی وہ سچ نکلی اور وہ بادشاہ کا ساقی ہوگیا۔ اور نہ یا وہ قرین قیاس بات بھی ممکن ہے کہ اس وقت حضرت یوسف مرتبۂ صدیقیت پر ہی رہے ہوں کیونکہ نبی آپ اس کے بعد ہوئے ہیں۔

امام فخرالدین رازیؒ۔ امام محمد غزالیؒ اور قاضی بیضاوی نے نبی ونبوت کی جو بسوط

اور انسان شوخی ذہن اور تیزی ادراک کے سبب سے راہ مستقیم سے ہٹ کر ضلالت و گمراہی کے خار دار جنگل میں جا پڑے۔ اور بلاہت یہ ہے کہ انسان کوتاہی عقل کی وجہ سے ضروری کام بھی نہ کر سکے اور ہمیشہ اپنے کو نقصان پہونچاتا رہے۔ جربزہ سے مکر۔ حسد۔ فریب۔ عیاری اور خباثت وغیرہ خراب عادات پیدا ہوتے ہیں اور بلاہت سے بیوقوفی۔ ناتجربہ کاری۔ حماقت اور جنون وغیرہ صادر ہوتے ہیں۔ حماقت اور جنون میں فرق یہ ہے کہ احمق کا مقصود صحیح ہوتا ہے۔ لیکن مقصود کے حاصل کرنے کا رستہ غلط اختیار کرتا ہے۔ بخلاف اس کے مجنون کہ اس کا مقصود ہی فاسد ہوتا ہے۔

حکمت سے چھ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اول:۔ ذکا یعنی نتیجہ کا۔ پر جلدی پہونچ جانا

دوسرے ذکر یعنی عقل و وہم جو صورت امور ذہن میں پیدا کرتے ہیں اس کا شاہت رہنا۔

تیسرے تعقل یعنی اشیائی موضوعہ سے محض نفس کی موافقت جس طرح پر کہ وہ ہیں۔

چوتھے صفائی ذہن کہ نفس میں مطلب کے استخراج کی استعداد ہو۔

پانچویں جودت ذہن کہ جو بات لازم آنے والی ہے اس میں نفس تامل کرے۔

چھٹویں سہولت تعلم اور یہ نفس کی وہ قوت ہے جو امور نظریہ کا ادراک کر لیتی ہے۔

شہوت اگر اعتدال سے زیادہ ہو تو اس کا نام شرہ ہے اور کم ہو تو جمود ہے اور بیچ کا حد اوسط عفت ہے۔ شرہ کے یہ معنی کہ شریعت اور فطرت سلیم نے جن ضروری لذتوں کو مباح مطلق کر دیا ہے ان کو ایک لخت چھوڑ دیا جائے چنانچہ اس ادائے نامحمود اور حرکت نامسعود کو اکثر رہبانان سلف اور بعض زاہدان ناخلف نے اتقاء

ہوا وہوس میں منہمک نہ ہو جائے تو اس سے عفت حادث ہوتی ہے اور سخاوت، عفت کے ساتھ ہے۔ نفس غضبی کی حرکت اگر اعتدال پر ہو۔ نفس عاقلہ کی تابع ہو تو اس سے فضیلت حلم پیدا ہوتی ہے۔ اور حلم سے شجاعت صادر ہوتی ہے۔

یہ تینوں فضیلتیں جب اعتدال پر آجائیں اور مکمل ہو جائیں تو ان کے اجتماع سے عدالت کی فضیلت پیدا ہوتی ہے۔

حکماء اکثر متفق ہیں کہ اجناس فضائل چار ہیں حکمت۔ عفت۔ شجاعت۔ عدالت لیکن میرے نزدیک فضائل تین ہی ہیں حکمت۔ عفت اور شجاعت کیونکہ عدالت کوئی جداگانہ فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ ان تینوں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ امام غزالی رح کا یہی مسلک ہے اور اسی کو ہمارے استاد، خاتم المحققین علامہ عنایت رسول چریا کوٹی رح نے اختیار کیا۔

حکمت تمیز دار نفس ناطقہ کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ کل موجودات کو جس طرح پر کہ وہ ہیں جان لے۔ تم یوں سمجھو کہ امور آلہیہ اور امور نفسانیہ اگر معلوم ہو جائیں اور یہ تمیز ہونے لگے کہ ان باتوں کا کرنا واجب ہے اور ان باتوں کا کرنا مذموم ہے تو حکمت حاصل ہو گئی۔ ہر قوت کے تین جانب ہوتے ہیں۔ ایک افراط جو حد اعتدال سے زیادہ ہو۔ دوسرے تفریط جو اعتدال سے کم ہو۔ تیسرے وسط جو ان دونوں کا درمیانی جانب ہے۔ افراط و تفریط کے دونوں جانب مذموم ہیں جن کا شمار رزائل میں ہے اور بیچ کی حد اوسط ممدوح صفت ہے۔ تم یوں سمجھو کہ حد اوسط سے آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں مذموم ہیں —

قوت ناطقہ کا جانب افراط جربزہ ہے۔ جانب تفریط بلاہت ہے اور حد اوسط حکمت ہے۔ جربزہ یہ ہے کہ عقل اغراض فاسدہ میں افراط سے کام میں لائی جائے

چھٹویں دیانت۔
ساتویں حسن انتظام۔ اور یہ ترتیب امور کی ایک عمدہ حالت ہے۔
آٹھویں حسن ہدا یعنی زینت حسنہ کے ساتھ نفس کی تکمیل محبت۔
نویں مسالحت کہ نفس میں جو ایک اضطرابی کیفیت ہے وہ دور ہو جائے
دسویں وقار۔ کہ اپنے مطالب کے حاصل کرنے میں نفس ساکن اور ثابت قدم رہے۔
گیارھویں ورع کہ جن اعمال صالحہ جمیلہ میں نفس کا کمال ہے ان کو اپنے اوپر لازم کر لے۔
بارھویں سخاوت۔ یعنی لینے اور دینے میں اعتدال کا قائم رہنا۔ جہاں جس قدر خرچ کرنا ضروری ہو وہاں مطابق ضرورت خرچ کرے۔ اور جہاں امساک مستحسن ہو وہاں ہاتھ روکے رہے۔
سخاوت سے چھ اوصاف جمیلہ پیدا ہوتے ہیں۔
اول کرم۔ کہ کام پڑے تو امور جلیلہ میں کتنا ہی مال خرچ کرنا ہو اس سے دریغ نکرے مگر اس طرح کہ عقل و شریعت کے خلاف نہ ہو۔
دوسرے ایثار۔ اور یہ انسان کی وہ فضیلت ہے جو دوسرے ابنائے جنس کی حاجات کو رفع کرتی ہے۔
تیسرے نیل یعنی اچھے اچھے کاموں کے کرنے سے نفس کا خوش ہونا
چوتھے مواسات۔ یعنی دوستوں کی معاونت اور مال و قوت میں مستحقوں کی شرکت کرنی۔
پانچویں سماحت۔ یعنی بذل و عطا۔
چھٹویں مسامحت۔ کہ بعض محبوب چیزوں کو ترک کر دے۔

پرہیزگاری شمار کیا ہے حالانکہ رہبانیت اور ترک لذات قانون قدرت اور قانون مذہب میں سخت ممنوع ہے ؎

بزہد و ورع کوش چوں اتقیا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

جمود یہ ہے کہ لذت جسمانی کے حاصل کرنے میں جادۂ شریعت سے بھٹک کر الگ ہو جائے۔ شہوت رانی میں اتنا منہمک ہو کہ اباحت کی سرحد سے بھی آگے نکل جائے۔

شہوت کی افراط و تفریط یعنی شرہ اور جمود سے چاپلوسی۔ حرص بےحیائی۔ فضول خرچی بی بی و اولاد سے بے پروائی۔ ریا۔ پردہ دری۔ فحش فی الکلام۔ حسد۔ شماتت وغیرہ خراب اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

عفت حس شہوانی کی فضیلت کا نام ہے کہ قوت شہوت رائے صائب اور تمیز صحیح کی پابند ہو۔ اور اس سے بارہ عمدہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اوّل حیا کہ جو باتیں عقل و شرع کے نزدیک مذموم ہیں اُن کے ارتکاب سے نفس خائف ہو۔

دوسرے دعۃ یعنی شہوت کی حرکت کے وقت نفس کا سکون میں رہنا۔

تیسرے صبر یعنی ہوا و ہوس سے نفس کا مقابلہ کرنا تاکہ قبیح لذتوں میں گرفتار نہ ہو۔

چوتھے حرّیت اور یہ نفس کی وہ فضیلت ہے جس کے ذریعہ سے من وجہ مال پیدا کرے اور من وجہ عطا کرے۔ اور بلا اس فضیلت کے اکتساب مال ممتنع ہو۔

پانچویں قناعت کہ کھانے پینے اور زینت دنیاوی میں تساہل کرے اور آسانی سے گزار دے۔

کتاب چہار آئین محبوبی میں تحریر فرمایا ہے کہ صفت عدالت کی جانب افراط کا نام ظلم ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسروں کے مال وحقوق میں بیجا تصرف اور دست درازی کی جائے اور جانب تفریط کا نام تظلم ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی ذلت اور عجز و خواری گوارا کر کے ظالم کا مطیع وہمنشین دوست بنا رہے -

یہی مسلک بعض دوسرے حکماء کا بھی ہے لیکن حکمائے متقدمین و متاخرین میں اکثروں کا مذہب مختار یہی رہا ہے کہ صفت عدالت کی افراط وتفریط یعنی زیادتی ونقصان نہیں ہے بلکہ اس کا ضد و مقابل ظلم و جور ہے اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ صفت عدالت کوئی مستقل اور جداگانہ قوت نہیں ہے بلکہ دوسری تینوں فضیلتوں کے اجتماع سے حادث ہوتی ہے تو ایسی حالت میں افراط وتفریط ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ عدالت سے آٹھ صفات جلیلہ صادر ہوتے ہیں۔

اول۔ صداقت اور محبت صادقہ جو فی زماننا عنقا صفت ہے۔

دوسرے۔ الفت یعنی رایوں کا متفق ہونا۔

تیسرے۔ صلۃ الرحم یعنی دنیاوی بھلائیوں میں قرابت داروں کا آپس میں شریک ومعاون رہنا۔

چوتھے۔ مکافات یعنی احسان کا احسان سے مقابلہ خواہ برابر ہو یا زیادہ

پانچویں۔ حسن شرکت یعنی آپس میں معاملات کی لین دین میں ہر طرف اور ہر طرح سے اعتدال رہنا۔

چھٹویں۔ حسن قضا۔

ساتویں۔ تودد یعنی اپنے کفو اور اہل فضل سے محبت رکھنی۔

آٹھویں۔ عبادت۔ فقط

قوت غضبی اگر اعتدال سے زیادہ ہو تو وہ تہور ہے۔ اعتدال سے کم ہو تو جبن و نامردی ہے اور ان دونوں کا حد اوسط شجاعت ہے۔

تہور کے یہ معنی ہیں کہ کسی معرکہ یا مہلکہ میں وہ دور اندیشی سے کام نہ لے اور بلا سوچے سمجھے گھس پڑے۔ ایسا کرنے سے آدمی کبھی کامیاب بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر ذلت و زحمت اٹھاتا ہے جانوروں میں شیر پر یہ صفت غالب ہے۔

تہور سے مشیخت۔ بیجا تشخیص۔ تکبر آتش مزاجی اور زود رنجی پیدا ہوتی ہے جبن و نامردی کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز سے نہیں ڈرنا چاہیئے اس سے بھی ڈر معلوم ہوا اور جبن سے قساوت قلبی۔ کمینہ پن۔ دیوثی وغیرہ اوصاف ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں۔

شجاعت نفس غضبی کی فضیلت کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ غضب نفس عاقلہ کے تابع ہو جہاں غضب کرنا واجب ہو، غضب کرے۔ جہاں حلم درکار ہو وہاں نرم ہو جائے جس جگہ صبر و برداشت محمود ہو وہاں صبر کرے اور خوفناک مقامات پر ہمت نہ ہارے۔ دل میں خوف نہ کھائے۔ شجاعت سے آٹھ عمدہ صفات پیدا ہوتے ہیں۔

اوّل کبر نفس۔ دوسرے دل کی مضبوطی۔ تیسرے بلند ہمتی۔ چوتھے صبر و ثابت قدمی۔ پانچویں حلم و بردباری۔ چھٹویں سکون کہ خصومت و جنگ میں قبل از وقت طیش میں نہ آجائے۔ ساتویں شہامت یعنی بڑے بڑے کاموں میں ہمت کر کے گھس پڑنا تا دین و دنیا میں بلند مرتبہ ہو۔ آٹھویں احتمال اور یہ وہ قوت ہے جو آلات بدن کو امور حسیہ میں استعمال کرتی ہے۔

عدالت۔ نفس انسانی کی وہ فضیلت ہے جو مذکورہ تینوں فضائل کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے ہمارے جد محترم مولانا نجم الدین عباسی چریا کوٹی۔ نے اپنی

سے احکام حاصل کر کے بندوں تک پہونچائے۔ ان کی اصلاح کرے علم و عمل میں دوسروں کو کامل بنائے اور عام خلق اللہ کی اصلاح معاش و معاد کے لئے صحیح ضابطہ بنا دے۔ جو ہر زمانہ میں ہر قوم عالم کے لئے کار آمد اور نا قابل تنسیخ ہو۔

اگر انسان کامل کو یہ تمام صفات اکتساب سے حاصل ہوئے ہیں تو وہ صدیق ہے۔ اور اگر وہ ان تمام صفات میں درجۂ کمال کو نہیں پہونچا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے غلبۂ روحانیت میں اپنی جان کو فی سبیل اللہ ایثار و قربان کر دیا ہے تو وہ شہید ہے ورنہ صالح۔

نبی کی اس تعریف سے اس کا گناہوں سے معصوم ہونا بھی عقلاً ثابت ہو گیا کیونکہ جب وہ رزائل سے پاک ہے۔ تمام صفات حسنہ کا جامع ہے۔ فضائل انسانی میں کامل ہے اور اس کی تمام قوتیں اعتدال پر ہیں تو اس سے گناہ کا سرزد نہ ہونا ایک یقینی اور بدیہی بات ہے اور اسی کو زبان شرع میں معصوم کہتے ہیں نبی کے معصوم ہونے میں بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے نبی پیدا ہوتا ہے۔ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب شرعاً ممتنع اور عقلاً مستبعد ہے۔ البتہ بھول چوک سے کسی خطا یا لغزش کا کبھی سرزد ہو جانا ممکن ہے کہ وہ لازمۂ بشریت ہے اور اس سے عصمت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

صحیح مذہب مختار تو یہی ہے لیکن بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ نبوت کے بعد نبی سے کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوتا۔ مگر نبوت سے پہلے اس کا گناہوں سے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس مسلک والے لوگ نبی کی تعریف ہی نہیں جانتے ورنہ

اس قدر تمہید ہو چکی تو اب واضح ہو کہ جس شخص میں یہ فضائل اربعہ مع اپنی تمام فروع صفاتیہ کے بدرجۂ اتم واکمل پائے جائیں وہ انسان کامل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں میں بعض اوصاف خلقتہً ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کے جبلت میں سخاوت وجوانمردی ہے کوئی ماں کے پیٹ سے بخل و قساوت کی رذیل صفت لیکر پیدا ہوا ہے تو کوئی فطرۃً بہادر و رقیق القلب ہے اور یہ جبلی اوصاف ایسے ہیں جن کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہو جاتے ہیں - بہرحال اسبابت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نوع انسان کا ہر فرد کچھ صفات اچھے یا بُرے ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے اور کچھ صفات دوسروں کی صحبت کے اثر سے قبول کرتا ہے کسی میں صفات حمیدہ غالب ہوتے ہیں کسی میں رزائل کا غلبہ ہوتا ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اچھے اخلاق وصفات والے دنیا میں ہمیشہ کم ہوا کئے ہیں - پس اب قیاس چاہتا ہے کہ جس طرح کسی میں ایک صفت جبلی ہے کسی میں دو صفتیں خلقی ہیں . کوئی چند صفات ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوا ہے - کسی کے اکثر صفات فطری ہیں تو اسی ترتیب سے ترقی کر کے کوئی ایک ایسا شخص بھی ہوگا جس میں عمدہ صفتیں معدوم ہوں اور تمام اوصاف ذمیمہ ہی لیکر پیدا ہوا ہو اور اسی طرح انسان کا کوئی ایک فرد ایسا بھی ہو جو خلقتہً تمام اچھے اخلاق و اوصاف کا جامع ہو - پچھلا انسان کامل ہے اور پہلے کو زبان شرع وعرف میں شیطان کہتے ہیں - پس انسان کامل کی دو قسمیں ہیں یا تو اس شخص کو یہ صفات کاملہ اکتساب سے حاصل ہوئے ہیں یا بلا اکتساب - اگر بلا اکتساب خلقتہً حاصل ہیں یعنی ماں کے پیٹ سے وہ ان صفات حمیدہ کو لیکر پیدا ہوا ہے تو وہ رسول یا نبی یا پیغمبر الٰہی ہے جو روحانیت کے بالاترین درجہ پہ ہوتا ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ دربار

کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا۔ | دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

ان دونوں کو ملا کر غور کیا جائے تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ علمائے امت سے عام علماء اور مُلا سے مراد نہیں ہیں بلکہ وہ ایک خاص شان رکھنے والے علمائے مجددین ہیں جو اپنے میں شان نبوت اور کمال عارفیت رکھتے ہیں اور ان کی یہ عظمت وشان انبیاء بنی اسرائیل سے ملتی جلتی یا اُن کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا منصب یہ رہا ہے کہ اللہ تعالے کے احکام کو اس کے بندوں تک پہونچا دیں۔ یہ اہم کام ایک دفعہ نہیں ہو سکتا تھا نہ یکبارگی خلق پر کل بار کا ڈالدینا۔ قرین عقل تھا۔ اس لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کے بھیجنے اور مبعوث کرنے کی ضرورت داعی ہوتی رہی یہاں تک کہ احکام الٰہی مکمل ہو گئے اور جس قدر احکام خدا کے بندوں تک پہونچنے تھے وہ سب محمد رسول اللہ کی معرفت پہونچ گئے اور دین کامل ہو گیا نبوت ختم ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جو احکام و قوانین بھیجنے تھے وہ محمد صلعم کے ذریعہ سے بھیجے گئے اور اب کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ ارسال رسول سے جو غرض تھی وہ ہی باقی نہیں رہی اور دین کامل و مکمل ہو گیا۔ اس قانون مکمل کا نام قرآن مجید ہے۔

اب رہی ہدایت اور ارشاد خلق اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا اور ان کی اصلاح کرنی تو اس کے لئے علمائے اسلام اور عرفائے مجددین ہیں جن کا سلسلہ قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں۔

حضرت آدم سے لیکر جناب مسیح عم تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اُن میں سوائے حضرت نوح عم کے کسی کی بعثت عام نہیں تھی۔ ہر ایک نبی ایک خاص ملک اور

ایسی رکیک بات کا زبان پر لانا بھی گناہ سمجھتے۔ نبی اگر نبوت سے پہلے معصوم نہ ہوا اور اس سے گناہ سرزد ہوا کریں تو ایک زمانہ کے بعد اس کے دعوے نبوت کی کیا وقعت رہے گی۔ اور کیا اس نبوت کے بعد کی عصمت کو، لوگ ریا و نفاق پر محمول نکریں گے جس کا دفعیہ محال نہیں تو قریب المحال ضرور ہے بہرحال نبی کی عقلی تعریف سے تو اس کا معصوم ہونا ظاہر ہے۔ رہی شرعی بحث اس کو انشاءاللہ تعالیٰ ہم اس کتاب کی چوتھی جلد میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھینگے۔

غرض

کمال فضائل انسانی کا نام نبوت ہے اور اس کا خاتمہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہو گا نہ ہو سکتا۔ جب تک دنیا باقی ہے یہ کمال باقی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور یہ تشبیہ نبوت و فضیلت میں نہیں ہے۔ بلکہ کمال انسانی کے ملکہ اور ہدایت خلق میں ہے مطلب یہ ہوکہ امت محمدیہ میں کمال انسانی ہمیشہ باقی رہے گا۔ جس طرح انبیاء بنی اسرائیل خلق اللہ کو ہدایت کرتے اور دین الٰہی کی دعوت دیتے چلے آتے تھے۔ اسی طرح امت محمدیہ کے علمائے کرام رحمہم اللہ قیامت تک دین اسلام کی اشاعت اور اور ارشاد و ہدایت میں سرگرم رہیں گے چنانچہ امام ابو داؤد نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ:- ابوہریرہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلعم قال ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس	کی ہے کہ فرمایا آپ نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ مبعوث کریگا اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو جو اس کے

سرور کائنات قدسی صفات کے سایہ میں پناہ لیکر جیتے جی تو ہدایت پا گئے اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت سے بہرہ ور ہو کر راحت ابدی حاصل کی۔

دوسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔	(اے پیغمبر!) لوگوں سے کہو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں۔

اس آیت میں اَلنَّاس اور جَمِیْعًا دو لفظ قابل لحاظ ہیں جو پیغمبر کی بعثت کو عام ثابت کرتے ہیں۔

تیسری آیت سورۃ السبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔	اور (اے پیغمبر!) ہم نے تو تمکو تمام (دنیا کے لوگوں کے لئے بھیجا ہے کہ ان کو خوشخبری سناؤ اور ڈراؤ۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام پر دلالت کرتی ہیں۔ اس پر کل علمائے اسلام کا اتفاق ہے اور یہی قرین عقل ہے۔ ہم اس دعوے کو انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی چوتھی جلد میں زیادہ تفصیل سے لکھینگے اور وہاں قرآن مجید کی تمام آیتوں کو نقل کریں گے۔

اب رہی یہ بات کہ جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تو پھر عرب کی خصوصیت کیوں؟ اور کیا وجہ کہ مکہ ہی کو دنیائے اسلام کے پائے تخت ہونے کا شرف دیا گیا؟ یہ بحث کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا، اس لئے جو کچھ اس کے متعلق میں لکھونگا وہ میرا ہی اجتہاد

اور خاص قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

ہمارے سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ نبوت و رسالت تمام ہوگئی نبوت و وحی کا دروازہ مسدود ہوگیا۔ دین کامل و مکمل ہوچکا اس لئے واجب تھا کہ آپ کی بعثت تمام عالم کے لئے عام ہو اور آپ کے قانون اسلام کی پابندی کل اہل دنیا پر فرض کر دیجائے۔

قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت کل اہل عالم کے لئے عام تھی چنانچہ سورۃ الانبیاء میں فرمایا گیا ہے کہ:-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔	(اے پیغمبر!) ہم نے تو تمکو دنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت (بنا کر) بھیجا ہے

رحمت سے یہ مراد ہے کہ کفر و ضلالت ایک اصلی ذلت اور اسلام و ہدایت حقیقی عزت ہے جو مرنے کے بعد اس دوسرے عالم میں موجب نجات و ثواب ہوگی۔ تو جس نے کفر سے کنارہ کش ہوکر اسلام اختیار کیا اور محمد صلعم کا پیرو ہوگیا وہ قید ذلت سے رہا ہوا، اور عذاب آخرت سے نجات پاکر رحمت آلٰہی کے سایہ میں آگیا۔ پس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات اہل عالم کے حق میں عین رحمت ٹھیری کہ آپ کی پیروی باعث نجات آخرت ہے اور آپ ایک ایسا سچا اور آسان مذہب لیکر خلق اللہ کی طرف تشریف لائے جو سب کی نجات کا موجب ہے۔ جس کا فرومشرک نے اس کو اختیار کیا وہ رحمت آلٰہی کے دامن تلے آگیا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو گمراہی کی دھوپ سے بھاگ کر اس رحمت کے سایہ میں آجائیں اور بدبخت ازلی ہیں وہ لوگ جو روشنی کو دیکھکر بھی اس سے فائدہ نہ اٹھائیں اور تاریکی ہی کو پسند کریں اور کیا مبارک ہیں وہ لوگ کہ حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث کرنے کی یہ حکمت تھی اور عرب میں بھی خاص شہر مکہ اس مطلب کے لئے انتخاب کیا گیا جہاں کے لوگ سنگدلی وشقاوت میں آپ اپنی نظیر تھے ۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ عرب کے مغلوب ہونے کے بعد دوسرے ممالک میں بہت جلد اسلام پھیلا اور وہ ممالک بڑی سرعت کیساتھ مفتوح ہو گئے ۔ جتنی مدت میں عرب اسلام کے زیر اثر ہوا ، اس کی نصف مدت میں عرب سے دہ چند ملک زیر سایۂ اسلام آ گیا ۔

تیسرا جواب

ظہور اسلام کے وقت دنیا میں تین ہی قسم کے مذاہب تھے ۔ یا تو سرے سے باطل مذاہب تھے یا ایسے مذاہب تھے جو حقیقت میں باطل تو نہ تھے مگر باطل اعمال وعقائد ان میں مخلوط ہو گئے تھے یا ایسے مذاہب تھے جو امتزاج مفاسد امور کی وجہ سے اور زمانۂ حال وآئندہ کے مناسبت کے لحاظ سے ناقابل تھے ملک عرب قریباً ان تمام مذاہب کا مجموعہ تھا مثلاً بت پرست آتش پرست ستارہ پرست ۔ صابئین ۔ ماڈیین ۔ پیروان ملت ابراہیم یہود ۔ نصاریٰ وغیرہ ۔

ایسی حالت میں خاتم الانبیاء علیہ التحیتہ والثناء کا قرآن جیسے معجزہ کے ساتھ عرب میں مبعوث ہونا گویا تمام دنیا کے لئے تھا ، تاکہ وہ تمام مذاہب کو منسوخ کر کے اپنی نئی شریعت کو جو سراپا نور وہدایت اور برکت ورحمت ہے ، دنیا میں رواج دے اور ہر شریعت ومذہب سابقہ کے مقابلہ میں اپنی شریعت حقہ کو پاکیزہ ومرضی دکھا دے ۔

چوتھا جواب

اللہ جل شانہ کو معلوم تھا کہ عرب کے مسلمان ہونے کے بعد یہ آخری شریعت

ہوگا اور میری ہی تحقیق ہوگی۔ ناظرین اس مبحث کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا جواب

خدا کا رسول، گو وہ تمام دنیا کے لئے ہو ضرور کسی نہ کسی خاص ہی مقام میں مبعوث ہوگا اور جو آسمانی کتاب وہ لائے گا ضرور کسی خاص زبان میں ہوگی۔ ایک رسول نہ ہر قطعۂ زمین پر مبعوث ہوسکتا نہ تمام دنیا کی زبانوں میں وہ کتاب آسمانی ہوسکتی پس حضرت سرور کائنات کے عرب میں مبعوث ہونے اور قرآن کے عربی ہونے سے آپ کی بعثت کو عرب سے مخصوص سمجھنا ایک کھلی غلطی ہے۔

بعثت کے عام یا خاص ہونے کا معیار، تعلیم ہے۔ اگر تعلیم خاص ہے تو بلاشک بعثت بھی خاص ہے اور اگر تعلیم عام ہے تو لامحالہ بعثت عام ہے لیکن قرآن کی تعلیم کے عام ہونے میں کوئی شبہ نہیں لہٰذا، بلاریب، یہ بعثت محمدی عام اور تمام دنیا کے لئے ہے۔

دوسرا جواب

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ولادت محمد عربی سے پہلے عرب ہر قسم کی برائی و گمراہی کا مرکز بن رہا تھا۔ دنیا کے کسی گوشہ میں گناہوں اور بدکاریوں کی اتنی کثرت نہ تھی جتنی عرب میں تھی۔ فواحش کا ارتکاب نہ صرف علی الاعلان بلکہ فخریہ کیا جاتا تھا۔

یہ ایک اصولی امر ہے کہ جب ملک میں عام بغاوت پھیل جاتی ہے تو پہلے انہیں لوگوں کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ سرکش و باغی ہوتے ہیں کیونکہ نہ زبردست کے مستاصل ہونے کے بعد عام رعب قائم ہو جاتا ہے اور کمزور آپ سے آپ مرعوب ہو کر دب جاتے ہیں اور پھر دوسرے باغیوں کے استیصال میں سہولت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ جلد امن و امان قائم ہو جاتا ہے

توجہ ہوگئی ہے۔ الحاصل عربی زبان بلا کسی سعی کے تمام کرۂ ارض پر پھیل رہی ہے تو جس طرح قرآن کے اعجاز نے اسلام پر لوگوں کو فریفتہ کر کے اسلام پھیلایا ویسا ہی اب عربی کی اشاعت عام دنیا کی بڑی آبادی کو دائرۂ اسلام میں داخل کر کے رہیگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

چھٹواں جواب

اگر ہم عرب کو، کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو ایشیا۔ یورپ اور افریقہ تینوں براعظم کے بیچ میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے تمام مذاہب کا پہونچ جانا اور جہالت کی حکومت حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے واسطے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کر کے یہ کہنا بہت صحیح ہے کہ جب افریقہ۔ یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذریعے بخوبی موجود تھے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) رب العالمین نے اسی لئے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور آپ کو بتدریج قوم اور ملک اور پھر عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا اور ویسا ہی بدرجۂ اکمل و اتم پورا بھی ہوا۔[1]

---

[1] یہ جواب کتاب رحمۃ للعالمین سے لیا گیا ہے جو حال ہی میں چھپی ہے۔ اگرچہ یہی وجہ میں نے بھی قائم کی تھی اور گویا میرے مضمون کو اس مضمون سے پورا توارد ہو گیا۔ لیکن چونکہ میری کتاب ہنوز طبع نہیں ہوئی تھی اس لئے طعن اغیار سے بچنے کیلئے میں نے بعینہٖ کتاب مذکور سے اسکو نقل کر لیا تا عوام سرقہ کا الزام کہیں تھوپ نہ دیں ۱۲

جس کے بعد کوئی شریعت دنیا میں آنے والی نہیں ہے بہت جلد اطراف عالم میں پھیل جائے گی۔ اس لئے خاتم الانبیاء اپنی شریعت جدیدہ کے ساتھ عرب میں مبعوث ہوئے۔ پھر واقعات متواترہ شاہد عدل ہیں کہ شریعت محمدؐ یہ کس قدر سرعت کے ساتھ تمام عالم میں پھیل گئی۔
مسیحی مذہب اگرچہ بہت جبر و تعدی اور شرمناک ترغیبات کے ذریعہ سے پھیلایا گیا ہے اور اسلام سے سات سو برس پیشتر کا مذہب ہے تو بھی اس وقت مسلمان اور عیسائی قریب قریب مساوی ہیں اور بمقابلہ عیسائیوں کے مسلمانوں کی ترقی روز افزوں اور زوروں پر ہے۔

پانچواں جواب

جس وقت حضرت خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے اس وقت دنیا میں مہذب۔ مکمل۔ وسیع اور خوش آئندہ زبانیں، دو ہی تھیں سنسکرت اور عربی۔ ان دو میں سنسکرت برائے نام تھی کیونکہ وہ ملک و قوم کی زبان نہ تھی۔ صرف کچھ ٹوٹی پھوٹی پرانی کتابیں اس زبان میں چلی آتی تھیں اور ان کتابوں کے سمجھنے والے بھی ملک بھر میں چند سے زیادہ نہ تھے۔ البتہ عربی زبان بہت بڑے رقبۂ ارضی کو حاوی تھی اور اسی لئے خاتم الانبیاء ملک عرب میں مبعوث ہوئے اور قرآن اُسی زبان (عربی) میں نازل ہوا اب بھی زبان عربی دنیا کی تمام زبانوں میں ممتاز و مختار ہے کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں عربی زبان کا شوق کم و بیش دامنگیر قلوب بنی نوع انسان نہ ہو۔ یورپ کی بڑی سلطنتوں جرمن۔ فرانس۔ انگلینڈ میں تو عربی کی ترقی زوروں پر ہے امریکا میں بھی بہت زور کے ساتھ اس طرف خیال رجوع ہے۔ چین میں جب سے مسلمانوں کا نشو و نما ہوا، تب ہی سے عربی ہے۔ اب اس کی طرف اور زیادہ

آٹھواں جواب

کعبہ کے تقدم زمانی اور تاریخی عظمت کا انکار کوئی مذہب نہیں کرسکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم (بیت المقدس) کی بنیاد حضرت داؤد نے قائم کی اور حضرت سلیمان نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لئے کعبہ کی تعمیر جو ابراہیم علیہ السلام کی ہے بیت المقدس کی تعمیر سے تقریباً نوسو اکیس ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح سے ایکہزار نوسو اکیس ۱۹۲۱ سال پہلے کی ہے۔

مسٹر آر۔سی۔ دت نے اپنی تاریخ "سوی لی زشن آف اینشینٹ انڈیا" میں مختلف عالموں کی شہادات کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو، ویدکا ابتدائی زمانہ ہے مسیح ؑ سے چودہ سو ۱۴۰۰ سے دو ہزار برس پہلے کا تھا اور اس میں صاف لکھدیا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا۔[۱] اس سے ثابت ہوا کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا۔

اس مضمون کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ	(دنیا کے) لوگوں کے لئے جو پہلا گھر (عبادت کیلئے) ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں ہے (اور یہ گھر) برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے واسطے (موجب ہدایت) ہے۔

تو چونکہ کعبہ کو یہ دونوں باتیں حاصل ہیں کہ دنیا میں وہ سب سے پہلی عبادتگاہ ہے اور تاریخی عظمت میں تمام عبادتگاہوں پر مقدم ہے اس لئے اسلام جیسے آخری مکمل مذہب کا قبلہ کعبہ ہی کو بنانا مناسب تھا جیسا کہ ہوا۔

---

[۱] از کتاب رحمۃ للعالمین ۱۲

ساتواں جواب

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ (۴۰) درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ (۸۰) درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) اور نصف (۶۰) ہوا۔ جب (۶۰) کو (۸۰) درجۂ شمال سے تفریق کریں تو (۲۰) رہ جاتے ہیں اور جب (۶۰) میں سے (۴۰) درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی (۲۰) درجۂ شمالی رہ جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ ½ ۲۱ درجہ پر آباد ہے اس لئے تمام کرۂ ارض پر یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ کتب لغات میں مکہ کا نام ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔

اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہ ہائے عرض بلد، شمال پر واقع ہے اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول۔ مغرب میں حبشی و ہائٹ (نسل حام) اور، ریڈ انڈ نیز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ واقع ہوا، اور غالباً اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔ وَجَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ یعنی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو[1]۔

---

[1] یہ مضمون بھی کتاب رحمۃ للعالمین سے بجنسہٖ لیا گیا ہے ۱۲

اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ	نسل کو اس (گمراہی) سے بچا کہ بتوں کو پوجنے
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ	لگیں۔ اے میرے پروردگار کچھ شک نہیں
كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ	کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا ہے
فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ	تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے
مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ	میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے
فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز
رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ	گھر (خانۂ کعبہ) کے پاس (اس) بیابان (مکہ)
مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ	مین جہاں کھیتی نہیں اپنی کچھ اولاد (لاکر) آباد
غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ	کی ہے تاکہ اے ہمارے پروردگار یہ لوگ
عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ	یہاں نمازیں پڑھیں تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل
رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ	ان کی طرف کو مائل ہوں اور (دوسرے ملکوں کی)
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ	پیداوار (پھلوں) سے ان کو روزی دے
اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ	تاکہ یہ سب تیرا شکر کریں۔
يَشْكُرُوْنَ۔	

ف

جناب ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں چار دعائیں کیں اور قریباً چاروں دعائیں مقبول ہوئیں۔

پہلی دعا:۔ یہ کہ شہر مکہ امن کی جگہ رہے اور اس دعا کا قبول ہونا اس سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ مکہ ہی میں قرار پایا، جہاں قتال کو حرام کیا گیا اور جس کی صفت میں آیت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا نازل ہوئی۔ شہر مکہ کے امن کی جگہ ہونے کا سب سے بڑا تاریخی ثبوت یہ ہے کہ وہ جب سے آباد ہوا، اس وقت سے ابتک کسی غیر مسلمان بادشاہ نے اس کو مفتوح و برباد

تعمیر کعبہ کو ہزاروں برس گذر گئے لیکن آج تک بیت المقدس کی طرح نہ کسی کافر فاتح نے اس کو توڑا، نہ ویران کیا نہ اس کو سنڈاس بنایا نہ وہاں کے رہنے والوں کو غلام وقیدی بنا کر تباہ و ذلیل کیا نہ وہاں کے باشندوں کو کبھی جلا وطن ہونا پڑا محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنا خاتم النبیین ہوکر تمام عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کیونکہ آپ اسلام جیسا کمل مذہب اور قرآن جیسی جامع اور ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب لیکر تشریف لائے جس کی دعوت کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ میں پہونچنے والی تھی اور جو اس دعوے کے ساتھ نازل ہوی کہ میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ہوں لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

پس ایسے زندہ کمل۔ ہمیشہ رہنے والے اور کبھی منسوخ و مردہ نہ ہونے والے مذہب کے لئے کعبہ ہی جیسا محترم اور باعظمت قبلہ ہونا لازم تھا جو کبھی کسی کافر فاتح کے ہاتھوں پامال نہیں ہوا۔ جس کو کبھی کوئی بیدین سرکش خراب نہیں کرسکا۔ جو سب سے قدیم عبادت گاہ ہے اور سب سے زیادہ عظمت وجلال والا تاریخی گھر ہے اور جہاں کے آزاد باشندوں نے دنیا کی کسی غیر قوم کے آگے کبھی سر اطاعت خم نہیں کیا۔

نواں جواب

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کی زبان سے ادا ہوا ہے جو سورۂ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالے فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ	اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے (خدا سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر اور مجکو اور میری

عرب کے فتح کرنے کا عبث ارادہ نہیں کیا کیونکہ سرزمین عرب سے کسی قسم کے تمتع کی امید نہیں ہوسکتی تھی۔ یہی مصلحت تھی کہ اللہ تعالےٰ نے محمد مصطفےٰؐ کو عرب جیسے ریگستانی ملک میں مبعوث کیا اور ملک عرب میں بھی شہر مکہ جیسے غیر آباد مقام کو اسلام کا سرچشمہ اور تمام کرۂ عالم کے مسلمانوں کا قبلہ و مرکز قرار دیا، تاکہ کعبہ، دشمنان اسلام کی دست برد سے محفوظ رہے۔ دین حنیفی اور خدا کے آخری مذہب مکمل کا قبلہ ہمیشہ معزز و محترم رہے۔ بیت المقدس اور بنارس و متھرا کی طرح، مکہ، غیر مسلمان فاتحین کے ہاتھوں برباد نہ ہو۔ وہاں کے لوگ ذلیل و خوار یا لونڈی غلام نہ بنائے جائیں۔

اگر ملک عرب زرخیز و سرسبز جگہ ہوتی تو مکہ دشمنوں کی تاخت و تاراج سے کبھی محفوظ نہ رہتا اور ہمیشہ ملک و مال کے لالچی غارتگروں کا آماجگاہ بنا رہتا۔

محمد مصطفےٰ صلعم کی نسبت قرآن کی سورۃ الفتح میں فرمایا گیا ہے:-

وَاِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا	اے پیغمبر! بیشک ہم نے تم کو (اپنی ذات و صفات کا) گواہ اور (ایمان والوں کو) خوشخبری سنانیوالا اور (گناہگاروں کو) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

سورۃ النجم میں فرمایا گیا ہے:-

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	(لوگو! ہمکو) ستارے کی قسم جب وہ ٹوٹتا ہے کہ تمھارے رفیق (محمدؐ) نہ تو راہ راست سے بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں بلکہ وہ وحی ہے جو اُن پر (آسمان سے) نازل ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے محفوظ

نہیں کیا۔

دوسری دعا:- یہ کہ خود حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی نسل کو بت پرستی سے محفوظ رکھا جائے تو حضرت ابراہیم کا بت پرستی سے محفوظ رہنا تو مثل بدیہات کے روشن ہے۔ رہی اُن کی نسل تو غالباً آل ابراہیمؑ کی بڑی تعداد ہمیشہ اس گمراہی سے محفوظ رہی۔

تیسری دعا:- یہ کہ لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل ہوں۔ حج کی فرضیت اس دعا کے قبول ہونے کا بیّن ثبوت ہے کہ ایک وقت مقررہ پر تمام کرۂ عالم کے مسلمان مکہ کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ حج کے لئے جانا ہی لوگوں کے دلوں کا اہل مکہ کی طرف مائل ہونا ہے کہ حج کو جاتے ہیں تو لوگ اہل مکہ کے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے ہیں اور یوں بھی اہل مکہ کو مسلمانوں سے فائدے پہنچتے رہتے ہیں

چوتھی دعا:- یہ کہ اہل مکہ کو پھلوں اور دوسرے ملکوں کی پیداوار سے بہرہ مند کیا جائے۔ اس دعا کی مقبولیت کو اہل عالم کا مشاہدہ ہمیشہ ثابت کر رہا ہے کہ مکہ جیسی اُجاڑ جگہ میں جہاں کھیتی کی مطلق صلاحیت نہیں تمام ممالک عالم کی پیداوار فراہم رہتی ہے اور ہر قسم کے میوہ جات سے مکہ کے بازارات مالا مال رہتے ہیں

ان دعاؤں کے ضمن میں جناب ابراہیمؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی نسل کو بیت اللہ کے پاس ایسے بیابان مکہ میں لاکر آباد کیا جہاں کی زمین کھیتی کی صلاحیت نہیں رکھتی اور جہاں بالکل سبزی نہیں شاہان عالم یا لوٹ مار والے لوگ ہمیشہ انہیں ممالک کو تاخت و تاراج کرتے پھرتے اور انہیں زمینوں پر دست تصرف دراز کرتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہوں اور جہاں کسی قسم کے مال و متاع ملنے کی امید ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب ہمیشہ غیر ممالک والوں کے تاخت و تاراج سے محفوظ اور آزاد رہے ہے۔ اور کسی بادشاہ نے

واضح رہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی و رسول ہونا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے ثبوت کو دوسرے کا ثبوت لازم ہے۔ محال ہے کہ رسول خدا صلعم کی نبوت ثابت ہو اور قرآن کا کلام اللہ ہونا ثابت نہ ہو۔ عقلاً باطل ہے کہ قرآن کا کلام اللہ ہونا متحقق ہو، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت مشتبہ رہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ ارباب سیاست اہل قلم۔ اہل سیف۔ شعرا، اور فلاسفر وغیرہ کی باہمی ترجیح کا مسئلہ اسی طرح طے ہوا کرتا ہے۔ یورپ کے متعدد اخبارات نے اپنے ناظرین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ "دنیا کا بزرگترین انسان کون ہے" ان میں سے بعض اخبارات کا یہ فیصلہ ہوا کہ دنیا کے بزرگترین انسان حضرت محمد صلعم تھے۔ اسی قسم کا ایک سوال بیروت کے ایک مسیحی اخبار "الوطن" نے پیش کیا تھا اس کا پہلا جواب ایک مسیحی اہل قلم نے دیا ہے جس کا ترجمہ ہدیۂ احباب ہے:۔

سوال۔ دنیا کا بزرگترین انسان کون ہے؟

جواب۔ دنیا کا علی الاطلاق سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس[1] کی قلیل مدت میں مذہب۔ فلسفہ قانون معاشرت اور قانون سیاست وضع کیا۔ جنگی قانون میں اصلاح کی۔ ایک قوم پیدا کی۔ ایک سلطنت قائم کی جو ایک زمانہ دراز تک روئے زمین پر باقی رہے۔ باوجود اس کے وہ شخص امی تھا۔ اور وہ کون ہے؟

---

[1] اسلام کی ابتدائی ترقی درحقیقت مدینہ سے شروع ہوئی ہے جہاں آپ صرف دس برس رہے ۱۲

تھے۔ آپ امین و راستباز اور ایسے سچے تھے کہ دشمنوں تک نے آپ کی اس صفت کو تسلیم کر لیا تھا۔ آپ جو حکم شرعی ارشاد فرماتے تھے خدا کی طرف سے فرماتے تھے آپ کی زبان مبارک سے جو لفظ تعلیم دین کے متعلق نکلتا تھا، القای ربانی اور وحی آسمانی ہوتا تھا۔

آپ کی رسالت و نبوت اور وحی مجسم اور مبعوث من اللہ ہونے کے زبردست دلائل[۵۱] میں سے ایک روشن دلیل یہ ہے کہ آپ کی **پیشنگوئیاں** لفظ بلفظ صحیح اتریں اور اس وقت تک کہ تیرہ سو برس گذر چکے پوری ہوتی چلی جاتی ہیں اور بہت ایسی پیشنگوئیاں ہیں جو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ ایک زمانۂ دراز تک پوری ہوتی رہینگی۔

---

[۵۱] ہم یہاں تک لکھنے پائے تھے کہ رسالہ "الندوہ" بابتہ ماہ جولائی ۱۹۱۱ء ہماری نظر سے گذرا جس میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یورپ کے اہل قلم کی بیش بہا رایوں کو نقل کیا ہے۔ سچی فضیلت وہی ہے کہ دشمن بھی چار و ناچار اسکا معترف ہو اور حقیقت تو یہ ہے کہ سچائی دنیا سے اپنی فضیلت منوائے بغیر رہتی بھی نہیں ہم اس تحریر کو بعینہا اس مقام پر نقل کرتے ہیں جو موافق و مخالف دونوں کیلئے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

دنیا کا بزرگترین انسان

یورپ کے اخبار نویسوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کا آخری فیصلہ کرانا چاہتے ہیں تو وہ اپنے اخبار کے ناظرین کے سامنے اظہار رائے کیلئے اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اس کے متعلق مخالف و موافق اپنی اپنی رائیں دیتے ہیں۔ جب رایوں کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہو جاتا ہے تو ووٹ کی کثرت سے مسئلہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر

حدیثوں کی تدوین وتنقید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسو برس کے بعد شروع ہوئی ہے۔ اس لئے آپ کی پیشینگوئیاں دو قسم کی ہوئیں پہلی قسم میں وہ پیشینگوئیاں ہیں جو کتب احادیث کے مدوّن ہونے کے صدیوں بعد پوری اتریں اور یہی معرکہ آرا پیشینگوئیاں ہیں۔
دوسری قسم میں وہ پیشینگوئیاں ہیں جو پیغمبر خدا کی زندگی میں پوری ہوئیں یا آپ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد اسوقت پوری ہوگئیں جب کہ حدیث کی کتابیں مدوّن نہیں ہوئی تھیں پچھلی صورت میں مخالفین اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش باقی ہے کہ ممکن ہے، واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ان کے متعلق رسول کی پیشینگوئیاں بنالی گئی ہوں۔ یہ شبہ درست نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ اُس نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کرکے فقرائے قوم کا کافی بندوبست کردیا اگر مسلمان پورے طور سے زکاۃ ادا کیا کریں تو مسلمان اقوام میں کوئی فقیر باقی نہ رہے اُس نے مذہب اسلام کے لئے ایک زندہ جاوید زبان قائم کی جو ہر جگہ ہر زمانہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور سمجھی جائے گی کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے جس کا سمجھنا عرب کی زبان میں ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ فقط علمائے اسلام عربی زبان سیکھیں تو بھی اتحاد زبان کے لئے کافی تھا۔ عام افراد قوم کے لئے اُبھرنا اور ترقی کرنا نہایت آسان کردیا کیونکہ اُس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر تقویٰ کے سوا اور کسی چیز کی ترجیح نہیں دی ہے۔ اس بنا پر اسلام بلاشبہ حقیقی جمہوریت ہے مسلمان اپنے پریسیڈنٹ کا جس کو وہ خلیفہ کہتے ہیں خود انتخاب کرتے تھے

اس کتاب کے حصہ اول میں ہم نے قرآن مجید کی پیشنگوئیاں بہت شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ اپنے ہادی برحق سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئیوں سے ان اوراق کو زیب وزینت دیں اور اس قوی برہان اور زبردست دلیل کو عالم کے سامنے پیش کریں تا انصاف پسند منکرین اسلام غور سے کام لیں اور آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی ہٹا کر حقیت اسلام کے معترف اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل ہوں اور دنیاوی عزت کے ساتھ حسن آخرت بھی انہیں نصیب ہو اور عالم آخرت کے عذابوں سے محفوظ رہیں۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ وہ محمد عربی پیغمبر اسلام ہے۔

جس نے اپنی عظیم الشان مشن کے لئے تمام سامان کو خود ہی پورا کیا۔ جس نے اپنی قوم۔ اپنے پیرو اور اپنی سلطنت کے لئے دنیا میں پھیلنے اور باقی رہنے کے اسباب فراہم کئے کیونکہ مسلمان جب قرآن اور احادیث میں غور کرینگے تو وہ اپنی ہر دینی و دنیاوی مرض کا علاج اس میں موجود پائینگے۔ اس نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک عالمگیر کانفرنس کی بنیاد ڈالی جو ہر سال مکہ میں منعقد ہوتی ہے۔ جو شخص اس مسئلہ پر غور کریگا کہ حج صرف اُسی مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس سواری اور زاد راہ ہو اور اس سے یہ فرض ساقط ہے جس کے پاس یہ سامان نہ ہو" وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ حج سے پیغمبر اسلام کا یہ مقصد ہے کہ قوم کے ارباب وجاہت وثروت ایک جگہ جمع ہو کر اپنے مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ سیاسی اور دیگر ضروریات پر تبادلہ خیالات کریں اور آپس میں ربط واتحاد بڑھائیں۔

پہلا باب

وہ پیشنگوئیاں جو تدوین کتب حدیث کے بعد پوری ہوئیں

پیشنگوئی

(۱)

ایک زمانہ عام سودخواری کا آئیگا

روی ابی داؤد النسائی عن ابی هریرة قال قال رسول الله	ابوداؤد اور نسائی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ گزشتہ :- تمدنی امور میں اُس نے غور کیا۔ افراد کے شخصی معاملات میں غور کرنے کے لئے قوانین بنائے۔ اس نے سلطنت کی مالی حالت سے بھی بے توجہی نہیں کی۔

بیت المال کے لئے قواعد تیار کئے۔ اُس کی ہمت و ارادہ سے علم کو بھی فائدہ پہونچا اور حصہ وافر ملا اُس نے حکمت و دانائی کو مسلمانوں کا گم شدہ مال قرار دیا اُن کو حاصل کرنے کی تاکید کی۔ اس علم کو مسلمانوں کے طلب علم اور ان کے عہد کے علمی ترقی کے پیدا ہونے میں بہت کچھ دخل ہے۔

اولاً۔ اس وجہ سے کہ تدوین کتب کے سیکڑوں برس کے بعد جو پیشینگوئیاں پوری ہوئیں وہ زیربحث پیشینگوئیوں کی مُصَدِّق ہیں۔ جب دونوں قسم کے اقوال حضرت سرورِ کائنات ؐ کے اقوال ثابت ہو جائیں تو ایک کی صحت دوسرے کی صحت کی مستلزم ہے۔

ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے یہاں حدیث کی صحت وتنقید کے جو اصول مقرر ہیں اُن کے لحاظ سے اب اس قیاس کی گنجایش نہیں رہی کہ مشہور ومسلم کتب حدیث میں موضوع حدیث ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی زمانہ میں وضع احادیث کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر ثقات وعلمائے مخلصین جزاہم اللہ خیر الجزاء نے جانچ کر صحیح۔ مشہور۔ متواتر۔ ضعیف اور موضوع کو جدا جدا کر دیا۔ ان اصول مدوّنہ پر مطلع ہونے کے بعد کسی شخص کو احادیث کتب مسلمہ کی صحت سے انکار کرنیکا حق نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ اور وہ اس روش پر کچھ زمانہ تک چلے بھی اور ابتک بیعت کے مسئلہ میں اس کا ایک شائبہ باقی ہے۔

اُس نے غیر عرب یوں کو یہ کہکر مساوات کا درجہ دیا ہے کہ عرب کو نہ عجم پر فضیلت ہے نہ عجم کو عرب پر۔ اس نے غیر مسلمان یعنی ذمیوں کے لئے یہ کہکر اسلامی ممالک میں عیش وراحت کے ساتھ رہنا آسان کر دیا ہے کہ "تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے" سب سے پسندیدہ خدا کے نزدیک وہ ہے جس نے اُس کی اولاد کو نفع پہونچایا۔

اُس نے منزلی مسائل کو بھی نہایت نکتہ سنجی کے ساتھ مرتب کیا نکاح تناسل اور وراثت کے معاملات طے کئے۔ عورت کا مرتبہ بلند کیا

ہاتھوں میں ہے اور ساری تجارت کا مدار سود پر ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی سود سے بچا نہ رہا اور حدیث کی پیشنگوئی حرف بحرف ٹھیک اُتری۔

اس زمانہ میں سلطنت اور تجارتی کاروبار بلا سود کے چل نہیں سکتے۔ اسی لئے ہر گورنمنٹ کو بینک کا قائم کرنا ضرور ہو گیا ہے اور جس گورنمنٹ میں بینک نہیں ہے وہ تباہ ہے جیسا کہ ترک۔ ایران۔ مراکش۔ اور مصر وغیرہ کا پتلا حال ہو رہا ہے۔ پس حدیث مذکورہ بالا میں جو جو فرمایا گیا ہے کہ ایک زمانہ عام سود خواری کا آئیگا اور جو سود نہ کھائے گا اس کو اُس کا دھواں پہونچیگا اسکا یہی مطلب ہے کہ سود کے عام ہونے کی حالت میں جو سود نہ لے گا وہ تباہ و برباد ہو گا جیسا کہ فی زماننا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اکثر مسلمان سود نہیں لیتے مگر دیتے ہیں۔ حالانکہ لینا اور دینا دونوں وعید میں برابر ہیں۔ اور دونوں ایک ہی وعید کے اندر ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اپنی دولت دوسروں کے ہاتھ میں جاتی ہے اور ان کے پاس کوڑی نہیں آتی۔

ایسی حالت میں علمائے اسلام کو اس کا راستہ بھی نکالنا چاہیئے اور راستہ بھی ایسا جو چل سکے ایسا نہیں کہ صرف لفظوں میں محدود رہے مگر ان اہل علم میں ایک تو وہ لوگ ہیں جو ملی۔ ملکی اور قومی ضرورتوں کا خیال کر کے مسائل پر غور کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو محض ہوا پرستی اور دنیاوی خود غرضیوں سے مسئلے بنالیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں میں اکثر ایسے ہی لوگ ہیں۔

فلسفۂ سود

شریعت اسلام نے مسلمانوں پر سود (ربا) کو حرام کیا اور مالداروں پر اپنے مال

صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علے الناس زمان لا یبقیٰ احد الا آکل الربوا فمن لم یاکلہ اصابہ من غبارہ۔

نے کہ (دنیا کے) لوگوں پر ایک زمانہ (سود کا) ایسا آئیگا کہ بجز سود خواروں کے اور کوئی باقی نہیں رہے گا تو جو کوئی سود نہیں کھائے گا اس کو اس کا دھواں پہونچیگا۔

ف

یہ پیشگوئی تیرہ سو برس کے بعد آج پوری ہوتے نظر آرہی ہے۔ دوسرے بلاد و ممالک کا حال تو ہمکو ٹھیک نہیں معلوم۔ مگر ہندوستان کے مسلمان بعینہ اس کے مصداق ہیں یہاں تک کہ علمائے اسلام جن میں مولوی نذیر احمد دہلوی، مولوی وحید الزماں ملقب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر۔ مولوی انشاء اللہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور۔ مرزا حیرت اڈیٹر کرزن گزٹ دہلی۔ اور منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور وغیرہ ہیں ان کو اباحت سود خواری پر ضرورت سے زیادہ اصرار ہے۔ اس وقت دنیا بھر کی تجارت اور دولت عیسائیوں خصوصاً یورپ کے

بقیہ حاشیہ گزشتہ :- کیا جس نے یہ تمام کام ایک قلیل مدت میں انجام دئے ہوں وہ دنیا کا بزرگترین انسان نہیں ہے؟

اس رائے کو اور اس قسم کی اور رایوں کو پڑھ کر جن کو ہندوستان کے برہمو سماج سکھ اور قدیم ہندوؤں نے اور یورپ میں کارلائل وغیرہ نے ظاہر کیا ہے بیساختہ متنبی کا یہ شعر یاد آجاتا ہے۔

ع

الفضل ما شھدت بہ الاعداء (بزرگی وہ ہے جسکی دشمن بھی شہادت دیں) ۱۲ منہ

ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ خود قرآن مجید میں تصریح کردیگئی ہے لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ یعنی تم لوگ اپنے مال کو اپنے آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ پس مطلب صاف ہے کہ مسلمان مسلمان سے سود نہ لے۔

پیشنگوئی

(۲)

مسلمان بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے

ابو داؤد عن ابی ایوب قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ستفتح علیکم الامصار وستکون جنود مجندۃ یقطع علیکم فیہا بعوث یکرہ الرجل منکم البعث فیہا فیتخلص من قومہ ثم یتصفح القبائل یعرض نفسہ علیہم یقول من اکفیہ

ابوداؤد نے ابو ایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ عنقریب بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے اور بہت بڑا لشکر جمع ہو جائے گا جس میں بہت سی فوجیں مقرر ہونگی اس وقت بعض اشخاص بغیر اجرت کے جنگ کی شرکت کو ناپسند کریں گے اور جنگ کی شرکت سے بچنے کیلئے اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائینگے۔ پھر دوسرے قبائل کے پاس چلے جائینگے اور کہینگے کہ ایسا کون شخص ہے جو مجکو

نصاب میں سے زکات کا دینا واجب کیا۔
سود کا حاصل یہ ہے کہ بہت سے لوگ تباہ و برباد ہوں اور چند گنتی کے نفوس دولتمند ہو جائیں۔ حالانکہ یہ مقتضائے عقل نہیں ہے۔ ایک آدمی کے برباد ہونے سے اگر بہت سے لوگوں کا بربادی سے بچنا متیقن ہو تو ایک شخص کو تباہ کر کے بہتوں کو بچا لینا مقتضائے عقل ہے نہ یہ کہ سینکڑوں کو تباہ کر کے ایک آدمی کو مالدار بنایا جائے۔
ان مصالح پر نظر کر کے شریعت محمدیہ نے سود خواری کو حرام کیا اور اس طرح ایک طرف تو عام لوگوں کو بربادی سے بچا لیا۔ دوسری طرف مالداروں پر ایک معین مقدار میں زکات واجب فرما کر غربا و مساکین کے لئے سہارا بنا دیا اور اس میں کسی کا کچھ نقصان نہیں ہے۔ تھوڑی رقم کا دینا دولتمندوں پر گراں نہیں ہو سکتا اور ناکارہ غربا و مساکین کی اس سے پرورش ہو جاتی ہے۔ سود کا لین دین اخوت اسلامی کے مخالف ہے اس لئے شریعت نے مسلمان کو مسلمان سے سود کا لین دین کرنا حرام قرار دیا۔ پس غیر قوموں سے جب اخوت ہی نہیں ہے تو لوازم اخوت کا برتنا بالکل بےمعنی ہے۔ فقہا کے نزدیک باپ کو اولاد سے سود لینا جائز ہے۔ پس بادشاہ جو غالب فریق ہے اس سے سود کا لینا بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیئے۔
ہمارے اس بیان سے واضح ہو گا کہ شریعت محمدیہ میں مسلمان کو مسلمان سے سود لینا حرام ہے نہ غیر قوموں سے۔
اولاً:۔ اس وجہ سے کہ شریعت نے زکات صرف مسلمانوں پر فرض کی ہے تا مسلمان غربا و مساکین کی پرورش ہو اس لئے عقل چاہتی ہے کہ سود کا لینا بھی مسلمانوں ہی سے حرام ہو کیونکہ ان دونوں حکموں کا فائدہ ایک ہی ہے۔

چنانچہ جب مسلمانوں میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں تو اس وقت یہ ہونے لگا کہ لوگ اپنے جتھے کو چھوڑ کر جہاں اُن کو اچھی تنخواہ ملتی تھی وہاں نوکری کر لیتے تھے

پیشنگوئی

(۳)

مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق بات پر لڑتی رہیگی

النسائی عن مسلم بن نفیل الکندی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایزال من امتی امۃ یقاتلون علی الحقّ

نسائی نے مسلم بن نفیل کندی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق بات پر لڑتا رہے گا۔

ف

یہ پیشنگوئی جس طرح پوری ہوتی رہی اور ہو رہی ہے وہ صراحت کی محتاج نہیں ہے حق بات پر پہلی لڑائی صدیق اکبر رض کے عہد میں مرتدوں کے ساتھ ہوئی اور اس کے بعد دوسری اقوام سے لڑائیاں ہوتی رہیں اور اگرچہ کچھ زمانہ سے اسلامی سلطنتیں کمزور ہیں تو بھی ایک نہ ایک جماعت حق بات پر لڑتی رہتی ہے۔ خبر کا فحویٰ بھی یہی ہے کہ تمام اہل اسلام مذہب کی حمایت میں نہ لڑیں گے بلکہ اُن میں کی ایک جماعت فَصَدَّقَ رسول اللہ موجودہ صدی میں ہندوستان کے مسلمانوں کو گاؤکشی کے متعلق جو لڑائیاں

بعث کذا وکذا فھو الاجیر الیٰ آخر قطرۃ من دمہٖ۔

نوکر رکھ لے تاکہ اس کی محنت میں اپنے ذمہ لے لوں تو خبردار ہو کہ ایسا شخص اپنے خون کے آخر قطرہ تک مزدور رہیگا۔

ف

حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

مسلمانوں کا بڑے شہروں پر فتحیاب ہونا

امام ابوداؤد نے ۲۷۵ھ؁[1] میں انتقال فرمایا اسوقت تک خلفائے بنوامیہ اور خلفائے عباسیہ کے وقتوں میں بہت سارے بلاد عظیمہ مفتوح ہو چکے تھے اور اس سے پہلے خود خلافت راشدہ میں روم وایران کے بہت سے بلاد۔ مصر افریقہ، اور قبرس وغیرہ پر فتح اسلام کا جھنڈا لہرا چکا تھا۔ مگر یہ سب فتوحات تدوین کتاب ابوداؤد کے پہلے ہو چکی تھیں اس لئے مخالف وضع حدیث کی بدگمانی پیش کرے گا۔ اگرچہ یہ بدگمانی غلط ہے جیسا کہ ہم تمہید میں صراحت کر چکے ہیں۔ لیکن بالفعل ہم اس بدگمانی پر بحث نہ کرکے ان فتوحات کو پیشینگوئی سے خارج کرتے ہیں اور اُن فتوحات کو اس پیشینگوئی کے تحت میں داخل کرتے ہیں جو اس کے بعد ہوئیں۔ مثلاً ہندوستان اور افغانستان وغیرہ۔

دوسری پیشینگوئی

بعض لوگوں کا بلا اجرت قومی جنگوں میں شریک نہ ہونا

---

[1] بستان المحدثین للشاہ عبدالعزیز الدہلوی ۱۲

لا یاتی الخیر بالشر وان مما ینبت الربیع ما تقبل حبطاً او یلم الا اکلة الخضر فانها اکلت حتی اذا امتدت خاصرتاها فاستقبلت عین الشمس فثلطت ثم بالت ثم رتعت وان هذا المال خضر حلو ونعم صاحب المسلم هو لمن اعطی منه المسکین والیتیم وابن السبیل وان من یاخذہ بغیر حقه کمن یاکل ولا یشبع ویکون علیه شهیداً یوم القیامة۔

وحی موقوف ہوئی اور آپ نے پسینہ پونچکر دریافت کیا کہ وہ سائل کہاں ہے؟ گویا آپ نے اس کی تعریف کی پھر فرمایا کہ بیشک خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا لیکن دیکھو کہ) فصل بہار میں جو سبزہ اگتا ہے نہ وہ پیٹ پھلا کر مار ڈالتا نہ تکلیف دیتا البتہ سبزہ چرنیوالا جانور جو چرتا رہتا ہے تاآنکہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی ہیں تو آفتاب کی طرف منہ کرکے جگالی کرتا ہے اور پتلا پاخانہ پھرتا ہے پھر پیشاب کرتا ہے اس کے بعد پھر چرنے لگتا ہے (آخر مر جاتا ہے) اور یہ مال (دنیا) بھی سبزہ زار شیریں ہے اور اس مسلمان کا اچھا صاحب ہے، جو اس میں سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو دے اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن وہ اس کے مضر شہادت دے گا۔

ف

مسلمانوں پر دنیا کی خوبیوں اور زینتوں کا دروازہ کھل جانا تاریخ جاننے والوں پر

متمرد ہندؤوں سے مجبوراً لڑنی پڑی ہیں وہ اس کی مصداق ہیں۔

پیشنگوئی

(۴)

مسلمانوں کو دنیا کی زینت حاصل ہو کر پھر موجب خرابی ہو گی

الشیخان والنسائی عن ابی سعید قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وجلسنا حوله فقال ان مما اخاف علیکم مایفتح علیکم من زهرة الدنیا وزینتها فقال رجل او یاتی الخیر بالشر فسکت رسول اللہ صلعم ورأینا انه ینزل علیه فافاق یمسح عنه الرحضاء وقال این هذا السائل وکانه حمده فقال انه

بخاری مسلم اور نسائی نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور ہم سب لوگ آپ کے گرداگرد بیٹھے تو آپ نے فرمایا کہ منجملہ اُن چیزوں کے جن کا مجھے تمہاری نسبت خوف ہے، دنیا کی خوبی اور زینت ہے جو تم کو حاصل ہو گی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا خیر سے شر پیدا ہو گا یعنی ممالک فتح ہوں گے اسلام کی ترقی ہو گی جو خیر ہے تو اس سے برا نتیجہ کیونکر پیدا ہو گا؟ پس رسول اللہ صلعم چپ ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے اس کے بعد

پیشنگوئی

(۵)

ریاکار مشائخ کا ظہور

الستر مذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب۔

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو دین سے فریب دیکر (بظاہر دیندار بنکر) دنیا حاصل کریں گے۔ بھیڑ کی کھالیں لوگوں کو فریب دینے کیواسطے پہنینگے۔ نرمی سے ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔

ف

یہ پیشگوئی بارہ سوبرس کے بعد آج ملک ہندوستان میں ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں اور دوسری تمام اسلامی آبادیوں میں جہاں تزکیۂ باطن کا عقیدہ ہے اسی کے قریب قریب آثار کا ہونا ثقات سے سنا جاتا ہے جو عرفی متواتر ہے۔

ایسے ہی دنیا پرست زہاد کی نسبت ہمارے والد ماجد جناب مولوی محمد اعظم مدظلہ

مثل بدیہیات کے روشن ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے جس عسرت کے ساتھ ترقی کی اور جس تیزی سے وہ تمام عالم پر چھا گئے۔ تاریخوں میں اسکی نظیر نہیں ہے۔

پھر یہی ترقی وزینت ان کے حق میں وبال اور باعث بربادی ہوگئی اور یہ عام دستور دنیا ہے کہ ہر کمالے راز والے۔ ہر اولے قوم مدتوں ونائت میں رہنے کے بعد اقبال کے زینہ پر آتی ہے یعنی وہی دنارت ممتد اس قوم میں اتفاق راسخ پیدا کرتی ہے جو اقبال کا ذریعہ ہوتا ہے پھر ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے جو فہم و فراست میں ممتاز یا موید من اللہ ہوتا ہے جماعت کی تقویم ہوتی ہے تاآنکہ ہوتے ہوتے بلند پایہ پر آ جاتی ہے، پھر کثرت مال و دولت کی وجہ سے نخوت۔ عشرت اور طرح طرح کی بداخلاقیاں پیدا ہوتی ہیں جو بتدریج پھیلتے پھیلتے اس قوم کو ذلیل و خوار کر دیتی ہیں۔ آیت کریمہ۔ تلک الایام ندا ولھا بین الناس جیسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے اس مدوجزر کی خوشگافی ہوتی ہے اور یہی حال آخر مسلمان کا ہوا۔

حکمت

دنیاوی مال وزینت ایک حد تک عمدہ چیز ہے۔ لیکن جب انسان طمع و ہوا اور نخوت میں مبتلا ہو یا مال کو برے مواقع اور برائی میں صرف کرے تو اس سے برے نتیجے پیدا ہونے لازم ہیں اور اس صورت میں خیر سے نہیں بلکہ شر سے شر پیدا ہوا جیسا کہ حدیث کی مثال مذکورہ سے ظاہر ہے تو انسان کو چاہیئے کہ دنیاوی زینت سے بہ قدر ضرورت مستفید ہو اور اعتدال سے آگے نہ بڑھے کہ زیادتی ہر چیز کی مضرت بخش ہوتی ہے۔

اپنے سامنے بلا حجاب آنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پیرووں کو نبیوں سے بڑھکر نفس مطمئنہ حاصل ہے اور ان سے پردہ حرام ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہی ہے مراد اور یہی ہے مرید اب　　یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

غرض ان بزرگواروں کے حالات کہاں تک بیان کئے جائیں جس کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے۔

اے بسا ابلیس کا دم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

انہیں لوگوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی ہے کہ وہ دیندار بنکر فریب سے دنیا حاصل کریں گے۔ لوگوں کے دکھانے کو کھال کے کپڑے پہنینگے[۱]۔ گوشہ نشینی اختیار کریں گے۔ میٹھی میٹھی باتیں کریں گے۔ ظاہر میں متقی و پرہیزگار ہونگے اور درحقیقت دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ ہاں سچے مرشدان طریقت کے حالات معلوم کرنے منظور ہوں تو کتب سیر کا مطالعہ اور اُن بزرگان وقت کے حالات پاکیزہ کو دیکھنا چاہیئے۔ جو رسول اللہ صلعم کی سچی تقلید فرماتے ہیں۔ اوامر کے پابند ہیں۔ نواہی سے مجتنب ہیں احکام الٰہی کے دلدادہ ہیں۔ دنیا طلبی سے کنارہ ہیں اور یہ ہیں سرمایۂ ناز اسلام

خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

۱ے کھال کے کپڑے سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنینگے جس سے وہ بظاہر اہل دنیا سے ممتاز ہو کر تارک الدنیا سمجھے جائیں جیسا کہ فی زماننا مشائخ گیرو وغیرہ کے رنگے ہوئے لباس پہنتے ہیں۔

اپنی ایک نظم میں گہر ریزی کرتے ہیں۔ فَمَا اَحْسَنَ کَلَامَہٗ۔

کہ دار د زمانہ دگر گونہ رنگ
زدریائے چین تا بحد فرنگ

بسا مردم از بہر دنیائے دوں
نمایند مکر و فریب و فسوں

گزیدہ یکے گوشۂ خانقاہ
یکے ساختہ مسجد آرامگاہ

یکے لب کشودہ بوعظ و بہ پند
یکے از مشیخت زدہ چون و چند

یکے گفت خود را منم یار دیں
مددگار ملت مددگار دیں

دریں پردہ ہا گونہ گونہ فریب
نمایند مال و منال اکتسیب

مرایں جاہ و جویانِ گم کردہ راہ
نمودند دیں خوار و ملت تباہ

اگرچہ بود کارت از راستی
نہ گنجد دراں کژی و کاستی

مگر چوں ندانند راز نہاں
بخواری ببینند نا آگہاں

کہ مردم بسے اینچنیں میکنند
ہماں کسب دنیا بدیں میکنند

ترا باید اندازہ در کار خویش
برفتار و گفتار و کردار خویش

کہ مردم بہ نیکی بیاد آورند
بچشمان مہر و وفا بنگرند

اکثر پیری مریدی کے پیشہ والے جاہل مطلق پائے گئے۔ مگر باوجود جہالت کے وہ اپنے کو جنید رح و شبلی سے کم نہیں سمجھتے۔ جب خود کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا کہنا ؎ آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ تھے آپ کو نفس مطمئنہ حاصل تھا۔ باجود ان باتوں کے جب عورتیں مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں بیعت کرنے آئیں تو آپ نے پسند نہ فرمایا کہ عورتوں کے ہاتھوں سے اپنا دست مبارک مس کریں مگر ان دنیا دار مشائخ کو دیکھو کہ جوان و حسین عورتوں سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ خلا ملا رکھتے ہیں اور

یہ اس امر کی پیشنگوئی تھی کہ فارس میں ایمان و علم پھیلیگا اور ایسا ہی ہوا کہ وفات رسول اللہ صلعم کے بعد تین صدی کے اندر اندر ملک فارس لوائے اسلام کے سایہ میں آگیا اور ہر طرف اسلام ہی اسلام پھیل گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس سرزمین سے بڑے جلیل القدر اور اسلام کے مایۂ ناز و افتخار علماء و ائمہ فنون پیدا ہوئے جن کی شہرت و قابلیت کا ڈنکا آج بھی اُسی آب و تاب کے ساتھ چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ مثلاً امام مسلمؒ۔ امام غزالیؒ، طوسیؒ، امام احمدؒ، امام ابن جوزیؒ۔ امام مجد دین فیروز آبادیؒ۔ امام فخر الدین رازیؒ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ وغیرہ سرزمین فارس کے نامور لوگ ہیں جن کی دینی خدمتوں کو مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

پیشگوئی

(۷)

غرب والے ہمیشہ اسلام پر قائم رہینگے

المسلم عن سعدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال اھل الغرب ظاھرین علی الحق حتیٰ تقوم الساعۃ

مسلم نے سعدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غرب والے لوگ ہمیشہ دین حق پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

پیشنگوئی

(۶)

فارس میں علم وایمان خوب پھیلیگا

الترمذی عن ابی هریرۃؓ قال تلا رسول اللہ صلعم هذه الآیة وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ فقالوا من یستبدل بنا فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی منکب سلمان ثم قال هذا وقومه والذی نفسی بیده لوکان الایمان منوطا بالثریا لتناله رجال من فارس

ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے کہ) اگر تم پھر جاؤگے تو اللہ تمہارے سوائے دوسرے لوگوں کو لاویگا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے بدلے کن لوگوں کو لائیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ کی شانہ پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ اسکو اور اس کی قوم کو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان ثریا پر لٹکا ہوا ہوتا تو بھی فارس کے لوگ اس کو پالیتے

ف

عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ لا یقتل قرشی صبرا بعد ھذا الیوم الی یوم القیامۃ۔

وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد کوئی قریشی قیامت تک خواری اور قید سے قتل نہ کیا جائے گا۔

ف

مطلب یہ ہے کہ سب قریش مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کے بعد ان میں کا کوئی شخص مرتد نہ ہوگا جو مرتد ہونے کی سزا میں قید ہو کر ذلت کے ساتھ قتل کیا جائے۔ پس یہ پیشینگوئی قیامت تک کے لئے ہے یعنی قیامت تک بھی کوئی شخص قبیلۂ قریش کا نہ مرتد ہوگا نہ قتل کیا جائے گا۔ یہ ایک زبردست پیشینگوئی ہے تو ہے کسی میں جرأت جو اس کے خلاف ثابت کر سکے۔

پیشینگوئی

(۹)

مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ اغیار پر غالب و مظفر رہیگا

البخاری عن المغیرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال اناس من

بخاری نے مغیرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ایک گروہ

ف

اہل غرب سے بعض لوگ مغرب والے مراد لیتے ہیں۔ بعض شام والوں کو کہتے ہیں بعض انصار کو کہتے ہیں اور اکثروں کا مذہب یہ ہے کہ تمام عرب کے لوگ مراد ہیں۔ بہرحال جو معنی لئے جائیں پیشینگوئی تو ابتک پوری رہی کیونکہ مغرب والے شام والے اور اہل عرب سب اُسی دین اسلام پر آجتک مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور انصار بھی جب تک زندہ رہے اسلام پر ثابت قدم رہے۔ صحیح مسلک یہ ہے کہ اہل غرب سے عرب کے لوگ مراد ہیں۔

لطیفہ

فکر سلیم اور قیاس صحیح یہی چاہتا ہے کہ حدیث میں اہل عَرَب ہی کے اسلام پر قائم رہنے کی پیشینگوئی کی گئی ہوگی بس یا تو راوی نے عرب (بہ فتح عین مہملہ) کو غرب (بہ فتح غین معجمہ وسکون راے) سمجھا یا سنا یا یہ کہ کتابت میں عرب کی عین پر غلطی سے کہیں نقطہ پڑگیا اور وہ علماء کے شارحین کے اختلافات کا باعث ہوا

پیشینگوئی

(۸)

کوئی قریشی مرتد نہ ہوگا جو قید ہو کر مارا جائے

مسلم نے عبداللہ بن مطیعؓ سے اور	مسلم عن عبد اللہ بن مطیعؓ

کا کچھ بگاڑ سکینگے۔
یہ پیشنگوئی آجتک جس طرح پوری ہوتی رہی وہ دنیا کے سامنے ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ جب تک دنیا قائم ہے اہل دنیا یہی تماشا دیکھتے رہینگے۔
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب کہ اسلام واہل اسلام نہایت کمزور حالت میں تھے۔ کفار عرب نے کیا کچھ اپنی ایڑی چوٹی کا زور نہ لگایا مگر اُن کی ساری کوششیں رائگاں گئیں اور اسلام کو بجائے اس کے کہ کوئی نقصان پہونچتا، وہ روز افزوں ترقی ہی کرتا رہا اور اس طرح دشمنان اسلام ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کی بیخکنی میں لگے رہے مگر ان کی اس بیخکنی سے کسی کا نہ کچھ بگڑا نہ کبھی بگڑے گا۔
پیغمبر اسلام علیہ التحیتہ والسلام کی اس زبردست پیشنگوئی کو آج ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں مسیحی نفوس در اصل مذہب اسلام کے دشمن نہیں ہیں بلکہ تمام دوسرے اہل مذاہب کی نسبت کرتے ہوئے ہمارے دوست ہیں البتہ مسیحی مشنریاں حریف ہونے کی حیثیت سے اسلام کو مغلوب ضرور کرنا چاہتی ہیں تا مسیحی مذہب کو فروغ ہو مگر ان مشنریوں کی ان سرتوڑ کوششوں کا کچھ بھی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا نہ امید ہے کہ آئندہ برآمد ہو۔ خود مسیحی مدبرین پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں مسیحی مذہب رہا جاتا ہے اور اس کی روز افزوں ترقی و اشاعت دیکھکر پادریوں کے حوصلے پست ہوتے جاتے ہیں۔
ہندوستان میں **آریہ مذہب** اور **آریہ ہند و قوم** اسلام اور مسلمانوں کے سچے اور پکے دشمن ہیں۔ پھر اُن کی بیجا و نا مہذب دشمنی سے اسلام کو کونسا نقصان اٹھانا پڑا؟ اُن کی دشمنی نے اسلامی جماعت کو کونسا ضرر پہونچا دیا؟ سوا

امّتی ظاھرین علی الحق حتّٰے یاتیھم امر اللّٰہ وھم ظاھرون
الترمذی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امّتی علی الحق ظاھرین لایضرھم من خالفھم حتّٰے یاتی امر اللّٰہ۔

ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجاوے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے۔ اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر ثابت اور غالب رہے گی کہ اس کا مخالف اس کو کوئی ضرر نہ پہونچا سکیگا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آپہونچے

ف

ان حدیثوں میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور قیامت تک اپنے دشمنوں اور بدخواہان اسلام پر غالب اور منصور و مظفر رہے گا۔
یہاں غلبہ سے دلیل وحجت کا غلبہ مراد ہے اور یقیناً یہ گروہ علماء و محدثین کا گروہ ہے جس نے دشمنان اسلام کو ہمیشہ بحث وحجت میں نیچا دکھایا اور انشاءاللہ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

دوسری پیشینگوئی

یہ ہے کہ اس گروہ ممدوح کے مخالفین، نہ تو اس کو کچھ ضرر پہونچا سکینگے نہ اسلام ہی

ف

اہل شام کے بگاڑ ڈالنے کے بعد مسلمانوں میں کوئی خیر نہیں رہے گا۔ یعنی اگر اہل شام افساد کریں گے تو بیت المقدس اور دوسرے بنادر مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے اور اس کے بعد پھر مسلمانوں کی تباہی ہے۔ پھر بھی دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکینگے۔

مسلمانوں کا بڑا مایۂ نازیہی صوبۂ شام تھا لیکن شام والوں کے ہمیشہ لڑتے بھڑتے رہنے اور خانہ جنگیوں سے اپنا زور اپنے ہی پر ختم ہوگیا چنانچہ جنگ صلیبی اور حکومت خاندان نوریہ وصلاحیہ کی تاریخ معلوم ہے جب کہ تمام بنادر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور صدہا برس تک خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر تمام دنیا کے عیسائیوں پر مسلمان ہی منصور و مظفر رہے اور ان کا کچھ نہ بگڑا۔

یہ حدیث امام ترمذی کی صحیح میں ہے۔ امام ترمذی کا انتقال ۲۷۹ھ میں ہوا[1] اور ان ہولناک واقعات کا وقوع چوتھی پانچویں صدی سے شروع ہوا ہے۔

---

[1] بستان المحدثین للشاہ عبدالعزیز الدھلوی ۱۲

اس کے کہ پیغمبر اسلام کو دو چار گالیاں دیکر اپنے کلیجے ٹھنڈے کر لیتے ہیں۔

پیشنگوئی

(۱۰)

اہل شام کے بگاڑ ڈالنے کے بعد مسلمانوں میں خیر نہ رہیگا

(۱۱)

پھر بھی دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکینگے

الترمذی عن معاویۃ بن قرۃؓ عن ابیہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا فسد اھل الشام فلا خیر فیکم ولا تزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم

ترمذی نے معاویہ بن قرہؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شام والے بگاڑ ڈالیں تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب و منصور رہے گا اُن کی ذلت چاہنے والا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔

ف

یہ ایک نہایت زبردست اور بدیہی پیشینگوئی ہے جس کو پورا ہوتے ہوئے اس وقت بھی تمام دنیا دیکھ رہی ہے اور انشاء اللہ دیکھیگی کہ عرب میں آئندہ بھی کبھی بت پرستی نہ ہوگی۔

لطیفہ

یہ حدیث اہل عرب کے مضبوطی ایمان اور اُن کی استقامت پر دلالت کرتی ہے جو درحقیقت بہت بڑی افضلیت ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو واقعی عرب کو تمام دنیا کے لوگوں سے ممتاز کردیتی ہے۔

پیشینگوئی

(۱۲)

ایک عظیم الشان جنگ صلیبی

ابوداؤد عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُوْشِكُ الامم ان تتداعی علیکم کما

ابوداؤد نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب لوگ ایک دوسرے کو تم سے لڑنے کے لئے بلائینگے جس طرح کھانے والے

پیشنگوئی

(١١)

عرب میں پھر کبھی بت پرستی نہ ہو گی

مسلم عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الشيطان قد يئس ان يعبده المصلّون فى جزيرة العرب ولكن فى التحريش بينهم ومالك عن ابن شهاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجتمع دينان فى جزيرة العرب۔

مسلم نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بلاشبہ اس امر سے شیطان نا امید ہوگیا کہ عرب کے جزیرہ میں مسلمان اس کو پوجیں لیکن اُن میں فتنہ و فساد ڈالنے کا اس کو قابو ہے

اور

امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرب کے جزیرہ میں دو دین جمع نہوں گے (یعنی ملک عرب میں کفر نہ رہے گا

مسیحی فوج کے ایک افسر نے جو خط اپنے پیر پادری کو لکھا تھا اُس میں یہ الفاظ تھے کہ "آج کیسا خوشی کا دن ہے کہ ہمارے گھوڑے گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون میں ہیں"
یہ سب کیوں ہوا؟ محض مسلمانوں کی پست ہمتی۔ دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے آخر زمانہ میں خاندان نوریہ نے بہت سے حصے مسیحیوں سے واپس چھین لئے پھر سلطان صلاح الدین بارہ[۱۲] برس تک خونخوار لڑائیاں لڑتا رہا آخر عیسائیوں کو شکست فاش ہوی۔ کل سلاطین یورپ کو ایک سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں شرمناک زک ملی مسیحیت مغلوب ہوی۔ اسلام نے فتح پائی۔ سلطان نے تھوڑے حصہ کے سوا تمام بنادر کو عیسائیوں سے چھین لیا۔ بیت المقدس پر اسلامی علم[۱] لہلہا کر رہا اور یہ کامیابی اُس وقت ہوی جب مصر میں آل عباس رضہ کی خلافت قائم ہوی گو وہ برائے نام ہی ہو۔

ت

اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جن کا انتقال ۲۷۵ھ میں ہوا، اور جنگ صلیبی کا سلسلہ ان کے دوسو[۲۰۰] برس کے بعد سے شروع ہوا ہے۔

---

[۱] جنگہائے صلیبی کی مفصل تاریخ مصنفہ مولوی عبد الحلیم شرر لکھنوی چھپ گئی ہے ۱۲

تتداعی الاکلة الیٰ قصعتها فقال قائل من قلة نحن یومئذ قال لا بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاءٌ کغثاء السیل ولینزعن اللّٰہ من صدور عدوکم المهابة منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوهن قیل وما الوهن قال حب الدنیا وکراهیة الموت

ایک دوسرے کو رکابی کی طرف بلاتے ہیں توکسی نے پوچھا (یا رسول اللہ) کیا اس وقت ہم کم ہوں گے فرمایا نہیں بلکہ تم اس وقت بہت ہوں گے لیکن تم لوگ اس دن کوڑا ہوگے جیسے بہاو کا کوڑا۔ البتہ اللہ تمہارے دشمنوں کے سینے سے تمہارا خوف کھینچ لے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دیگا۔ کسی نے پوچھا کہ وہن (سستی) کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا خوف۔

ف

اس حدیث میں جنگ صلیبی کی بہت صریح اور زبردست پیشنگوئی ہے مختلف امتیں ایک دوسرے کو دعوت دینگی کہ تم (مسلمانوں) پر چڑھائی کریں۔ جنگ صلیبی کی یہی حالت تھی۔ سلاطین یورپ نے ایک دوسرے کو دعوت دی اور تمام مسیحی سلطنتوں نے ایکا کرکے مسلمانوں پر چڑھائی کی اور ان لڑائیوں کا سلسلہ دو سو برس تک جاری رہا۔ یورپ کی تمام سلطنتیں مسلمانوں پر چڑھائی کرتی اور برابر ملکوں پر قبضہ کرتی جاتی تھیں یہاں تک کہ مسلمانوں کے قبضہ سے بیت المقدس اور بنادر شام سب نکل گئے اور بے انتہا مسلمان شہید ہوئے چنانچہ بیت المقدس کی لڑائی کے دن

وغلامی مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے فوج اور رسول کی خدمات انجام دینے والے لوگ مراد ہیں۔ مطلب یہ کہ جب امت کے لوگ اپنی نخوت سے اپنے اکڑنے اور اینٹھنے میں مصروف رہیں گے اور ملکی خدمات پر روم وفارس کے بڑے بڑے خاندانی، ذی وجاہت لوگ مامور رہینگے اور ملک کا نظم ونسق ان کے ہاتھوں میں ہوگا تو خیار امت پر اشرار غالب آجائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عربوں کی روزانہ خیرہ سری، سازش اور بغاوت سے عاجز آکر خلیفہ معتصم باللہ عباسی نے کردوں اور ترکوں وغیرہ کی فوجیں مرتب کیں جن میں ایرانی افسر بھی تھے اور رسول کے کاموں پر بھی کثرت سے غیر اقوام کے لوگ ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ زمانہ بعد سلجوقی و دیلمی وغیرہ سلاطین ہوگئے۔ عرب کسی شمار میں نہ رہے اور خلافت عباسیہ بالکل نام کی خلافت رہ گئی۔

"خَدَمَتْهَا اَبْنَاءُ مُلُوْكِ فَارِسَ وَالرُّوْمِ" کے درست معنی تو یہی ہیں لیکن اگر ابنائے ملوک سے بڑے بڑے خاندانی لوگ مراد نہ لئے جائیں بلکہ صرف الفاظ پر لحاظ کرتے ہوئے ابنائے ملک سے بادشاہ اور خَدَمَتْ سے خدمتگار و غلام ہی مراد لیں تو بھی کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور پیشینگوئی اسی طرح ٹھیک اُتر جاتی ہے

لطیفہ

خلیفہ معتصم باللہ عباسی تھا تو اَن پڑھ مگر تمام خلفاء میں عجیب وغریب خلیفہ ہوگزرا ہے اس کو دربار قدرت الٰہیہ[۵] سے چند ایسی مخصوص صفتیں عنایت ہوئیں جنہوں نے اس کو کل سلاطین عالم سے ممتاز کردیا اور جو بجائے خود عجائبات عالم میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔

[۵] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲

پیشنگوئی

(۱۳)

جب روم والے اور فارس کے شہزادے مسلمانوں کے خادم ہونگے تو بد نیکوں پر غالب آجائینگے

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتھا ابناء ملوك فارس والروم سُلِّط شرارھا علی خیارھا۔

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب میری امت اترا کر چلیگی اور فارس اور روم کے شہزادے اُن کے خادم ہونگے تو اللہ تعالےٰ اُن کے بدوں کو اُن کے نیکوں پر غالب کردے گا۔

ف

پیشنگوئی یہ ہے کہ جب امت میں نخوت آجائے گی اور روم وفارس کے شہزادے ان کے خادم ہوں گے تو اُن کے اشرار اُن کے اخیار پر غالب ہو جائینگے۔

ابناء ملوک سے بڑے بڑے خاندانی لوگ مراد ہیں اور خدمت سے خدمتگاری

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبدالرحمن بن عوف نکون کما امرنا اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل تتنافسون وتتحاسدون ثم تتدابرون وتتباغضون

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پر روم وفارس کے خزانے کھل جائینگے تو تم کیسے لوگ ہوگے؟ عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا جیساکہ اللہ نے ہمکو حکم دیا ہے (یعنی اسلامی اخلاق کے ساتھ رہیں گے) پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا، نہیں بلکہ تم لالچ کروگے اور آپس میں حسد کروگے پھر ایک دوسرے کو پیٹھ دوگے پھر ایک دوسرے سے بغض رکھوگے۔

ف

یہ پیشگوئی کھلے بند پوری ہوئی جس کی صراحت سے دنیا کی ہر تاریخ لبریز ہے آخر بہادران اسلام نے روم وفارس کے ہر ہر حصہ کو رفتہ رفتہ فتح کرلیا اور خزانوں سے مالامال ہوگئے۔

مثلاً ۔ معتصم باللہ خلفائے عباسیہ میں کا آٹھواں خلیفہ ہے ۔ حضرت عباس ؓ بن عبد المطلب کی آٹھویں پشت میں ہے ۔ امیر المومنین ہارون رشید کا آٹھواں فرزند ہے ۔ ۱۷۸ھ ہجری میں پیدا ہوا ۔ اڑتالیس ۴۸ برس کی عمر میں انتقال کیا آٹھ سال آٹھ مہینے آٹھ دن بادشاہت کی ۔ اپنے پیچھے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں وارث چھوڑے ۔ آٹھ لڑائیاں لڑا اور آٹھ قلعے فتح کئے ۔ آٹھ بادشاہوں کو مغلوب کر کے قیدی بنایا جو دست بستہ دربار میں حاضر رہتے تھے ۔ بادشاہ آذر بائجان ۔ بادشاہ طبرستان ۔ بادشاہ اسپیمان ۔ بادشاہ اشیامح ۔ بادشاہ فرغانہ ۔ بادشاہ طخارستان بادشاہ صغہ ۔ اور بادشاہ کابل کہ یہ سب دربار خلافت معتصم کے مقہور قیدی اور مغلوب بندے تھے پھر یہ بھی معلوم ہے کہ خلافت عباسیہ کا ضعف وانحطاط اسی کے بعد شروع ہوتا ہے پس رسول خدا کی یہ پیشنگوئی کہ "جب روم وفارس کے شہزادے میری امت کے خدمتگار ہونگے تو بدنیکوں پر غالب ہوں گے" کیسی ٹھیک اتری ۔

پیشنگوئی

(۱۴)

روم وفارس کے خزانے فتح ہوں گے

مسلم عن ابن عمرو بن العاص	مسلم نے ابن عمرو بن العاص سے

ذلك لكائن قال
نعم واشد
كيف انتم
اذا لم تأمروا بالمعروف
قالوا يا رسول الله
وانّ ذلك لكائن
قال نعم واشد
كيف انتم
اذا رأيتم المعروف
منكرا والمنكر معروفا
قالوا يا رسول الله
وان ذلك لكائن
قال نعم والبخاري
عن ابي مالك
او ابي عامر الاشعري
قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ليكوننّ
من امتي قوم يستحلّون
الحر والحرير والخمر والمعازف

کیا یہ بات ہونے والی ہے؟ فرمایا
ہاں اور اس سے بھی سخت تر (پھر
فرمایا) کیا حال ہوگا تمہارا جب تم
نہ نیک کاموں کی ہدایت کروگے
نہ بُرے کاموں سے روکوگے۔
لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ بات
ہونے والی ہے؟ فرمایا ہاں اور
اس سے بھی زیادہ سخت (پھر فرمایا)
اور کیا حال ہوگا تمہارا جب تم نیک
کام کو بُرا جانوگے اور برے کام کو اچھا
سمجھوگے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ!
کیا یہ بات ہونے والی ہے آپ نے
فرمایا ہاں۔ اور بخاری نے ابومالک
یا ابو عامر اشعری سے روایت کی
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ البتہ میری امت میں کچھ
لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو زنا کو
اور ریشمی کپڑے کو اور شراب کو
اور گانے بجانے کو حلال جانیں گے۔

ف

یہ چاروں پیشینگوئیاں جس طرح پوری ہو کر رہیں آج تیرھویں صدی اس کی

پیشگوئی

(۱۵)

لونڈیوں کا بدکار اور عورتوں کا سرکش ہو جانا

(۱۶)

بھلے کام کی ہدایت اور بُرے کام کی ممانعت نہ کرنی

(۱۷)

برائی کا بھلائی اور بھلائی کا برائی سمجھا جانا

(۱۸)

کچھ مسلمانوں کا زنا۔ ریشمی کپڑے۔ شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھنا

رزین عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف بکم اذا فسق فتیانکم وطغی نساؤکم قالوا یا رسول اللہ وان

رزین نے علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہاری لونڈیاں گناہ اور تمہاری عورتیں سرکشی کرنے لگیں تو تمھارا کیا حال ہوگا؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتیٰ تخرج نار من ارض الحجاز تضیٔ اعناق الابل ببصرۃ

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ نکلیگی جو بصرہ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی۔

ف

یعنی حجاز کی سرزمین سے وہ آگ ظاہر ہوکر اس قدر مشتعل ہوگی اور اتنی بلند ہوگی کہ اس کی روشنی حجاز سے بصرہ تک پہونچے گی اور اس روشنی میں اونٹ اپنی راہ چلینگے حالانکہ بصرہ ملک شام میں شہر دمشق سے چند کوس کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو برس کے بعد امیر المومنین خلیفہ مستعصم باللہ عباسی کے آخر عہد خلافت ۶۵۲ھ میں ایک آگ ارض عدن میں نمودار ہوی جس کے شرارے رات کے وقت سمندر تک اُڑتے تھے پھر ۶۵۴ھ ہجری میں جمعہ کے روز خاص مدینۂ منورہ میں قریظہ کے قریب آتش موعودہ نمودار ہوی جو مشتعل ہوکر آخر خدا کا قہر بنگئی۔ اس کا طول قریب چار فرسخ کے تھا۔ عرض بقدر چار میل کے اور بلندی میں نصف قد آدم۔ دیکھنے والوں کو آگ کے اندر قلعے اور برج نظر آتے تھے شعلہ فشاں آگ دریائے ذخار کی طرح موج زن تھی اور پانی کے سیلاب کی طرح رواں نظر آتی تھی۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے در و دیوار اس سے روشن ہوگئے اور مدینہ والے خائف ہوکر رسول اللہ صلعم کی قبر مبارک کے گرد جمع ہوے اور توبہ و استغفار کرنے لگے[۱]

[۱] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲۔

شہادت کے لئے تیار ہے بلاشبہ اکثر ایسے کام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں محکوم یا ممدوح ہیں وہ اس زمانہ میں فضول یا مذموم سمجھے جاتے ہیں۔ اور مذموم ممدوح ۔ بھلائی برائی ہوگئی ۔ برائی بھلائی ہوگئی ۔ ایسی حالت میں رہبران قوم کا فرض ہے کہ جس طرح وہ اصلاح معاشرت میں کوشاں ہیں اُسی طرح دین کا دامن بھی نہ چھوڑنے دیں اور سب سے پہلے ضروریات دین کی تعلیم کرائیں ۔ تاکہ علوم جدیدہ کے مشاغل تعلیم دین سے غافل نکردیں اور مخالفین اسلام کی تقریر دینی خیالات میں کمزور نہ بنادے ۔ جس طرح علوم جدیدہ وہ رائج الوقت حسن معاشرت کے ذرائع ہیں اُسی طرح علوم دین باعث نجات اُخروی اور موجب حیات ابدی ہیں ۔

نوجوان طلبہ جب پڑھ کر مدارس سے نکلتے ہیں تو اُن میں اکثر مذہب سے ناآشنا ہوتے ہیں ۔ بالخصوص جو یورپ سے تعلیم پاکر آتے ہیں اُن میں تو اکثر محض کورے ہوتے ہیں اور بعض تو ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ سوائے اس کے کہ مسلمان ہیں کچھ نہیں جانتے معاذ اللہ ۔

پیشنگوئی

(۱۹)

حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نکلیگی

الشیخان عن ابی ھریرۃ رضہ	بخاری ومسلم نے ابوہریرۃؓ سے

جسرٌ یکثر اهلها و تکون من امصار المهاجرین فاذا کان فی آخر الزمان جاء بنو قنطوراء عراض الوجوه صغار الاعین حتی ینزلوا علی شط النهر فیتفرق اهلها ثلاث فرق فرقة یاخذون اذناب البقر والبریة وهلکوا وفرقة یاخذون لانفسهم وکفروا وفرقة یجعلون ذراریهم خلف ظهورهم ویقاتلونهم فهم الشهداء

لوگ بہت ہوں گے اور وہ مہاجرین کے شہروں میں سے ہوگا پھر جب اخیر زمانہ ہوگا تو چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے تاتاری آئینگے اور نہر کے کنارے اُتریں گے تو اس کے رہنے والے تین گروہ ہوجائینگے۔ ایک فرقہ گاؤں کی دم اور جنگل میں ٹھکانا پکڑیں گے یعنی لڑائی سے ڈر کر بیلوں پر سوار ہوکر بچنے کے لئے جنگل کو بھاگیں گے اور جنگل میں ہلاک ہوں گے۔ اور ایک فرقہ اپنی جانوں کی فکر میں رہیگا یعنی جان بچالنے کے لئے دشمنوں سے امان مانگینگے وہ کافر ہیں اور وہ بھی ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ اپنی عورتوں اور بچوں کو پس پشت ڈالکر لڑینگے سو یہی شہید ہوں گے۔

ف

اس حدیث شریف میں تو صریح پیشینگوئیاں ہیں۔

اولؔ کچھ مسلمانوں کا دجلہ نامی دریا کے کنارہ آباد ہونا۔

دومؔ دریا پر پل کا ہونا۔

علامہ قسطلانی رحمہ نے لکھا ہے کہ یہ آگ ۳ رجمادی الاول ۶۵۴ھ کو مشتعل ہو کر ۲۷ رجب ۶۵۴ھ کو فرو ہوئی۔ اس حساب سے باؤن یا ترپن یا چوبن روز یکساں شعلہ فشاں رہی تمام مورخین عام اس سے کہ اسلام کے موافق ہوں یا مخالف اس واقعہ غیبی کو انتہائے حیرت کے ساتھ لکھتے ہیں اور اشتعال آتش کا سبب بتانے سے عاجز ہیں۔

بخاری ؒ مسلم رحمہما اللہ کی وفات کے چار سو برس کے بعد یہ ہولناک آگ ظاہر ہوئی۔

پیشگوئی

(۲۰)

بغداد کی تباہی اور مسلمانوں کا تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہونا

ابو داؤد عن ابی بکرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل اناس من امتی بغائط یسمی البصرۃ عند نھر یقال لہ دجلۃ یکون علیہ

ابو داؤد نے ابو بکرہ رضہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک کشادہ زمین میں اتریں گے جس کا نام بصرہ ہے اور وہ ایک نہر دجلہ نامی کے پاس ہے اس پر پل ہوگا اس کے

خلافت عباسیہ کو خانہ جنگیوں - اندرونی مخالفین کی سازشوں اور بدبیں کینہ وروں
کی روزانہ یورش سے نے ضعیف کر دیا تھا - آخر ۶۵۶ھ میں خلیفہ مستعصم باللہ
عباسی رحہ کے بدخواہ وزیر ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کے اغوا سے
ہلاکو خاں وحشی تاتاریوں کا ایک لشکر جرار لیکر بغداد پر چڑھ دوڑا - ادھر ابن
علقمی نے جسکو خلیفہ کے مزاج میں ضرورت سے زیادہ درخور تھا ، افواج
کے بیشتر حصہ کو غیر ضروری بتلا کر تخفیف اور بقیہ کو مختلف ممالک دور دراز
میں پریشان کر دیا تھا -

ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کی خواہش یہ تھی کہ اس عباسی اور سنی سلطنت
کو برباد کر کے علوی شیعہ حکومت قائم کی جائے کیونکہ یہ دونوں شیعہ
مذہب تھے جو سنی علی الخصوص عباسی خلافت کو بالکل پسند نکرتے تھے - ہلاکو خاں
ایسے خلیفہ کے مقابلہ سے جس کو کل اسلامی دنیا اپنا پیشوا امام تسلیم کرتی ہو
ڈر رہا تھا اور اس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ لوگ مجکو بلا کر برباد تو نہیں کرنا چاہتے
اس بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے دونوں بدخواہان اسلام نے اپنے
ایک ایک عزیز کو بطور ضمانت ہلاکو خاں کے پاس بھیجدیا کہ اگر تم کو شکست کا
ذرا بھی شبہ گذرے تو ان کو قتل کر دینا -

غرض ہلاکو خاں یلغار کرتا ہوا بغداد پہونچا اور دریائے دجلہ کے کنارہ
پڑا - اسلامی لشکر تو اس سے پہلے ہی وزیر کی سازش سے منتشر ہو چکا تھا
اور عام لوگوں میں ایسے لشکر جرار کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی - پھر وحشیوں
نے بغداد کے چاروں طرف قتل عام بھی شروع کر دیا تھا -
شہر کے کچھ لوگ جو مال و اسباب لاد جنگل کی طرف جان بچا کر بھاگ نکلے اُن کو
تاتاریوں نے جنگل ہی میں گھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر رکھدیا -

شہر[۳] میں کثرت سے آبادی کا ہونا۔

اخیر[۴] زمانہ میں چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ترکوں کا آنا

انکا[۵] نہر کے کنارہ اُترنا۔

مسلمانوں[۶] میں تین گروہ کا ہونا۔ جن میں سے

ایک[۷] فرقہ کا بھاگ کر جنگل میں پناہ لینا اور وہیں ہلاک ہونا۔

دوسرے[۸] فرقہ کا تاتاریوں سے اماں لینا اور اُن کافروں کا بھی ہلاک ہونا۔

تیسرے[۹] فرقہ کا تاتاریوں سے لڑکر شہید ہونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو[۶] برس اور تدوین کتاب ابو داؤد کے تین سو[۳] برس کے بعد یہ پیشینگوئی وقوع پذیر ہوی اور یہ اُن صریح مفصل اور زبردست پیشینگوئیوں میں سے ہے جن پر محمد عربی کے نام پاک پر فدا ہونے والے ہمیشہ ناز کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو برس کے بعد خلفائے عباسیہ کے دوسرے خلیفہ امیر المومنین ابو جعفر منصور دوانقی نے دجلہ[۱] کے کنارہ ایک شہر آباد کیا جس کا نام دار السلام رکھا مگر وہ مشہور بغداد ہوا۔

رفتہ رفتہ آبادی بڑھتی رہی یہاں تک کہ ہارون رشید اعظم اور مامون رشید کی علمی فیاضیوں اور قدر افزائیوں نے بغداد کو کرۂ عالم کا قبلہ گاہ اور مرجع انام بنا دیا۔ دنیا بھر کے اہل کمال کھینچکر بغداد چلے آئے مال و دولت۔ فضل و کمال۔ تنعم۔ تکلفات۔ غرض کسی امر میں دنیا کا کوئی شہر اس مبارک شہر کا مد مقابل نہ رہا۔ آبادی یہاں تک بڑھی کہ دجلہ کا پل شہر کے بیچ میں آگیا۔ حیدرآباد دکن کی موسیٰ ندی کی طرح دجلہ نے شہر بغداد کے نصفا نصف دو حصے کر دئے تھے۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء و تاریخ الخمیس

تیسرے[۳] وہ جو لڑے اور شہید ہوئے۔
یہ تینوں پیشینگوئیاں تو برابر پوری اُتریں لیکن ایک جماعت اور ہے جس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ یعنی وہ فرقہ جس سے صلح کا معاہدہ ہو لیا تھا۔ اگرچہ درحقیقت صلح نہ ہوئی ہو مگر خلیفہ کو تو یہی باور کرایا گیا تھا اور اسی معاہدہ کے امضاء کے لئے وہ اپنے تمام اعزہ وارکان دولت کے ساتھ ہلاکو سے ملنے گیا اور صلح شرعاً جائز ہے۔ پس خلیفہ اور اوس کے ساتھ والے جو کفار کے ہاتھ سے مارے گئے وہ بھی یقیناً مظلوماً شہید ہیں۔ عام طبقہ میں تین ہی قسم کے لوگ تھے اور چوتھی جماعت جو خاص طبقہ ہے اسکو چھوڑ دیا گیا۔ اس عباسی خلافت کی بیخکنی کے بعد بھی طوسی و ابن علقمی کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔
ابن علقمی مجزوم ہو کر بہت ذلت سے مرا، اور طوسی جس کروہ و غلیظ بیماری میں ہلاک ہوا اس سے تاریخی اوراق کا اتنا حصہ ابتک گندہ ہے۔
ابتدائے عہد آدم سے اس وقت تک اسلام کو ایسا جانکاہ صدمہ نہیں پہونچا تھا۔ حضرت شیخ سعدی رح جنہوں نے اس خونریزی اور مسلمانوں کی تباہی کو بچشم خود دیکھا تھا۔ اس طرح اس واقعہ جانگداز و دلخراش کا مرثیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

آسماں را حق بود گر خون بگرید بر زمیں — بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمدؐ در قیامت گر برآری سر ز خاک — سر برآور و ایں قیامت درمیان خلق بیں
نازنینان حرم را خون خلق نازنیں — ز آستاں بگذشت و ما را خون دل از آستیں
زینہار از دور گیتی و انقلاب روزگار — در خیال کس نگشتے کانچناں گردد چنیں
دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام — قیصران روم سر بر خاک و خاقان بر زمیں

ابن علقمی کی رائے سے خلیفہ اپنے اعزہ خاندان ، اعیان و ارکان دولت اور سادات وعلماء کو ساتھ لے کر ہلاکو خاں کے پاس گیا کیونکہ ابن علقمی نے باور کرا دیا تھا کہ ہلاکو سے صلح کا قرارداد ہو چکا ہے اور اس کا امضا خلیفہ کی تشریف بری پر موقوف ہے اور نیز یہ کہ ہلاکو اپنی لڑکی شاہزادہ کو دینا چاہتا ہے۔ ہر چند دوسرے خیر خواہوں نے خلیفہ کو ابن علقمی کی سازش سے آگاہ کر کے منع کیا کہ اپنے پاؤں ہلاکت کے غار میں نہ گریں۔ مگر خلیفہ نے وزیر کا اعتبار کر کے نہ مانا۔

ہلاکو خاں خلیفہ سے اعزاز و احترام کے ساتھ ملا اور وہ ترس کھا کر خلیفہ کو امان دینے پر راضی تھا لیکن دونوں بدخواہ طوسی و ابن علقمی نے عرض کیا کہ ان کی زندگی میں آپ کی خیر نہیں ہے۔ اس کے بعد خلیفہ مع اپنے تمام ساتھیوں کے شہید کر دیا گیا۔

من بعد ہلاکو خاں نے شہر میں گھسنے کا ارادہ کیا مگر شہر والوں نے دروازہ بند کر لیا اور محصور و قلعہ بند ہو کر تاتاریوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ ہلاکو خان کو اب بھی فتح نہ ہوی مگر انہیں دونوں بدخواہوں کی تدبیر سے دجلہ کو کاٹ کر شہر کی طرف پھیر دیا گیا۔ بہت سے بہ گئے۔ باقی جو رہے ان کو تاتاریوں نے گھس کر ذبح کیا۔ بغداد کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ دجلہ مہینوں تک ان شہداء اسلام کے خون سے رنگین رہا۔

حدیث میں تین جماعتیں بیان کی گئی تھیں۔

ایک[۱] وہ جو جنگل کو بھاگے اور ہلاک ہوے۔

دوسرے[۲] وہ جنہوں نے عہد امان لیا اور کافر ہوے جن میں طوسی و ابن علقمی اور ان کے امثال ہیں۔

منہ والے چھوٹی آنکھوں والے ہوں گے اور واقعی اُن کا حلیہ یہی ہے -

پیشگوئی

(۲۱)

دجلہ و فرات کے درمیان ایک شہر میں مویشی کیطرح لوگ ذبح کئے جائینگے

الخطیب عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون مدینۃ بین الفرات ودجلہ یکون فیہا ملک ابن عباس وھی الزوراء تکون فیہا حرب تسبی فیہا النساء ویذبح فیہا الرجال کما یذبح الغنم -

خطیب نے علی رضہ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شہر ہوگا درمیان فرات اور دجلہ کے اور اس میں ابن عباس (کی اولاد) کی بادشاہت ہوگی اس میں ایک جنگ ہوگی ایسی کہ اس میں عورتیں لونڈیاں بنائی جائینگی اور مرد اس طرح ذبح کئے جائینگے جس طرح بکری بھیڑی ذبح کی جاتی ہے -

ف

اس سے پہلے کی حدیث میں اس شہر کا نام بصرہ بتایا گیا ہے اور یہ کہ وہ دجلہ

خون فرزندان عم مصطفیٰ شد ریختہ | ہمبراں خاکیکہ سلطاناں نہادندے جبیں
دجلہ خونابست ازیں پس گر نہد سر در نشیب | خاک نخلستان بطحیٰ را کند با خوں عجیں
بعد ازیں آسایش از دنیا نباید چشم داشت | قیر در انگشتری ماند چو بر خیز د نگیں
نوحہ لائق نیست بر خاک شہیدان زانکہ ہست | کمتریں دولت مرایشانرا بہشت برتریں
لیکن از روئے مسلمانی و راہ مرحمت | مہربانی را دل بسوزد در فراق نازنیں
باش تا فردا کہ بینی روز داد و رستخیز | کز لحد با روئے خوں آلودہ برخیزد دفیں
وہ کہ گر برخون ایں پاکاں فرد آید مگس | تا قیامت در دہانش تلخ گردد انگبیں
تکیہ بر دنیا نباید کرد و دل بر وے نہاد | کآسماں گاہی بمہر است اے برادر گہ بکیں
کرگسا ننداز پئے مردار دنیا جنگ جوی | اے برادر! گر خردمندی چو سیمرغاں نشیں

مورخین نے اس دل دہلا دینے والے حادثہ کو بہت تفصیل و درد کے ساتھ لکھا ہے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراحت سے پیشنگوئی فرمائی وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔

ف

حدیث میں بصرہ کا لفظ ہے حالانکہ دریائے دجلہ کے کنارہ بغداد آباد ہے جس کی بارہ مین پیشنگوئی کی گئی اور آخر وہیں پوری ہوی۔ شہر بصرہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

ہمارے خیال میں راوی کو نام اچھی طرح یاد نہیں رہا یا کوئی اور وجہ ہو۔ آخر سے کبھی تو حقیقی آخر مراد ہوتا ہے۔ کبھی بالنسبت۔ یہاں ممکن ہے کہ عروج اسلام کا آخر زمانہ مراد ہو اور قرب قیامت کو بھی مجازاً کہہ سکتے ہیں۔ حدیث میں تاتاریوں کا نام نہیں ہے۔ اُن کا حلیہ بیان کیا گیا ہے کہ چوڑے

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مما اخاف عليكم من بعدى ما يفتح عليكم من زهرة الدنيا وزينتها والشيخان عن عمرو بن عوفؓ قال قال رسول الله صلعم والله لا الفقر اخشى عليكم ولكن اخشى عليكم ان تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم فتنافسوها كما تنافسوها وتهلككم كما اهلكتهم۔

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجکو اپنے بعد تم سے جن باتوں کا خوف ہے اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ تم پر دنیا کی زینت اور اس کی آرائشوں کے دروازے کھل جائینگے اور انہیں شیخین نے عمرو بن عوفؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی قسم میں تمہارے مفلس ہو جانے کا خوف نہیں کرتا۔ لیکن ڈرتا ہوں تو اس بات سے کہ تم پر زمین کشادہ ہو جائیگی جس طرح تم سے اگلی امتوں پر کشادہ ہوئی تھی۔ پھر تم اپنی ہوا پرستیوں میں لگ جاؤگے جس طرح اگلے لوگ پھنس چکے ہیں اور یہ مصیبت تمکو برباد کردیگی جس طرح اُن اگلوں کو برباد کر چکی ہے۔

ف

واقعی جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ مسلمانوں پر زمین کشادہ ہوگئی۔ پہلے جس قدر افلاس و تنگدستی میں مبتلا تھے ویسا ہی بعد کو اُن میں دولت و آرایش کے سامان مہیا ہوگئے پھر اسی دولت و تنعم

کے کنارہ آباد ہو گا اس حدیث میں شہر کا نام نہیں بتایا مگر اتنی زیادہ صراحت فرمائی کہ وہ شہر دجلہ اور فرات کے درمیان میں ہو گا اور جو آل عباس کا دار السلطنة ہو گا اس سے شہر بغداد کی بالکل تعئین ہو گئی۔ اس حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں پہلی پیشینگوئی جو تدوین کتاب سے پہلے پوری ہوئی یہ ہے کہ دجلہ و فرات کے اس درمیانی شہر میں عباسیوں کا دار السلطنة ہو گا۔

دوسری پیشینگوئی یہ کہ اس شہر میں بڑی جنگ ہو گی جس میں عورتیں۔ لونڈیاں بنائی جائینگی اور مرد اس بے دردی سے ذبح کئے جائینگے۔ جیسے مویشی ذبح کئے جاتے ہیں۔

خطیب[۱] نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان کا انتقال ۴۶۳ھ میں ہوا اور ان کے انتقال کے دو سو برس کے بعد ۶۵۶ھ میں بغداد والوں پر وہ آفت نازل ہوئی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اور جس کے بیان میں تاریخ کے اوراق ہمیشہ رنگین رہیں گے۔ اور جن کا کچھ اجمالی بیان اس سے پہلے کی پیشینگوئی میں گذر چکا ہے۔

پیشینگوئی

(۲۲)

تم (مسلمانوں) پر دنیا وی آرائش کے دروازے کھل جائینگے

الشیخان عن ابی سعید الخدری رض	بخاری مسلم نے ابو سعید خدری سے

[۱] مفتاح السادۃ جلد اول ۱۲

ان دونوں بادشاہوں کے خزانہ کو
اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے۔

ف

حدیث شریف میں تین پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

کسریٰ بادشاہ ایران ہلاک ہوگا اور پھر کوئی شنآسی بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ایران کا فرمانروا نہ ہوگا۔

دوسری پیشنگوئی

قیصر روم ہلاک ہوگا اور اس کے بعد پھر کوئی قیصر روم میں نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ روم و ایران دونوں کی زبردست سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں نہ ایران میں کسرٰے کے بعد کوئی کسریٰ ہوا، نہ روم میں قیصر کے بعد کوئی قیصر ہوا۔

روم میں بجائے قیصر کے سلطان اسلام اور ایران میں بجائے کسرٰے کے کجکلاہ ایران فرمانروا ہے۔

تیسری پیشنگوئی

روم و ایران کے خزانے غازیان اسلام پر تقسیم ہوں گے چنانچہ جہاد فارس میں ۳۵ پینتیس ہزار مسلمانوں کا لشکر تھا اور فتح کے بعد غنیمت میں ہر ایک سپاہی کو بارہ ہزار درہم ملے تو اس حساب سے کل رقم بیالیس کروڑ سے کچھ اوپر ہوتی ہے۔

سے مسلمانوں میں بد اخلاقیاں دستی۔ کاہلی کم دلی۔ بے ہنری وغیرہ باتیں) آگئیں جنہوں نے اُن کو تباہ کر دیا جیسا کہ فی زمانناد یکھا جا رہا ہے

پیشنگوئی

(۲۳)

کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا

(۲۴)

قیصر کے ہلاک ہونیکے بعد پھر کوئی قیصر نہ ہوگا اور ان دونوں کے خزانے مسلمانوں کو ملیں گے

البخاری عن جابر بن سمرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلک کسریٰ فلا یکون کسریٰ بعدہ و قیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ ولتقسمنّ کنوزھما فی سبیل اللہ

بخاری نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور البتہ قیصر بھی ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور تم (مسلمان) لوگ

جنگ وشمشیر زنی ہوتی رہے گی بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ عناد ایسا راسخ ہو جائیگا کہ قیامت تک جب جب موقع ملے گا جنگ وخونریزی ہوتی رہے گی اور لسانی جنگ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

پیشنگوئی

(۲۶)

مسلمانوں کی سلطنت مشارق ومغارب میں پھیل جائیگی

(۲۷)

مسلمانوں کو دو خزانے سرخ وسپید ملیں گے

(۲۸)

مسلمانوں پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہوگا جو انکو نیست ونابود کر دے

(۲۹)

مسلمان ایسے قحط عام میں مبتلا نہ ہوں گے کہ سب کے سب مرجائیں

پیشنگوئی

(۲۵)

میری امت میں جنگ شروع ہو جانیکے بعد پھر کبھی ختم نہ ہوگی

الی داؤد والترمذی عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنہا الی یوم القیامۃ

ابو داؤد اور ترمذی نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت میں تلوار درمیان میں آجائیگی تو پھر قیامت تک ختم نہ ہوگی نہ دفع ہوگی۔

ف

یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے۔ مسلمانوں میں حضرت علی رضہ کے عہد خلافت میں رفع خلافت کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ مدتوں جنگ رہی۔ ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں مگر کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا اور عناد کی بنیاد ایسی راسخ ہوگئی جس کا ٹلنا ناممکن ہے اور جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے مسلمانوں میں ہمیشہ جنگ وجدال رہے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی لمحہ خالی نہ ہوگا اور مسلسل

یا محمد اذا قضیت قضاءً فانہ لا یرد وانی اعطیتک لامتک انی لا اھلکھم بسنۃ عامۃ ولا اسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من باقطارھا حتی یکون بعضھم یھلک بعضاً

برتر پروردگار نے فرمایا ہے کہ اے محمد! جب میں کسی چیز کا حکم کرتا ہوں تو اس کو، کوئی ٹال نہیں سکتا اور البتہ میں نے تجکو دیا یعنی تجھپر احسان کیا کہ ان کو عالمگیر قحط سے نہ مارونگا اور ان کے کسی دشمن کو اُن پر غالب نکرونگا اس طرح پر کہ اُن کی جڑ پیڑ کو اُکھاڑ ڈالے اگرچہ اُن پر تمام دنیا کے اطراف کے کافر جمع ہوکر آئیں یہانتک کہ خود اس امت کے بعض لوگ بعضوں کو ہلاک کریں۔

ف

اس حدیث میں چھ پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی سلطنت کا پھیلنا چنانچہ مشرق سے مغرب تک یعنی چینا سے اندلس تک مسلمانوں کی قاہرہ سلطنت پھیل گئی تھی۔ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے وسیع قطعات اسلامی خلافت کے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ بعض ممالک جو زمانہ خلافت میں مفتوح نہیں ہوئے ان کو مسلمانوں کی آنے والی نسلوں نے فتح کیا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ”میں نے پورب پچھم (مشرق و مغرب) کو دیکھ لیا

(۳۰)

مسلمانوں میں اختلاف ونزاع پیدا ہوکر کبھی موقوف نہ ہوگا

مسلم وابوداؤد عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرئیت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وانی سئلت ربی ان لا یھلک امتی بسنۃ عامۃ ولا یسلط علیھم عدوا فیستبیح بیضتھم وان ربی تعالیٰ قال

مسلم اور ابوداؤد نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے زمین کو لپیٹ دیا یعنی زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کردیا تو میں نے زمین کا پورب پچھم دیکھ لیا سو جہاں تک میں نے دیکھا ہے وہاں تک میری امت کی بادشاہی پہونچیگی اور مجھکو دو خزانے سرخ وسپید ملے اور میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میری امت کو عالمگیر قحط سے ہلاک نکرے اور اس کے سوا اور کسی دشمن کو اُن پر غالب نکرے جو اُن کی جڑ بیڑ کو اُکھاڑ ڈالے اور البتہ میرے

اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے وہاں تک میری امت کی بادشاہی ضرور ہوگی" پس اس پیشنگوئی کی عظمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی سلطنت مشرق و مغرب ہی میں زیادہ پھیلی اور جنوب و شمال میں انہوں نے کم ترقی کی۔ اس کتاب کے حصۂ اوّل میں ایسی ہی ایک پیشنگوئی ہم نے قرآن کی لکھی ہے تو گویا حدیث اس کی شرح ہوگی۔

دوسری پیشنگوئی

مسلمانوں کو دو خزانے سرخ و سپید یعنی سونا و چاندی ملیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ فتوحات میں چاندی و سونا اس قدر مسلمانوں کو ملا جس کا اندازہ دشوار ہے۔

تیسری پیشنگوئی

مسلمانوں پر اُن کا کوئی ایسا دشمن (کفار سے) اس طرح غالب نہ ہوگا کہ وہ نیست و نابود ہو جائیں۔

اُن کی دشمن تو ساری دنیا تھی حتیٰ کہ تمام یورپ نے متفقہ قوت سے مسلمانوں کے نیست و نابود کرنے پر کمر باندھی اور دو سو برس تک جنگ رہی۔ پھر بھی مسلمانوں کو نابود نہ کر سکے بلکہ وہ اور بڑھتے رہے۔ اسی ضمن میں یہ پیشنگوئی بھی صادق آگئی کہ امت کے بعض لوگ بعض کو تباہ کریں گے۔ خواہ خود ہلاک کریں یا بواسطۂ کفار۔ پہلی مثالیں تو کثرت سے ہیں اور دوسری مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ ابن علقمی وزیر اور نصیر الدین طوسی نے محض بدنفسی سے ہلاکو خاں اور تاتاریوں سے سازش کر کے خلافت عباسیہ

کو تباہ و تاراج کرایا یعنی مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کی وجہ سے بربادی نصیب ہوی۔

چوتھی پیشنگوئی

مسلمانوں کا مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نابود ہونا۔ جیسا کہ گذر چکا مسلمانوں کے جتنے خاندانوں اور اسلامی سلطنتوں کو نیستی کا منھ دیکھنا پڑا وہ اپنے ہی ہاتھوں۔

پانچویں پیشنگوئی

امم سابقہ کی طرح امت محمدیہ کبھی ایسے قحط عام میں مبتلا نہ ہوگی کہ سب کے سب مرجائیں بلکہ یہ امت خیرالامم دنیا رہے تک قائم رہے گی۔

چھٹویں پیشنگوئی

امت محمدیہ میں آپس کا اختلاف۔ فتنہ و فساد اور قتل و نزاع کبھی موقوف نہ ہوگا

پیشنگوئی

(۳۱)

قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا

امام احمد نے باسناد حسن اور حاکم نے	احمد باسناد حسن

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویکثر الجھل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرءۃ القیم الواحد

کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھ جاوے گا اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنا زیادہ ہو جائیگی اور شراب خواری بڑھ جائیگی اور عورتیں اتنی بہت ہو جائینگی کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد ہوگا

ف

حدیث شریف میں پانچ پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) علم کا اُٹھ جانا اور علم سے علم شریعت مراد ہے۔ اس وقت علم شریعت بہت کم ہو گیا ہے اور روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح کم ہوتے ہوتے قریب قیامت مفقود ہو جاوے گا۔

(۲) جہالت کی کثرت جو فقدان علم کو لازم ہے۔

(۳) کثرت زنا۔ زنا سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے اور ابتدائے اسلام سے پہلے تو گویا تمام عالم زنا و شراب کا دلدادہ تھا۔ اسلام نے بہت کچھ اسکو دبا دیا۔ جب اسلامی حکومت کمزور ہوئی اور یورپ نے آزادی کا طریقہ اختیار کیا تو زنا و شراب خواری کو پھر ترقی ہونے لگی اور روز بروز ہوتی جاتی ہے۔ یورپ و امریکہ میں اس آزادی کو جو عام ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے وہ دنیا پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور پیرس تو اسبارہ میں ناموری کا خاص تمغہ حاصل کر چکا

والحاکم عن بشر غنوی قال قال رسول اللہ صلعم لتفتحن القسطنطنیۃ ولنعم الامیر امیرھا ولنعم الجیش جیشھا	بشر غنوی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا اور اس کا (فاتح) امیر اچھا امیر اور اس کا لشکر اچھا لشکر ہوگا۔

ف

امام احمد رحمہ اللہ کا انتقال [1] ۲۴۱ھ میں ہوا، اور ان کے انتقال کے چھ سو سولہ [۶۱۶] برس کے بعد ۸۵۷ھ میں یہ پیشینگوئی پوری ہوی جب کہ سلطان ابوالفتح محمد خاں غازی فاتح نے نہایت دھوم دھام سے اس زبردست شہر کو فتح کیا اور اسکی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۳۲)

علم کا اُٹھ جانا۔ زنا و میخواری کی کثرت عورتوں کی بہتایت۔ مردوں کی قلّت

الشیخان عن انس قال	بخاری و مسلم نے انس رضؓ سے روایت

[1] اتحاف النبلاء للسید صدیق الحسن خاں قنوجی ثم بھوپالی ۱۲

پیشگوئی

(۳۳)

ایک شر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانیوالے لوگ ہوں گے

الشیخان عن حذیفہؓ قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلعم عن الخیر وکنت اسئلہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی قلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ و شر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ۔

بخاری ومسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ رسول اللہ صلعم سے خیر کے بارہ میں پوچھتے تھے اور میں آپ سے شر کا حال دریافت کرتا تھا اس خوف سے کہ مبادا مجکو نہ پہونچے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور بدی میں تھے تو اللہ نے ہم کو یہ خیر عنایت کیا تو کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہے آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہے؟ آپنے فرمایا ہاں اور اس میں کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا اور اس کی کدورت کیا ہے؟ آپنے فرمایا کہ وہ لوگ میری سنت کے خلاف راہ اختیار کرینگے اور

ان مستیوں اور عیاشیوں نے ملک کے ملک کو نکما کر دیا ہے اور اب وہ
دن بہت نزدیک ہے کہ فرانس کسی مصرف کا نہ رہے اور اپنی ساری طاقت
آزادیوں میں سلب کر کے دوسری سلطنتوں میں ہضم ہو جائے۔

(۴) شراب خواری کی کثرت اور یہ بھی نتیجہ آزادی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے
اہل یورپ اور ان کے مقلدین میں شراب خواری نہ صرف عام بلکہ عین تہذیب
(۵) عورتوں کی کثرت، مردوں کی قلت۔ مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے
کہ عرصہ سے ہندوستان میں لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں، لڑکے کم، مرد
زیادہ ہوتے ہیں عورتیں کم اور یہ بات شرفا رہی میں زیادہ دائر ہے۔ خدانخواستہ
ایسا ہی رہا تو وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے کہ واقعی پچاس عورتوں کا خبرگیر
ایک مرد ہوگا۔ یا شاید حدیث کا مطلب یہ ہو کہ مرد زیادہ مرینگے اور عورتیں کم
تو اس صورت میں مردوں کی قلت، عورتوں کی کثرت لابد ہے جو شرفاء
ہندوستان میں خاصکر ایک حسرتناک مشاہدہ ہے۔

یہ تو ہندوستان کا حال ہے۔ یورپ میں تو عورتوں کی اس قدر زیادتی
ہوتی جاتی ہے کہ بعض عقلائے ولایت نے گھبرا کر مضمون لکھ مارے کہ
اگر عورتوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہی تو ہزاروں عورتوں کو شوہر نہ ملیں گے
اور تعدد ازدواج کو جو اسلام کا نامبارک مسئلہ کہا جاتا ہے ناگزیر یورپ میں جاری
کرنا پڑے گا۔

یہاں اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ جب یہ سب امور ایک وقت میں اس
طرح ہونے لگیں تو قیامت قریب ہے۔

سائل نے سوال کیا کہ ہم جاہلیت سے اسلام میں آئے کیا اس کے بعد پھر کوئی شر ہوگا ؟

جاہلیت و اسلام دونوں عام ہیں تو جواب میں بھی بالضرور عام چیز کی خبر ہوگی شخصی امور کا مراد لینا قرین قیاس نہیں ہے پس آنحضرت نے جو خبر دی اس میں تین پیشنگوئیاں ہیں اوران تینوں کو لامحالہ عام ہونا چاہئیے۔

(۱) پہلے خیر کے بعد شر ہونے سے مذہب میں فلسفہ کا مخلوط ہونا مراد ہے جیسا کہ معتزلہ نے کیا۔

(۲) پھر آپ نے فرمایا کہ اس شر کے بعد خیر ہوگا مگر اس میں کدورت یہ ہوگی کہ مسلمانوں کا ایک گروہ سنت رسول اللہ صلعم کے خلاف عمل کرے گا۔ اس خیر سے مراد مذہب کو باطل عقائد سے پاک کرکے صحیح عقائد کو رواج دینا ہی اور اس میں کدورت یہ ہے کہ بعض عقائد اس طرح بیان کئے گئے جو صریح سنت کے خلاف ہیں مثلاً ایمان کا بسیط ہونا وغیرہ ذلک۔

(۳) پھر اس خیر کے بعد ایک شر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانے والے لوگ ہوں گے۔ یہ زمانۂ موجودہ کی حالت ہے جس میں ایک جماعت یہ کوشش کررہی ہے کہ عقائد اسلام میں انتہائے تبدیلی پیدا کرے اور اس خیال کی ایک بہت بڑی جماعت ہوگئی ہے اور وہ بڑھتی جاتی ہے یہ نتیجہ ہے یورپ کی قوت اور نئے علوم کی اشاعت کا اور اگر یہی حالت رہی تو یہ خیال تمام عالم کو گھیر لے گا الا ماشاء اللہ ۱۲

قال قوم یستنّون بغیر سُنّتی ویھدون بغیر ھدی تعرف منھم وتنکر قلت فھل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا قال ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قلت فما تامرنی ان ادرکنی ذلک قال تلزم جماعۃ المسلمین واما مھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعضّ باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک۔

عادات کے خلاف اُن کی عادتیں ہونگی تو ان کو پہچانے گا میں نے عرض کیا پھر اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا فرمایا ہاں دوزخ کے دروازوں کے بلانیوالے ہوں گے جو شخص ان کی بات کو قبول کرے گا اس کو اس میں ڈال دینگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبانوں سے باتیں کرینگے میں نے کہا اگر مجکو یہ وقت ملے تو آپ مجکو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا میں نے کہا اگر ان کے امام اور جماعت نہ ہو، فرمایا تب ان سب فرقوں سے الگ رہنا اگرچہ مرنے کے وقت تک تجکو درخت کی جڑ چبانی پڑے۔

اندھا دھند کارروائی کرینگے ۔ نہ کوئی حق بات کہیگا نہ حق بات سنیگا ۔
اس فتنہ سے فتنہ قرامطہ مراد ہے جن کو لوگ اسلام کا ایک فرقہ خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا ۔
قرامطہ کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ ایک گمنام شخص اطراف خجستان سے آیا اور عجیب تقدس کے ساتھ مقام نہرین میں جو، حوالی کوفہ میں سے ہے فروکش ہوا۔ سالہاسال میں جب اس نے اپنے عجیب وغریب تقدس کا جال خوب بچھالیا تو اپنے آپ کو پوشیدہ امام کا نقیب ظاہر کیا۔ اس دعوے کا کرنا تھا کہ لوگ اس کی طرف جھک پڑے اور اس کے مریدوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی اور اس نے دنیا میں اپنا ایک جداگانہ مذہب اور ایک خطرناک گروہ قائم کرلیا اس گمنام شخص نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا مگر ایک روز بیمار ہوجانے کے سبب سے بنئے کے لدو بیل پر جس کا نام کرمیتہ تھا سوار ہوکر گھر گیا۔ اس مناسبت سے کرمیتہ اس کا نام پڑا جو رفتہ رفتہ بگڑ کر عربی میں قرامطہ ہوگیا۔
قرامطہ کے جانشینوں میں ابتداءً ابوسعید نے ۲۸۶ھ میں ہتھیار اٹھائے اور اس کو یہاں تک ترقی ہوئی کہ ہر طرف تاخت وتاراج کرنے لگا۔ سارے بحرین میں ہل چل پڑگئی اور ہر ہر گاؤں میں قرامطہ کا سکہ بیٹھ گیا ۔
ایک دفعہ قرامطہ نے شہر بعلبک پر حملہ کرکے تمام باشندوں کو چن چن کر قتل کرڈالا پھر شہر سلیہ پہونچے ۔ شہر والوں نے چارہ کار نہ دیکھکر اطاعت اختیار کی اور قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ قرامطہ نے داخل قلعہ ہوتے ہی قتل عام کا حکم نافذ کیا اور جب تمام انسان قتل ہوچکے تو ان کی خونخوار تلواریں جانوروں پر جھک پڑیں۔ مکتبو اور مدرسوں میں گھس گھس کر معصوم بچوں کو قتل کیا اور جب کوئی متنفس نہ رہا تو اطراف وجوانب کے گاؤں میں قتل عام کرنے لگے ۔

پیشنگوئی

(۳۴)

ایک گونگا بہرا اندھا فتنہ ہوگا جو عرب کو بھر دیگا

الترمذی وابن ماجہ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلعم ستکون فتنۃ تستنطف العرب قتلاھا فی النار اللسان فیھا اشد من وقع السیف وابوداؤد عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستکون فتنۃ صمّاء بکماء عمیاء من اشرف لھا استشرفت لہ

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب ایک بڑا فتنہ پیدا ہوگا جو تمام عرب کو بھر دے گا۔ اس کے مقتول دوزخ میں جائینگے۔ اس فتنہ میں زبان کھولنی تیغ زنی سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایک گونگا بہرا، اندھا فتنہ پیدا ہوگا۔ جو کوئی اس کی طرف دیکھیگا اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔

ف

فتنہ کے گونگے، بہرے، اندھے، ہونے سے یہ مراد ہے کہ فتنہ کرنیوالے

پیشنگوئی

(۳۵)

ایک زمانہ میں لوگ امانت کو غنیمت سمجھینگے

(۳۶)

زکوٰۃ وصدقات کو تاوان سمجھیں گے

(۳۷)

علوم دین کو نہ دین کیلئے پڑھینگے نہ پڑھائیں گے

(۳۸)

فاسق لوگ سردار قوم ہوں گے

(۳۹)

طوائف کی کثرت ہوگی

۴۰

پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت کریں گے

الترمذی عن ابی ھریرۃؓ قال | ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ

حاجیوں کا ایک سب سے بڑا قافلہ بغداد وعراق سے حجاز کو جارہا تھا اس پر یکایک ٹوٹ پڑے تمام معزز وگرانمایہ لوگوں کو عورتوں سمیت گرفتار کرلیا اور پھر سب کو لوٹ پاٹ کر محتاج و بے زر ریگستان میں چھوڑ چل دئے جہاں اُن بیچاروں نے بھوک پیاس سے دھوپ میں جھلس جھلس کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دیں یہ مشتے نمونہ از خروارے تھا۔ غرض کہ ان پاجیوں کے مظالم کی تاب نہ لاکر تمام ملک چیخ اٹھتا تھا اور یہ ایک ایسا فتنۂ عظیم تھا جس نے کل عرب کو تہ وبالا کر دیا تھا اور یہ ایک ایسی مصیبت تھی جس نے اسلام کی بنیاد تک کو ہلا دیا تھا۔ عرب کا کونہ کونہ ان کے تاخت وتاراج کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

آخر ۳۶۳ھ میں ابویعقوب یوسف بن حسن جنابی تراشی (۸۳) برس کی عمر میں دارالبوار کو سدھارا قرامطہ میں پھوٹ پڑی اور اُن میں زوال شروع ہوا۔ خلق اللہ کو چین ملا۔

قرامطہ کی مفصل تاریخ اور ان کے دل دہلا دینے والے واقعات تصریح کے ساتھ کتب تواریخ میں مندرج ہیں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کی کتاب تاریخ سندھ جلد دوم میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔

امام ابن ماجہؒ کی وفات ۲۰۹ھ میں ہوئی۔ امام ترمذیؒ نے ۲۰۹ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ امام ابوداؤدؒ نے ۲۷۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہی لوگ اس حدیث (پیشنگوئی) کے راوی ہیں اور ان سب کے انتقال کے بعد ۲۷۰ھ ہجری میں قرامطہ کا ظہور ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کے بعد ان کے اعجوبۂ روزگار فتنوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

ٹوٹ جائے تو دانے پیہم گرنے لگیں

ف

(۱) غنیمت کو اپنی دولت شمار کرنا اور غنیمت وہ مال ہے جو شرعی جنگ میں مسلمانوں کو غنیم سے دستیاب ہو۔

(۲) امانت کو غنیمت سمجھنا اور یہ منشا ہے کہ امانت میں خیانت کرنی عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً کثرت سے شائع ہے۔

(۳) زکوٰۃ وصدقات کو تاوان سمجھنا۔ ایک جماعت مسلمانوں کی جو اصول دین سے بیخبر ہے ٹیکس سرکاری کے ہوتے ہوئے زکات کو تاوان سمجھتی ہے معاذاللہ

(۴) علم کا دین کے لئے نہ پڑھنا نہ پڑھانا اور یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ علم پڑھتے ہیں تو دنیا کے لئے اور یہی وجہ ہے کہ علوم دین کی تعلیم دنیا میں ہر جگہ کم ہوتی جاتی ہے۔

(۵) مردوں کا اپنی بی بیوں کے تابع ہو جانا۔ یورپ و امریکا میں تو عموماً مرد، عورتوں کے فرماں بردار ہیں اور اسلامی ممالک میں وہ لوگ بھی ایسے ہی ہیں جو تابع تہذیب یورپ ہیں۔ پس جہاں تک تہذیب یورپ وسیع ہو گی، یہ وصف ترقی کرتا جائے گا۔

(۶) ماں کی نافرمانی کرنی۔ یہ نتیجہ آزادی ہے اور جس قدر آزادی جہل کے ساتھ زیادہ ہو گی۔ اسی قدر ان امور میں ترقی ہو گی۔

(۷) باپ کو دور کرنا۔ یہ اس لئے کہ اس کی مشفقانہ نصیحت سے اپنے کو محفوظ رکھیں۔ اور آزادی سے اپنے ہم مذاقوں کے ساتھ نا ملائم اشغال میں بسر کریں۔

قال رسول اللہ صلعم اذا اتخذ والفیئ دولا والامانۃ مغنما والزکاۃ مغرما وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امرءتہ وعق امہ وادنی صدیقہ واقصی اباہ وظہرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقہم وکان زعیم القوم ارذلہم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وظہرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن آخر ھذہ الامۃ اولہا فارتقبوا عند ذالک ریحا حمراء وزلزلۃ وخسفا ومسخا وقذفا وآیات تتتابع کنظام قطع سلکہ فتتابع -

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غنیمتیں دولت شمار کی جائیں اور امانت غنیمت ہو جائے اور زکات تاوان سمجھی جائے اور علم غیر دین کے لئے سکھایا جائے اور مرد اپنی بی بی کا تابعدار ہو جائے اور اپنی ماں کے خلاف کرے اور اپنے باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قوم کا سردار اُن میں کا فاسق ہو اور قوم کا رئیس اُن میں کا کمینہ ہو اور مرد کی تعظیم اس کی بُرائی کی ڈر سے کیجائے اور رنڈیاں اور باجے عام ہو جائیں اور شرابیں پی جائیں اور پچھلے لوگ اپنے اگلوں پر لعنت کرنے لگیں (جب یہ سب باتیں پیدا ہو جائیں) تو اس وقت سرخ ہوا اور بھونچال اور زمین میں دھنس جانے اور صورتوں کے مسخ ہو جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو اور ان کے علاوہ اُن نشانیوں کے بھی منتظر رہو۔ جو پے درپے پہونچینگی جیسے جواہر کی لڑی کہ ڈورا اسکا

توامراء کے بچے تہذیب واخلاق سیکھنے کے لئے طوائف کے پاس بھیجے جاتے
تھے۔ یہ تواب ہی کہ علی العموم اولیائے کرام کے عرسوں میں طوائف طلب
کی جاتی ہیں اوران کے رقص وسرود سے مجلس حال وقال کی رونق بڑھائی جاتی ہے
(۱۴) مزامیر کی کثرت جورقص کا ضمیمہ ہے۔
فی الحال ایک آلہ ایجاد ہوا ہے۔ جس میں آواز طبع ہو جاتی ہے اور جب خاص
طریقہ پراس میں حرکت پیدا کی جاتی ہے تو وہ آواز بعینہ ویسی ہی سنائی دیتی
ہے جیسی کہ وہ طبع ہوی تھی۔
اب بحث یہ ہے کہ اس آلہ (گراما فون) میں قرآنی آیات کو بھرنا جائز ہے یا نہیں
یہ آلہ کوئی باجا نہیں ہے ہاں باجے کی آواز بھری جائے تو ویسی ہی سنائی
دیگی ظاہر تو یہ ہے کہ اگر قرآن کی آیات بغرض شرعی گراما فون میں طبع کیجائیں
بشرطیکہ کوئی شرعی ادب متروک نہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شرعی غرض نہو
باآنکہ آداب شرعیہ متروک ہوں تو جائز نہیں ہے بموجب اس آیت کے کہ
جولوگ قرآن کو مشغلۂ لہو ولعب بنائیں تم اُن کے پاس سے اُٹھ جاؤ۔
(۱۵) شراب کا علانیہ پینا۔ بعض ممالک کے مسلمانوں میں زیادہ رائج ہے۔
ہندوستان کے جدید تہذیب والے مسلمان بھی اس کے بہت دلدادہ ہوتے
جاتے ہیں اور یہ رواج ترقی پر ہے۔
(۱۶) پچھلے لوگوں کا اگلوں پر لعنت کرنا مثلاً شیعی خلفائے راشدین۔ صحابہ کرام
ازواج مطہرات اور بعض دوسرے اقربائے رسول واکابر صحابہ کو برا کہتے ہیں
گالیاں دیتے ہیں اور اُن پرلعنت کرنے کو موجب ثواب سمجھتے ہیں۔
اسی طرح خوارج ختنین اور اُن کے اتباع کو برا کہتے ہیں اور اسی طرح
نواصب حضرت علی اور اُن کے گروہ ولواحق کو فاسق سمجھتے ہیں۔

(۸) دوست کو نزدیک کرنا یعنی ہم مذاقوں کی ہم صحبتی۔ اس زمانہ کی یہ حالت ہی کہ نیک کاموں میں مشکل سے کوئی ہمخیال ہوتا ہے اور برے کاموں میں فوراً ہمخیال پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ رقص و سرود، اور قمار و شراب میں دیکھا جاتا ہے۔

(۹) مسجدوں میں آوازوں کا بلند ہونا یعنی دنیاوی جھگڑوں اور قضایا کا ہونا

(۱۰) فاسقوں کا سردار قوم ہونا۔ قوم و قبائل کے اکثر سردار فاسق ہی دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) کمینہ لوگوں کا پیشرو قوم ہونا۔

ہماری بستی قصبہ **چریاکوٹ** ہندوستان کے مشہور و معروف قصبات سے ہے جو ہمیشہ سے معدن علم و فضل اور منبع علما و فضلا رہا ہے کوئی دور ایسا نہیں رہا کہ سات آٹھ مشاہیر علماء وہاں موجود نہ ہوں۔ ہمارے زمانۂ طفلی میں بھی سات جید عالم موجود تھے جن سے محفل فضل روشن اور بازار درس و تدریس گرم رہتا تھا۔ ان میں سے مولوی علی عباس۔ مولوی نجم الدین۔ مولوی عنایت رسول۔ مولوی محمد فاروق۔ اور مولوی محمد اعظم سرآمد روزگار تھے۔ مگر باوجود اس کے ہم نے دیکھا کہ ۱۳۰۵ھ میں بعض اوقات سادات بنوہاشم نے باوجود فضل کے نماز جمعہ میں ایک جاہل نورباف مگر حافظ کی اقتدا کرلی۔

(۱۲) مرد کی تعظیم اس کی برائی کے خوف سے کرنی۔ بلاشک ابتو زیادہ تر وہی لوگ مستحق تعظیم اور قابل اکرام ہیں جن کی ذات سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

(۱۳) طوائف کی کثرت۔ اس سے کوئی شہر خالی نہیں ہے اور علی الاکثر ان سے اختلاط عیب نہیں سمجھا جاتا۔ سنا گیا ہے کہ جب لکھنؤ کی حکومت قائم تھی

پیشنگوئی

(۱۴)

توپ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ ریڈیم۔

مسلم عن ابن مسعودؓ قال ان الساعة لا تقوم حتے لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمة ثم قال عدو یجمعون لاھل الشام ویجمع لھم اھل الاسلام فیشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یحجز بینھم اللیل فیفیٔ ھولاء وھولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة ثم یشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع

مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ بیشک قیامت نہ قائم ہوگی یہانتک کہ نہ بانٹی جاوے میراث اور نہ خوش ہو کوئی بہ سبب غنیمت کے۔ پھر فرمایا کہ اہل شام سے لڑنے کے لیئے دشمن لشکر جمع کریں گے اور مسلمان بھی ان دشمنوں سے جنگ کے لیئے فوج جمع کرینگے پھر مسلمان اپنے لشکر میں سے ایک فوج منتخب کرینگے جو بلا فتح کئے مرنا قبول کرے مگر واپس نہ ہو پھر مسلمانوں اور کافروں میں قتال ہوگا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان میں رات حائل ہوگی تو دونوں اپنے ڈیروں میں واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور پہلی

ان پیشینگوئیوں کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب یہ سب باتیں ظاہر اور وقوع پذیر ہو جائیں تو پانچ باتوں کے انتظار میں رہنا۔

(۱۷) زلزلوں کی کثرت۔

(۱۸) زمین میں دھنس جانا۔

(۱۹) سرخ ہوا کا چلنا۔

(۲۰) صورتوں کا مسخ ہو جانا یعنی اُن کی طبیعتوں اور سیرتوں کا بالکل کا یا پلٹ ہو جانا کہ وہ بالکل انسانیت سے گذر جائینگے۔

(۲۱) پتھروں کا برسنا۔

حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ (۱۶) پیشینگوئیوں تک جو امور بیان کئے گئے ہیں جب اُن سب کا ظہور ہو لے اور بد اخلاقیاں انتہائے حد کو پہونچ جائیں تو اس وقت اُن پانچ چیزوں کا انتظار کرو جن کا ذکر (۱۷) پیشینگوئی سے آخر تک کیا گیا ہے اور یہ جو آخر کی پانچ چیزیں ہیں اُن کے بعد اور بھی نشانیاں ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے کہ وہ پے درپے اس طرح ظاہر ہونگی جس طرح لڑی کا ڈورا کاٹ دینے کے بعد موتی پے درپے گرنے لگتے ہیں۔ لیکن آخر الذکر پانچوں امور ہنوز ظاہر نہیں ہوئے ہیں نہ پے درپے دوسری نشانیاں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سولہ امور سابقہ کا ظہور بطریق اکمل آئندہ ہونیوالا ہے اس کے بعد آخری علامات ظاہر ہوں گی۔ اور پھر قیامت آئیگی۔

کانوا مائة فلا یجد ونه بقی منهم الا الرجل الواحد فبای غنیمة یفرح اوای میراث یقسم فیناهم کذلك اذ سمعوا بباس هو اکبر من ذلك فجاءهم الصریخ ان الدجال قد خلفهم فی ذراریهم فیرفضون ما فی ایدیهم ویقبلون فیبعثون عشرة فوارس طلیعة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لاعرف اسماءهم واسماء آباءهم والوان خیولهم هم خیر فوارس علی ظهر الارض یومئذ۔

تو گذرنے سے پہلے مردہ ہوکر گر پڑیگا پھر ایک باپ کے بیٹے جو عدد میں سَو ہونگے اپنوں کو گنینگے تو سوائے ایک مرد کے کسی کو باقی نہ پائینگے ایسی حالت میں وہ کس غنیمت سے خوش ہونگے اور کونسی میراث تقسیم ہوگی پھر وہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ مسلمان ایک لڑائی کی خبر سنینگے جو اس سے بھی بڑی ہوگی پھر مسلمانوں کو ایک آواز سنائی دیگی کہ دجال ان کے پیچھے ان کی اولاد میں پہونچگیا ہے تو جو کچھ اُن کے ہاتھوں میں ہوگا سب چھوڑ چھاڑ کر دجال کی طرف متوجہ ہوں گے پھر دس سوار بھیجینگے تا دشمن کے حال سے مطلع ہوں (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بے شک اُن کے نام اور اُن کے باپوں کے نام جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں وہ اس وقت روئے زمین کے تمام سواروں سے بہتر ہوں گے۔

الا غالبۃ فیقتتلون حتیٰ یحجز بینھم اللیل فیفیٔ ھولاء وھولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطۃ ثم یتشرط المسلمون شرطۃ للموت لا یرجع الا غالبۃ فیقتتلون حتی یمسوا فیفیٔ ھولاء وھولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطۃ فاذا کان یوم الرابع نھد الیھم بقیۃ اھل الاسلام فیجعل اللہ الدبرۃ علیھم فیقتتلون مقتلۃ لم یر مثلھا حتی ان الطائر لیمر بجنباتھم فلا یخلفھم حتی یخر میتا فتعاد بنو الاب

مرتبہ جو بھیجی گئی تھی وہ ماری جائیگی پھر مسلمان ایک دوسری فوج منتخب کریں گے جو مرنا قبول کرے مگر بلا فتح کے واپس نہ ہو۔ پھر آپس میں لڑیں گے یہاں تک کہ رات ان دو کے درمیان میں حائل ہوگی اور کوئی غالب نہ ہوگا اور وہ فوج سب مقتول ہوجائیگی۔ پھر مسلمان ایک تیسری فوج منتخب کریں گے جو مرنا قبول کرے مگر بلا فتح کئے واپس نہ ہو پھر مسلمان اور کفار لڑیں گے یہانتک کہ شام ہوجائیگی تو یہ سب اپنے ڈیروں کو واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور وہ فوج سب ماری جائیگی پھر جب چوتھا دن ہوگا تو بقیہ سب مسلمان کفار کی طرف جھک پڑینگے تب اللہ تعالیٰ کفار پر شکست کی ہوا چلائے گا پس مسلمان اور کفار لڑینگے اور ایسی جنگ ہوگی کہ ویسی جنگ کبھی نہ دیکھی گئی ہوگی۔ یہانتک کہ پرندہ اُن کی طرف سے گذرنا چاہیگا

ابو داؤد عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا ستکون علیکم امراء بعدی یشغلھم اشیاء عن الصلوٰۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلوٰۃ لوقتھا	ابو داؤد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امیر ہوں گے جن کو دنیا کی چیزیں نماز کو وقت پر پڑھنے سے باز رکھینگی یہاں تک کہ اس کا وقت چلا جائے پس تم لوگ (ہمیشہ) وقت پر نماز پڑھا کرو۔

ف

اس حدیث میں کوئی شخص خاص مقصود نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ آئندہ امراء مذہبی امور میں سست ہوں گے یہاں تک کہ دوسرے اشیاء کی مشغولیت بھی اُن کو وقت پر نماز پڑھنے سے باز رکھیگی تو یہ پیشینگوئی غیر محدود بار ثابت ہو چکی اور ثابت ہوتی رہے گی۔

پیشینگوئی

(۴۳)

مدینہ میں طاعون آئیگا نہ دجال

الشیخان عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ	مسلم اور بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

ف

اس پیشنگوئی کا ہنوز وقوع نہیں ہوا ہے بلکہ قریب قیامت ہوگا اس حدیث میں ایک ایسی بات بیان کی گئی ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے خود ایک پیشنگوئی ہے اور ایسی پیشنگوئی جو ظاہر ہو چکی ہے۔ بیان یہ کیا گیا ہے کہ " ایسی سخت لڑائی ہوگی کہ اڑنے والا جانور ان کے پاس سے گذر جانا چاہے گا تو گذرنے سے پہلے مر کر گر پڑے گا۔

آنحضرت علیہ التحیۃ والثنا کے زمانہ میں نیزہ۔ تلوار۔ خنجر۔ گرزا ور تیر و کمان کی لڑائی تھی لیکن یہ آلات ایسے نہیں ہیں کہ اُن کی لڑائی میں طیور کا گزر جانا ناممکن ہو تیر میں اگرچہ فی الجملہ اس کی صلاحیت ہے مگر اُسی وقت جب اس کے مارنے کا ارادہ کیا جائے اور خونخوار لڑائی کے وقت گذرنے والے طائر کے مارنے کا ارادہ بعید سے ہے۔ پس ناگزیر ایسے آلات کی لڑائی ہوگی جس کی وجہ سے ناخواستہ طیور بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ تو یا تو وہ توپ و بندوق ہے یا ہوائی جہاز کی جنگ ہے یا ریڈیم مقصود ہے یا مثل اس کے اور کوئی چیز جو اس وقت تک ایجاد ہو۔ پس اگر توپ و بندوق ہو تو اس کے متعلق پیشنگوئی پوری ہو چکی اور علی ہذا القیاس ہوائی جہاز یا ریڈیم کی نسبت اور اگر ایجاد آئندہ ہو تو وہ پیشنگوئی آئندہ پوری ہوگی۔

پیشنگوئی

(۴۲)

امراء مذہبی امور میں بہت سست ہو جائینگے

اور احادیث صحیحہ کثیرہ میں جو صفت دجال کی بیان کی گئی ہے وہ ٹھیک ٹھیک اقوام یورپ اور پادریوں پر صادق آتی ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مدینہ میں نہ تو طاعون آئیگا نہ اُس پر دجّال صفت یورپ والے متصرف ہو سکینگے اور یہ پیشینگوئیاں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔
یورپ و امریکا کے لوگ تمام دنیا پر مسلط ہوگئے۔ عیسائی مشنریوں نے زمین کے چپہ چپہ پر اپنا سکہ جمالیا مگر مدینہ کی طرف نہ کسی کا قدم بڑھا نہ بڑھنے کی جرارت ہوئی نہ انشاء اللہ کبھی بڑھے گا۔

تنبیہ

دجال کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی پیشینگوئی میں بالتفصیل آئیگی۔

پیشینگوئی

(۴۴)

عورتیں لباس پہنینگی اور برہنہ رہینگی

(۴۵)

عورتوں کے سر بختی اونٹوں کے کوہاں کے سے ہوں گے

مسلم عن ابی ھریرۃؓ قال قال	مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

قال قال رسول اللہ صلعم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مدینہ کی راہوں پر فرشتے نگہبان ہیں نہ اُس میں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

ف

کیسی زبردست پیشنگوئی ہے کہ تیرہ سو برس گذر گئے مگر طاعون نہ آیا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک مدینہ منورہ میں طاعون نہ آئے گا۔

اسی طرح دجال بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکیگا۔

لطیفہ

اکثر علماء کے نزدیک، دجال کے داخل مدینہ نہ ہونے کی پیشینگوئی قریب قیامت پوری ہوگی۔ ان کے نزدیک دجال ایک فرد خاص کا نام ہے جو قیامت کے قریب پیدا ہوگا۔ پھر ظاہر ہوکر بڑی قوت وجمعیت فراہم کریگا اور انواع واقسام کے فریب اور خلاف عادات عجیب عجیب کارروائیوں سے اہل عالم کو گمراہ اور خدائی کا دعویٰ کرے گا وہ چالیس دن میں تمام دنیا کا دورہ کرلے گا مگر باہمہ قوت وشوکت مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکیگا آخر میں مسیح ومہدی آکر دجال کو قتل کریں گے اور مذہب اسلام کو ان سے اشاعت ہوگی۔

عام علمائے محدثین کا یہی مذہب ہے مگر ہمارے نزدیک یہ پیشینگوئی بھی پوری اور عالم آشکار ہو چکی۔

دجال کسی فرد خاص کا نام نہیں ہے بلکہ دجال سے دجال صفت قوم مراد ہے

حاکم تک پہونچنے نہیں دیتے بلکہ جبراً باز رکھتے تھے ۔ آج بھی یہی طریقہ دنیا
میں جاری ہے اور مظلوموں کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے ۔
(۲) دوسری پیشینگوئی اُن عورتوں کی نسبت ہے جو کپڑے پہنے ہونگی
اور پھر بھی برہنہ رھینگی اور وہ اس برہنہ تنی کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف
مائل کریں گی ۔ اور وہ ایسا کیوں کرینگی ؟ اس لئے کہ وہ خود مردوں کی جانب
مائل ہیں ۔ حاصل یہ ہے کہ وہ ایسی عورتیں ہونگی جو مردوں کی طرف زیادہ مائل
ہوں گی اور اس غرض سے کہ مرد بھی ان کی طرف مائل ہوں اس وضع کے
کپڑے پہنینگی جس سے اُن کا سارا بدن نظر آئیگا اور اُن کی پوشیدنی بدن
اور تناسب اعضاء کو دیکھکر مردوں میں ہیجان پیدا ہوگا ۔
یورپ و امریکا کی لیڈیوں نے اس پیشینگوئی کو ثابت کر دکھایا ۔ ان لیڈیوں کے
بدن کا اکثر حصہ تو علی العموم کھلا ہی رہتا ہے ۔ ان کا چست و بھڑکیلا لباس
عضو عضو کا تناسب ظاہر کرتا ہے اور بال وغیرہ میں جو خاص لباس پہنے
جاتے ہیں ان سے تو بالکل ہی برہنہ نظر آتی ہیں اور اس لباس کو مردوں کے
لبھانے اور مائل کرنے میں خاص امتیاز حاصل ہے ۔
(۳) تیسری پیشینگوئی یہ فرمائی کہ ان عورتوں کے سر بختی اونٹوں کے کوہان
کے سے ہوں گے ۔ اس سے مراد جوڑا ہے اور اب مصر کی عورتیں بالکل
ایسا ہی جوڑا عام طور پر باندھتی ہیں اور یورپ اور اکثر ملکوں میں اس کا رواج ہے ۔
سبحان اللہ ! تیرہ سو برس کے بعد پیشینگوئی کا پورا ہونا عجیب امر ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من اھل النار لم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں میں سے دو گروہ ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ایک اُن میں سے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوڑے ہوں گے گایوں کی دُموں کے مثل ان سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسری قسم میں وہ عورتیں ہیں جو ظاہر میں کپڑے پہنے ہوں گی اور اصل میں ننگی ہونگی وہ غیر مردوں کو اپنے پر لبھانے والیاں اور مردوں پر جان دینے والیاں ہونگی ان کے سر ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے ہلتے ہوئے کوہان یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہونگی نہ جنت کی مہک پائینگی۔

ف

اس حدیث میں تین پیشنگوئیاں ہیں۔

(۱) چوبداروں اور کوڑے بازوں کا پیدا ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسے لوگ نہیں تھے۔ جب اسلام میں خلفاء کی جگہ سلاطین ہوئے تو طرز حکومت میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں جن میں سے ایک تبدیلی یہ بھی تھی کہ چوبدار اور کوڑے والے مقرر ہوئے جو رعایا اور مظلوموں کو بادشاہ

واقع ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ ایشیا کے اکثر فتنے جنہوں نے خاص کر عرب اور اسلام کی عمارت کو ہلا ہلا ڈالا انہیں اقطاع وممالک سے پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے بڑا فتنہ وحشی تاتاریوں کا تھا جنھوں نے اسلامی خلافت کو نیست و نابود کر دیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو ذبح اور ملک میں قتل عام کیا۔ بغداد کو جو اسلام کا دارالحکومت اور دنیائے اسلام کا مذہبی مرکز تھا تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہ قیامت خیز ہنگامہ تدوین بخاری کے چار سو برس کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

پیشنگوئی

(۴۷)

نیک لوگ دنیا سے اُٹھ جائینگے

بخاری عن مرداس الاسلمی رضؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذھب الصالحون الاول فالاول ویبقی حفالۃ کحفالۃ الشعیر او التمر لایبالیھم اللہ۔

بخاری رضؓ نے مرداس اسلمی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (قیامت کے قریب) نیک لوگ ایک کے بعد ایک دنیا سے اُٹھ جائینگے اور جو کے بھوسے اور کھجور کے کچرے کی طرح کچھ لوگ دنیا میں رہ جائینگے جن کی اللہ تعالیٰ کو ذرا بھی پروانہ ہوگی۔

ف

قیامت کا وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر یہ پیشینگوئی نسبتہً پوری ہوتی جاتی ہے

پیشگوئی

(۴۶)

فتنہ پورپ کی طرف سے آئیگا

بخاری عن الزھری عن سالم عن ابیہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قام الیٰ جنب المنبر فقال الفتنۃ ھٰھنا الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق تقول الاان الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان

بخاری نے زہری سے انہوں نے سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ منبر کے پاس یا منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا دیکھو فتنہ ادہر سے آئیگا ادہر سے (پورپ کی طرف اشارہ کیا (مسلم)) جہاں سے شیطان کی چوٹی نکلتی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ پورپ کی طرف منہ کئے ہوئے فرماتے تھے کہ دیکھو فتنہ ادہر سے نمودار ہوگا ادہر سے جہاں سے شیطان کی چوٹی نکلتی ہے۔

ف

نجد - عراق عرب - ایران اور ہند وغیرہ یہ سب ممالک مدینۂ منورہ کے پورپ کی طرف

اور اس طرح پر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہی حکم ہے مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا۔

پیشگوئی

(۴۹)

موجودہ زمانہ کے لوگوں کی حالت

بخاری عن عمران بن حصین رض عن النبی صلعم قال خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم قال عمران فما ادری قال النبی صلعم بعد قولہ مرتین او ثلاثا ثم یکون بعدھم قوم یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون ویظھر فیھم السمن۔

بخاری نے عمران بن حصین رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں پھر جو ان کے بعد والے ہیں (تابعین) پھر جو ان کے بعد والے ہیں (تبع تابعین) عمران کہتے ہیں مجکو یاد نہیں رہا کہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا (ثم الذین یلونہم) یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہونگے جو بن بلائے گواہی دینگے اور امانت میں خیانت کرینگے۔ ان کا کوئی بھروسا نہیں کریگا اور منت مانینگے لیکن پوری نہیں کرینگے۔ اور (کھا پیکر) موٹے بنیں گے۔

کہ مسلمانوں میں سے جو صلحار اُٹھتے ہیں اُن کا کوئی جانشین نہیں ہوتا۔ جب صلحا ایک ایک کر کے یونہیں اُٹھ جائینگے بلا اس کے کہ کوئی اُن کا قائم مقام ہو تو لازمی نتیجہ ہے کہ صرف خراب لوگ رہ جائیں۔ شاید کوئی وقت ایسا بھی آئے کہ کوئی بھی صالح نہ رہے

پیشگوئی

(۴۸)

بخاری عن ابن عمرؓ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض

بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دیکھو میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا کہ لگو ایک دوسرے کی گردنیں مارنے

ف

یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ صفت کفار ہے بس دو صورتیں ہیں یا تو اس فعل کی وجہ سے وہ کفار ہو جائیں یا وہ کافر ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگیں۔ یہ دوسری صورت وقوع پذیر نہیں ہوئی اس لئے لامحالہ پہلی ہی صورت ماننی پڑے گی جو عرف وعقل کے مطابق بھی ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے سوا اسلام کے دوسرے فرقہ کو بھی سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہیں مگر بعض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے ان کے قتل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام کے بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو کسی مسلمان کو اپنے یا اپنے پیشوا کے مخالف کی فرضی شکل بنا کر اور اسی مخالف کا فرضی نام رکھکر قتل کر دیتے ہیں اور

ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلعم لا تقوم الساعة حتی تلحق القبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تک میری امت کے بہت سے قبیلے مشرکوں میں نہ مل جائیں اور جب تک میری امت کے بہت سے خاندان بتوں کو نہ پوجیں قیامت نہیں قائم ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس بڑے جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے کو اللہ کا نبی سمجھیگا حالانکہ میں خاتم الانبیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ف

پہلی پیشنگوئی

مسلمانوں کا مشرکوں سے مل جانا۔ تلحق بالقبائل کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مشرکوں سے ساز باز رکھینگے اور اپنے دعوے اسلام کے ساتھ مشرکوں سے مل کر اسلام و اہل اسلام کی مخالفت کرینگے اور یہ بات ہم اس وقت ہندوستان میں اپنے آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے ہی کو مسلمان سمجھتا ہے آریوں اور ہندوؤں کا جنبہ لیکر اسلام اور اس کے پیروان سنت کی مخالفت کرتا ہے بلکہ اپنی دانست میں ان دشمنان اسلام کے محض خوش کرنے کے لئے اسلام کی بیخکنی کرتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔ دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ مسلمان مشرکوں کے سے اعمال اور بت پرستی کرنے لگیں گے جیسا کہ خود حدیث ہی

ف

اس زمانہ کے لوگوں کا حال جس کو ہم دیکھ رہے ہیں یا لوگوں سے سن رہے ہیں یا اخباروں کے ذریعہ سے معلوم کر رہے ہیں ایسا ہی ہے کہ جھوٹی گواہی دیں بن بلائے گواہی دینے کو آموجود ہوں تا اس ذریعہ سے کچھ کما لیں۔ امانت میں خیانت کریں۔

یہ تو عباد کے معاملہ میں ہے۔ خداوندی معاملہ کی صورت یہ ہے کہ منت مانیں اور پوری نکریں گویا خدا کو بھی فریب دے رہے ہیں۔

یہ حالت عام ہو رہی ہے اور اس کے خلاف بہت کم لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس مقام پر ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ بداخلاقی کب پیدا ہوئی لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل اسلام کی حکومت کمزور ہوئی تو عام قانون فطرت کے مطابق بداخلاقیاں پیدا ہو گئیں اور ہونے لگیں جن میں بداخلاقی زیر بحث بھی ہے۔

پیشنگوئی

(۵۰)

مسلمانوں کے بہت سے خاندان بت پرست ہو جائینگے

(۵۱)

مسلمانوں میں تیس جھوٹے مدعی نبوت ہوں گے

ابو داؤد والترمذی عن	ابوداؤد اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت

قال ان الدجال یخرج وان معه ماءً ونارا (آ) ومسلم عن النواس بن سمعانؓ قال قال رسول الله صلعم انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يميناً وعاث شمالا قلنا يا رسول الله وما لبثه فی الارض قال اربعون یوماً قلنا یا رسول الله وما اسراعهٗ فی الارض قال کالغیث استدبرته الریح فیاتی علی القوم فیدعوهم فیومنون به فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت ثم یاتی القوم فیدعوهم فیردونه علیه قوله فینصرف عنهم ویمر بالخربة فیقول لها اخرجی کنوزك فتتبعهٗ کنوزها

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک دجال اس حالت سے نکلیگا کہ اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور امام مسلم نے نواس بن سمعانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشک دجال اس راہ سے نکلیگا جو شام اور عراق کے بیچ میں واقع ہے پھر دائیں بائیں فساد برپا کریگا۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! زمین میں کتنے دن ٹھیریگا فرمایا چالیس دن۔ ہم نے پوچھا یارسول اللہ! وہ زمین میں کتنا جلد چلیگا فرمایا اس مینہ کی طرح جس کے پیچھے ہوا آتی ہے پھر دجال ایک قوم پر گذر کریگا تو اُن کو اپنی طرف بلائے گا وہ سب اُس پر ایمان لائینگے پس وہ ابر کو حکم دیگا تو وہ پانی برسائیگا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگائیگی پھر دجال ایک اور قوم پر گذر کریگا پھر ان کو اپنی طرف بلائیگا تو وہ انکار کرکے اس کا قول رد کردیں گے تو وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا اور دجال ویرانہ سے گذر کرے گا تو وہ ویرانہ سے کہیگا اپنے

میں صراحت ہے تو اس کا آغاز ہو چکا ہے اور یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے کیونکہ مسلمانوں میں بہت سی باتیں شرک کی پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً گور پرستی۔ تعزیہ پرستی۔ وامثال ذلک۔

دوسری پیشنگوئی

تیس جھوٹے مدعیان نبوت کا پیدا ہونا جن میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا جو سب سے پہلے مدعی نبوت ہوا اور آخر حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں قتل کر دیا گیا۔ دوسری سجاح بنت حارث تمیمی۔ تیسرے اسود علیس بن مذحج عنسی۔ چوتھے طلحہ بن خویلد ان سب کا حال قرآن مجید کی کسی پیشنگوئی میں گذر چکا ہے۔

حال میں ایک پنجابی شخص مرزا غلام احمد قادیانی گذرے ہیں۔ انہوں نے پہلے تو اسلام کی خدمتیں کیں مخالفین اسلام کو جواب دئے یکایک مسیح مثیل پھر مسیح سے مہدی موعود اور آخر میں نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اون کے مریدین نے علی الاعلان تقلیداً للشیخ محمد مصطفیٰ کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کر دیا اور حدیث لانبی بعدی کا کچھ لحاظ نہ کیا جس میں لا نفی جنس کا ہے۔ ان مہدی موعود اور مسیح مسعود نے ۱۳۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

اب بقیہ چھبیس کذابوں کی باری آنے والی ہے۔

پیشنگوئی (۵۲)

دجال کا ظہور

الشیخان عن حذیفۃؓ عن النبی صلعم | بخاری و مسلم نے حذیفہ سے روایت کی ہے

ولا لرهبة ولكن جمعتكم لان تميم الداري كان رجلا نصرانيا فجاء واسلم وحدثني حديثا وافق الذي كنت احدثكم به عن المسيح الدجال حدثني انه ركب في سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم و جذام فلعب بهم الموج شهرا في البحر فارفؤا الى جزيرة حين تغرب الشمس فدخلوا الجزيرة فلقيتهم دابة اهلب كثير الشعر ما يدرون ما قبله من دبره من كثرة الشعر قالوا ويلك ما انت قالت انا الجساسة انطلقوا الى هذا الرجل في الدير فانه الى خبركم

رسول خوب جانتا ہے فرمایا میں نے واللہ نہ تمکو ترغیب دینے کے لئے جمع کیا نہ ڈرانے کے لئے بلکہ یہ سنانے کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک مرد نصرانی تھا پس وہ آیا اور مسلمان ہوا اور مجھ سے ایک ایسی بات بیان کی جو موافق ہے اس خبر کے جس کو میں تم لوگوں سے مسیح دجال کے بارہ میں بیان کرتا تھا اس نے بیان کیا کہ وہ ایک دریائی کشتی میں سوار ہوا تیس آدمیوں کے ساتھ جو قبیلہ لخم و جذام سے تھے پس سمندر کی لہریں ایک مہینہ تک ان کو سمندر میں پھراتی رہیں پھر سورج ڈوبتے وقت ایک جزیرہ تک پہونچے پھر اس جزیرہ میں داخل ہوئے تو ملا اُن کو ایک ایسا شخص جس کے بدن پر کثرت سے بال تھے اور بالوں کی کثرت سے اُس کا آگا پیچھا معلوم نہ ہوتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا، ارے! تو کون ہے اس نے کہا میں جاسوس ہوں آؤ ذرا ایک اس مرد کو دیکھو جو اس دیر میں ہے کہ وہ تمھاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم داری کا

كما يسيب النحل ثم يدعو رجلا فيضربه بالسيف فيقطعه ضربتين ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه (۳) يضحك -

خزانوں کو باہر نکال تو اس کے خزانے دجال کے پیچھے ہو لینگے جیسے مکھیوں کے پیچھے شہد کی مکھیوں کے سردار پھر وہ ایک شخص کو بلائے گا پھر اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا پھر بلائیگا تو وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف (۳) متوجہ ہوگا درحالیکہ اس کا منہ چمکتا اور ہنستا ہوگا۔

مسلم عن فاطمة بنت قيس قالت سمعت منادي رسول الله ينادي الصلوة جامعة فخرجت الى المسجد فصليت مع رسول الله فلما قضى صلاته جلس على المنبر وهو يضحك فقال ليلزم كل انسان مصلاه ثم قال هل تدرون لم جمعتكم قالوا الله ورسوله اعلم قال اني والله ما جمعتكم لرغبة

مسلم نے قیس کی بیٹی فاطمہ رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کے موذن کو پکارتے ہوئے سنا "الصلوۃ جامعۃ" تو میں مسجد کی جانب نکلی پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے منبر پر بیٹھے درآنحالیکہ آپ ھنستے تھے پھر فرمایا کہ ہر انسان کو اپنا مصلے لازم پکڑنا چاہئیے - اس کے بعد فرمایا تم لوگ جانتے ہو میں نے تم لوگوں کو کس واسطے جمع کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا

نوح الاقد انذر الدجال قومه وانی انذرکموه فوصفه لنا قال لعله سيدركه بعض من رأنی اوسمع کلامی۔

کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نوح کے بعد کوئی نبی (ایسا) نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا اور میں (بھی)، تم کو اس سے ڈراتا ہوں پھر آپ نے دجال کی تعریف ہم سے بیان کر کے فرمایا کہ البتہ پائینگے دجال کو بعض وہ لوگ جنھوں نے مجکو دیکھا یا میری بات سنی ہے۔

(۵)

شرح السنة عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم يتبع الدجال من امتی سبعون الفاً

شرح السنۃ میں ابوسعید خدری رض سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیروی کرینگے دجال کی میری امت سے ستر ہزار لوگ۔

ف

اگرچہ دجال کی پیشنگوئیوں اور اس کے حالات میں بہت کثرت سے حدیثیں روایت کیگئی ہیں جن میں کی اکثر نامعتبر اور مشتبہ ہیں مگر ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے یہ پانچ صحیح حدیثیں ہی کافی سے زیادہ ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حدیثوں

بالاشواق قال فانطلقنا سراعا حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسان رأیناہ قط خلقا واشدہ وثاقا مجموعۃ یدہ الی عنقہ ما بین رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید قلنا ویلک ما انت قال انی مخبرکم انی المسیح وانی یوشک ان یوذن لی فی الخروج فاسیر فی الارض فلا ادع قریۃ الا ھبطتھا فی اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبۃ ھما محرمتان علی کلما اردت ان ادخل واحدا منھما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتا یصدنی عنھا الترمذی وابوداؤد عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ لم یکن نبی بعد

بیان ہے کہ پھر ہم جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ایک دیر میں داخل ہوئے تو اُس میں یکایک ایک بڑے انسان کو دیکھا کہ خلقت میں ویسا آدمی کبھی نہ دیکھا تھا بندھا ہوا تھا اس کا ہاتھ اس کی گردن تک اس کے دونوں زانو کا درمیانی حصہ اس کے ٹخنوں تک لوہے سے ہم نے پوچھا، ارے! تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں اور قریب ہے کہ مجکو نکلنے کی اجازت دیجائے تو میں زمین میں چل نکلونگا پھر نہ چھوڑونگا میں کسی قریہ کو مگر یہ کہ اس میں اترونگا چالیس راتوں میں سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ وہ دونوں مجھپر حرام ہیں۔ جب میں ان دو میں سے کسی میں داخل ہونے کا ارادہ کرونگا تو پھیر دے گا مجکو ایک فرشتہ جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہو گی کہ اس سے وہ مجکو وہاں جانے سے باز رکھیگا۔

ترمذی اور ابوداؤد نے ابو عبیدہ جراح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے

اہل یورپ خصوص ان کے پادری جس قدر اپنے مذہب کی اشاعت میں ساعی ہیں وہ دنیا پر مخفی نہیں ہے ہر وہ ذریعہ جس سے غیر قوم و مذہب کے لوگ عیسائی مذہب میں شامل ہوسکیں پادریوں کا عام طریقہ اشاعت مذہب ہے۔

اقوام یورپ اصلاح کا دعوی لیکر اٹھتے ہیں اور مصلح بنکر دنیا کے حصوں پر حکومت کرتے ہیں حال (سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء) میں اطالیہ نے ترکوں کے ساتھ جو چالبازی کی ہے جس طریقہ سے طرابلس الغرب پر قبضہ کرنا چاہا ہے اور جس بے دردی سے مسلمانوں کی خونریزی کی ہے اس سے اخبار کے اوراق اور تاریخ کے صفحے ہمیشہ رنگین رہینگے۔

اب مغرب اور سلاطین یورپ کے عام انداز حکومت پر لحاظ کرتے ہوئے ہمارے گورنمنٹ برطانیہ کی سرامن حکومت مغتنمات سے ہے لہذا مسلمانوں کو قرآن پاک کا واجب التعمیل حکم اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ اور رسول اور اپنے حاکم پادشاہ کی اطاعت کرو) ہمیشہ یاد رکھنا چاہئیے۔ لفظ منکم سے یہہ دہوکا نہیں کھانا چاہئیے کہ صرف مسلمان پادشاہ کی اطاعت فرض ہے۔ احکام شریعت کے ماننے والے مسلمان ہی ہیں اس لئے خطاب انہیں سے ہے اور اولی الامر منکم سے یہہ مراد ہے کہ ''اپنے بادشاہ کی اطاعت کرو'' خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔

ہمارے جد محترم علامہ نجم الدین عباسی چریا کوٹی نے اپنے خطب نجمیہ میں گورنمنٹ برطانیہ کے برکات و احسانات کی جو تفصیل کی ہے وہ قابل دید اور اس لایق ہے کہ ہر مسلمان اسکو توجہ سے پڑہے۔

(۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ دجال زمین میں کتنے دن ٹہریگا رسول اللہ صلعم نے

میں دجال سے کوئی فرد خاص مقصود نہیں ہے نہ یہہ کوئی مذموم لفظ ہے بلکہ دجال سے دجال صفت لوگ مراد ہیں اور دجال کی جو صفت بیان کیگئی ہے وہ بالکل اہل یورپ اور پادریوں پر صادق آتی ہے اور یہ ایک زبردست پشینگوئی ہے جو جو نہ صرف وفات رسول صلعم بلکہ کتب حدیث کی تدوین کے سیکڑوں برس کے بعد پوری ہوی اور ہورہی ہے۔

دجال کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

(۱)

وہ اس حالت سے نکلیگا کہ اُس کیساتھ آگ اور پانی ہوگا دیکھو حدیث (۱) نشان زدہ سرخ) پادریوں اور یورپ والونکی خاص اور ما بہ الامتیاز سواری جس نے انکو تمام دنیا میں پھیلا دیا ہے ریل ہے اور معلوم ہے کہ ریل آگ اور پانی دونوں قوت سے چلتی ہے

(۲)

دجال اس راہ سے خروج کریگا جو شام وعراق کے بیچ میں واقع ہے اور اس سے مراد ایشیائی روم ہے جس کے سیدھے طرف (مشرق کو) عراق ہے اور بائیں ہاتھ کو (جانب مغرب) شام واقع ہے۔ ایشیا میں ارض روم ہی عیسائیوں اور یورپ والوں کا ملجا و ماوا رہا ہے بخصوص رومن کیتھولک کا مرجع و قبلہ رومتہ الکبریٰ اٹلی تھا اور انہوں نے ایشیا میں اسی طرف سے خروج کیا اور یہیں سے رومن کیتھولک پادریو نکا اثر ایشیا میں عام ہوا صلیبی جنگ کا فتنہ عظیم اسی زمیں سے پیدا ہوا۔

(۳)

دجال دائیں بائیں فساد کرے گا۔

یورپ والوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ پانی برسنے کا راز معلوم کرلیں اور پانی برسانے پر قادر ہو جائیں کہ جب ضرورت ہو ابر، موجود کرکے برسالیا کریں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب کہیں کہیں ابر تھا تو توپوں کے سر کرنے سے کچھ کچھ پانی برس گیا اور کبھی کچھ بھی نہ برسا۔ غرض ابتک اس کوشش میں انہیں ذرا بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہاں مصنوعی طور پر مکان کے اندر خاص آلات و مصالح کے ذریعہ سے پانی برسا لیتے ہیں۔ پس حدیث میں پانی کا برسانا یا تو اسی شعبدہ بازی کا پانی برسانا مراد ہے یا ممکن ہے کہ یہی لوگ آئندہ چلکر اس راز کو پالیں اور پانی برسانے پر قادر ہو جائیں۔

میرے خیال میں پہلی ہی صورت مراد ہوگی یعنی یہی مصنوعی طور کا شعبدہ بازی سے پانی برسانا۔

رہی یہ بات کہ دجال زمین کو حکم دیگا تو وہ اُگائیگی، ظاہر ہے۔ مغربی حکیموں نے تجربات سے ایسے مصالح اور ایسی چیزیں مہیا کرلی ہیں جن کے استعمال سے درخت قبل از وقت تیار ہو جاتے ہیں اور حدیث کا یہی مطلب ہوگا کہ دجال کے حکم سے زمین اگانے لگیگی۔

(۸)

دجال ایک گروہ کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ انکار کرکے اس کا قول رد کردیں گے پھر وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا!

یہ گروہ علمائے اسلام اور سمجھداروں کا ہے جن پر پادریوں کی چالبازی کچھ اثر نہیں کرتی جنہوں نے بحث ومباحثہ میں ان کا ناطقہ بند کردیا اور آخر انہوں نے مسلمانوں سے بحث کرنا ہی چھوڑ دیا۔

(۹)

جواب دیا چالیس دن دیوم، کا لفظ شریعت میں مختلف معانی پر آیا ہے۔
قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ،، ہم نے زمین وسماوات کو چھ دنین پیدا کیا ہے
وہاں بھی یوم کی تفسیر میں بین العلماء المفسرین بہت سے اختلافات ومباحث ہیں یہاں تک
کہ علما کے ایک گروہ نے اس آیت کو یوم کی وجہ سے تشابہ قرار دیا چنانچہ انہیں علماء
میں ہمارے والد ماجد استاد مولوی محمد اعظم سلمہ اللہ عباسی چریاکوٹی ہین۔
کلام عرب میں یوم کے معنی وقت وزمانہ کے بھی آئے ہیں، بہرحال حدیث کا مطلب یہ ہی کہ دجال
ایک زمانہ تک زمین پر یونہیں فساد کرتا پھریگا اور اس فتنہ وفساد کا زمانہ بہت محدود ہوگا۔

(۵)

صحابہ نے پوچھا، یارسول اللہ! وہ دجال زمین میں کتنا جلد چلیگا؟ فرمایا اس مینہہ کی طرح
جس کے پیچھے ہوا آتی ہے اس سے مقصود ریل ہے اور یہ پیشنگوئی بالکل مطابق
واقع اتری ہے کیونکہ ریل کی سرعت رفتار ایسی ہی ہے اور تیزی حرکت کی وجہ سے
اس کے پیچھے ہوا کا آنا نہایت صحیح بیان ہے۔

(۶)

دجال کچھ لوگوں کو اپنی طرف بلائیگا اور وہ لوگ اس پر ایمان لائینگے۔ اور یہ ظاہر ہے
کہ پادریوں کی مشن دنیا کے ہر حصہ میں منتشر ہے انکی توجہ زیادہ تر اراذل اور کم درجہ
کے لوگوں پر ہوتی ہے اور ان میں سے اکثر ان کا مذہب قبول کرتے ہیں۔ اشراف
قوم میں زیادہ تر غریب نفوس ہی مذہب عیسوی قبول کرلیتے ہیں۔

(۷)

دجال ابر کو حکم دیگا تو وہ پانی برسائیگا اور زمین کو حکم دیگا تو وہ اُگائیگی۔

مردہ معلوم ہوتے ہوں پھر گرمی وغیرہ کے پہونچانے سے اصلی حالت پر آگئے ہوں۔ اس کا جواب ڈاکٹر نے کچھ نہ دیا گویا یہ سکوت لاجوابی کا سکوت تھا۔
ممکن ہے کہ آج کے ڈاکٹر جس تہ تک نہیں پہونچ سکے ہیں ایک زمانہ ترقی کا ایسا آئے کہ یورپ یا امریکہ کے دوسرے ڈاکٹر اس راز پر واقف ہو جائیں اور فی الحقیقت اچانک مرنے والے کو زندہ کرسکیں۔ لیکن یاد رہے کہ اچانک مرنیوالا اگر حقیقت میں مرگیا ہے تو اس کا زندہ کرنا محال ہے۔ ہاں اگر سلسلۂ حیات باقی ہے تو زندہ ہوسکتا ہے قال اللہ تعالیٰ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشینگوئی فرمائی کہ ایک زمانہ میں دجال مردہ کو زندہ کرنے کا دعوے کرے گا اور زندہ کردے گا۔ اس کا ایک جزو ہمارے سامنے ظاہر ہوگیا اور دوسرے جزو کی تحقیق و تفتیش میں حکمائے یورپ سرگرم ہیں بس اس سے اہل یورپ کا دجال ہونا ثابت ہوگیا۔

(۱۱)

حدیث شریف نمبر (۳) میں دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ مسیح مشتق ہے مساحت سے اور مساحت کے معنی ہیں "زمین ناپنا" تو دجال کو مسیح کا لقب اسی مناسبت سے دیا گیا کہ وہ تمام کرۂ ارض کو ناپ ڈالے گا (جیسا کہ اسی حدیث میں آگے چلکر بیان کیا گیا ہے) دجال کی یہ تعریف بھی اہل یورپ اور ان کے یادریوں پر ہو بہو منطبق ہوجاتی ہے جنھوں نے زمین کا چپہ چپہ ناپ ڈالا اور جہان بھر کو چھان مارا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو بھی اسی مناسبت سے مسیح کہا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ جم کر سکونت گزیں نہیں رہے بلکہ جب تک زندہ رہے کبھی یہود کے خوف سے کبھی کسی وجہ سے ہر طرف پھرا کرتے تھے ۱۲

دجال ویرانہ سے گزرے گا تو ویرانہ سے کہیگا ، اپنے خزانوں کو باہر نکال تو اس کے خزانے دجال کے پیچھے ہولیں گے ۔

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ علم الارض کے ذریعہ سے یا کچھ دوسرا اسباب ایسے پیدا ہوں گے جن سے یورپ کی فرمانروا قوم کو معلوم ہوجائیگا کہ فلاں ویرانہ میں خزانہ مدفون ہے یا سونے وغیرہ کی کان ہے جیسا کہ اب عام طور پر کسی مقام پر کسی کان کا ہونا پہچان لیا جاتا ہے۔ پس زمین سے خزانہ اگلوانے کے یہی معنی ہیں۔

دوسرا یہ کہ دجال ویران مقامات کو آباد اور غیر مزروع زمینوں کو مزروع اور قابل پیداوار کریگا۔ ہمارے نزدیک یہی معنی قرین قیاس ہے اور یہ معنی یورپ کے فرمانروا قوموں پر بالکل منطبق ہیں۔

(۱۰)

دجال زندہ کو مار کر پھر جلا دے گا ۔

سنہ کا واقعہ ہے کہ امریکا کے ایک ڈاکٹر[۱] نے دعوا کیا کہ جو شخص طبعی موت سے پہلے کسی ناگہانی وجہ سے مرجائے مثلاً ڈوب کر ، یا گر کر ، تو وہ زندہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بہت سی بلیوں اور کتوں پر اس نے تجربے کئے اور اپنی پندار میں ایک حد تک کامیاب ہوا ، اس پر ایک دوسرے ڈاکٹر نے اعتراض کیا کہ جن کتوں اور بلیوں کو ڈبا کر یا اسی طرح ناگہانی اسباب سے مارا گیا اور پھر جلا دیا گیا ہے ، ان پر زندہ کرنیکا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ درحقیقت اُن کے اجساد ارواح سے خالی ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ان میں روح باقی رہی ہو اور ظاہر میں

---

[۱] محبوب عالم ضمیمہ پیسہ اخبار سنہ ۔

دجال نے بیان کیا کہ وہ چالیس راتوں میں دنیا کے ہر حصہ پر پہونچ جائیگا۔ اگر ظاہری الفاظ پر ہی اعتبار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دجال کا چالیس راتوں میں دنیا کا دورہ کرنا ممکن یا آسان ہوگا اور اس کو اس امر پر قدرت ہوگی کہ اتنی قلیل مدت میں دنیا بھر کا دورہ کرلے۔ اب اس زمانہ میں ریل عام ہوگئی ہے یورپ و امریکا میں ریل کی رفتار بہت زیادہ تیز ہے۔ ہوائی جہاز ایجاد ہی ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ سریع الحرکت سواری ایجاد ہو لیکن بالفعل ریل اور جہاز ہی کو قرار دیا جائے تو چالیس دن میں تمام دنیا کا دورہ کرنا بہت آسان ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں چالیس راتوں سے کوئی زمانہ مراد ہو یعنی دجال ترقی کرکے ایک وقت میں تمام دنیا پر مسلط ہو جائیگا اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اہل یورپ ہی کل دنیا پر حاوی و مسلط ہیں۔

(۱۵)

پھر دجال نے زبان حال سے بیان کیا کہ میں مکہ و مدینہ میں نہ جاسکونگا۔ اور دیکھا جاتا ہے کہ اہل یورپ باوجود اس کے کہ کرۂ ارض پر ان کا سکہ چل رہا ہے اگر عالم پر اُن کی دھاک بیٹھی ہے مگر ان (مکہ و مدینہ) دو متبرک مقامات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تا بہ تسلط چہ رسد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر (۴) میں) فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھکو دیکھا ہے یا میری بات سنی ہے اُن میں سے بعض لوگ دجال کو پائینگے۔ حدیث نمبر (۳) سے تو ثابت ہوا کہ جناب سرور کائنات کے وقت میں دجال کا وجود تھا اور اس حدیث سے یہ صراحت نکلی کہ آپ کے بعض صحابہ دجال کو پائینگے اور یہ باتیں اہل یورپ ہی کے دجال ہونے کی تعیین کرلی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دجال یعنی اہل یورپ کو دیکھا اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر ۳ میں) فرمایا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا۔ وہ بعد کو مسلمان ہوا چالیس آدمیوں کے ساتھ دریائی کشتی میں سوار ہوا۔ جہاز بھٹک کر ایک جزیرہ کے پاس پہونچا اور یہاں (سمندر پار) اُن سے دجال سے ملاقات ہوی۔

اس حدیث میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ دجال کا ملجا و ماوا سمندر پار ہے اور یہ بہت سچ ہے کیونکہ یورپ سمندر پار ہی واقع ہے اور عرب و ایشیا کے لوگ یورپ میں اور یورپ کے لوگ ایشیا میں جہاز ہی پر آتے جاتے تھے اور آتے جاتے ہیں اس حدیث نے بالکل صراحت کردی کہ دجال اہل یورپ ہی ہیں۔

(۱۳)

یہ دجال لوہے (کی زنجیروں) سے بالکل بندھا ہوا تھا اور اس نے خود تمیم داری اور ان کے رفقاء سے بیان کیا کہ میں مسیح دجال ہوں (اس وقت تو میں جکڑ بند ہوں مگر) ایک وقت میں مجکو نکلنے کی اجازت دیجائیگی تو میں زمین پر چل نکلونگا اور دنیا کے قریہ قریہ اور کونہ کونہ میں پہونچ کے رہونگا۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی صفت جو کچھ بیان فرمائی دراصل ایک صحیح مکاشفہ تھا اور مکاشفہ ہمیشہ تمثیلی صورت میں ہوتا ہے اور یہ بھی ایک تمثیلی صورت ہی میں بیان کیا گیا ہے دجال کے اس وقت بندھے ہوے اور جکڑ بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ یورپ کے لوگ اس وقت بالکل جہالت اور تاریکی میں تھے پھر ایک زمانہ کے بعد وہ ترقی کرینگے تو تمام دنیا پر چھا جائیں گے جیسا کہ اس وقت مشاہدہ ہے۔

(۱۴)

احادیث مذکورہ اور ان کی اس شرح سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی جو صفت بیان فرمائی اور اس کے متعلق جو پیشینگوئی فرمائی وہ ہو بہو اہل یورپ پر ٹھیک اُتر گئی اور اس کے مصداق یہی اہل یورپ اور اُن کے پادری ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ دجال کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا اترنا، مہدیؑ کا پیدا ہونا، دنیا میں ایک عام مذہبی اور خونریز جنگِ عظیم کا ہونا، قسطنطنیہ کا فتح ہو کر عیسائیوں کے ہاتھ جانا پھر مسلمانوں کا اس کو فتح کر کے واپس لینا (وغیرہ وغیرہ) بھی حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے حالانکہ ابتک یہ کچھ نہیں ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان امور کا عین دجال کے ساتھ ہی وقوع پذیر ہونا مقصود نہیں ہے جیساکہ الفاظ حدیث سے خود ظاہر ہے بلکہ یہ کہ جب دجال کا فتنہ بہت عام اور ضرر رساں ہو جائے گا اس وقت اصلاح عالم کے لئے جناب مسیحؑ یا امام مہدیؑ ظاہر یا پیدا ہوں گے اور اسلام کو دجال (پادریوں) کے شر سے بچائیں گے بہرحال جو کچھ کہ ہو گا۔ پس ممکن ہے کہ ابھی فتنوں میں اور بہت زیادہ کثرت ہو اور آئندہ کسی وقت میں امام مہدیؑ پیدا ہوں کیونکہ ظہور امام مہدیؑ کے لئے ابھی بہت وقت باقی ہے۔ بہرحال جب کہ ابھی امام مہدیؑ پیدا ہی نہیں ہوئے تو اُن کی نسبت کچھ کہنا یا لکھنا قبل از وقت ہے۔ کسی پیشینگوئی کی نسبت وقوع سے پہلے کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔

ہم نے دجال سے دجال صفت لوگ یعنی اہل یورپ اور ان کے پادریوں کو مراد لیا ہے اور الحمد للہ کہ ہماری تشریح نے ہمارے دعوے کو ثابت کر دیا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے کوئی فرد خاص ہی مراد ہو اور آئندہ چل کر ایک فرد خاص ان صفات کا پیدا ہو مگر بالفعل تو یہ پیشینگوئی ظہور دجال کی بعینہ درست اُتر گئی اور اُتر رہی ہے۔ حدیث نمبر (۳۹ و ۴۰) میں اس امر کا صاف ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک

ان سے ان کے معاملات ہوئے چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینۂ منورہ سے اسلام کا ایک وفد قسطنطنیہ گیا جب کہ جبلہ بن ایہم غسانی مرتد ہوکر وہاں پہونچ گیا تھا اور عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا اور یہیں صحابہ رسول اللہ صلعم نے اہل یورپ سے ملاقات کی۔

اگر دجال سے اہل یورپ کو مراد نہ لیں تو یہ پیشینگوئی بالکل بےمعنی ہو جاتی ہے۔

(۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر ۵ میں) فرمایا کہ "میری امت سے ستر ہزار لوگ دجال کی پیروی کریں گے۔ ستر کا لفظ عربی محاورات میں بمعنی کثرت بولا جاتا ہے جیسا کہ اردو میں "سیکڑوں" کا استعمال ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمان بہت کثرت سے اہل یورپ کی پیروی کریں گے۔

پیروی کرنے سے اگر مذہب میں داخل ہونا مراد لیں تو ظاہر ہے کہ عوام کالانعام جو مذہب و ملت سے محض کورے ہیں کس قدر پادریوں کے دام فریب و ترغیب میں گرفتار ہوکر عیسائی ہوتے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ آگے چلکر اور بھی اسکی کثرت ہو جائے۔

اگر پیروی کرنے سے تقلید مراد ہے جیسا کہ مستنبط ہوتا ہے (اور یہی صحیح معنی ہیں) تو اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں میں کا ایک بڑا گروہ جدید بشتہ اہل یورپ کی تقلید کا دلدادہ ہے گو وہ کتنی ہی بیجا ہو اور اسی تقلید کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے سرمایۂ ناز اور موجب فلاح و بہبودی خیال کرتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۵؎ کتاب ابن بدرون عبد الملک بن عبد اللہ بن عبدون حضرمی ۱۲

سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان	پر دو فرشتے ہوں گے۔

ف

اس حدیث قدسی میں دو پیشنگوئیاں ہیں اور گویا دونوں پوری ہوچکیں۔

پہلی پیشنگوئی

دجال کا مدینہ پر قابو نہ پانا یا مدینہ میں دجال کا خوف نہ ہونا۔

پیشنگوئی نمبر (۱۵) میں ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ حدیث میں مسیح دجال سے اہل یورپ اور اُن کے پادری صاحبان مراد ہیں پس یہ پیشنگوئی انہیں سے متعلق ہے کہ وہ لوگ مدینہ پر قابو نہ پاسکیں گے۔ اور اس پیشنگوئی کی صحت عالم میں آشکار ہے۔

دوسری پیشنگوئی

مدینہ کے گرد حصار اور شہرپناہ میں سات دروازوں کا ہونا۔

بارھویں صدی عیسوی اور غالباً چھٹویں صدی ہجری میں قاسم الدولہ النوری نے مدینہ منورہ کو نئے سرے سے آباد کیا[۱]۔ اور شہر کے چوگرد ایک مضبوط حصار تعمیر کرایا۔ اس وقت شہرپناہ کے کل چھ دروازے تھے۔ مگر اب سات دروازے ہیں۔

تنبیہ

بخاری، مسلم اور ابوداؤد وغیرہ آئمہ حدیث نے اور بہت سی پیشنگوئیاں روایت

[۱] سیاحت مدینہ مرتبہ سر رچرڈ ڈایف۔ برٹن Pilgrimage to Almedina and Mecca by sir Richard F. Burton.

میں دجال کا وجود تھا اور آپ نے اس کے وجود کی صاف الفاظ میں خبر دی تو اب یہ خیال کہ دجال ایک فرد خاص آئندہ پیدا ہوگا خیال فاسد ہے جو تاریخ اور درایت و روایت سب کے تمام تر خلاف ہے پس پادریوں اور اہل یورپ کا دجال ہونا تیقن اور متحقق امر ہوا۔

پیشگوئی

(۵۳)

دجال مدینہ پر قابو نہ پاسکیگا

(۵۴)

مدینہ کے چوگرد شہر پناہ کی دیوار اور اس میں سات دروازے ہونگے

البخاری عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لھا یومئذ

بخاری نے ابو بکرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مدینہ پر مسیح دجال کا خوف داخل نہیں ہوگا۔ اس روز مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے

(۱۰) تین جگہ زمین کا دھنس جانا۔ مشرق۔ مغرب اور۔ جزیرۂ عرب میں۔
(۱۱) یمن سے ایک آگ ظاہر ہوگی جس سے ڈر کر لوگ ایک طرف کو جمع ہوں گے۔
(۱۲) ایک ہوا چلیگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدے گی۔
(۱۳) ایسے ہی فتنہ کے وقت حضرت عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ نزول اجلال فرماکر صلیب کو توڑینگے۔ سور کو قتل کریں گے اور جزیہ کو قایم کرینگے یعنی اباطیل عالم کو عموماً اور عیسائیون کے اباطیل کو خصوصاً ملیامیٹ کرکے دین اسلام کو ہر طرف رواج دینگے۔ یہیں سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ دجال یہی پادری واہل یورپ ہیں۔ کیونکہ صلیب اور سور کے اباطیل انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں مسیح علیہ السلام کے ساتھ یا ان سے پہلے امام مہدیؑ مسلمانوں میں سے پیدا ہوکر پیشوائے اہل اسلام ہوں گے۔ شاید کہ حدیثوں میں مسیحؑ اور مہدیؑ ایک ہی شخص کو کہا گیا ہو جو ایسے فتنہ کے وقت مسلمانوں کی دستگیری کرے گا مگر یہ خیال جمہور کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
(۱۴) قبیلہ دوس مرتد ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ۔
ان پیشینگوئیوں کو ہم نے اس لئے نظرانداز کردیا کہ وہ قرب قیامت سے متعلق ہیں اور ہنوز پوری نہیں ہوئیں پس وہ خصم کے لئے کوئی حجت نہیں ہوسکتیں۔

کی ہیں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں کیونکہ اُن کا زمانۂ وقوع قریب قیامت بتایا گیا ہے
ان میں سے بعض حدیثیں یہ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:۔
(۱) قیامت سے پہلے ایک شخص بنی قحطان میں کا بادشاہ ہو کر خروج کریگا
اور لکڑی سے لوگوں کا ہنکاتا پھریگا (مسلم)
(۲) قیامت سے پہلے روم کے لوگ اعماق یا وابق میں اتریں گے پھر اُن پر
مدینہ کا ایک لشکر خروج کرے گا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ ہوگی۔ ایک
ثلث مسلمان شکست کھائینگے۔ ایک ثلث قتل ہوں گے۔ ایک ثلث جو
باقی بچیں گے عیسائیوں پر غالب آئینگے پھر یہ لشکر اسلام قسطنطنیہ کو فتح کرے گا
(اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب شہر قسطنطنیہ نصاریٰ
کے قبضہ میں آجائیگا جیسا کہ دوسری حدیثوں میں صداقت ہے اور جس کے
آثار اب شروع ہونے لگے ہیں۔
(۳) مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ لوگ اپنے مال کی زکات لیکر نکلیں گے اور کوئی
اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا۔
(۴) دریائے فرات سے خزانہ نکلیگا اور اس کے لئے بڑی خونریزی ہوگی۔
(۵) ایک بڑی آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو پورب سے پچھم کی طرف لیجائیگی۔
(۶) ایک دھواں پیدا ہوگا جو تمام عالم پر چھا جائیگا۔
(۷) ایک جانور دابۃ الارض نکلیگا جو بات کرے گا اور مسلمان کو کافر سے
شناخت کرلے گا۔
(۸) آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔
(۹) حضرت عیسیٰ ابن مریم خود (اگر زندہ ہیں) یا کوئی مثیل مسیح آکر امت کی اصلاح
کریگا مگر اس وقت جبکہ دجال کا فتنہ و فساد بہت عام اور مضر ہو جائے گا۔

ف

اس واقعہ کے تقریباً سترہ[1] برس کے بعد حضرت عمر[1] فاروق اعظم[رض] اور ستائیس[2] برس کے بعد حضرت عثمان[رض] شہید ہوئے۔

پیشنگوئی

(۵۶)

لوگ عثمان[رض] کو خلافت سے علیحدہ کرنا چاہینگے

الترمذی عن عائشۃ[رض] ان النبی صلعم قال یا عثمان لعل اللہ یقمصك قمیصا فان ارادوك علی خلعه فلا تخلع لهم۔

ترمذی نے عائشہ[رض] سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان سے فرمایا کہ اے عثمان! البتہ اللہ تم کو ایک قمیص پہنائیگا تو اگر لوگ اس کے اتروا لینے کی تم سے کوشش کریں تو تم اس کو اُن کے کہنے سے نہ اُتارنا۔

ف

یہ پیشنگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اکیس[1] برس کے بعد پوری ہوئی۔ اس کا قصہ بہت طویل اور کتب سیر و تواریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ جناب عثمان ذوالنورین[رض] کے آخر زمانہ خلافت میں مصر کے لوگ عامل مصر کی شکایت لیکر دارالخلافۃ مدینہ میں حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے خلیفۂ برحق نے ان کی فریاد سنی۔ ان کی دادرسی کی۔ عامل کو معزول کر کے محمد بن

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲

دوسرا باب

ان پیشنگوئیوں میں جو کتب حدیث کی تدوین سے پہلے پوری ہوگئیں

پیشنگوئی

(۵۵)

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت

البخاری عن انسؓ ان النبی صلعم صعد اُحدًا وابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیك نبیٌّ وصدیق وشھیدان

بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کوہ احد پر چڑھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ آپ کے ساتھ ساتھ تھے اتنے میں بھونچال آیا تو آپ نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ اے احد! ٹھیر جا کہ تجھ پر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ترمذی عن مرۃ بن کعبؓ قال سمعت من رسول اللہ صلعم انہ ذکر الفتن فقربھا فمر رجل مقنّع فی ثوب فقال ھٰذا یومئذٍ علی الھدیٰ فقمت الیہ فاذا ھو عثمان بن عفان فاقبلت علیہ بوجھہ فقلت ھٰذا قال نعم۔	ترمذی نے مرہ بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا پھر اُن کے وقوع کا زمانہ قریب بتلایا اتنے میں ایک شخص (چہرہ پر) کپڑا اڑائے ہوئے ادہر سے گذرا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص اس وقت حق پر ہو گا۔ یہ سنکر میں اس شخص کی طرف لپکا تو دیکھا کہ وہ عثمان بن عفانؓ ہیں بس میں نے ان کے چہرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر کر پوچھا کہ کیا یہی شخص؟ (اس وقت حق پر ہو گا) آپ نے فرمایا ہاں۔

ف

اسی کی ہم معنی ایک حدیث بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ میرے بعد عنقریب فتنہ وفساد میں پڑیں گے، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ پھر آپ ہمکو کیا حکم دیتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ آپ نے عثمانؓ کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا، تم (اس) بادشاہ اور اس کے یاروں کی متابعت کرنا۔

ایسی ہی ایک حدیث بخاری ومسلم نے ابوموسی اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میں یا رسول اللہ صلعم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کھلوایا۔ رسول اللہ نے فرمایا، جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو، میں نے دروازہ کھولا تو ابوبکرؓ تھے۔ میں نے

ابی بکرؓ کو عامل مصر مقرر کیا وہ مصر کو روانہ ہوئے مگر کسی فتنہ انگیز کی ایک مکاری کی وجہ سے رستہ سے واپس ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔ مصر والوں نے خلیفہ سے بغاوت کی۔ آپ کو محصور کر کے آمدورفت بند کر دی اور آپ کو مجبور کیا کہ یا تو آپ اس مفسد کو (جو بہ قول مشہور، مروان تھا) ہمارے حوالے کر دیں یا خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مروان کو تو میں حوالے کر نہیں سکتا، تم اس پر جرم ثابت کرو سزا دینا میرا کام ہے اور خلافت سے بھی میں دستبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے مجکو بشارت دی ہے کہ اللہ تمکو ایک قمیص پہنائیگا اور لوگ تم سے اس کے اتروانے کی کوشش کرینگے سو تم ہرگز اُس قمیص کو نہ اتارنا۔ وہ پیشگوئی آج پوری ہوئی کیونکہ وہ قمیص یہی خلافت کی قمیص ہے جسکو تم مجھ سے چھیننا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ میں امر خلافت سے اپنے کو کبھی سبکدوش نکروں گا۔ آخر کو باغیوں نے اس خلیفۂ برحق کو شہید کر دیا۔

پیشگوئی

(۵۷)

حضرت عثمانؓ کی عہد میں فتنوں کا ہونا

(۵۸)

آپکا بلا میں پھنسنا۔ حق پر ہونا اور مظلوما شہادت پانا

پیشنگوئی

(۵۹)

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی خانہ جنگی

الشیخان عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتیٰ تقتتل فئتان عظیمتان من المسلمین فیکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ دعوٰتھا واحدۃ۔

بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں قتال نہ کریں اور اُن دونوں کے درمیان جنگ عظیم ہوگی درحالیکہ دعوے دونوں کا ایک ہی ہوگا۔

ف

یہ پیشنگوئی اُس جنگ سے پوری ہوگئی جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان میں واقع ہوئی کہ دونوں فریق مسلمان تھے اور دونوں کا دعوے ایک ہی تھا یعنی ہر ایک اپنے کو مسلمان کہتا اور اپنے کو برسر حق مستحق خلافت سمجھتا تھا اسی جنگ کو جنگ صفین کہتے ہیں۔ اس میں قریب ستر ہزار مسلمانوں کے قتل ہوگئے۔ جو جنگ حصول خلافت کے لئے بنی امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان اور پھر بنو عباس اور بنو علی کے مابین واقع ہوئی اس پر بھی یہ پیشنگوئی صادق اترتی ہے مگر رسول کے بعد اس نہج کی پہلی جنگ جنگ صفین تھی اس لئے اس کو مصداق

رسول اللہ کی خوشخبری سنادی ابوبکر رضؓ نے خوش ہوکر اللہ کی حمد وثنا کی۔ اتنے میں دوسرے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے۔ میں نے رسول اللہ کی بشارت پہونچائی اور وہ بھی خوش ہوکر خدا کی حمد وثنا کرنے لگے۔ اس کے بعد تیسرے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا تب رسول اللہؐ نے فرمایا جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو مگر یہ شخص ایک فتنہ میں گرفتار ہوگا۔ ابکی مرتبہ جو دروازہ کھولتا ہوں تو عثمان بن عفان رضؓ تھے۔ میں نے رسول اللہؐ کی فرمائی ہوئی بشارت دُہرادی اور عثمان رضؓ نے خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ بہتر مددگار ہے۔

ان حدیثوں میں تین پیشنگوئیاں ہیں۔

اوّل:۔ یہ کہ حضرت عثمان رضؓ کے وقت میں ایک فتنہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے آخر زمانۂ خلافت میں مصر کے کچھ باغیوں نے بغاوت کرکے ایک طوفان عظیم برپا کردیا۔

دوسرے:۔ یہ کہ آپ شہید ہوں گے اور ایسا ہی ہوا کہ ان پاجی بلوائیوں نے امام برحق کو قتل کردیا۔

تیسرے:۔ آپ کا جنتی ہونا جو اپنے وقت پر ثابت ہوگی۔

چوتھے:۔ یہ کہ آپ اُس وقت حق وہدایت پر ہوں گے اور یہی مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے۔

سیکون فی امتی اختلاف وفرقۃ قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیۃ لا یرجعون حتی یرتد السھم ھم شر الخلق -

عنقریب اختلاف اور پھوٹ پڑے گی ایک قوم ہوگی جو بات اچھی کرے گی اور کام خراب کریگی۔ وہ قوم قرآن پڑھیگی (مگر) وہ اُن کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین سے نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے وہ رجوع نہیں ہوں گے جب تک (نکلا ہوا) تیر واپس نہ ہو۔ وہ دنیا میں بدترین لوگ ہوں گے۔

ف

ان حدیثوں میں چار پیشینگوئیاں ہیں -

(۱) مسلمانوں میں اختلاف کا پڑنا چنانچہ جناب علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں جو لڑائی ہوئی وہ صرف اختلاف پر مبنی تھی اور یہ بات غلط ہے کہ جناب معاویہ رضہ نے حضرت علیؓ پر خروج کیا تھا۔

جب ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو جائے اور بیعت کرنے والے ارباب حل وعقد سے بھی نہ ہوں تو وہ شخص انہیں لوگوں کا خلیفہ ہو گا جنہوں نے اسکی بیعت کی ہے۔ جنہوں نے بیعت نہیں کی ہے ان لوگوں کا وہ خلیفہ یا امام نہیں ہوسکتا پس بیعت نکرنے والوں کا خروج، خروج علی الامام یا بغاوت نہیں کہا جا سکتا جب حضرت امیر معاویہ نے نہ تو حضرت علی کو خلیفہ تسلیم کیا نہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی وہ خود مدعی خلافت تھے پس وہ بغاوت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور اگر اس کو بغاوت

قرار دیتے ہیں۔

پیشنگوئی

(۶۰)

مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ پڑیگا

(۶۱)

خوارج کا ظہور اور ان کا اپنی حرکت سے باز نہ آنا

مسلم عن ابی سعید الخدری رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون من امتی فرقتین فیخرج من بینھما مارقۃ یلی قتلھم اولٰھم بالحق ابو داؤد عن انس بن مالک رض قال قال النبی صلعم

مسلم نے ابوسعید خدری رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت کے دو فرقے ہو جائینگے پھر ان دونوں کے درمیان سے ایک خروج کرنے والا فرقہ پیدا ہوگا جسکو دونوں گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا۔

ابوداؤد نے انس بن مالک رض سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت میں

خلاف اور یہ ایسے ہی لوگ تھے کہ ظاہر میں تو بڑے دیندار تھے مگر اپنے امام کی لشکر سے ناجائز طور پر جدا ہوئے جس سے بڑی خرابی پیدا ہوئی۔

(۴) خوارج اپنے اخلاق رویہ اور عادات خبیثہ سے باز نہ آئیں گے جب تک کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہ آ جائے یہ تعلیق المحال بالمحال ہے جس طرح قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گذر جائے۔ مطلب یہ کہ نہ کمان سے نکلا ہوا تیر پھر سکتا نہ خوارج اپنی عادات سے۔ اسی طرح مشرکین کا جنت میں داخل ہونا اور اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذرنا ایک حکم میں ہے یعنی نہ وہ ہو سکتا نہ یہ ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج اپنی عادات وعقائد فاسدہ سے باز نہ آئے۔ بہت سے قتل وغارت ہو گئے اور جو بچ گئے وہ اسی طرح اپنی حالت پر قائم رہے اور آج بھی دنیا میں وہ گروہ باقی ہے۔

تنبیہ

خوارج شیخین (ابوبکرؓ وعمرؓ) کو مانتے ہیں اور ختنین (عثمانؓ وعلیؓ) کو نہیں مانتے ان کے مقابل میں شیعہ امامیہ ہیں جو اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ۔ فاروقؓ۔ عثمانؓ) کو نہیں مانتے اور حضرت علی رضؓ کا درجہ رسول سے بھی زیادہ قرار دیتے ہیں۔
ان میں کا ہر ایک گروہ، دوسرے پر اور دوسرے کے بزرگوں پر لعنت کرتا ہے۔
میرے والد ماجد استاذی علامہ محمد اعظم مدظلہ ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "میں نے ایک کتاب خوارج کے مذہب کی دیکھی ہے جس میں مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ کی تکفیر پر (معاذ اللہ) ستو دلیلیں قائم ہیں پھر سلسلہ وار اس نے بیان کرنا شروع کیا۔ میں گیارہ تک پہونچا تھا کہ پھر نہ دیکھ سکا۔

مان لیا جائے تو یزید اور حضرت حسین بن علیؓ کے معاملہ میں مشکل پڑ جائے گی کیونکہ یزید کے ہاتھ پر عام بیعت ہو چکی تھی اور امام حسینؓ نے اُن پر خروج کیا تھا۔

(۲) مسلمانوں میں پھوٹ کا پڑنا اور دو فرقوں کے درمیان سے ایک خروج کرنے والے کا نکلنا اور یہ وہ پھوٹ ہے جو خوارج اور حضرت علیؓ کے لشکر یوں میں ہوئی یہانتک کہ نوبت جنگ کی پہونچی اور خارجیوں کا قتل عام ہوا۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ سے لڑائی ہو رہی تھی کہ اسی درمیان میں ایک گروہ خوارج مذکورہ کا خود حضرت علیؓ کے لشکر سے پھوٹ پڑا۔ انہوں نے اپنے ہی امام جناب علی مرتضیٰؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور آخر حضرت علیؓ نے ان کا قلع قمع کیا۔

اختلاف اور فرقہ میں فرق ہے۔ اختلاف سے مراد اختلاف فی الرائے ہے۔ فرقہ کے معنی جدا ہونے کے ہیں یعنی گروہ سے جدا ہو جانا جسکے مفاسد ظاہر ہیں۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں جو قتال واقع ہوا وہ محض اختلاف کی وجہ سے تھا جس میں جناب معاویہؓ سے ایک اجتہادی خطا یا چوک ہو گئی تھی۔ بخلاف اس کے حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان جو قتال وجدال ہوا وہ در اصل فرقہ یعنی پھوٹ تھا کیونکہ خوارج حضرت علیؓ کی لشکر کے لوگ تھے انہوں نے ناجائز طور پر حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑا۔ مخالفت اختیار کی۔ بغاوت پر کمر باندھی۔ ان کے ناشائستہ حرکات سے مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے ان کے استیصال کا قصد کیا۔ خارجیوں نے امام کا مقابلہ کیا اور آخر سب نے شکست فاش کھائی۔

اب دیکھو کہ حدیث میں پہلے اختلاف کا لفظ ہے اس کے بعد فرقہ کا اور اسی طرح واقع بھی ہوا کہ پہلے امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں اختلاف پڑا اور اس اختلاف کے اثنا میں خوارج کا گروہ پیدا ہو گیا۔

(۳) خوارج کی سیرت کا بیان کہ ان کی باتیں اچھی ہونگی اور کردار بالکل اس کے

پیشگوئی

(۶۳)

مسلمان ایک قوم سے لڑینگے اور وہ مال دیکر جانیں بچا لینگے

ابو داؤد عن رجل من جهينة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعلكم تقاتلون قوماً فتظهرون عليهم فيتقونكم باموالهم دون انفسهم و ذراريهم فيصالحونكم على صلح فلا تصيبوا منهم فوق ذلك فانه لا يصلح لكم۔

ابو داؤد نے ایک جہنی مرد سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شاید تم لوگ (آئندہ) ایک قوم سے لڑوگے اور اُن پر فتح پاؤگے پھر وہ لوگ کچھ مال وتکریم دیکر اپنی اور اپنی اولاد کی جانیں تم سے بچا لینگے اس کے بعد وہ لوگ تم سے ایک (معین مال) پر صلح کر لینگے پس تم اُن سے (معین مال سے کچھ) زیادہ نہ لینا کیونکہ یہ زیادتی تمکو ہرگز جائز نہیں ہے۔

ف

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اور اس کے بعد بھی اکثر اسی طرح صلح ہوی چنانچہ خاص دمشق کا واقعہ زیادہ مشہور ہے کہ آیا وہ صلحاً فتح ہوا یا عنوۃً اور بالآخر صلحاً ٹھیرا اور مسلمانوں نے

پیشنگوئی

(۶۲)

طلحہؓ کی شہادت

الترمذی عن جابرؓ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی طلحۃ بن عبد اللہؓ قال من سرہ ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبد اللہؓ

ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبد اللہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے شہید کے دیکھنے کا خواہشمند ہو وہ طلحہ بن عبد اللہؓ کو دیکھ لے۔

ف

اس حدیث میں حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ کے شہادت کی پیشنگوئی کی گئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ جمل میں جب آپ حضرت علیؓ کی نصیحت سے متاثر ہو کر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لشکر سے نکل گئے تو مروان نے آپ[1] کو شہید کر دیا یا کرا دیا۔

[1] روضۃ الصفا۔

پھر جنگ کی تیاری ہونے لگی مگر اس اثنا میں حضرت حسنؓ کے شیعہ نے آپکے ساتھ ناگوار بدسلوکی کی جس کی وجہ سے حضرت حسنؓ کا اپنی شیعہ کی طرف خیال وفاداری کمزور ہوگیا اور ان کو محسوس ہوا کہ ایسی غدار و بیوفا جماعت کے بھروسہ پر مسلمانوں کی خونریزی عبث ہے۔ غرض آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت اُن کے سپرد کردی اور یہ بہت اچھا ہوا۔

پیشنگوئی

۶۵

اللہ مسلمانوں کو بادشاہ بنائیگا

مسلم والنسائی عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ تعالیٰ مستخلفکم فیھا فناظر کیف تعملون

مسلم اور نسائی نے ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا شیریں سرسبز ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمکو دنیا میں بادشاہ بنائیگا پھر دیکھیگا کہ تم (حصول بادشاہت کے بعد) کیسے کام کرتے ہو؟

ف

یہ پیشنگوئی بہت جلد پوری ہوی اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی دنیا میں مسلمانوں کا ہر طرف عمل دخل شروع ہوگیا اور آخر کار ان کی ایک عظیم الشان خلافت وسلطنت قائم ہوگئی جس کا اثر آج بھی دنیا میں باقی ہے

اس سے زیادہ تصرف نہ کیا۔[1]

پیشنگوئی

(۶۴)

امام حسنؓ دو بڑے لشکروں میں صلح کے باعث ہونگے

البخاری عن ابی بکرۃؓ قال رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علیؓ الی جنبہ ویقول ان ابنی ھذا سیّد و لعلّ اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین

بخاری نے ابوبکرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا درحالیکہ امام حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں تھے اور آپ فرماتے تھے کہ بلاشک یہ میرا بیٹا سردار ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان میں صلح کرا دیگا۔

ف

امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہونے کی پیشنگوئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب امام حسنؓ اپنے باپ کے جانشین و خلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

[1] فتح الشام ۱۲

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من خراسان رایات سود لا یردھا شیئ حتے تنصب بایلیا

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے انہیں کوئی چیز نہ روک سکیگی یہانتک کہ وہ بیت المقدس میں گاڑے جائینگے۔

ف

یہ پیشینگوئی خلافت عباسیہ کے قائم ہونے کی ہے جو وفات رسول خدا صلعم سے ڈیڑہ سو برس کے بعد پوری ہوی۔ عباسیوں کا شاہی بانا اور لوا رسیاہ تھا۔ اُن کے بارہ نقبا ریں سے ایک ابو مسلم مروزی تھا جس کا مستقر خراسان میں تھا۔ بعض وجوہ سے اس کو قبل از وقت اُٹھ کھڑا ہونا پڑا اور سب سے پہلے عباسیوں کی خلافت کے سیاہ جھنڈے خراسان ہی سے نکلے اور اُن کو کوئی دنیاوی طاقت نہ روک سکی تا آنکہ وہ بیت المقدس وغیرہ تمام بڑے بڑے مقامات پر لہرانے لگے۔

پیشینگوئی

(۶۸)

لوگ علم کی طلب میں اونٹوں پر سفر کرینگے

(۶۹)

سلہ تاریخ ابن اثیر

پیشنگوئی

(۶۶)

ایک شہر بصرہ آباد ہوگا

ابوداؤد عن انسؓ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس یمصرون امصارا وان مصرا منہا یسمی البصرۃ

ابوداؤد نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بہت سے شہر آباد کریں گے اور انہیں میں سے ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہوگا۔

ف

یہ شہر بصرہ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں دریائے شط النہر (فرات) کے کنارے آباد کیا گیا تھا۔

پیشنگوئی

(۶۷)

خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے

الترمذی عن ابی ھریرۃؓ

ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت

زمانہ کے بعد پھر یہ کام ہی نہ ہو سکے اور یہ وجہ بھی ہوی کہ وضعی حدیثیں کثرت سے
شائع ہونے لگیں جس کی اصلاح از بس ضروری تھی۔
اس خیال کے ساتھ ہی ہر طرف سے عاشقان کلام مصطفوی اور مشتاقان
احادیث احمدی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حدیثوں کے جمع و تنقید میں لگ گئے
پھر تو صدیوں تک اس کا سلسلہ نہ ٹوٹنے پایا۔ جہاں خبر ملی فلاں مقام پر ایک
شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہے تو چل کھڑے
ہوئے۔ ایک ایک حدیث کے لئے منزلوں کی راہ طے کر لینی اُن کیلئے
ادنیٰ بات تھی۔

دوسری پیشگوئی

سب سے بہتر مدینہ کے عالم ہوں گے۔ شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس سے
اشارہ امام مالکؒ کی طرف ہے جو عالم مدینہ کے نام سے مشہور ہیں اور جیسا کہ
عبدالرزاق رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔
حدیث کی کتابیں تو بہت لوگوں نے مرتب و مدوّن کیں مگر امام مالکؒ کی موطا سے
بہتر کوئی کتاب معتبر نہیں ہوی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں امام مالک
مدنیؒ سے بڑا عالم کوئی نہ تھا جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ نے شرح موطا میں تحریر فرمایا ہے۔

میں کہتا ہوں

کہ شارحین حدیث اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی یہ رائے اس قدر تو بہت صحیح ہے
کہ فن حدیث میں پہلی کتاب معتبر جو مرتب ہوئی وہ موطا امام مالکؒ ہے اور اس میں

اور مدینہ کے عالم سے بہتر کوئی نہ ہوگا

الترمذی عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل فی طلب العلم فما یجدون اعلم من عالم المدینة

ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ لوگ علم کی طلب میں اونٹوں پر سفر کرینگے تو مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کسی کو نہ پائینگے۔

ف

حدیث میں دو پیشنگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

لوگوں کا طلب علم میں اونٹوں پر سفر کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو آپ کی حدیثوں کے جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کی ذات سراپا برکات خود موجود تھی۔ آپ کے بعد صحابہ کا زمانہ آیا۔ اس عہد میں بھی جمع احادیث کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اس لئے کہ صحابہ قرآن کے معانی سے واقف تھے اور اپنے کانوں رسول کی زبان سے حدیثیں سنے ہوئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین آئے جو صحابہ رسولخدا کے صحبت یافتہ تھے لہذا یہ عہد بھی حدیثوں کے جمع کرنے کی ضرورت سے مستغنی رہا جب یہ زمانہ بھی قریب الاختتام ہو چلا اور رسول اللہ صلعم سے بُعد ہونے لگا تو احادیث نبوی کے جمع کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہوی کہ مبادا اس

اب سنئے کہ اگر ہاتھ کھولکر دیر تک نماز میں کھڑا رہنا پڑے تو انگلیوں میں خون اترتا ہے البتہ اس صورت میں ہاتھ کو ہلاتے رہنا مفید ہے مگر وہ فعل کثیر اور آداب صلوٰۃ کے خلاف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا بھی تکلیف دہ اور بدنما ہے کیونکہ یہ وضع، وضع طبیعت سے بالکل بعید ہے اور ان دونوں باتوں کا تجربہ مجکو بارہا ہوا ہے۔ بخلاف ان کے تحت السرہ یا علی السرہ یعنی ناف کے اوپر یا نیچے ہاتھ باندھنا وضع طبیعت کے قریب ہے اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھدینے کی وجہ سے خون بھی نہیں اترتا اس فائدہ کو یقینی طور پر معلوم کرلنے کے بعد میں نے سینہ پر ہاتھ باندھنا قطعاً چھوڑ دیا۔ غرض اس قسم کے اکثر مسائل ہیں جو امام اعظمؒ کی ذہانت، دقت نظر، ان کے وفور علم اور افضلیت کو ثابت کرتے ہیں۔

پیشگوئی

(۷۰)

یمن۔ شام اور عراق کی فتح

الشیخان عن سفیان بن زھیرؓ قال قال رسول اللہ صلعم تفتح الیمن فیاتی قومٌ یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم

بخاری ومسلم نے سفیان بن زہیرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک یمن فتح ہوگا تو ایک قوم جلدی کرتی ہوئی آئیگی پھر اٹھالیجائیگی اپنے گھر والوں کو اور ان کو

بھی کوئی شبہ نہیں کہ امام مالکؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے لیکن اس حدیث میں عالم مدینہ سے امام مالکؒ کو مراد لینا بلا دلیل ہے حدیث میں نام نہیں لیا گیا ہے اور نہ ایسی علامتیں بیان کی گئیں جو امام مالکؒ پر ہی منطبق ہوں اس لئے یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ عالم مدینہ سے مالک رحؒ ہی مراد ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ مدینہ میں کوئی ایسا عالم ہو جس سے زیادہ اسلامی دنیا میں کوئی ذی علم نہ ہو۔

یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ امام مالکؒ کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ انہیں کے ہمعصر تھے۔

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ نے فن حدیث میں کوئی کتاب مدون نہیں کی لیکن قرآن میں اور نیز ان احادیث میں جو ان کی سندیں ہیں امام کی نظر بہت غائر تھی۔ خاصکر حرام و حلال میں اُن سے بہتر کسی کا مذہب نہیں ہے اور فن فقہ تو سوائے حنفیوں کے کسی کا بھی مکمل نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی صواب اندیشی اور دقت نظر وغیرہ ان کی افضلیت کی کافی دلیل ہے اور یہ افضلیت مجموعی حیثیت کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض بعض جزوی میں تو ہر ایک دوسرے سے افضل ہے۔

بہت باتیں ایسی ہیں جو مدتوں بعد حل ہوتی ہیں مثلاً نماز میں ہاتھوں کے باندھنے اور چھوڑنے کے متعلق میں عرصہ تک تحقیق کے صحرا میں سرگرداں رہا۔ آخر یہ بات متحقق ہوئی کہ ارسال (ہاتھ چھوڑنا) غلط ہے اور وضع یدین اتنا ہی ثابت ہوا کہ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی۔ یعنی رسول اللہؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا خواہ سینہ کے نیچے ہو یا سینہ کے اوپر ہو یا ناف کے نیچے ہو۔ اگرچہ فوق الصدر کی احادیث زیادہ ہیں مگر سب قلیل الا فادہ

پیشنگوئی

(۱۷)

روم اللہ کی مدد سے فتح ہوگا

مسلم عن عقبۃ بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتح علیکم الروم یکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلھو باسھمہ

مسلم نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب تم روم کی سلطنت کو فتح کروگے اور اللہ تم کو بس ہوگا پس تم میں کا کوئی شخص اپنی تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہ ہو۔

ف

شام۔ واناطول۔ قبرس اور بنادرشام وغیرہ رومیوں کے تصرف میں تھے۔ شام وغیرہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں[۱] اور قبرس وغیرہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں امیر[۲] معاویہ رضؓ کے ہاتھ پر مفتوح ہوئے اور خود امیر معاویہؓ بھی اپنے عہد[۳] خلافت میں کچھ کچھ پیشقدمی کرتے رہے۔ **عباسیوں** نے تمام ایشائی حصہ کو لے لیا اور قیصر قسطنطنیہ کو باجگذار بنا دیا پھر سلطان ترکی محمد ابو الفتح نے خاص دارالسلطنت قسطنطنیہ کو فتح کرلیا اور اس روز یہ پیشنگوئی گویا اچھی طرح

---

[۱] تاریخ کامل۔ [۲] ابن اثیر۔ [۳] ابن اثیر۔

وَالمدینۃ خیر لھم لوکانوا یعلمون وتفتح الشام فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم وَالمدینۃ خیر لھم لوکانوا یعلمون وَتفتح العراق فیاتی قوم یبسون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینۃ خیر لھم لوکانوا یعلمون

جو ان کا کہا مانیں گے حالانکہ مدینہ کا رہنا اُن کے حق میں بہتر ہوگا بشرطیکہ سمجھیں اور شام کا ملک فتح ہوگا تو بعض لوگ جلدی کرتے ہوئے آئینگے پھر اٹھا لیجائینگے اپنے گھر والوں اور اپنے کہنا ماننے والوں کو حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ اُن کے حق میں بہتر ہے اور فتح ہوگا عراق کا ملک تو بعض لوگ جلدی کرتے ہوئے آئینگے پھر اٹھا لیجائینگے اپنے گھر والوں اور اپنے کہا ماننے والوں کو حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ کا رہنا اُن کے حق میں بہتر ہے -

ف

مطلب یہ کہ یمن، شام اور عراق سب ممالک فتح ہوں گے اور اہل اسلام حجاز کو چھوڑ کر یمن وغیرہ میں جا بسینگے حالانکہ مدینہ کا چھوڑنا اور اس کے برکات سے محروم رہنا ان کے حق میں بہتر نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں ممالک یمن۔ شام عراق فتح ہوئے اور مسلمانوں کی کثیر التعداد جماعتیں حجاز سے نکل نکل کر ان ممالک میں جا بسیں -

اس حدیث قدسی سے بالالتزام یہ بھی نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافۃ بنایا وہ اچھا نہ تھا۔ مدینہ ہی میں رہنا اچھا تھا۔ کوفہ میں آکر آپ نے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہ اٹھایا -

کر نہ جائیں اور عورتوں کو مطلقا جانے کی ضرورت نہیں لیکن جو عورتیں بیمار یا زچہ ہوں اور وہ دوا کے لئے حمام میں جائیں تو حرج نہیں کیونکہ بعض امراض کے لئے حمام بہترین دوا ہے

پیشنگوئی

(۷۳)

جزیرہ عرب - فارس - روم اور دجال پر فتح

مسلم عن نافع بن عتبةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله ثم فارس فيفتحها الله ثم تغزون الروم فيفتحها الله ثم تغزون الدجال فيفتحها الله۔

مسلم نے نافع بن عبتہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جزیرۂ عرب (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اس کو فتح کردے گا پھر فارس (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردے گا پھر تم روم (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردے گا پھر تم دجال سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردیگا

ف

جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشنگوئیاں فرمائیں اُسی ترتیب سے واقع بھی ہوئیں کہ پہلے جزیرۂ عرب اس کے بعد ایران فارس

پوری ہوگئی۔

پیشینگوئی

(۷۲)

زمین عجم مفتوح اسلام ہوگی

ابوداؤد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتح لکم ارض العجم وستجدون فیھا بیوتا یقال لھا الحمامات فلا یدخلنھا الرجال الا بالازر وامنعوھا النساء الا مریضۃ او نفساء

ابوداؤد نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب تم سرزمین عجم کو فتح کروگے اور تم اس میں ایسے مکانات پاؤگے جن کو حمام کہتے ہیں تو خبردار حماموں میں مرد بلا ازار کے داخل نہ ہوں اور عورتوں کو مطلقاً وہاں جانے سے روکنا مگر اس عورت کو جو بیمار اور زچہ ہو (کہ اسکو نہ روکنا)

ف

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ایران عجم کا بیشتر حصہ فتح ہو چکا تھا۔ من بعد بنی امیہ کے عہد حکومت میں تمام ایران۔ خراسان اور ترکستان وغیرہ مفتوح ہوگئے۔ اس پیشینگوئی کے ساتھ آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ ایران میں حمام ہوں گے تو مرد اس میں بلا ازار کے برہنہ غسل

مغلوب ومفتوح کرلیا جیساکہ دوسری حدیث میں صراحت فرمائی گئی ہے۔

البخاری عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتّٰی تقاتلوا خوزا وکرمان من الاعاجم حمر الوجوہ فطس الانوف صغار الاعین وجوھھم المجان المطرقۃ نعالھم الشعر عراض الوجوہ۔

بخاری نے ابوہریرۃؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم لوگ جنگ نہ کرلو خوزا اور کرمان سے جو دو عجمی گروہ ہیں سرخ چہرے والے پست ناکوں والے۔ چھوٹی آنکھوں والے کہ اُن کے چہرے سربستہ سپریں ہیں ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے (اور اُن کے) چہرے چوڑے ہوں گے۔

ف

جس طرح ہمارے صادق ومصدوق پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا اسی طرح اور اسی حلیہ کے ترکوں سے مسلمانوں نے قتال کیا اور خوزستان وکرمانؔ[1] کو جناب عثمان ذوالنورین رضؓ کے عہد مبارک میں مغلوب ومفتوح کرکے رہے۔

---

[1] تاریخ الخمیس ۱۲

پھر روم فتح ہوا۔ اس کے بعد شیران اسلام نے دجال یعنی یورپ والوں کو للکارا تو اسپین وایطالیہ وغیرہ سب نے مغلوب ہوکر ان کے سامنے سر اطاعت خم کردئے

رو ما کے دھوئیں اڑا دئے تھے ؎ اٹلی کو کنوئیں جھنکا دئے تھے
وہ نیزۂ خوں فشاں کہ چلکر ٹھیرا تھا فرانس کے جگر پہ

پیشگوئی

(۷۴)

مسلمان خوزستان و کرمان کو فتح کرینگے

الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی تقاتلوا اقوامانعالھم الشعر وحتی تقاتلوا الترک صغار الاعین حمر الوجوہ ذلف الانوف کان وجوھھم المجان المطرقۃ۔

بخاری ومسلم نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو جن کے جوتے بالوں کے ہونگے اور جب تک ان ترکوں سے جنگ نکرلو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے اور ناکیں بیٹھی ہوئی پست ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے چوڑی چکلی سپریں ہوں گی۔

ان دونوں گروہوں سے خوزستان وکرمان کے لوگ مراد ہیں جن کو مسلمانوں نے

پیشنگوئی

(۷۶)

مسلمانوں میں گمراہ امام ہونے لگیں گے

ابو داؤد والترمذی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین۔

ابو داؤد اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اپنی امت کی اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اُن میں گمراہ کرنے والے امام ہونے لگیں گے

ف

حدیث شریف میں ائمہ کا لفظ ہے۔ ائمہ جمع ہے امام کی اور امام کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔

اوّل امام نماز جو صرف نماز میں امام ہوتا ہے۔

دوسرے امام فن جو کسی فن یا علم میں کامل ہو مثلاً فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ کلام وفلسفہ میں فخرالدین رازیؒ۔ امام غزالیؒ اور حدیث میں امام بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہ۔

تیسرے امام امت جو دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے مسلمانوں کا فرمانروا ہو۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی دوسرا دنیاوی حاکم اس پر نہ ہو۔ حکومت کی باگ اس کے ہاتھوں میں ہو۔

پیشگوئی

(۷۵)

مسلمان کسریٰ کے قصر ابیض کے خزانہ پر متصرف ہونگے

مسلم عن جابر بن سمرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتفتحن عصابۃٌ من المسلمین کنز آل کسریٰ الذی فی الابیض۔

مسلم نے جابر بن سمرۃؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشک مسلمانوں کی ایک جماعت بادشاہ کسریٰ کے اس خزانہ پر متصرف ہوگی جو قصر ابیض میں (محفوظ) ہے

ف

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے امیر المومنین کے حکم سے ایران پر لشکرکشی کی۔ شہر مدائن کو جو اس وقت بادشاہ کسریٰ کا دار السلطنت تھا فتح کرلیا۔ یزدگرد بادشاہ ایران بھاگ گیا اور خاندان کسریٰ کا تمام خزانہ جو قصر ابیض یعنی کوشک سفید[۱] میں محفوظ تھا مسلمانوں کے قبضہ وتصرف میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

---

[۱] تاریخ کامل ۱۲

ترجمہ	متن
تو میری وصیت قبول کرو کہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ اُن کے واسطے امان ہے اور ان سے رشتہ ہے	فاستوصوا باھلھا خیرا فان لھم ذمۃ ورحما۔

ف

قیراط ملک مصر کا مروج و مشہور سکہ ہے اور وہ وزن میں پانچ جو کے برابر نصف دانگ ہے۔ بادشاہ حبشیہ نے کہ مصر بھی اسی کے تحت میں تھا رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایک لونڈی ماریہ قبطیہ[۵۱] تحفہ بھیجی تھی جس کے بطن سے جناب ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ فتح ہو جانے کے بعد مصر والوں سے اچھا سلوک کرنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ملک مصر فتح[۵۲] ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور جب سے اب تک ہمارے ہی قبضہ میں ہے۔ یہ ایک کھلی ہوی پیشینگوئی ہے۔

پیشینگوئی

(۷۸)

مسلمان آپس میں قینچی کی طرح گتھ جائینگے

ترجمہ	متن
بخاری نے واقد بن محمد سے روایت کی ہے انہوں نے اپنے باپ سے	بخاری عن واقد بن محمد عن ابیہ عن عبد اللہ

[۵۱] تاریخ کامل ۱۲ [۵۲] تاریخ الخمیس ۱۲

منفصل سے یہاں اس طریقہ کا اختیار کرنا مقصود ہے جو صواب نہ ہو پس ظاہر ہے کہ حدیث کا تعلق معنی ثالث امام سے ہے۔ اور امام بمعنی امام فن تو اس زمانہ میں مشہور ہی نہیں تھا شریعت کی پوری پابندی اس مسلک پر جو رسول خدا کا تھا صرف شیخین کے زمانہ میں ہوئی اور انہیں (ابوبکرؓ عمرؓ) کی امامت علی منہاج النبوت تھی اور یہی، غیر محصور خیر و برکت کا زمانہ تھا۔

خلافت راشدہ کا درجہ اس کے بعد ہے اور وہ بھی اچھا زمانہ تھا پھر اس کے بعد عام خلافت و امامت ہے جنھوں نے علی اختلاف المدارج ناصواب طریقے اختیار کئے جس سے امت کو نقصان پہونچا اور جس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں اور جس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تاریخ کے معائنہ سے ظاہر ہوگا کہ کثیر التعداد خلفا و سلاطین اسی جادہ پر رہے اور ان کی ناصواب اندیشی سے امت کے حق میں برے نتائج پیدا ہوئے اور ہوتے رہے۔

پیشگوئی

(۷۷)

مسلمان مصر کو فتح کرینگے

مسلم عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتحون مصر وھی ارض یسمی فیھا القیراط

مسلم نے ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے اور وہ ایک زمین ہے جس میں قیراط کا نام مشہور ہے

جواُدہم مچا رکھی تھی وہ ان سب بلاؤں کے علاوہ تھی۔ غرض جو حالت تھی وہ ناگفتہ بہ تھی اور تمام مسلمان باہمد گر قینچی کی طرح گتھے ہوئے تھے۔

حدیث شریف میں اسی زمانہ کی پیشگوئی ہے اور اسی لئے جناب رسولخدا روحی فداہ نے عبداللہ بن عمرؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم دوسروں سے تعرض نکرنا بس اپنی ہی خیر منانا اور جھگڑوں سے دور رہنا تاریخ کی کتابوں میں ان واقعات کی تفصیل موجود ہے۔ یہ محل اسکی تصریح کا نہیں ہے۔

پیشگوئی

(۷۹)

فتنے ایک کے بعد ایک مسلسل آئینگے

الشیخان عن حذیفۃؓ قال کنا عند عمرؓ فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلعم فی الفتنۃ فقلت انا قال انک لجرئ وکیف قال قلت سمعتہ یقول فتنۃ الرجل فی اھلہ ومالہ وولدہ ونفسہ وجارہ یکفرھا الصیام والصلوٰۃ

بخاری ومسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے پوچھا تم میں سے رسول اللہ صلعم کی حدیث جو فتنہ کے بارہ میں ہے کس کو یاد ہے میں نے کہا مجکو۔ عمرؓ نے کہا تو بڑا دلیر ہے (اچھا تو) رسول اللہ صلعم نے کسطرح فرمایا میں نے کہا کہ مینے رسول اللہ کو فرماتے ہوے سنا ہے کہ جس مرد سے

بن عمرو بن العاصؓ قال شبك رسول اللہ صلعم اصابعہ وقال كيف انت يا عبد اللہ بن عمرو اذا بقيت فی حثالة قد مرجت عهودهم واختلفوا فصاروا هكذا قال كيف يا رسول اللہ قال تاخذ ما تعرف وتدع ما تنكر وتقبل على خاصتك وتدعهم وعوامهم۔

اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا اور فرمایا کہ اے عبد اللہ بن عمرو! تو کیا کرے گا جس وقت تو کور ناقص لوگوں میں باقی رہ جائیگا جن کے عہد و پیمان اور امانت داریاں بگڑ جائیں گی اور اُن میں اختلاف پڑ جائے گا تو وہ لوگ اس طرح ہو جائینگے (جیسی یہ قینچی بنی ہے) عمرو نے کہا یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں! فرمایا جو بات تجکو موافق شرع معلوم ہو اس کو اختیار کرنا اور خلاف شرع کو چھوڑ دینا خاص اپنے حال پر متوجہ ہونا اور عوام کو اپنے حال پر چھوڑ دینا۔

ف

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ کہیں عبد اللہ بن زبیرؓ نے دعوے خلافت کر کے حجاز پر فرمانروائی شروع کر دی۔ کہیں مختار نے اہل بیت رسول کی مدد کا دعویٰ کر کے ہر طرف تغلب و تصرف کرنا شروع کیا۔ مروان نے

قال نعم کما یعلم ان دون غد لیلۃ | کہ دروازہ سے کیا مراد ہے ؟
فقیل لحذیفہؓ من الباب قال عمرؓ | انھوں نے کہا عمرؓ مراد ہیں)

ف

بند کئے ہوئے دروازہ سے (حذیفہؓ کی) مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقدس ذات تھی کہ دروازہ ٹوٹتے ہی ہر طرف سے فتنے پھوٹ پڑے اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرؓ قتل کئے گئے یعنی دروازہ توڑا گیا اور اسلام پر ہر طرف سے فتنوں کا احاطہ ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی زندگی تک امن رہا آپ کے شہید ہوتے ہی فتنے برپا ہوگئے گویا آپ فتنوں کے لئے سد باب تھے دروازہ ٹوٹا اور فتنے موجیں مارنے لگے کہ پہلے حضرت عثمانؓ پر بلوائیوں نے چڑھائی کی پھر آپ کو شہید کیا۔ حضرت علیؓ کے آغاز خلافت میں جنگ جمل ہو پڑی۔ جنگ جمل کے بعد مدتوں جنگ صفین رہی جنگ صفین حکمین کے فیصلہ پر منتہی ہوی پھر خوارج و نہرواں کا فتنہ ہوا پھر حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔ امام حسنؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد امیر کی لڑائی کی تیاری ہوئی جس کا انجام صلح پر ہوا پھر یزید کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی کربلا کا ناگوار واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ اور حجاج ثقفی کے فتنے مسلسل آتے رہے جس کی تفصیل میں تطویل ہے۔

جب حضرت حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کے اور فتنوں کے درمیان مسدود دروازہ ہے جو عنقریب ٹوٹ جائے گا (اور فتنے پھیل پڑیں گے) تو آپ نے فرمایا، کیا وہ ٹوٹ جائے گا، کاش اگر وہ کھلتا تو ممکن تھا کہ پھر بند ہو جاتا۔

حضرت عمرؓ کا یہ مطلب تھا کہ دروازہ ٹوٹ جانے کے بعد روک کا ذریعہ نہیں ہے اگر کھلتا تو البتہ پھر بند کرنے کا موقع ملتا تو واضح طور پر اسکی تشریح یہ ہے کہ ٹوٹ جانا مشعر اس امر کا ہے کہ فتنوں کی روک نہ ہوسکیگی کیونکہ روکنے کا ذریعہ دروازہ ہی ہے

والصدقۃ فقال عمرؓ لیس ھذا ارید انما ارید التی تموج کموج البحر فقلت مالک و لھا یا امیر المومنین ان بینک وبینھا بابا مغلقا یوشک ان یکسر قال عمرؓ اکسر لا ابا لک فلو انہ فتح کان لعلہ یعاد قال وحدثتہ ان ذلک الباب رجل تقتل فقلنا لحذیفۃؓ ھل کان عمر یعلم من الباب

اپنے گھر والوں اور اپنے مال اور جان اور لڑکوں اور ہمسایوں کے حق میں قصور ہو تو یہ قصور روزہ اور نماز اور زکوٰۃ سے معاف ہو جاتا ہے عمرؓ نے کہا یہ میری مراد نہیں ہے میری مراد اس فتنہ سے ہے جو دریا کی موج کی طرح موج ماریگا میں نے عرض کیا یا امیر المومنین! آپ کو اس سے کیا مطلب؟ کیونکہ آپ کے اور اس کے بیچ میں بند کیا ہوا دروازہ ہے جو عنقریب ٹوٹ جائے گا عمرؓ نے کہا تیرا باپ نہ ہو کیا وہ ٹوٹ جائے گا سو اگر وہ کھلتا تو امید تھی کہ پھر بند ہو جاتا حذیفہؓ نے کہا میں نے اُن سے بیان کیا کہ اس دروازہ سے ایک مرد مراد ہے جو قتل کیا جائے گا (راوی کہتا ہے کہ) ہم نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا عمرؓ واقف تھے کہ دروازہ کون ہے؟ حذیفہ نے کہا ہاں جیسے یہ جانتے تھے کہ آئندہ روز سے پہلے رات ہے کسی نے حذیفہؓ سے پوچھا

نکتۃ سوداء وای قلب انکرھا نکتت فیہ نکتۃ بیضاء حتی یصیر علی قلبین قلب ابیض مثل الصفاء فلا تضرہ فتنۃ مادام السمٰوات۔

ان فتنوں سے انکار کیا تو اس میں ایک سپید نکتہ ڈالا جاتا ہے تو دل دو قسم کے ہو گئے ایک سفید ہو جاتا ہے جیسے سنگ مرمر اس کو کسی طرح کا فتنہ ضرر نہیں پہونچا سکتا جب تک آسمان و زمین قائم ہے۔

ف

شراح حدیث نے عموماً ان فتنوں سے ظاہری فتنے مراد لئے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی کی پیشینگوئی نمبر ، ، میں ہو چکا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں "علی القلوب" کا لفظ جو حدیث میں وارد ہے بیکار ہو جاتا ہے اس کے علاوہ خود اسی حدیث میں آگے چل کر فرمایا ہے کہ' جو دل سنگ مرمر کی طرح (فتنوں سے انکار کر کے) سفید ہو جاتا ہے اس کو قیامت تک کوئی فتنہ نقصان نہیں پہونچا سکتا یعنی جس کا دل تغیرات عقائد سے صاف و پاک ہو اسکو دنیا کا کوئی ظاہری فتنہ ڈگمگا نہیں سکتا۔

ہمارے استاد والد ماجد شیخ وقت علامہ محمد اعظم عباسی چریاکوٹی نے فرمایا کہ دلوں پر فتنے کے آنے سے اختلافات عقائد اور تغیرات اعتقاد مقصود ہے یعنی امت میں اختلافات عقائد کی بہت کثرت ہو جائے گی جیسا کہ مشاہد ہے آج تک اسلام میں کتنے مذاہب برسات کے کیڑوں کی طرح پیدا ہوئے جن کی تفصیل میں تطویل لاطائل ہے اور پھر بھی سلسلہ منقطع ہونے کو نہیں آیا بلکہ روز بروز مقتضائے زمانہ کی خوبی سے پیدا ہوتے ہی جاتے ہیں۔

وہ تو ٹوٹ گیا۔ ہاں اگر دروازہ کھلتا تو البتہ ممکن تھا کہ پھر اس کو بند کیا جاسکے اس لئے
کہ روکنے کا ذریعہ موجود ہے چونکہ وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ تھے اس لئے معنی یہ
ہوں گے کہ اگر حضرت عمرؓ اپنی موت سے مرتے تو ان کی آخر حیات تک بہت کچھ
اصلاح ہو جاتی اور مابعد والے فتنوں کی روک تھام کر لیتے لیکن وہ بیوقت انتقال
کریں گے جب کہ بہت سے اصلاحات باقی ہوں گے پس یکایک فتنے ظاہر
ہو جائینگے جن کی روک تھام مشکل ہوگی۔ دروازہ کا ٹوٹنا اسی اہمیت کی طرف اشارہ ہے
نوٹ ان بينك وبينها بابًا مغلقًا سے آخر تک حذیفہؓ کا مقولہ ہے۔
رسول کی حدیث صرف اتنی ہے کہ موجیں مارنے والے فتنے پھوٹ پڑینگے۔

پیشگوئی

(۸۰)

امت میں اختلافات اور تغیرات عقائد کی کثرت ہوگی

مسلم عن حذیفةؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عوداً عوداً فای قلب اشربها نکتت فیه

مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دلوں پہ پے در پے فتنے آئینگے جیسے چٹائی بناتے وقت ریشے پے در پے آتے ہیں تو جس دل کو وہ فتنہ پلایا گیا اس میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور جس دل نے

تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ بنو ہاشم اپنے ہی کو خلافت کا مستحق و سزاوار سمجھتے تھے۔ اتفاق سے بنو امیہ فرمانروا ہوگئے تو قبیلۂ ہاشمیہ سے بنو علی اور بنو عباس بنی امیہ کے خلاف میں متفقہ کوشش کرتے رہے پھر بنو عباس ان سے علیحدہ ہوکر جداگانہ کوشش کرنے لگے اور آخر اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے اس کامیابی پر بنو علی کا دوستانہ خیال قائم نہ رہا اور ان دونوں میں ناگوار مخالفت رہی اور ان قبائل کے ان اختلافات کی وجہ سے نہایت خونریزیاں ہوئیں۔ کبھی تو بنی امیہ کی جانب سے اپنی خلافت کے استحکام اور دفعہ مخالفین بلکہ تسکین فتن میں خونریزیاں ہوئیں۔ کبھی بنی عباس نے اور کبھی بنو علی نے اپنی خلافت کے لئے جسکو وہ اپنا حق سمجھتے تھے خونریزیاں کیں۔

یہ سلسلہ بہت عرصہ تک قائم رہا۔ حکومت وجہانداری کی کمزوری کا اصل سبب یہی ہے جس کی بدولت مسلمان آج ناگفتہ بہ حالت میں ہیں اور یہی منشا حدیث شریف کا معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے اور سب سے بڑا فتنہ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کی شہادت کا ہے جس سے دو قبیلوں میں عداوت راسخ ہوگئی اور مدتوں قتل و خون کا بازار گرم رہا دوسرا فتنۂ عظیمہ یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ حسنی جنھوں نے اپنا لقب نفس زکیہ رکھ لیا تھا انہوں نے ابو جعفر المنصور خلیفۂ دوم عباسیہ پر خروج کیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کے یہ دونوں قبیلے (علوی و عباسی) الگ الگ اور ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے اور دونوں میں خونریزیاں ہوتی رہیں۔

خلفائے بنو فاطمہ نے مصر کی چندروزہ حکومت میں سب سے زیادہ مظالم کئے چنانچہ حاکم بامر اللہ کے ظلم و ستم اور اس کی خونریزیوں کی داستان سب سے زیادہ دردانگیز و عبرت خیز ہے۔

اسلام کے بہتر فرقوں کی پیشینگوئی کے تحت میں انشاء اللہ تعالیٰ ہم ذرا تفصیل سے لکھیں گے۔

پیشینگوئی

(۸۱)

امت کی ہلاکت قریش کے ہاتھ پر ہو گی

البخاریؒ عن سعید بن عمرو بن العاصؓ قال اخبرنی جدی قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃؓ فی المسجد المدینۃ و معنا مروان فقال ابو ھریرۃؓ سمعت الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھلکۃ امتی علی یدی اغیلمۃ من قریش۔

بخاری نے سعید بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا مجکو میرے دادا نے خبر دی کہ میں ابو ہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ساتھ مروان بھی تھا تو ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھ پر ہو گی۔

ف

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نوخیزان قریش کے ہاتھوں امت کی تباہی ہو گی۔ اس میں بادشاہی کی کوئی قید نہیں ہے جیسا کہ بعض ترجمہ نویسوں نے منگھڑت اضافہ کیا ہے بس جیسا کہ لفظ عام ہے ویسا ہی مورد بھی عام ہونا چاہیئے۔

افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

ابو العباس سفاح پہلے خلیفۂ عباسی کا عہد خلافت تو خیر و خوبی سے گذر گیا مگر ابو جعفر منصور دوانیقی خلیفۂ ثانی یا امام وقت پر محمد بن عبد اللہ حسنی نے دعوے خلافت کے ساتھ[1] خروج کیا پہلے تو خلافت کی طرف سے ان کو سمجھایا گیا لیکن جب کسی طرح باز نہ آئے تو امام نے اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے فوج متعین فرمائی اور بالآخر بڑی جنگ کے بعد محمد بن عبد اللہ حسنی کو پوری شکست ہوئی۔

انہیں خانہ جنگیوں میں یہ ایک عبرتناک واقعہ پیش آیا کہ باغی گروہ نے بصرہ کو جا گھیرا جہاں عباسیوں کی کثیر التعداد جماعت تھی۔ اہل بصرہ نے خلیفہ سے امداد چاہی۔ مدد پہونچنے میں دیر ہوئی باغیوں نے شہر کو آگ لگا دی اور تمام اہل شہر جلکر خاکستر ہو گئے۔ اس کے بعد بغداد سے مدد پہونچی اور اسی بنا پر یہ مثل مشہور گئی۔ "بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد"

خلافت عباسیہ جب تک قائم رہی بنو فاطمہ ہمیشہ اُن پر خروج کرتے رہے یہانتک کہ ان خانہ جنگیوں کی بدولت خلافت بہت کمزور ہو گئی۔

غرض بنو علی - بنو عباس اور بنو امیہ سب آپس میں قتال اور خلفاء پر خروج کرتے رہے۔

---

[1] ابن خلدون ۱۲

پیشنگوئی

(۸۲)

مسلمان اپنے امام سے لڑینگے اور خونریزی کرینگے

الترمذی عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لاتقوم الساعۃ حتی تقتتلوا امامکم وتجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم۔

ترمذی نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک تم اپنے امام سے نہ لڑو اور اپنی تلواریں درمیان نہ کرو اور تم میں کے بدتر لوگ تمھاری دنیا کے وارث ہونگے۔

ف

مسلمانوں کا اپنے امام سے جنگ کرنا چنانچہ حضرت عثمانؓ سے مصروالوں نے بغاوت کی۔ حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کے درمیان ناحق خونریزی ہوئی۔ عبداللہ بن زبیر رضؓ پر عبدالملک بن مروان نے لشکر کشی سے غلبہ حاصل کیا۔ بنی امیہ پر بنوہاشم وقتاً فوقتاً خروج کرتے رہے۔ آخر بڑی خونریزی کے بعد بنو عباس تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔

خلافت عباسیہ کے قائم ہوجانے کے بعد مسلمانوں کو عموماً اور بنوہاشم کو خصوصاً چاہیئے تھا کہ خلیفۂ وقت اور امام جائز کے سامنے سر اطاعت خم کردیتے مگر

مطابق لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقبہ اُن کے مقابلہ کے لئے لشکر جرار لیکر آ رہا ہے تو مدینہ کے گرد خندق کھودی اور اس پر نگہبان مقرر کئے جن میں شاید بعض صحابہ بھی تھے جو کسی وجہ سے اس شر میں پھنس گئے تھے۔

مسلم بن عقبہ نے مدینہ کے متصل حیرہ میں پڑاؤ ڈالا۔ مدینہ والوں کو تین دن کی مہلت دی مگر انہوں نے اطاعت قبول نہ کی بلکہ جنگ کی آمادگی ظاہر کی۔

چوتھے روز مسلم نے پھر ان کو سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر کار لڑائی ہوئی اور عبداللہ بن حنظلہ نے شکست کھائی۔ اس کے بعد عام مورخوں کے بیان کے موافق نہب و غارت کا بازار گرم ہوا جیسا کہ ہر جنگ کے اختتام پر لشکریوں کا دستور ہے۔ شاید ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مدینہ سے بھاگ کر کہیں جا رہے تھے۔ شامیوں نے اُن کا پیچھا لیا۔ لیکن جب اُنھوں نے اپنا نام بتایا تو چھوڑ دیے گئے۔ نہب و غارت دو یا تین دن رہا۔

عبداللہ بن حنظلہ اور اس کے ساتھیوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی پھر ان سب نے بیعت توڑ کر بغاوت پر کمر باندھی اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس صورت میں جنگ ضروری تھی پھر بھی مسلم بن عقبہ نے اُن کو سمجھایا اور حق شرعی ادا کیا مگر کسی نے نہ مانا۔ جنگ کیلئے قتل و نہب لازم ہے۔ ختم جنگ کے بعد اگر قتل و نہب رہا تو البتہ یہ سختی ہے تو بھی عام مورخین کا بیان مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔

پیشگوئی

(۸۳)

مدینہ پر مینھ کی طرح فتنوں کا برسنا

الشیخان عن اسامۃ بن زید قال اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اطم من آطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اری قالوا لا قال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر۔

بخاری و مسلم نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بالا خانوں میں سے ایک بالا خانہ پر چڑھے پھر فرمایا کیا میں دیکھ رہا ہوں تم بھی دیکھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمھارے گھروں میں مینھ کے قطروں کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔

ف

حضرت عثمانؓ کے آخر عہد خلافت سے واقعی یونہیں فتنوں کا برسنا شروع ہو گیا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور یزید بن معاویہ کے زمانہ کا فتنہ ہولناک تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ نے بغاوت کی۔ ایک ہزار بنی امیہ کو قید کر کے اُن کے ساتھ برا سلوک کیا۔ بالآخر اُن سے عہد و پیمان لیکر سب کو مدینہ سے خارج کر دیا اور یزید کی طرف سے جو حاکم مدینہ تھا اسکو بھی نکال دیا اس کے بعد عبداللہ بن حنظلہ کی خواہش کے

الظعینة ترتحل من الحیرة حتی تطوف بالکعبة لا تخاف احداً الا الله قلت فی نفسی فاین دعار طیّ الذین سعروا البلاد ولئن طالت بك حیاة لتفتحن کنوز کسری قلت کسری بن ھرمز قال کسری بن ھرمز ولئن طالت بك حیاة لترین الرجل یخرج ملأ کفه ذھباً او فضة یطلب من یقبله منه فلا یجد احداً یقبله منه

ارادہ سے حیرہ سے نکلیگی یہانتک کہ خانۂ کعبہ کا طواف کرے گی۔ وہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ (میں راوی) نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے چور جنھوں نے شہروں کو جلا دیا ہے کہاں رہینگے) اور اگر تیری زندگی دراز ہوی تو البتہ بادشاہ ایران کے خزانے فتح کرے گا میں نے عرض کیا بادشاہ ایران ہرمز کا بیٹا! فرمایا (ہاں) بادشاہ ایران ہرمز کا بیٹا۔ اور اگر تیری زندگی زیادہ ہوی تو تو ضرور دیکھے گا کہ مرد اپنی مٹھی بھر سونا یا چاندی لیکر تلاش کرتا ہوا نکلیگا کہ کوئی اسکو لیوے سو وہ کسی ایسے محتاج کو نہ پائے گا جو اس کو قبول کرے۔

ف

(۱) رسول خدا نے فرمایا کہ اب عنقریب وہ امن کا زمانہ آئے گا کہ اکیلی عورت اونٹ پر سوار ہوکر حیرہ سے کعبہ تک آئیگی۔ حج کرکے چلی جائے گی نہ کہیں رہزنی کا نام ہوگا نہ اللہ کے سوا کسی کا ڈر ہوگا۔

اس پیشینگوئی سے اُس شخص کی تسکین ہوگئی جس نے رسول اللہ سے رہزنی کی شکایت کی تھی اور اسی پر خود راوی کی دل میں یہ خدشہ گذرا کہ طے کے ڈاکو۔ چور جو

پیشنگوئی

(۸۴)

شتر سوار عورت اکیلی حیرہ سے مکہ تک بلا کسی خوف کے سفر کریگی

(۸۵)

مسلمانوں میں بسبب کثرت مال کے کوئی محتاج نہ رھیگا

البخاری عن عدی بن حاتم قال بینا انا عند رسول الله صلعم اذا اتاہ رجل فشکا الیہ الفاقۃ ثم اتاہ آخر فشکا الیہ قطع السبیل فقال یا عدی ھل رئیت الحیرۃ قلت لم ارھا وقد انبئت عنھا فقال ان طالت بک حیاۃ لترین

بخاری نے عدی بن حاتم رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں ایک مرد آیا اُس نے آپ سے محتاجی کا گلہ کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے آپ سے رہزنی کی شکایت کی تو حضرت نے فرمایا اے عدی! کیا تو نے حیرہ کو دیکھا ہے! میں نے عرض کیا دیکھا تو نہیں ہے مگر اس کی خبر مجکو ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیری زندگی دراز ہوی تو ضرور تو دیکھے گا کہ اکیلی شتر سوار عورت حج کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدء فطوبیٰ للغرباء

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا ہے اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی غربت پر عود کر جائے گا۔
تو غریبوں کے لئے خوشی کا مقام ہے

ف

غریب کے معنی ہیں مسافر اور بے مددگار۔ اسلام جب ظاہر ہوا تو گویا وہ ایک مسافر تھا کہ نہ لوگ آشنا ہیں نہ اس کا کوئی یار ہے نہ مددگار بلکہ اجنبیوں میں آپڑا ہے اور آگے چلکر بھی وہ غریب ہو جائے گا یعنی مسافر کی طرح بے یار و مددگار ہوگا۔
یہ پیشینگوئی اگرچہ ابھی پوری نہیں ہوی بلکہ آئندہ کسی وقت ہوگی لیکن اس کے آثار ابھی سے نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

پیشینگوئی

(۸۷)

سو برس کے بعد کوئی صحابی نہ رہیگا

المسلم والترمذی عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلعم

مسلم اور ترمذی نے ابو زبیر سے انہوں نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شہروں کو جلاتے پھرتے ہیں اس وقت کیا ہو جائیں گے؟
مگر رسول اللہ صلعم کی وفات کے چند ہی دنوں کے بعد یہ پیشینگوئی پوری ہوگئی اور عرب کے سوا دوسرے ممالک اسلام میں بھی ویسا ہی امن و امان ہر طرف[1] ہوگیا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

(۲) مسلمانوں پر کسریٰ ہرمز کے خزانے کھل جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ ہرمز کے پوتے یزدگرد کو مسلمانوں نے مغلوب کر کے سارے خزانے قبضہ میں کر لئے تھا تم۔

(۳) مسلمان بہت جلد اتنے دولتمند ہو جائینگے کہ لوگ مٹھی بھر سونا اُچھالتے پھرینگے کہ کوئی اس کو لیلے مگر بسبب عام دولتمندی کے کوئی محتاج نہ رہے گا جو اس کو قبول کرے اور وہ یونہیں اُچھالتا رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ روم و ایران کی فتح کے بعد مسلمانوں میں دولتمندی بڑھتی گئی اور ان میں دولت کی ویسی ہی کثرت[2] ہوگئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

پیشینگوئی

(۸۶)

اسلام غربت پر عود کریگا

مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے	مسلم عن ابی ھریرۃؓ قال قال

[1] ازالۃ الخفا ۱۲ [2] تاریخ کامل۔ تاریخ الخلفا۔ الخمیس۔

ابن ماجه عن عوف بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده لتفترقن امتى على ثلاث وسبعين فرقة فواحدة فى الجنة وثنتان وسبعون فى النار قيل يارسول الله من هم قال الجماعة ما انا عليه واصحابى

ابن ماجہ نے عوف بن مالک سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ البتہ ضرور بر متفرق ہو جائے گی میری امت تہتر فرقوں میں تو ان میں کا ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور بہتر فرقے دوزخ میں جائینگے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اور وہ ایک فرقہ والے کون لوگ ہیں؟ فرمایا جماعت (والے) جو میرے اور میرے اصحاب کے مذہب پر ہونگے۔

ف

اسلام کا ہر فرقہ اپنے کو ناجی اور اپنے سوا، تمام دوسرے فرقوں کو ناری قرار دیتا ہے۔ ہر مذہب والے اپنے مذہب کو حق، اور دوسرے مذاہب کو باطل کہتے ہیں۔

اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنتی وناجی ہے اور بقیہ تمام باطل وناری ہیں تو لامحالہ حدیث کو غلط ماننا پڑے گا کیونکہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر خبر احاد ہے اور حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّةَ متواتر ہے۔

پہلی حدیث کا منشا رہے کہ اسلام کے تمام فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔ دوسری حدیث اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ ہر لا الٰہ الا اللہ کہنے والا مسلمان ناجی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں باہم معارض اور ایک دوسرے کے

ما من نفس منفوسة اليوم تاتي عليها مائة سنة وهي حية۔

نے کہ جولوگ آج روئے زمین پر زندہ ہیں اُن میں کا کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس پر سو برس گزریں اور وہ زندہ رہے

ف

یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں کے حق میں یہ پیشینگوئی فرمائی کہ سو برس کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دوسری صدی ہجری میں رسول خدا کا کوئی صحابی موجود نہ رہا اور دنیا ان سب سے خالی ہو چکی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب کے پیچھے ابو حمزہ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن انصاری خزرجیؓ کا انتقال ہوا کہ ان کے بعد پھر کوئی صحابی رسول صلعم باقی نہیں رہا اور ان (ابو حمزہ انس انصاری) کا انتقال سنہ ۹۳ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ایک سو تین برس کی تھی۔ رسول خدا صلعم کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک تھے۔ کتب حدیث میں دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں ان سے مروی ہیں [۲]۔

پیشینگوئی

(۸۸)

اسلام میں بہت کثرت سے مختلف فرقے پیدا ہوں گے

[۲] تاریخ الخمیس جلد دوم ۱۲

بالکل مخالف ہیں۔ مگر ایک حدیث خبر احاد ہے۔ دوسری متواتر۔ پس اصولاً اور عقلاً پہلی حدیث تہتّر فرقوں والی ساقط عن الاعتبار ہو جائے گی۔
ہمارے نزدیک حدیث کا وہ منشا رہی نہیں ہے جو عام شارحین و اہل مذہب نے لیا ہے۔
اسلام کا کوئی فرقہ باطل وناری نہیں ہے بلکہ سب کے سب ناجی ہیں جیساکہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ میں خود صراحت ہے۔ البتہ بہت سے فرقوں میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جو موجب کفر یا مستلزم کفر ہے مثلاً خدا کا مجسم ہونا یا خدا سے جہل کا سرزد ہونا کہ ان جیسے مسائل سے خدا کی الوہیت باقی نہیں رہتی۔ تو یہ اور ان جیسے مسائل اگرچہ منافی اعلام اور مستلزم کفر ہیں مگر ایسے چند مسئلوں سے فرقہ کا کافر ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ کسی میں کفر ہونا۔ اور بات ہے اور اس کا کافر ہونا امر آخر ہے مثلاً سیاہ کپڑا، اور کپڑے میں سیاہی کا ہونا، دو جداگانہ باتیں ہیں۔ سیاہ کپڑے سے یہ مطلب ہے کہ وہ کپڑا سرتاسر سیاہ ہے اور اس میں سیاھی ہونے کا منشا ریہ ہے کہ وہ کپڑا تو سیاہ نہیں ہے مگر اس میں کہیں کہیں سیاھی ہے اتنی تمہید کے بعد اب اس حدیث کا مطلب صاف ہوگیا یعنی یہ کہ اسلام کے تمام فرقوں میں ایک ہی فرقہ ایسا ہوگا جس میں کفر کی کسی قسم کی آمیزش نہ ہوگی اور باقی تمام فرقے کسی نہ کسی خلاف ایمان امر میں گرفتار ہوں گے۔ پس ناجی ایک ہی فرقہ ہوا، اس حیثیت سے کہ اس میں نجات ہی کی باتیں اور ہدایت ہی کی راہیں ہیں اور دوسرے فرقوں میں راہ نجات کے خلاف بھی کچھ باتیں ہوں گی جو موصل الی النار والعذاب ہونگی مگر ناری یعنی مخلد فی النار کوئی فرقہ نہیں ہے۔
تہتر فرقوں سے تہتّر کی عدد مقصود نہیں ہے کیونکہ فرقے تو اسلام میں ابتک

تہتر سے بہت زیادہ پیدا ہو چکے (جیسا کہ نقشۂ منسلکہ سے ظاہر ہے - اور آئندہ نہ معلوم کس قدر ہوں گے بلکہ اس سے اتنا ہی بتانا مقصود ہے کہ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو جائینگے کیونکہ زبان عرب میں (۷۰) کا لفظ کثرت کے معنی میں آتا ہے جس طرح اردو میں سیکڑوں کا لفظ مستعمل ہے اور یہ محاورہ خود قرآن مجید میں بھی وارد ہے اِنْ یَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ (سورۃ التوبہ) حدیثوں وغیرہ میں یہ محاورہ کثرت سے آیا ہے۔

پیشینگوئی

(۸۹)

ہندوستان پر مسلمان چڑھائی کرینگے اور فتح پائینگے

اخرج البیہقی عن ابی ھریرۃؓ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الھند۔

بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ہندوستان کی جنگ (اور اس کی فتح) کا وعدہ فرمایا ہے۔

ف

اور یہ وعدۂ آلٰہی جو محمد عربیؐ کی زبان سے ہوا تھا آخر پورا ہو کر رہا۔ ہندوستان پر عرب کا سب سے پہلا حملہ خلافت فاروقی کے تیسرے سال ۱۵ھ

پیشگوئی

(۹۰)

اسلام کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کریگا منصور ہوگا

(۹۱)

ام حرام بنت ملحانؓ اس فوج کے ساتھ رہینگی

البخاری عن ام حرام بنت ملحانؓ قالت نام النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً قریباً منی ثم استیقظ یتبسم فقلت ما اضحکک قال اناس من امتی عرضوا علیّ یرکبون ھذا البحر الاخضر کالملوک قالت فادع اللہ ان یجعلنی منھم فدعا لھا ثم نام الثانیة

بخاری نے ام حرام بنت ملحانؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میرے قریب استراحت فرمایا پھر ہنستے ہوئے جاگے تو میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا کچھ لوگ میری امت کے میرے سامنے پیش کئے گئے کہ وہ اس بحر اخضر میں بادشاہوں کی طرح سوار ہوتے تھے۔ ام حرامؓ نے کہا یارسول اللہ، اللہ سے دعا کیجئے کہ مجکو بھی انہیں لوگوں میں سے کرے پس آپ نے اُن کے لئے دعا کی

میں اتفاقاً ہوا۔ حضرت عمرؓ کی بلا اجازت ایک بلند حوصلہ افسر نے خود بخود ہندوستان پر براہ خشکی حملہ کر دیا مگر اس خلافت میں مسلمانوں کا قدم سرحد ہند سے آگے نہ بڑھا حضرت عثمانؓ کے دور اولیں میں عبداللہ بن عامر کے حکم سے عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب والی سیستان نے زرنج سے آگے بڑھ کر سندھ کے اُن تمام علاقوں پر [۵۱] تسلط کر لیا جو زرنج اور کش کے درمیان میں واقع تھا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے عہد میں سندھ پر [۵۲] ایک مستقل اور بہت سخت حملہ کیا گیا اور مسلمان برابر فتح و نصرت کے پھریرے اُڑاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔

بنی امیہ کے اوائل خلافت میں محمد بن قاسم نے حجاج ثقفی کی ہدایت و تدبیر سے کام لیکر بلاد سندھ وجی پور کے اکثر حصوں کو کلیۃً فتح کر لیا۔ اور ہر طرف اسلام کا علم لہرانے لگا [۵۳]۔

پانچویں صدی ہجری میں [۵۴] سلطان شہاب الدین غوری نے خاص ہندوستان پر پہلا اور نہایت سخت حملہ کیا۔ جس نے ہندو راجاؤں کے چھکے چھڑا دیے سلطان محمود غزنوی کے بارہ فاتحانہ حملے ہندوستان پر کے مشہور ہیں۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کی باضابطہ حکومت تمام ملک ہند پر قائم ہوگئی۔ بہت سے اسلامی خاندانوں نے داد فرمانروائی دی جن میں کا آخری باجبروت خاندان مغلیہ تیموریہ کا تھا۔

اُن غزوات کا اثر آج بھی ہندوستان میں مشاہد ہے۔

---

۵۱ فتوح البلدان ۱۲

۵۲ فتوح البلدان وابن اثیر ۱۲

۵۳ تاریخ فرشتہ ۱۲

۵۴ تاریخ فرشتہ ۱۲

ف

ان دو حدیثوں میں دو پیشنگوییاں ہیں۔

پہلی پیشنگوئی

مسلمانوں کا بحری جنگ کرنا اور اس میں کامیاب ہونا۔ یہ قبرس کی فتح ہے جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جزیرۂ قبرس (Cyprus) پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا[۱]۔ اس جنگ میں آپ کے ہمراہ رکاب صحابہ میں سے حضرت ابو ذرؓ ابو درداءؓ شداد بن اوسؓ اور عبادہ بن صامتؓ مع اپنی بی بی ام حرامؓ کے تھے اسلام میں یہ پہلی بحری جنگ تھی۔

دوسری پیشنگوئی

حضرت ام حرامؓ کا اس جنگ میں ہونا چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ ان غازیان جانباز کی جماعت میں شریک تھیں۔ فتح کے بعد جب لشکر اسلام واپس چلا ہے تو راہ میں حضرت ام حرامؓ جانور پر سوار ہوتے وقت گر گئیں اور اسی دم انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

---

[۱] ابن اثیر ۱۲ [۲] بخاری و ابن اثیر ۱۲

ففعل مثلها فقالت مثل قولها فاجابها مثلها فقالت ادع الله ان يجعلني منهم فقال انت من الاولين البخاري عن خالد بن معدان ان عمير بن الاسود العنسي حدثه انه اتى عبادة بن الصامت وهو نازل في ساحل حمص وهو في بناء له ومعه ام حرام فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبي صلعم يقول اول جيش من امتي يغزون البحر قد اوجبوا قالت انا فيهم قال انت فيهم۔

اور دوبارہ سو گئے پھر اسی طرح جاگے تو ام حرامؓ نے اسی طرح دریافت کیا اور آپ نے اگلا سا جواب دیا تو ام حرامؓ نے کہا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ مجکو ان لوگوں میں سے کرے۔ آپ نے فرمایا تم تو پہلے گروہ میں سے ہو۔

بخاری نے خالد بن معدانؓ سے روایت کی ہے کہ عمیر بن اسود عنسیؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ وہ (ایک روز) عبادہ بن صامتؓ کے پاس گئے جبکہ وہ حمص کے کنارے اپنے ایک مکان میں ٹھیرے ہوئے تھے اور اُن کے ساتھ اون کی بی بی ام حرامؓ تھیں تو حدیث بیان کی ہم (یعنی عمیرؓ) سے ام حرام نے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کرے گا وہ سرخرو ہوگا یہ سنکر اُم حرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (کیا) میں ان لوگوں میں ہونگی؟ آپ نے فرمایا تو ان لوگوں میں ہوگی

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرامؓ قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم قال لا۔

لڑائی کرے گا ضرور مظفر (و منصور) ہوگا (ام حرامؓ کا بیان ہے کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (کیا) میں ان لوگوں میں رہونگی آپ نے فرمایا (ہاں) تو اُن لوگوں میں رہیگی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر (یعنی پائے تخت قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا وہ مغفور ہے تو میں (یعنی ام حرامؓ) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اُن لوگوں میں رہونگی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ف

حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ ہے کہ اسلام کا لشکر قیصر روم کے پائے تخت پر چڑھائی کرے گا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت یعنی سنہ ۵۰ھ ہجری میں بہادران اسلام کا ایک زبردست لشکر مرتب فرما کر بلاد روم کی طرف روانہ کیا۔ آپ کے فرزند یزید بن معاویہ فوجؔ کے سپہ سالار تھے۔ سفیان بن عوف علمبردار تھے

ف۔ تاریخ ابن خلدون ۱۲

پیشنگوئی

(۹۲)

اسلام کی پہلی فوج جو قسطنطنیہ پر چڑھیگی مغفور ہو گی

(۹۳)

بی بی ام حرام رض اس جماعت میں نہیں رہینگی

البخاری عن خالد بن معدان ان عمیر بن اسود العنسی رض حدثہ انہ اتی عبادۃ بن الصامت رض وھو نازل فی ساحل حمص وھو فی بناء لہ ومعہ ام حرام رض قال عمیر رض فحدثتنا ام حرام رض انھا سمعت النبی صلعم یقول

بخاری نے خالد بن معدان رض سے روایت کی کہ انہوں نے کہا البتہ عمیر بن اسود عنسی رض نے ان سے حدیث بیان کی کہ وہ (ایک دن) عبادہ بن صامت رض کے پاس آئے جب کہ وہ حمص کے کنارے اپنے ایک مکان میں اُترے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بی بی ام حرام رض بھی تھیں۔ (عمیر کہتے ہیں کہ) یہ حدیث بیان کی ہم سے ام حرام رض نے کہ البتہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو سمجری

نوٹ

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اسلام کا پہلا لشکر جو قیصر کے پائے تخت پر چڑھائی کرے گا وہ مغفور ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا پہلا لشکر جس نے قیصر کے شہر پر حملہ کیا یہی لشکر تھا جس کا سپہ سالار یزید بن معاویہ تھا اور جس کے ہمراہ رکاب رسول اللہ صلعم کے معزز ترین صحابہ کرام تھے۔ تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرماکر خبر دی کل لشکر والے مغفور ثابت ہوئے اور یزید بن معاویہ چونکہ سردار لشکر تھا اسلئے وہ بطریق اولیٰ مغفور ہوگا۔

ف

صاحب فتح الباری نے اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ یہ حدیث یزید بن معاویہ کے مغفور ہونے پر کافی دلیل ہے اور اس سے یزید کی منقبت ثابت ہوتی ہے۔ عبداللہ بن العباسؓ۔ حسن بن علی اور ابن عمرؓ وغیرہ جیسے کبرائی صحابہ کا اس کی ماتحتی میں شریک لشکر ہو کر جانا اور جنگ کرنا کچھ کم بات نہیں ہے۔

اتنا لکھنا علامہ عینی کو ناگوار گزرا ہے اور صاحب فتح الباری پر نہایت خفا ہو کر بڑی ترشروئی سے فرماتے ہیں کہ یہ بالکل فضول بات ہے اس حدیث سے ہرگز یزید کی کوئی تعریف نہیں ثابت ہوسکتی نہ عقل اسبات کو کبھی قبول کرسکتی کہ حسن بن علیؓ اور عبداللہ بن العباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ جیسے مقدس صحابہ یزید جیسے بداعمال و بدمعاش کی ماتحتی میں شریک لشکر ہو کر جنگ کرنے گئے ہوں

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں پانچ باتیں تنقیح طلب ہیں اور اس تنقیح کے بعد خود روشن ہو جاتا ہے کہ صاحب لفتح الباری اور علامہ عینی میں حق کسکے جانب ہے۔

اور اکابر صحابۂ رسول حسن بن علی بن ابی طالبؓ۔ عبداللہ بن العباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ ابن عامرؓ۔ ابو ایوب انصاریؓ اور عبدالعزیز بن زرارۃ الکلائیؓ جیسی مقدس ذاتوں نے اپنی شرکت سے اس فوج کو اور بھی ممتاز و برگزیدہ بنا دیا[۵۱]۔

بہرحال یزید اس مبارک فوج کو اپنی کمانڈ میں لیکر روم کی طرف چل پڑا۔ تیز ہواؤں کے جھونکے ان بہادروں کے منہ کو نہ پھیر سکی۔ چٹیل میدان بے آب وگیاہ اور بھیانک بیابانوں کی دشوار گذار راہیں ان کی ہمتوں کو پست نہ کر سکیں۔ مضبوط اور سربہ فلک کشیدہ پہاڑ سدّ راہ نہ ہو سکے۔ پرجوش دریاؤں نے ان کے غلغلۂ مردانگی سے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کر دے اور لشکر کا لشکر اُن کے سینوں پر سے عبور کر گیا غرض دنیا کی کوئی مخالف طاقت ان بہادران ملت و اسلام کی مزاحم نہ ہو سکی اور وہ بلا روک ٹوک اپنے نعرہ ہائے تکبیر سے زمین پر ہل چل مچاتے ہوئے دشمنوں کے ملک میں گھس گئے۔ مزاحمت کرنے والوں کو زیر و زبر کرتے اور ہر طرف فتح و ظفر کا علم اُڑاتے ہوئے خاص رومیوں کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر جا پڑے۔ مجبور ہو کر دلیران روم نے مقابلہ کیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد اسلام کو فتح نمایاں اور رومیوں کو شکست[۵۲] فاش ہوی۔

لشکر اسلام کے چند نفوس نے جام شہادت پیا جن میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ممتاز صحابی ہیں۔ یزید نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قسطنطنیہ کی دیوار کے پاس انہیں دفن کر دیا[۵۳] گیا جہاں ابتک انکی مزار زیارتگاہ خلق ہے۔

۵۱؎ ابن خلدون و ابن اثیر و فتح الباری ۱۲ ۵۲؎ ابن خلدون ۱۲

۵۳؎ ابن خلدون و تاریخ الخمیس ۱۲۔

مورخین کا یہ قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر محققین اہل تاریخ کا اسی پر اتفاق ہے کہ یزید بن معاویہ ہی سردار لشکر تھا اور کبرائے صحابہ اسکی ماتحتی[1] میں تھے۔

بہر حال یزید کا اس فوج میں ہونا قطعی اور متفق علیہ ہے اور جب یزید کا اس فوج میں شریک ہونا قطعی ہے تو اس کا مغفور ہونا بھی قطعی ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی استثناء کے لشکر کو مغفور فرمایا ہے۔

(۴) یہ لشکر جس میں یزید شریک تھا کیا اسلام کا پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی؟ بلاشبہ اسلام کا یہ پہلا ہی لشکر تھا جس نے خاص قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور[2] رومیونکو روز بد دکھایا۔ یہ تاریخوں میں موجود ہے اور اس کے خلاف تاریخ کی ایک ادنیٰ شہادت بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔

(۵) کبرائے صحابہ اس جنگ میں یزید کے ساتھ شریک تھے یا نہیں؟ بلاشبہ شریک تھے۔ کتب تواریخ میں اس کی صراحت[3] موجود ہے جس سے اکثر ائمہ اہل حدیث نے اتفاق کیا ہے لیکن اس تاریخی واقعہ کے انکار میں صرف علامہ عینی اور ان کے چند ہمخیال متفرد ہیں۔

ان تمام امور کی تنقیح کے بعد علامہ عینی کے دعوی بلا دلیل کا جو کچھ وزن رہجاتا ہے اس کا اندازہ ناظرین کتاب خود کر سکتے ہیں۔

دوسری پیشنگوئی

حدیث کی دوسری پیشنگوئی یہ ہے کہ اسلام کی اس پہلی فوج میں جو قسطنطنیہ پر چڑھائی کرے گی حضرت ام حرامؓ شریک نہیں ہونگی بلکہ وہ اس سے پہلی کی بحری فوج میں

---

[1] ابن خلدون و فتح الباری ۱۲ [2] فتح الباری [3] ابن خلدون و ابن اثیر ۱۲ -

(۱) یہ حدیث موافق علم روایت و درایت کے صحیح ہے یا نہیں؟
(۲) امیر معاویہؓ کے عہد میں مسلمانوں کا لشکر قسطنطنیہ پر چڑھ کر گیا تھا یا نہیں؟
(۳) یزید اس جنگ میں شریک تھا یا نہیں؟
(۴) اسلام میں یہ جنگ جس میں یزید شریک تھا پہلی جنگ تھی یا نہیں؟
(۵) عبداللہ بن العباسؓ اور حسن بن علیؓ وغیرہ کبرای صحابہ اس جنگ میں شریک تھے یا نہیں؟

(۱) پہلا امر یعنی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی نسبت اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام عینیؒ نے عینی شرح بخاری میں امام بخاریؒ کی مخالفت اور تغلیظ و تجہیل کا بیڑا اٹھایا ہے باوجود اس کے وہ صحت حدیث کے انکار کی جرأت نکر سکے اور انہوں نے مجبور ہوکر اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرلیا۔ علامہ عینی چاہے یزید بن معاویہ کو جتنی گالیاں دے لیں مگر حدیث اور تاریخی واقعات کی تکذیب وہ نہیں کر سکتے۔

(۲) حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مسلمانوں کا لشکر بلاد روم میں بغرض جنگ گیا۔ خاص قسطنطنیہ میں رومیوں سے جنگ ہوی اور رومیوں کو شکست ملی چنانچہ اسی جنگ میں اسی مقام پر حضرت ابوایوب انصاریؓ شہید ہوے۔ یہ تاریخی واقعہ ہے۔ تاریخی اوراق اس کے شاہد ہیں۔ جس کا جی چاہے ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ میں دیکھ لے۔

(۳) یزید اس جنگ میں شریک تھا یا نہیں؟
یزید کے اس جنگ میں شریک ہونے سے کسی مورخ نے انکار نہیں کیا اور خود علامہ عینی نے بھی دبی زبان سے اس کا اقرار کیا ہے۔ البتہ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ یزید اس لشکر کا سردار نہ تھا بلکہ سردار لشکر سفیان بن عوف تھا مگر ان چند

حضرت عمر فارق اعظمؓ کے عہد معدلت مہد میں اچھی طرح پوری ہو گئی۔ اور خلفائے بنی امیہ اور ائمہ آل عباس کے عہدوں میں تو گویا واقعی دنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تھیں کہ ہر طرف سے خزانہ برسا پڑتا تھا۔ اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک اس کا زبردست اثر باقی رہا۔

پیشگوئی

(۹۵)

فتح مکہ کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں ہو گی

البخاری عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ لاھجرۃ ولکن جھاد ونیۃ۔

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ مکہ فتح ہونے کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کوئی ہجرت نہیں ہے لیکن (اپنے بچاؤ کے لئے کفار سے) مذہبی جنگ اور نیت ہے۔

ف

ممکن ہے کہ یہ پیشنگوئی عام اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے متعلق ہو لیکن میں ایسا سمجھتا ہوں کہ صرف مکہ والوں سے اس کو تعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ اب مکہ والوں کو ہجرت کی ضرورت نہیں ہو گی جو اپنا دیس چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔

شریک ہوں گی چنانچہ وہ اس جنگ سے بیس ۲۰ یا اکیس ۲۱ برس پہلے اس جنگ میں شریک ہوئی تھیں جو ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہوئی تھی، اور جس کا ذکر اس سے پہلے (۸۹) ویں پیشنگوئی میں ہو چکا ہے۔
حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس جنگ سے پہلے حضرت ام حرامؓ دنیا سے گذر جائینگی اور زندہ ہی نہیں رہیں گی جو اس بحری جنگ میں شرکت کر سکیں اور ایسا ہی ہوا کہ ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری کی بحری جنگ میں سواری سے گر کر حضرت ام حرامؓ شہید ہو چکی تھیں۔
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

پیشنگوئی

(۹۴)

مسلمانوں کو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں

البخاری عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب فبینا انا نائم اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مبعوث کیا گیا میں ساتھ جوامع کلم کے اور مدد دیا گیا میں ساتھ ہیبت کے تو جب کہ میں سو رہا تھا مجکو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں پھر اُن کو میرے ہاتھ میں رکھدیا گیا۔

ف

یہ پیشنگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں پوری ہونے شروع ہو گئی

پیشنگوئی

(۹۷)

مجکو امت میں لواطت پھیل جانے کا خوف ہے

الترمذی عن جابرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط

ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ جو مجھے اپنی امت کی نسبت خوف ہے وہ اس بات کا ہے کہ وہ لوط کی قوم کا سا فعل نکرنے لگیں۔

ف

آپ کا خوف بالکل بجا تھا آپ کی یہ پیشنگوئی بھی صحیح اُتری۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے یہ بیحیائی خراسان میں نمودار ہوئی ایران تو اسلام سے پہلے ہی اس کا مرکز رہ چکا تھا جب ایران کے لوگ ہندوستان میں آئے تو وہی نحوست یہاں بھی لائے چنانچہ ہندوستان کے بعض شہروں کو اس بارہ میں خاص شہرت ہے آیت قرآنی فَاْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ میں جو فرقہ انّٰی کو مکان کے معنی میں لیتا ہے وہ ازدواج کے ساتھ اس راغلام کو جائز قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیتیں اس کو حرام مطلق قرار دیتی ہیں۔ قوم لوط کی بربادی کا سبب قرآن میں اسی بدفعلی کو بتایا گیا ہے اور طبّاً ایسا فعل اولاد میں مورث لواطت ہے اور مشاہدہ بھی ایسا ہی ہے ایران میں یہ ناشائستہ فعل ایک

پیشنگوئی

(۹۶)

مسجدوں میں دنیاداری کی باتیں ہونگی

بیہقی عن الحسنؓ مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ

بیہقی نے حسنؓ سے بہ طریق ارسال روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ ان کی باتیں جو محض دنیاوی معاملات سے متعلق ہونگی مسجدوں میں ہونگی تو تم اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ اُن میں اللہ کیلئے کوئی حاجت نہیں ہے۔

ف

اس پیشنگوئی کے پورا اترنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان میں ہر طرف یہ امر شاہد ہے کہ عبادت خانے اور مساجد ہی دنیا داری کی باتیں کرنے اور لڑائی جھگڑے کے محل ومقام قرار پاگئے ہیں۔

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پیشنگوئی کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیات بیان نہیں فرمائیں جو صرف مختار و حجاج پر ہی منطبق ہوسکیں فقط اتنا فرمایا کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا ایک ظالم و خونریز ہوگا بس اتنی خبر سے مختار و حجاج کو پیشنگوئی کا مصداق قرار دے لینا بلا بینہ اور بلا شاہد ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ اس صفت کے دو شخص پیدا ہوں۔

علاوہ اس کے حجاج کا لاکھ سے زیادہ نفوس کا بلا جرم و سبب قتل کر دینا ہی پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا۔ حجاج کے ظلم و ستم کے داستان اور ان جیسے خونریزی کے واقعات محض افسانے ہیں جن کو دشمنان خلافت بنی امیہ نے تصنیف کیا یا اُن کے خوشامدی نادان دوستوں نے۔ جن کو بھولے مورخین نے بلا سوچے سمجھے لکھ مارا ہے۔

ہمکو حجاج ثقفی کے جابرانہ اور اعتدال سے گذری ہوئی زیادتیوں سے بالکل انکار نہیں ہے مگر ان بے سروپا داستانوں میں کلام ضرور ہے جن کو نہ فہم سلیم باور کرتی نہ اہل تحقیق مورخین ایسے داستان گویوں کے ہمزبان ہوتے۔

پیشنگوئی

(۹۹)

عمار بن یاسر کو خطاکار گروہ قتل کریگا

بخاری و مسلم نے عکرمہ رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عباس رض	الشیخان عن عکرمۃ رض قال قال لی ابن عباس رض ولابنہ

نامعلوم زمانہ سے ہے۔ پھر بعد اسلام یہ قوم دوسرے ممالک میں جہاں جہاں گئی اور جہاں زیادہ قوت ملی یا عرصہ تک رہی۔ وہاں اس مرض کو پھیلایا تو یہ فعل اسی قوم کا ٹھیرا۔ عرب۔ شام۔ افریقہ۔ ترک۔ ترکمان اور بہت سے اقطاع اس سے قطعاً ناآشنا ہیں۔

پیشینگوئی

(۹۸)

ثقیف کی قوم میں ایک جھوٹا اور ایک خونریز ہوگا

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثقیف کذاب و مبیر

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک بڑا جھوٹا اور ایک ظالم خونریز ہوگا۔

ف

مختار بن ابو عبید جھوٹے اور حجاج ظالم خونریز نے اس پیشینگوئی کو صحیح کردیا اور یہ دونوں بنی ثقیف کے قبیلہ سے تھے۔ عام شراح حدیث کا یہی مسلک ہے بیان کیا جاتا ہے کہ لاکھ سے زیادہ آدمی بلا کسی جرم کے حجاج نے قتل کئے اور جو مقابلہ کرنے کے یا جرم کے بدلے قتل ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

نوٹ

حدیث صحیح ہے مگر اس کا کیا ثبوت کہ جھوٹے اور خونریز سے مختار و حجاج ہی مراد

پیشنگوئی

(۱۰۰)

خلافت کے متعلق فساد پر فساد ہونگے

مسلم عن سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما وعن عرفجۃؓ قال سمعت النبی صلعم سیکون ھنات ھنات فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان۔

مسلم نے ابو سعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو اُن میں سے آخر والے کو قتل کر دو اور مسلم نے عرفجہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب فساد پر فساد ہوگا تو جو شخص اس امت کے کام میں تفریق ڈالنا چاہے درحالیکہ اس میں جمعیت ہے تو اس کو تلوار سے مار دو چاہے وہ کوئی ہو فقط

ف

اس حدیث میں یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ فساد پر فساد ہوں گے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد شیخین تک امن رہا۔ ان کے بعد اس حدیث کے موافق فسادات کا سلسلہ چلا جسکی تفصیل تاریخوں میں موجود ہے اور یہ

علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثہ فانطلقنا فسمعناہ یحدث حتی اتی علی ذکر بناء المسجد فقال کنا نحمل لبنۃ لبنۃ و عمار یحمل لبنتین لبنتین فراٰہ النبی صلعم فجعل ینفض التراب عنہ و یقول ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ

نے مجھسے اور اپنے بیٹے علی سے کہا کہ چلو ابو سعید کے پاس اور اُن سے حدیث سنو بس ہم گئے اور اُن سے سنا کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے یہانتک کہ مسجد بنانے کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں لاتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا پس ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ افسوس ہے عمار پر کہ اسکو ایک خطا کار گروہ قتل کریگا۔

ف

یہ پیشینگوئی جنگ صفین میں پوری ہوی جب حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما میں جنگ برپا تھی اور امیر معاویہؓ کے لشکریوں نے عمار بن یاسر[1] کو قتل کر دیا اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہ کو دعوی خلافت کسی طرح سزاوار نہ تھا اور وہ باتفاق مورخین و اہل مذاہب خطا پر تھے۔

[1] ابن اثیر و الاصابہ ۱۲

استنے زیادہ اور مشہور ہیں جن کی تفصیل ایک ایک کرکے غیر ضروری ہے
الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد متعلق امارت مقصود ہے کیونکہ آخر میں
یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو امت کے کام کو پراگندہ کرنا چاہے اس کی گردن ماردو
اور اسلام میں بڑا فساد خلافت ہی کے لئے ہوتا رہا ہے جسکی ابتداء خیر القرون
ہی میں شروع ہوئی۔

نوٹ

اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ بنی امیہ کی خلافت کے خلاف جن لوگوں
نے سازشیں کی اور ان پر خروج کیا وہ عاصی تھے اور اسی طرح جن نفوس
نے خلافت عباسیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا انہوں نے بھی رسول خدا
اور شریعت غرّا کی مخالفت کی اور وہ یقیناً گورمنٹ کے باضابطہ مجرم
اور خدا و رسول کے نافرمان و عاصی بندے تھے جب حکومت قائم ہوجائے
تو ہر شخص پر اطاعت لازم ہے پس جو اطاعت نہیں کرتا وہ گویا امن عام میں
خلل انداز ہونا اور ملک میں فساد پھیلانا چاہتا ہے اور حکومت پر ایسے لوگوں کا
قلع قمع کرنا واجب ہے۔ یہی حکمت تھی کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے
حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی تا ملک میں قائم شدہ امن باقی رہے اور
اہل ملک میں بدامنی نہ پھیلے فقط والسلام علی سید الانام الی یوم القیام۔

کاتب
مرزا گوہر علی عفی عنہ

سلسلۂ اشاعت العلوم حیدرآباد دکن نمبر ۱۳۱

لقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر

جلد سوم

حکمۃ بالغۃ

فما تغن النذر

مؤلفہ

فاضل جلیل عالم نبیل عالیجناب مولانا مولوی ابو الجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی

مصنف و مؤلف

اسمع الاسمع - رسالہ شطرنج - رحل الغنا - بارہ امام - کرامت اللطائف - الاخلاق

چراغ حکمت وغیرہ ملازم دفتر نظامت تعمیرات دولت آصفیہ یکے از رکن مجلس اشاعۃ العلوم

حسب منظوری مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

باہتمام

جناب ابو الدرجات مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

بشارت

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کی تصانیف جنکی بحسب اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہی مندرجہ ذیل پتہ سے شایقین کی طلب پر روانہ کیجا سکتی ہیں۔

انوار احمدی - اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابۂ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل پر نہایت محققانہ بیان کیا گیا ہے جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی و پسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی۔ اب پھر شایقین کے تقاضہ پر مکرر طبع کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲

کتاب العقل - اس میں عقل کی حقیقت کھولدی گئی ہے کہ دینی ابواب میں عقل کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ اور فلسفۂ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا اُن کے جوابات عقلی نہایت محققانہ انداز سے دیے گئے ہیں۔ قیمت کاغذ چکنا ۱۲ کاغذ کھرا ۸

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ طرز سے جوابات دیے گئے ہیں جن کے ضمن میں کئی دینی ضروری مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہوجاتی ہے کاغذ چکنا عہ کھرا ۸

مقاصد الاسلام ہر پنج حصہ جن میں اخلاق، تمدن، فقہ، کلام، فلسفۂ اسلام اور تصوف وغیرہ وغیرہ مضامین پر نہایت محققانہ اور دلکش طرز پر بحث کی گئی ہے قیمت عہ ۸

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ اس میں محققین و محدثین کے فرائض منصبی ان کے کارنامہ اور حدیث و فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کی گئی ہے خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں قیمت عہ

انوار الحق مولوی حسن علی صاحب لکچرار کی تائید الحق جو مرزا صاحب قادیانی کی تائید میں لکھی گئی ہے اسکے جواب میں یہ محققانہ رسالہ لکھا گیا ہے اس کا انداز بیان دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ کسقدر دلچسپ ہے۔ قیمت ۲

فہرست مضامین کتاب حکمۃ بالغہ جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا

دوسرا ثبوت

مقدمۂ کتاب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی محض (یعنی کچھ لکھے پڑھے نہیں) تھے

معزز ناظرین! اس مقدمہ کتاب کو غور اور اطمینان قلب سے مطالعہ فرمائیں اس کے تمام ماله وما علیہ کو خوب ذہن نشین فرمالیں کیونکہ قرآن شریف کے کلام اللہ ہونیکے ثبوت میں اب ہم جتنے براہین و دلائل پیش کریں گے ان میں کے اکثر دلائل کو اس مقدمہ سے خاص تعلق ہے اگر یہ مقدمہ حافظہ میں محفوظ نہ ہوگا تو بعض دلائل بالکل وزنی ثابت نہ ہوں گے اور محض رذی نظر آئیں گے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امی محض ہونے پر ہم عقلی ونقلی وتاریخی

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

وہ (خدا) ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں ان ہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بناکر) بھیجا کہ (وہ) انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک صاف کرتے اور ان کو کتاب اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے

ف

اس آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوئے انھیں میں آپ کا نشو و نما ہوا اور آخر انہیں جاہلوں میں سے آپ کو پیغمبر بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔

جاہلوں میں رہ کر اور جاہلوں میں نشو و نما پاکر کوئی شخص عالم و فاضل اور ادیب و منشی نہیں ہو سکتا تاریخ ایسی ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکتی کہ کوئی انسان ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوا ہو۔ ان پڑھ لوگوں میں پلا ہو۔ ان پڑھ لوگوں میں نشو و نما پاکر ساری عمر انہیں جاہلوں میں رہا ہو اور پھر عالم و فاضل ہو گیا ہو۔ کیونکہ علم و فضل حاصل کرنے کے لئے ارباب علم و فضل کی صحبت واجب ہے۔

دوسری آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ

اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے (دین کی) جان (یعنی یہ کتاب) تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (کس کو کہتے ہیں) مگر ہم نے قرآن کو ایک نور

بارہ دلیلیں پیش کرتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایسی مضبوط دلیلیں ثابت ہوں گی کہ موافق تو موافق انصاف پژوہ مخالفین کو بھی سوائے تسلیم کر لینے کے چارۂ کار نہ ہوگا البتہ جن کے قلوب انصاف کی صفت سے خالی ہیں انہیں کوئی فائدہ نہیں اور میں تمنا کرتا ہوں کہ ایسے انصاف کے خون کرنے والے ہٹ دھرم لوگ میری کتاب کے ناظرین میں سے نہ ہوں تو اچھا ہے۔ ؎

کل العداوۃ قد یرجیٰ اماتتھا الا عداوۃ من عاداک من حسدٖ

پہلی دلیل

قرآن مجید

قرآن مجید ؎ میں چھ آیتیں ہیں جن سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی محض ہونا بصراحت ثابت ہوتا ہے۔

پہلی آیت۔ سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

؎ ایک مخالف اعتراض کر سکتا ہے کہ قرآن صرف اپنے پیرووں کے لئے معتبر و مستند ہے مگر جو لوگ سرے سے نہ قرآن ہی کو کتاب اللہ تسلیم کرتے نہ پیغمبر اسلام کی نبوت کو مانتے ان کے حق میں اس کا بیان کوئی سند نہیں ہو سکتا۔ قرآن کو کتاب اللہ ثابت کرنے کے لئے قرآن ہی کے بیان کو ثبوت میں پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب ہے۔" بلا شبہ یہ اعتراض صحیح ہے لیکن ناظرین گھبرائیں نہیں ہم اس کا شافی جواب اس دلیل کے خاتمہ پر خود دیں گے۔ منہ

تیسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

تو (اے لوگو!) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی (محمد) پر (بھی) کہ وہ خود بھی اللہ اور اسکی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان ہی کی پیروی کرو تاکہ تم سیدھے رستے پر آجاؤ

ف

اس آیت میں بھی لفظ امی نے رسول خدا کے ان پڑھ ہونے کی صراحت کر دی کیونکہ امی لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کچھ پڑھا لکھا نہ ہو۔ درحقیقت امی وہ شخص ہے جس کے ماں باپ بچپنے میں مر گئے ہوں اور چونکہ بچپنے میں ماں باپ کے مر جانے سے تعلیم کا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہتا اور علی اکثرالاحوال یتیم ناخواندہ ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کا لقب بھی امی ہو گیا اور آپ ہر طرح اس لقب کے سزاوار بھی ٹھیرے کیونکہ بچپنے میں آپ کے والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھا اور آپ بالکل ان پڑھ ہی رہے۔

چوتھی آیت سورۃ الزخرف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

اور کفار کہتے ہیں کہ (ان) دو بستیوں (یعنی مکہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

ف

جناب رسول خدا صلعم کے وقت میں مکہ اور طائف یہی عرب میں دو بڑے

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔	بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے رستہ دکھا دیتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ تم سیدھا ہی رستہ سب کو دکھاتے ہو۔

ف

آیت میں اس امر کی صراحت ہے کہ جب تک قرآن مجید نازل نہیں ہوا، جناب پیغمبر خدا کتاب و ایمان سے کچھ واقف نہ تھے۔ آپ کو منصب نبوت چالیس (۴۰) برس کی عمر میں عطا کیا گیا۔ اور اسی وقت سے نزول قرآن کا آغاز ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ چالیس (۴۰) برس کی عمر تک آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا حالانکہ لکھنے پڑھنے کا زمانہ چالیس (۴۰) سال کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد انحطاط اور بڑھاپے کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور آدمی لکھنے پڑھنے سیکھنے کے کام کا نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ چالیس (۴۰) برس کی عمر میں آپ کو نبوت سے مشرف فرمایا گیا۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور آپ تبلیغ احکام الٰہی کی سخت ترین مہم سرانجام دینے لگ گئے۔

تاریخ و سیر ہمارے سامنے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ چالیس (۴۰) برس کے بعد آپ کی عمر مبارک کا تمام حصہ تبلیغ احکام، دشمنوں کی ایذادہی، جنگ و قتال، جلاوطنی اور فتوحات میں صرف ہوا۔ یہاں تک کہ تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔

یہ تیئیس (۲۳) برس کا زمانہ ایسا نہیں تھا کہ اس میں آپ کوئی حصہ بھی پڑھنے یا سیکھنے میں صرف کر سکتے حالانکہ قرآن مجید اسی مدت میں نازل ہوتا رہا۔

چھٹویں آیت - سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ	اور (اے پیغمبر!) قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور نہ تم کو اپنے ہاتھ سے لکھنا ہی آتا تھا کہ ایسا ہوتا تو بیدین خواہی نخواہی شبہ کرتے -



آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جناب رسول خدا پڑھے لکھے تھے نہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ مصلحت رکھی تھی کہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو کفار و منکرین ضرور شبہ کرتے کہ یہ باتیں جو یہ شخص سمجھاتا ہے اسکی دیکھی بھالی ہوئی ہیں اور اگلی باتوں میں سے چن چنا کر ایک قرآن بنا لیا - لیکن آپ کے امی ہونے کیوجہ سے یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا اس پر جو انکار کریں تو بڑی ہٹ دھرمی ہے بہرحال اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم امی محض تھے - آپ نے نہ کبھی کچھ تعلیم پائی نہ آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ آتا تھا اور نہ آپکے امی ہونے میں کفار کو خود کسی قسم کا شبہ تھا - لیس

دوسری دلیل

حدیث

امام بخاری اپنی صحیح حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ :-

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث	حدیث بیان کی ہم سے یحیی بن بکیر نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے لیث نے

شہر تھے اور ان شہروں کے باشندے بڑے لایق وفائق سمجھے جاتے تھے جیسے ہمارے ہندوستان میں دہلی ولکھنو' زبان اردو کے دومرکز سمجھے جاتے ہیں۔ کفار نے اعتراض کا اور کوئی سچا موقع نہ پایا تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ ایک یہی بھدا اعتراض کر دیا کہ اچھا اگر قرآن واقعی خدا کی کتاب ہے تو محمد جیسے امی شخص پر کیوں نازل ہوا، اس کو تو چاہیے تھا کہ مکہ وطائف کے کسی بڑے عالم وفاضل پر نازل کیا جاتا

اس بیان سے ظاہر ہے کہ کفار عرب پر محمد عربی صلعم کا مطلق آن پڑھ ہونا خوب روشن تھا اور یہ باور کرنا تو بہت دشوار ہے کہ آپ پڑھنے لکھے رہے ہوں اور آپ کے ملک والے بلکہ خود شہر وقبیلہ والے بھی نجانتے ہوں۔

پانچویں آیت سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

(اے پیغمبران سے) کہو کہ اگر خدا چاہتا تو میں (قرآن) تمکو پڑھکر سناتا ہی نہیں اور نہ خدا تم کو اس سے آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں مدتوں تم میں رہ چکا ہوں کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ہو۔

ف

مطلب یہ کہ اگر میں پڑھا لکھا ہوتا تو وہ تم لوگوں پر چھپنے والی بات نہیں تھی میری اتنی عمر تم لوگوں میں گذر گئی کچھ تو سن گن تم کو معلوم ہوتی لیکن تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں کچھ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں تو پھر ان کے کلام اللہ ماننے میں کونسا امر مزاحم ہے کیونکہ ایک ان پڑھ آدمی جس نے اپنی عمر بھر میں پڑھنے لکھنے کا نام تک نہ جانا ہو قرآن جیسی بہترین کتاب نہیں بنا سکتا۔

ثم ارسلنی فقال اقرء قلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرء بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ خَلَقَ الاِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الاَكْرَم۔ فرجع بها رسول الله صلعم یرجف فؤاده فدخل علی خدیجة بنت خویلد فقال زملونی زملونی فزملوه حتی ذهب عنه الروع فقال لخدیجة واخبرها الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجة کلا والله ما یخزیك الله ابدا فانطلقت به خدیجة حتی اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزی

زور سے سینہ سے لپٹایا پھر مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو میں نے جواب دیا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو مجھکو پکڑا پھر تیسری مرتبہ مجھکو لپٹایا اس کے بعد مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا (پڑھو) اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ خَلَقَ الاِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الاَكْرَمُ۔ پس اس آیت کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے ورانحالیکہ آپ کا دل لرز رہا تھا پھر آئے خدیجہ بنت خویلد یعنی اپنی بی بی کے پاس اور فرمایا کہ مجھکو کمل اڑہاؤ مجھکو کمل اڑہاؤ تو لوگوں نے آپ کو کمل اڑہا دیا حتی کہ آپ سے خوف زائل ہوگیا تو آپ نے خدیجہ سے سب ماجرا بیان کرکے فرمایا کہ مجھکو اپنی جان کا ڈر ہے خدیجہ نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز رسوا نکرے گا پھر چلیں خدیجہ آپ کو لئے ہوئے یہانتک کہ لیگئیں آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی کے پاس اور یہ ورقہ ایک مرد تھا

عن عقيل عن ابن شهاب
عن عروة بن الزبير عن
عائشة ام المومنين انها
قالت اول ما بدئ به
رسول الله صلى الله عليه
وسلم من الوحي الرؤيا
الصالحة فكان لا يرى
رؤيا الا جاءت مثل فلق
الصبح ثم حبب اليه
الخلاء وكان يخلو بغار
حراء فيتحنث فيه ويتزود
لذلك ثم يرجع الى
خديجة فيتزود لمثلها حتى
جاءه الحق وهو في غار
حراء فجاءه الملك فقال
اقرء قال ما انا بقارى
قال فاخذني فغطني حتى
بلغ مني الجهد ثم ارسلني
فقال اقرء قلت ما انا
بقارى فاخذني فغطني
الثانية حتى بلغ مني الجهد

عقیل سے انھوں نے ابن شہاب سے
انھوں نے عروہ ابن زبیر سے انھوں نے
ام المومنین عائشہؓ سے البتہ کہا عائشہؓ
نے کہ وحی کے قسم سے پہلے پہل
جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع
ہوئی وہ رویائے صالحہ تھا تو جو کچھ آپ
خواب میں دیکھتے وہ صبح کے پو پھٹنے کی طرح
ظاہر ہو جاتا۔ اس کے بعد آپکو تنہائی پسند
آئی اور غار حرا میں اکیلے بیٹھے عبادت
کیا کرتے تھے پھر توشہ اپنے ساتھ
لے جاتے اور جب کھانا ختم ہو جاتا
تو خدیجہ کے پاس واپس آتے اور
پہلے کی طرح توشہ لیکر پھر چلے جاتے یہاں تک
آپکے پاس حق آگیا درانحالیکہ آپ
غار حرا ہی میں تھے پھر فرشتہ آپکے
پاس آیا تو کہا کہ پڑھو آپ نے جواب دیا
کہ میں پڑھا ہنیں ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ میرے اس کہنے پر اس فرشتہ
نے مجھکو پکڑا پھر مجھکو لپٹایا اور خوب بھینچکر
اپنے سے لگالیا پھر مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو تم نے
جواب دیا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے
مجھکو پکڑا پھر دوسری مرتبہ اپنے سے لپٹایا اور خوب

ف

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلعم پر پہلے پہل وحی نازل ہوئی ہے آپ ان پڑھ تھے اور اسوقت تک کہ آپ کی عمر تینتیس سے متجاوز ہو چکی تھی بالکل پڑھنا نہیں جانتے تھے رہی یہ بات کہ ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ نے ورقہ بن نوفل سے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا ہو۔ محض لغو اور لایعنی اعتراض ہے۔

اولاً۔ تو یہ ایک محض امکانی پہلو ہے اور محض امکان کسی امر کے باور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس کے خلاف میں بہت سے شواہد قویہ اور دلائل جزمیہ قائم ہیں۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ ایسے اوہام ضعیفہ سے کوئی دعویٰ اور کوئی واقعہ خالی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ایسے ہی اوہام پر مدار عالم ہو تو تاریخ عالم سے امان اٹھ جائے اور کوئی متواتر سے متواتر واقعہ بھی قابل اطمینان باقی نہ رہے حالانکہ عادت جاریہ اس کے خلاف ہے۔

ثالثاً۔ اسوجہ سے کہ اگر کوئی مخالف اسلام اس بات کا دعویٰ کرے کہ جناب رسول خدا نے ورقہ بن نوفل سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا تو اس پر بیّنہ شاہد کا پیش کرنا واجب ہے۔ کیونکہ دعویٰ بلا دلیل گوز شتر ہے لیکن یہ ایک ان ہونی بات ہے کیونکہ کسی تاریخ میں عام اس سے کہ مخالف اسلام ہو یا موافق اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔

رابعاً۔ اسوجہ سے کہ ورقہ بن نوفل اسوقت شیخ کبیر یعنی بہت بوڑھا اور اندھا تھا وہ خود کسی کو سکھانے پڑھانے کے قابل کہاں تھا؟

ابن عم خديجة وكان امرءا
قد تنصر في الجاهلية
وكان يكتب الكتاب
العبراني فيكتب من
الانجيل بالعبرانية
ما شاء الله ان يكتب
كان شيخا كبيرا قد عمي
فقالت له خديجة
يا ابن عم اسمع من ابن
اخيك فقال له ورقة
يا ابن اخي ماذا ترى
فاخبره رسول الله
صلى الله عليه وسلم
خبر ما رأى فقال
له ورقة هذا الناموس
الذي نزل الله على
موسى ليتني اكون حيا
اذ يخرجك قومك
فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
اومخرجي هم قال نعم—

جو جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور عبرانی
کتاب لکھا کرتا تھا پھر جتنا کچھ اللہ کو منظور ہوتا انجیل
کو عبرانی میں لکھتا اور یہ ورقہ بن نوفل بہت بوڑھا
اور اندھا ہوگیا تھا۔ تو خدیجہ نے اس سے
کہا کہ اے میرے ابن عم! ذرا اپنے بھتیجے
کی بات سنو! تو ورقہ نے پوچھا کہ اے میرے
بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان
فرمادیا تو ورقہ نے کہا کہ وہ جو تم نے
دیکھا ناموس (یعنی جبرئیل) تھا جس کو
اللہ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ کاش
میں اسوقت زندہ رہتا جب تمہاری
قوم تم کو جلاوطن کرے گی (تو میں تمہاری
مدد کرتا) رسول اللہ صلعم نے پوچھا
کیا میری قوم مجھ کو جلاوطن کرے
گی ورقہ نے کہا ہاں (مگر اس
واقعہ کے تھوڑے ہی دن کے
بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا۔)

اس پر کوئی صاحب انصاف بمقدار خلاف واقعہ ہونیکا واہمہ نہیں کر سکتا۔

دوم۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث عام اس سے کہ وہ درحقیقت حدیث رسول ہو یا کسی کذاب نے رسول پر افترا رکیا ہو، سلسلہ رُواۃ کے ساتھ بیان کیجاتی ہے۔ راویوں کی جانچ پرتال کے لئے رجال و تراجم کے دفاتر الگ مدون ہیں جن سے صحیح حدیثوں کو جھوٹی حدیثوں سے نہایت آسانی کے ساتھ الگ کرلے سکتے ہیں دور اولیں کی تاریخ بھی اسی طریقہ پر مرتب کیجاتی تھی مگر متاخرین نے اس طریقہ کو ترک کردیا جو اچھا نہیں ہوا اور روز بروز تاریخ کا چہرہ گرد آلود ہوتا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روایت وصحت میں کسی آسمانی کتاب کا وہ درجہ بھی نہیں ہے جو اسلام میں موضوع و نامعتبر حدیثوں کا ہے۔ اور جب یہ صورت ہے تو فن حدیث میں جو خبر بیان کی گئی ہو اس سے انکار کرنے اور جھوٹ باور کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

سوم۔ قرآن وحدیث اگرچہ مذہبی کتابیں ہیں لیکن ان کا شمار تاریخ میں بھی ہے اگر مخالفین اسلام قرآن وحدیث کی دی ہوئی خبروں کو تسلیم نہ کریں تو تاریخی دنیا سے امان اٹھ جائے اور ان کی باتیں بھی قابل اعتبار نہ رہیں۔

چہارم۔ اسلام کے سخت ترین دشمن بھی کوئی امر خلاف اسلام لکھتے ہیں تو اسلام ہی کی تاریخ سے مدد لیکر لکھتے ہیں غیر اسلامی اقوام میں اسلامی تاریخ کے متعلق کوئی صحیح مواد نہیں ملتا۔ تو ضرور ہے کہ تاریخ اسلام جو خبر دے اور وہ خبر اصول تاریخ اور اصول درایت کے موافق ہو اس کو باور کیا جائے۔

خامساً۔ اسوجہ سے کہ رسول اللہ صلعم نے نزول وحی کے بعد ورقہ بن نوفل سے ملاقات کی ہے اس سے پہلے ورقہ کا آپ سے ملنا ثابت نہیں تو اس صورت میں یہ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نزول قرآن اور آپ کا ورقہ سے علم حاصل کرنا ساتھ ساتھ تھا بلکہ جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے زمانۂ نزول قرآن زمانۂ تعلیم سے مقدم ثابت ہوگا اور اس میں جو رکاکت ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔

اس حدیث میں ملک (فرشتے) کے نزول اس کی رسول اللہ صلعم سے گفتگو۔ اس کی تعلیم اور جناب رسول خدا کے خوف و لرزہ وغیرہ کا جو بیان ہے اس پر بھی چند شبہے وارد ہوتے ہیں لیکن یہ محل اس بحث کا نہیں ہے۔

قرآن وحدیث سے یہ امر تو اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ان پڑھ تھے آپ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ آپ کو لکھنا ہی آتا تھا۔ رہی یہ بات کہ قرآن وحدیث سے آپ کے امی ہونیکا ثبوت مخالفین اسلام کے لیے قابل قبول نہیں ہے اس کے چار جواب ہیں۔

اول۔ یہ کہ قرآن کی خبر متواتر خبر ہے یعنی ہر دور میں اسکی روایت اور حفاظت کرنے والے اتنے لوگ رہے ہیں جن پر جھوٹ کا گمان نہیں ہوسکتا قرآن مجید جس طرح محمد عربی صلعم پر نازل ہوا، ویسا ہی بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے اسوقت بھی مسلمانوں کے ہاتھوں اور حفاظ کے سینوں میں موجود ہے حالانکہ نزول قرآن کو تیرہ سو برس کا طول طویل زمانہ گذر چکا اور اس وصف (صحت) میں دنیا کی کوئی آسمانی غیر آسمانی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور ایسی صورت میں قرآن مجید جس بات کی خبر دے

چوتھی حدیث[5]

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن الضحاك فی الآية قال کان النبی صلعم لا یقرأ ولا یکتب وکذلك جعل نعته فی التوراة والانجیل انه امی لا یقرأ ولا یکتب وهی الآیة البینة۔

نکالا ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ضحاک سے اس آیت مذکور میں کہ کہا ضحاک نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا آتا تھا اور آپ کی یہی صفت توریت اور انجیل میں وارد ہے کہ وہ (محمد) آن پڑھ ہونگے جن کو لکھنا نہ آتا ہوگا اور یہ (آپکی نبوت کی) بڑی زبردست دلیل ہے۔

ان چار جوابوں کے علاوہ اور بھی جوابات ہیں جن کو انشاء اللہ تعالی ہم محمد عربی صلوات اللہ علیہ کے امیت کے مستقل دلائل میں لکھیں گے۔

تیسری دلیل

قرآن وحدیث نے جو خبر محمد صلعم کے امی ہونیکی دی ہے اگر اس کو ،، باطل است انچہ مدعی گوید ،، کے تحت میں رکھکر نا معتبر قرار دیا جاوے تو اس کے خلاف ثبوت کا پیش کرنا ضرور ہے کیونکہ کفار عرب، آپکے اور آپ کی ملت حنیفیہ کے نہایت سخت دشمن تھے بات بات کی تکذیب کرتے تھے طرح طرح سے ذلیل کرنا چاہتے اور اسلام کو نیچا دکھانا چاہتے تھے اگر اسلام نے اپنی بڑائی اور اپنے کو

[5] درالمنثور جلد پنجم صفحہ ۱۴۸

دوسری حدیث[1]

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والاسماعیلی فی معجمہ عن ابن عباس قال لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ ولا یکتب کان امیاً۔

نکالا ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور اسماعیلی نے اپنی معجم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے (بلکہ) آپ بالکل ان پڑھ تھے۔

تیسری حدیث[2]

اخرج عبد الرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قولہ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ کتاباً قبلہ ولا یخطہ بیمینہ وکان امیاً لا یکتب

نکالا عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رض سے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ (اے محمد) اس سے پہلے نہ تو تم پڑھ سکتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔ کہا قتادہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (نزول قرآن) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے نہ اسکو لکھ ہی سکتے تھے (بلکہ) آپ امی تھے کہ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

[1-2] درالمنثور جلد پنجم صفحہ ۱۴۸

کہ محمد نبی امی (ان پڑھ) ہیں اور کفار کا اس دعوی کو خاموشی کے ساتھ سننا اور اس پر جرح نکرنا، اس امر کی بین دلیل ہے کہ کفار عرب پر آپ کا امی ہونا خوب روشن تھا اور ایسا روشن تھا کہ باوجود عداوت اور تکذیب کی کوششوں کے اس امر سے انکار کرنے اور آپ کو جھٹلانے کی جرءت نہ کرسکے۔

پانچویں دلیل

مخالفین تک تسلیم کرتے ہیں کہ محمد عربی صلعم امین، دور اندیش، عقلمند اور بڑے مدبر انسان تھے پس مدبر اور پیغمبر اسلام جیسے سمجھدار آدمی کی شان سے یہ بہت مستبعد تھا کہ پڑھے لکھے ہو کر علی الاعلان ان پڑھ ہونیکا دعوی کرتے اور معجزہ اور اپنے نبی ہونیکے ثبوت میں قرآن کو کلام الہی کہکر پیش کرتے۔ وہ اس بات کو ضرور سمجھتے کہ میں پڑھا لکھا ہو کر اگر امی ہونیکا دعوی اور قرآن کو کلام الہی کہکر اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کروں گا تو اہل عرب خصوصاً خود میرے خاندان والے (قریش) اس کی تکذیب کر بیٹھیں گے جو ایک لاجواب اعتراض اور میری سخت کرکری ہوجانے کا موجب ہوگا بلکہ بجائے اس کے کہ نبوت ثابت ہو تمام پاکبازیوں اور دیانت پر پانی پھر جائے گا۔ اور میرا دعوی خود ہی اپنے باطل ہونیکا ثبوت رہ جائے گا۔ یہ ایک بہت موٹی بات ہے جو عامی سے عامی آدمی بھی نہیں کرسکتا محمد عربی صلعم جیسے حکیم کی شان تو بہت ارفع و اعلی ہے۔

چھٹویں دلیل

کھلی بات ہے کہ ہر شخص کے حالات سے جتنی واقفیت اس کے گھر

دین الٰہی ثابت کرنے کے لئے پیغمبر کو امی قرار دیا تو غیر اقوام خصوص کفار عرب
اور دشمنان اسلام کے اقوال و بیانات تو اس کے خلاف میں ضرور ہوں گے
اور ہونے چاہئیں حالانکہ آپ کے امی ہونے کے متعلق قرآن و حدیث میں
جو کچھ کہا گیا ہے اس کے خلاف ایک حرف بھی نہیں ملتا اور جو علمائے
مخالفین آپ کے غیر امی ثابت کرنیکی بیفائدہ کوشش کرتے ہیں ان کو مجبوراً
اسلام ہی کی تاریخ پر جھکنا پڑتا ہے اور اس میں بھی اصول روایت و درایت سے
قطع نظر کر کے اور بہت تحریف و تبدیل کے بعد چند الٹی سیدھی باتیں لکھکر
دلوں کو خوش کر لیتے ہیں کیا یہ امر پیغمبر اسلام کے امی ہونیکی کافی دلیل نہیں ہے؟
ضرور ہے۔

چوتھی دلیل

جب تک جناب رسول اللہ علیہ التحیۃ والثنا نے دعوی نبوت نہیں کیا
اہل عرب آپ کے ثناخواں دوست رہے اور آپ کو امین و راست باز
اور بہترین انسان سمجھتے رہے آپ کا دعوئے نبوت کرنا تھا کہ ساری دوستی
مبدل بہ دشمنی ہوگئی یہاں تک کہ خود آپ کے خاندان کے لوگ اور حقیقی چچا
تک جان کے لاگو ہوگئے پھر آپ کے جھٹلانے میں، ذلیل خوار کرنے میں
نیچا دکھانے میں، اور اسلام کو بیخ و بنیاد سے مٹا دینے میں جو سر توڑ کوششیں
کرتے رہے ان سے تاریخی اوراق بھرے پڑے ہیں اور جن کا مخالفین
تک کو اعتراف ہے۔ اتنی سخت مخالفت و عداوت میں جب کہ کفار عرب
ذرا ذرا سی بات میں جھٹلاتے رہتے تھے قرآن کا اس دعوے کیساتھ نازل ہونا

اگر یہ کہا جائے کہ کفار عرب نے پیغمبر اسلام کے امی ہونے کی تکذیب کی مگر وہ تکذیب زبانوں ہی پر رہی ضبط تحریر نہیں ہوئی یا نہیں لائی گئی تو :-

اولاً - تو یہ اعتراض اپنی کمزوری سے خود اپنا جواب ہے -

دوسرے - یہ کہ جب کفار عرب نے پیغمبر کی امیت کے متعلق زبان ہی سے سب کچھ کہا اور لکھا کچھ نہیں تو اب معترض کس منہ سے اور کس دلیل و سند سے آپ کے امی ہونے کا انکار کرتا ہے اور اس کے پاس اس امر کا بھی کیا ثبوت ہے کہ کفار عرب نے زبان ہی سے آپ کے امی ہونے کی تکذیب کی -

تیسرے - یہ کہ یہ ایک عظیم الشان واقعہ تھا کہ پیغمبر اسلام نے تعلیم یافتہ ہو کر ان پڑھ ہونے کا ادعا کیا اور اپنے نبی ہونیکی دلیل میں قرآن کو کلام الٰہی گردان کر سامنے کیا کہ اگر اس کے کلام اللہ ہونے میں شبہ ہو تو دنیا بھر کے جن و انس ملکر متفقہ کوشش سے ایسی فصیح و بلیغ ایک سورت ہی بنا دیں -

ایسے عظیم الشان دعوے پر تمام عرب میں ہلچل کا پڑنا اور صرف زبانوں ہی پر خلاف واقعہ دعوے کا رہنا اور کفار عرب کا رسول کی تکذیب میں کوئی نوشتہ نہ رکھنا جس سے کبھی ان کے صدق نبوت میں کوئی شبہ کر سکے کوئی سمجھ میں آنیوالی بات نہیں ہے اور یہ تو ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو مجنون و مجذوب کے سوا کوئی سمجھدار باور نہیں کر سکتا بلکہ جس شخص میں ذرا بھی عقل ہو وہ خصم کے اتنے ہی بیان کو ہمارے دعوائے امیت کی کافی دلیل تسلیم کرے گا -

ساتویں دلیل

قبیلہ۔ برادری گاؤں اور اپنے ملکی لوگوں کو ہو سکتی ہے دوسروں کو ہرگز نہیں ہو سکتی تو اگر جناب رسول خدا تعلیم یافتہ ہوتے تو سب سے پہلے خود کفار عرب اور آپ کے قبیلہ والے آیت وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ وغیرہ پر نہ اٹھنے والا اعتراض کرتے کہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود، یہ امیت کا انوکھا دعویٰ کیا؟ اور امیوں کے مقابلہ میں ایک اچھے تعلیم یافتہ کا دعوائے فصاحت و بلاغت کرنا کونسی حیرت انگیز بات ہے جو دلیل معجزہ و نبوت ہو سکے۔

حالانکہ پیغمبر اسلام کی امیت کے خلاف ایک لفظ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا

اعتراض

اگر معترض پھر بھی یہ شبہ پیش کرے کہ قرآن و حدیث تو رسول اسلام کی امیت ثابت کرنے کے لئے غیر معتبر ہے رہیں تواریخ تو ان کو بھی مسلمانوں ہی نے مرتب کیا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم امی نہیں تھے بلکہ پڑھے لکھے تھے تو خیر، قرآن نے تو غلط کہا اور مسلمانوں نے قرآن کو منجانب اللہ اور کلام باری ثابت کرنے کیلئے اپنے پیغمبر کو امی محض لکھدیا مگر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو کیا ہوا تھا کہ باوصف اتنی سخت مخالفت اور تکذیب رسالت کے اپنے مکتوبات میں اس کے متعلق ایک حرف نہ لکھا اگر رسول خدا، امی نہ ہوتے تو یہ مخالفین تو ضرور لکھتے کہ قرآن حدیث اور مسلمان سب جھوٹے ہیں اور محمد (صلعم) ہرگز امی نہیں ہیں بلکہ انھوں نے فلاں فلاں اہل علم سے علم حاصل کیا۔ حالانکہ قرآن کے اس دعوے کے خلاف گروہ مخالفین کا ایک لفظ ایک حرف بھی نہیں ملتا۔

قیاس میں آسکتا ہے؟ تعلیم تو ایسی چیز نہیں ہے جو اپنی قوم اور اپنے خاندان سے چھپی رہے اور پھر تعلیم بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی جو قرآن جیسی کتاب دنیا کی رہنمائی کے لئے دنیا کے سامنے رکھدے اور دعوی یہ کرے کہ دنیا کی کوئی طاقت ایسی جامع اوصاف وبہترین کتاب نہیں بنا سکتی۔

نویں دلیل

قرآن مجید نے صراحت کر دی اور حدیث ناطق ہے کہ محمد عربی علیہ السلام امی محض تھے۔ تاریخ اس تصریح کی ہمزبان ہے عہد رسالت کے سخت ترین کفار ومشرکین کا اپنی تحریرات میں آپ کو تعلیم یافتہ یا خواندہ نہ لکھنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ ناخواندہ ہی تھے اور آپ کا ناخواندہ ہونا کفار ومشرکین پر ایسے بدیہی طور پر روشن تھا کہ وہ بدیہی امر سمجھکر آپ کی امیت کی تکذیب نہ کر سکے پھر دلائل عقلیہ بھی آپ کے امی محض ہونے پر ہی قایم ہیں۔

تاریخی روایتیں ہم نے قصداً اس لیئے نظر انداز کر دیں کہ مسلمان مورخین کی روایتوں کو مخالفین اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اگرچہ ایسی حالت میں کہ خود ان کے پاس رسول کے امی ہونیکے خلاف میں کوئی تاریخی وثیقہ موجود نہیں ہے ہماری روایتوں کو جھٹلانا بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

دلیل ہمیشہ وجود شئی پر ہوا کرتی ہے۔ منع کیلئے دلیل ضروری نہیں ہے پس جب تک وجود شئی پر دلیل ندارد ہے نقیض ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام پڑھے لکھے نہیں تھے مخالفین اسلام دعوی کرتے ہیں کہ آپ پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ تھے۔ اب دلیل کا لانا مخالفین کے ذمہ ضروری ہے

ملوک عرب قبل الاسلام کی مفصل تاریخ موجود ہے، شعرائے جاہلیت کی سوانح عمریاں مشتہر ہیں جو حکما و مشاہیر رسول خدا صلعم سے سیکڑوں ہزاروں برس پہلے گذرے ان کے حالات میں چھان بان کرکے کتابیں لکھی گئیں پھر رسول اللہ صلعم کے تعلیم یافتہ ہونیکے متعلق مواد کا نہ ملنا، اس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں۔

جب عرب میں لکھنے والے موجود تھے اور دشمنان اسلام، اس بات کے دل سے خواہاں تھے کہ پیغمبر کو جھوٹا ثابت کریں اور ان کو پنپنے ندیں یا کم از کم جھوٹ سچ باتیں کہکر ذلیل ورسوا ہی کردیں، تو آپ کو غیر امی و خواندہ لکھنے سے انہیں کونسا امر مزاحم ہوسکتا تھا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا امی اور نا تعلیم یافتہ ہونا ایسا روشن اور بدیہی امر تھا کہ کفار عرب کی اتنی سخت عداوت بھی اس کے جھٹلانے کی جرءت نہ کرسکی۔

آٹھویں دلیل

جناب رسولخدا صلعم عرب میں ایسے وقت پیدا ہوئے جب شائستگی نام کو نہ تھی ہر طرف جہالت کی گرم بازاری تھی اور تمام ملک عرب میں ناقابل بیان تاریکی چھائی ہوئی تھی جس سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں جب ملک میں علم و فن کا چرچا ہی نہیں تھا اور سب امی صفت تھے اور حضرت سرور کائنات سوا چندروزہ تجارت کے کبھی اپنے وطن سے باہر تشریف ہی نہیں لے گئے تو آپ کا تعلیم پانا کیونکر

۱ؐ حال ہی میں ایک کتاب،، روضۃ الادب فی طبقات شعراء العرب،، مولفہ علامہ اسکندر آغا ابکاریوس مسیحی بیروت سے شایع ہوئی ہے جو اس خصوص میں نہایت معتبر ہے۔

" (۱) اگر آپ عالم ہوتے تو شاید قرآن میں مضامین کا سلسلہ "
کسی قدر بہتر ہوتا۔
" (۲) اس کے ساتھ ہی یہ بھی نہایت قرین قیاس ہے کہ اگر آپ "
" ایک شخص فاضل ہوتے تو نئے مذہب کی اشاعت نہ کر سکتے "
" کیونکہ ان پڑھ " ہی کچھ ان پڑھوں کی ضرورتوں کو زیادہ "
" جانتے ہیں اور انہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔ امی ہوں یا "
" غیر امی حضرت میں اعلیٰ درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کی "
" اس فہم و ادراک کو یاد دلاتی ہے جس کا ذکر کتب یہود میں ہے "

ڈاکٹر لی بان نے مضامین قرآن کی ترتیب پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب ہم انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور ثبوت میں دیں گے اور ثابت کر دیں گے کہ جس بے ترتیبی کو ڈاکٹر صاحب محل طعن خیال کرتے ہیں وہی قران کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

جناب رسول خدا کے امی ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے جو دوسری دلیل قرین قیاس بتائی ہے وہ بلاشبہ عجیب دلیل ہے مخالفین اسلام کو اس پر غور کرنا چاہیئے بہرکیف ان عبارات سے ہمارا اتنا مدعا ثابت ہو گیا کہ ڈاکٹر لی بان بھی ہمارے پیغمبر اسلام کو امی اور بڑا عاقل تسلیم کرتے ہیں۔

اور جب تک وہ اپنے اس دعوے پر صحیح دلیل پیش نہ کریں، ہمارا انکار باطل نہیں ہو سکتا درحالیکہ ہم اپنے انکار پر عمدہ شواہد اور مضبوط اسناد بھی رکھتے ہیں۔

عرب کے کفار اور مشرکین اور علمائے اہل کتاب کا آپ کے تعلیم یافتہ ہونے کے متعلق کچھ نہ لکھنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ آپ کو امی محض تسلیم کرتے تھے۔

علمائے یورپ عموماً آپ کو امی محض نا تعلیم یافتہ ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض مستند اور محققین علمائے یورپ کے اقوال کو ہم اپنی سند میں پیش کرتے ہیں جو مخالفین پر ہماری عمدہ دلیل اور قوی حجت ہے

(۱)

ڈاکٹر گستاولی بان۔ فرانس کا مشہور مورخ اور مستند محقق لکھتا ہے[۱]

"اس پیغمبر اسلام۔ اس **نبی امی** کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت"
"ہے جس کی آواز نے ایک قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر"
"کے زیر حکومت نہیں آئی تھی۔ رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اس نے"
عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا"

اس جملہ میں "نبی امی" کے الفاظ ہمارے دعوے کی صراحت کرتے ہیں یہی ڈاکٹر پھر آگے چلکر اور زیادہ صاف الفاظ میں[۲] لکھتا ہے۔

"کہتے ہیں کہ آپ نبی امی تھے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ"

---

[۱] کتاب تمدن عرب (مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی) صفحہ ۴۔ [۲] تمدن عرب صفحہ ۱۰۲

جوانی کا لفظ صرف اس سے لکھا ہے کہ جوانی ہی تعلیم کا زمانہ ہے بڑھاپے میں نئے سرے سے نہ کوئی پڑھتا نہ پڑھ سکتا ہے اور ہمارے رسول مقبول کے حالات سے جو شخص کچھ بھی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ آپ کو جوانی کے بعد تعلیم کا موقع ہی نہیں ملا اور چالیس برس کی عمر میں تو نزول قرآن شروع ہو گیا آپ کی جوانی آپ کیلئے امن کا زمانہ تھا اور وہی وقت آپ کو تعلیم حاصل کر سکنے کا تھا اس کے بعد تو آپ کو چین سے بیٹھنا محال ہو گیا علم کا حاصل کرنا تو بڑی بات تھی۔

(۵)

علامہ تھامس کارلائل ایک مشہور یورپین مورخ اور نہایت درجہ کا متعصب ہے۔ محمد علیہ التحیۃ والثنا کی نبوت اور آپ کے سچے مذاہب اسلام کی تکذیب میں اس نے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی ہے یہانتک کہ آخر مسیحی تعصب کے جوش میں آکر آپے سے باہر ہو گیا اور مذہب اسلام کے بارہ میں صاف صاف لکھدیا کہ اس (محمدؐ) کا مذہب حماقتوں اور جھوٹی باتوں کا مجموعہ ہے۔*

(History of the decline and fall of the Roman Empire) by Edward Gibbon Page 220 Vol II

His religion is a mere mass of quackery & fat[illegible] In other circumstances we must not forget that he had no school learning at all The art of writing was but just introduced into Arabia it seems to be the true opinion That Mohamed

* کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ مصنفہ علامہ کارلائل سنہ ۱۸۴۰ء

(۲)

اگرچہ محمدؐ کی طبیعت میں ہر شئے کی تہ کو پہنچ جانیکا ایک قدرتی وصف تھا مگر تعلیم اس کی بہت ناقص تھی اور اس میں بھی شبہہ ہے کہ وہ پڑھ لکھ بھی سکتا تھا یا نہیں؟ بلکہ زبان عربی کے قواعد نظم و قوافی سے وہ اس قدر ناواقف تھا کہ ایک شعر بھی بغیر کچھ نہ کچھ غلطی کے نہیں لکھ سکتا تھا۔

(۳)

ریورنڈ جان فنڈر صاحب نے کھلے الفاظ میں تصریح کی ہے کہ محمدؐ توریت و انجیل نہیں پڑھے تھے۔

(۴)

Mohamad was an illiterate barbarian his youth had never been instructed in the arts of reading and writing.	مشہور محقق علامہ گبن آنحضرتؐ کی تعلیم کے متعلق یوں رقمطراز ہے کہ، "محمدؐ ایک مطلق ناخواندہ وحشی تھا اس نے جوانی میں لکھنے پڑھنے کے فنون کو مطلق نہیں سیکھا تھا" ناظرین "جوانی" کے لفظ سے یہ دھوکا نہ کھائیں کہ آنحضرتؐ نے جوانی کے بعد بڑھاپے میں علم حاصل کیا ہوگا اور نہ گبن صاحب کا یہ مطلب ہے مورخ

علہ انسائکلوپیڈیا برٹانیکا۔ علہ کتاب میزان الحق باب سوم علہ تاریخ زوال سلطنت روم ص ۲۲

کوشش کی ہے جس کی بحث انشاء اللہ
تعالیٰ عنقریب آتی ہے۔
بہرکیف اس مقام پر ہمارا مقصود صرف
اتنا ہی ثابت کرنا تھا کہ پیغمبر اسلام امی محض
تھے نہ آپ کو پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا آتا تھا اور
الحمد للہ کہ علاوہ عقلی دلائل کے خود دشمنان اسلام
کی زبان سے بھی ہم نے اپنے دعویٰ کو ثابت
کر دکھایا۔
ان علمائے مورخین کے علاوہ علامہ ڈیون پورٹ
علامہ باسورسمتھ اور علامہ ریورنڈ راڈویل
نے اپنی اپنی کتابوں اور دیباچہ ترجمہ قرآن مجید
میں پیغمبر اسلام کے امی ہونے کی صراحت کی
ہے یہ سب کتابیں مطبوع و مشتہر ہیں جس کا
دل چاہے دیکھ لے ہم نے جتنے اقاویل
نقل کر دیے ہیں وہ ہماری سند کے لئے
کافی ہیں۔

دسویں دلیل

مخالفان اسلام خصوصاً متعصب علمائے یورپ اور پادریوں نے نہایت
سر توڑ کوششیں کیں کہ محمد عربی کا تعلیم یافتہ ہونا ثابت کریں مگر جب کہیں سے کوئی

پھر آگے چلکر پیغمبر اسلام کی تعلیم کے متعلق یوں زہر اگلتا ہے کہ :-

بہر حالت ہم کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اس (محمد ؐ) نے مطلق کوئی مدرسہ کی تعلیم نہیں پائی تھی فن کتابت ملک عرب میں عین اسی وقت لایا گیا تھا اور بلا شبہ یہ صحیح رائے ہے کہ محمد ؐ ہرگز لکھ نہیں سکتا تھا صحرائی زندگی اور صحرائی تجربے اس کی ساری تعلیم تھی، اور اس کے سوا اس کو کچھ نہیں آتا تھا۔ فقط

never could write. Life in the desert with its experiences was all his education, so much and no more of it was he to know
Heroes and Hero-ship and the Heroice in The History by Thomas Carlyle Page 1840

"عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" جناب کارلائل صاحب نے تو پیغمبر اسلام کو نا تعلیم یافتہ کہکر خوب دل کے پھپھولے توڑے ہیں اور اس ناخواندگی کو سخت ترین معائب میں داخل کیا ہے اور اسی امر کو دلیل نا شائستگی اور عدم نبوت کی قرار دی ہے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ امی ہونا تمام عالم کے انسان کے لئے عیب اور پیغمبر اسلام کیلئے اعلیٰ درجہ کا کمال ہو گیا ہے چنانچہ اسی کمال کے ابطال کے لئے میور صاحب جیسے بعض متعصب مسیحی مورخین نے آپکو تعلیم یافتہ ثابت کرنیکی

ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ ۱۲-

اسی کے قریب قریب ڈاکٹر گستاولی بان نے بھی ایک روایت لکھی ہے[1] کہ

روایت ہے کہ حضرت کے چچا آپ کو ایک مرتبہ اپنے ہمراہ شام کے سفر میں لے گئے اور حضرت بُصریٰ کے ایک نصرانی خانقاہ میں ایک راہب سے ملے جس نے آپ کو تورات کی تعلیم دی،،

ہم اس سے پہلے کے صفحات میں ڈاکٹر لی بان کے قول کو نقل کر چکے ہیں جس میں انھوں نے کافی طور پر صراحت کی ہے کہ پیغمبر اسلام امی و ناتعلیم یافتہ تھے اور صرف صراحت ہی نہیں بلکہ اسپر دلیل بھی قایم کی ہے۔ اس کلام میں لفظ "روایت ہے" نہ ہوتا تو ہم ان دونوں متضاد و متناقض بیانات کو ایک جگہ لکھکر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں کچھ عرض کرنے پر مجبور ہو جاتے لیکن، روایت ہے کے لفظ نے بھرم رکھ لیا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف نے صرف ایک روایت کو نقل کر دیا ہے۔ نہ ان کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے نہ خود ان کا یہ مسلک ہے۔ جیسا کہ آپ انھوں نے آگے چلکر صراحت کر دی ہے اور جس کو ہم نے کسی گذشتہ صفحہ میں نقل بھی کر دیا ہے۔

البتہ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی تحریر میں چار امور غور طلب اور قابل تنقیح و بحث ہیں۔

(۱) بُصریٰ میں پیغمبر اسلام کا ابوطالب کے ساتھ چند مہینے قیام کرنا۔

(۲) اس مدت قیام میں بحیرا راہب سے توریت پڑھنا۔

(۳) ابوطالب کا بحیرا کو آپ کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ کرنا۔

(۴) مکہ معظمہ میں آپ کا بحیرا سے تعلیم پانا۔

---

[1] تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی صفحہ ۹۱

راہ نہ ملی۔ تاریخی اوراق میں کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی دستیاب نہیں ہوئی اور اپنی تمام ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تھک گئے تو مجبور ہو کر اور آنکھوں پر تعصب و بے انصافی کی دوہری پٹیاں باندھ کر مسلمانوں ہی کے علم حدیث و روایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہیں تو بے سر و پا روایتوں کو اپنا ثبوت بنایا کہیں صحیح روایتوں میں لفظی یا معنوی تحریف کر دی پھر ان ناحق کوششوں پر بھی جو کچھ کامیابی ان کو نصیب ہوئی وہ ہمارے ذیل کے بیانات مدللہ سے ناظرین پر روشن ہو جائے گا۔

پہلا واہمہ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جرمنی اپنی مشہور تصنیف لائف آف محمدؐ میں ثابت کرتے ہیں کہ محمد عربیؐ کے دادا عبد المطلب کے انتقال بعد جب آپ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے اور وہ بدستور سابق تجارت کی غرض سے شام کو جانے لگے تو محمدؐ کو بھی جن کی عمر اسوقت بارہ برس کی تھی اپنے ساتھ لے گئے جب ابو طالب شام کے ایک قصبہ بُصریٰ میں پہونچے تو یہاں ایک صومعہ میں بحیرہ نامی مسیحی راہب سے ملاقات ہوئی جو توریت و انجیل کا بڑا عالم تھا۔ ابو طالب چند مہینے[۲] یہاں مقیم رہے اور اس مدت میں پیغمبر اسلام اس سے توریت پڑھتے رہے پھر جب واپس ہونے لگے تو راہب کو پیغمبر کے ساتھ مکہ کو روانہ کیا اور آپ نے اس سے تمام و کمال علم حاصل کیا۔

---

[۱] جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ [۲] یعنی چند مہینے Several months

ابو طالب کو بھی راہب کی بات پسند آگئی جلد جلد سامان تجارت کو فروخت کیا جو کچھ خریدنا تھا خرید لیا۔ بحیرہ راہب نے مہمانی کے بعد ناشتہ ساتھ کیا اور ابو طالب پیغمبر کو ساتھ لیکر جلد مکہ معظمہ کو واپس ہو گئے اس کے بعد پھر کبھی سفر میں آپ کو ساتھ نہیں لے گئے اور جب تک زندہ رہے بحیرہ کی وصیت کے مطابق آپ کی حفاظت و نگرانی کرتے رہے۔

اس مبارک قافلہ کی روانگی کے بعد دریرا تمام اور ادریس وغیرہ چند اہل کتاب جنھوں نے بحیرہ کی طرح پیغمبر اسلام کے خلاف عادت عجیب امور دیکھے اور سنے تھے بحیرہ کے پاس آپ کو ڈھونڈتے ہوئے پہونچے بحیرہ نے کہا کہ توریت و صحف انبیاء میں ایک خاتم الانبیاء کی بشارت دی گئی ہے اور جو صفتیں اس کی بیان کی گئی ہیں وہ اس آنیوالے مکی میں موجود ہیں تم اس کے پیچھے نہ پڑو۔ شاید کہ یہ وہی شخص ہو۔ یہ سنکر وہ سب لوگ بحیرہ سے رخصت ہو کر چلے گئے یہ واقعہ ابن اسحاق اور ابن ہشام وغیرہ معتبر و مستند کتب سیر میں موجود و مصرح ہے اس تلخیص کے بعد اب ہم ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کے چاروں امور کی تنقیح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(۱)

ڈاکٹر صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام اپنے چچا ابو طالب کیساتھ بصریٰ میں چند مہینے (some months) مقیم رہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ پیغمبر اسلام کا چند مہینے بصریٰ میں قیام کرنا کس تاریخ یا کس نوشتہ میں ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون کو کہاں سے لیا۔ اسلامی و غیر اسلامی کسی معتبر تاریخ میں تو اس مدت کا پتہ نہیں ہے۔

ان امور پر بحث کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے اس سفر شام کا اتنا حال جو تمام موفین کے نزدیک مسلم ہے ملخصاً بیان کردیں پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کل بارہ برس[1] کے تھے کہ ابوطالب آپ کو ساتھ لیکر تجارت کی غرض سے شام کیطرف گئے اور شام کے ایک شہر بُصریٰ میں پہونچکر بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی۔ یہ بحیرہ، ایک نصرانی مسیحی عالم تھا توریت و انجیل اور زبان عربی کا بڑا فاضل۔ نہایت متورع، عابد وزاہد، اور راہب عزلت گزین تھا۔ شہر بصری کے قریب ایک صومعہ میں دن رات عبادت کیا کرتا تھا۔

جب ابوطالب کے ساتھ پیغمبر اسلام یہاں وارد ہوئے اور آپ سے چند عجیب وغریب کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کو بحیرہ نے اپنی انکھوں دیکھا پھر خاص کر آپ سے ملاقات کی۔ آپ کے اخلاق۔ اوصاف اور بشرے پر غور کیا۔ باتیں سنیں۔ جمال ظاہری اور کمال باطنی کو مافوق العادت پایا تو حیران رہ گیا اور پھر بہت محظوظ و مسرور ہو کر ابوطالب سے کہا کہ مجھکو آپ کے اس بھتیجے کے اوصاف عجیب وغریب معلوم ہوتے ہیں اور مجھکو یقین ہے کہ یہ وہی شخص مبشر ہے جسکی نسبت توریت و انجیل اور صحف انبیاء میں پیشنگوئی کی گئی ہے اس میں تمام آثار نبوت کے پائے جاتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ عنقریب خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گا اس پر نبوت ختم ہو جائیگی اور اسکی مکمل شریعت کل شرائع سابقہ کو منسوخ و ناقابل کر دی گی۔ لہذا آپ اس کو آگے کہیں شام میں نہ لے جائیے کیونکہ یہود وغیرہ اس کے دشمن ہیں وہ ایذا پہونچانا چاہیں گے بہتر ہے کہ آپ یہیں سے مکہ کو واپس چلے جائے

---

[1] سر ولیم میور نے بھی چارہ کار نہ دیکھکر اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں تسلیم کیا ہے کہ اس سفر کے وقت آپ بارہ ہی برس کے تھے۔

نے بحیرا راہب سے توارت پڑہی اور دلیل میں صرف ملاقات کو پیش کرنا سفسطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ توریت عربی زبان میں تھی اور آنحضرتؐ عربی سے محض ناواقف تھے۔ جیسا کہ مورخین اور علمائے یورپ کو بھی تسلیم ہے اگر یہ کہا جائے کہ اتنی ہی مدت اور بحالت سفر میں جب کہ وطن کو جلدی پہونچنے کی ڈھن بھی تھی، پیغمبر خدا نے عربی زبان سیکھی اور سیکھ چکنے کے بعد توریت پڑہی، تو البتہ، لیکن کیا کوئی ذی فہم ایسی لاطائل بات کہنے کی جرءت کرسکتا ہے؟ اور اگر اس کہنے کی جرأت کرے تو کوئی سمجھدار باور کرسکتا ہے۔

اگر معترض کہے کہ توریت عربی میں نہ ہی، عربی میں پڑہی ہوگی تو یہ بھی خلاف مسلمات ہے کیونکہ تواریخ اور علمائے یورپ کے بیانات سے بخوبی ثابت ہے کہ عہد رسول اللہ صلعم تک توریت وانجیل کا ترجمہ عربی میں نہیں ہوا تھا چنانچہ علامہ ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ:۔

ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہوگئی ہوں گو یہ صرف ممکن ہے کہ عہد عتیق یا عہد جدید کے ٹکڑے خدیجہ یا ورقہ یا مکے اور عیسائیوں کے ذریعہ سے جن کے پاس ہماری مقدس کتاب کے قلمی نسخے موجود ہوں گے ان (محمدؐ) کے پاس

واقعات سے تو اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ آپ نے زیادہ سے زیادہ بصریٰ میں ایک مہینہ قیام کیا ہو۔ اس لئے کہ بصریٰ پہونچتے ہی بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی ملاقات کے بعد ہی راہب نے ابو طالب کو محمد مصطفیٰ کی حفاظت اور مکہ کو واپس جانے کی ہدایت دی اور جیسا کہ ابن ہشام لکھتا ہے۔

فخرج به عمه ابو طالب سريعا حتى قدم مكة حين فرغ من تجارته۔	پیغمبر خدا کے چچا ابو طالب اپنی تجارت سے فارغ ہوتے ہی آپ کو لیکر جلدی سے چل کھڑے ہوئے یہانتک کہ آپ کو مکہ پہنچا دیا۔

اور ظاہر ہے کہ جب آنحضرت کو مکہ میں جلد پہنچا دینا منظور تھا تو چند مہینوں کے قیام کا کیا کام تھا؟ پس اتنی قلیل مدت جو کاروبار کے جلد ختم کرنے اور مشقت اور وطن کو جلدی پہونچنے کی دُھن میں صرف ہوتی ہو ادنیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے بھی کافی نہیں ہے نہ کہ ایسی تعلیم جو قرآن جیسی کتاب تصنیف کرادے۔

(۲)

اتنی مدت قیام میں توریت کا پڑھنا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اور علامہ سر ولیم میور کا یہ دعویٰ کہ سفر شام جیسی قلیل مدت میں جناب رسول خدا صلعم نے بحیرہ راہب سے توریت شریف پڑھ لی بالکل غیر صحیح ہے اور کسی سمجھدار کو ایسی بھونڈی بات کہنی لائق نہیں ہے۔

اولاً:- اس وجہ سے کہ یہ خود ایک بے سند بات ہے جسکی بنا محض واہمہ اور قیاس فاسد ہے۔ فقط ملاقات کا ہونا دلیل نہیں ہو سکتا کہ آپ نے تعلیم بھی پائی ہو جب تک کوئی صاف وصریح روایت نہ ہو اتنا بڑا دعویٰ کہ پیغمبر اسلام

علامہ کارلائل نے اس مقام پر تین باتوں کی صراحت کی ہے جن میں ایک غلط اور دو صحیح ہیں۔

اول :- یہ کہ آنحضرت عربی کے سوا، جو ان کی مادری زبان تھی دوسری کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ اور یہ توریت نہ پڑھنے کی ایک زبردست سند ہے کیونکہ جب تک زبان نہ معلوم ہو اس زبان کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جا سکتی۔

دوسرے :- یہ کہ آپ نے بحیرا راہب سے کچھ سیکھا پڑھا نہیں۔

تیسرے :- علامہ کارلائل نے یہ بیان کیا کہ اسوقت آپ کی عمر چودہ سال کی تھی حالانکہ تاریخی شہادتیں اس کو غلط ثابت کرتی ہیں طبقات[1] ابن سعد اور خصائص[2] الکبریٰ میں جو صحیح روایت کی گئی ہے اس میں صاف ہے کہ سفر شام کیوقت رسولخدا کل بارہ برس کے تھے اور یہ ایسی صحیح تاریخی روایت ہے کہ سر ولیم میور نے بھی اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں اس کو بلا چون چرا تسلیم کر لیا ہے اور اسی کو ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی لائف آف محمد میں اختیار کیا ہے بہرکیف شام کے سفر کے وقت آپ بارہ برس کے رہے ہوں یا چودہ برس کے بحیرا راہب سے آپ کا توریت پڑھنا نہ کسی تاریخی روایت سے ثابت ہے نہ عقل اس کو باور کرتی جیسا کہ یورپ کے علمائے محققین کا خیال بھی ہے۔

ثالثاً :- اسوجہ سے کہ بقول اسپرنگر صاحب اگر آنحضرت کا بصریٰ میں چند مہینے قیام کرنا مان بھی لیا جائے تو اتنی قلیل مدت ایسی اعلیٰ تعلیم کے لئے

---

[1] مطبوعہ لندن جرمن صفحہ ۷۶ - جلد اول -

[2] مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن صفحہ ۸۵ -

پہونچ گئے ہوں اور یہ امر بھی ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ ہم کو کوئی صاف سراغ اس امر کا نہیں ملتا کہ کوئی عربی ترجمہ عہد عتیق یا عہد جدید کا محمدؐ کے زمانہ سے پہلے موجود تھا۔

علامہ کارلائل جیسا متعصب عیسائی اپنی مشہور کتاب میں لکھتا ہے عہ

میں نہیں سمجھتا کہ اس نسطوریہ راہب (بحیرا) کی نسبت کیا کہوں جس کے پاس ابو طالب اور اس (محمدؐ) کا ٹھیرنا بیان کیا جاتا ہے۔ کوئی درویش (محمدؐ) ایسے نوجوان کو کیا سکھا سکتا تھا غالباً اس نسطوریہ راہب کے متعلق بہت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے (کیونکہ) محمدؐ صرف چودہ برس کے تھے اور سوائے اپنی زبان (عربی) کے کچھ نہیں جانتے تھے وہ شام میں صرف ایک ناسمجھ اجنبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۲

I know not what to make of that Sergius the Nestorian monk whom Abu Talib and he are said to have lodged with, or how much any monk could have taught one still so young. Probably it is greatly exaggerated this of the Nestorian monk. Mohummud was only fourteen had no language but his own much in Syria must have been a strange unintelligeable. *

عہ ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ ۱۸۴۰؁ء حاشیہ پر ہم نے کتاب مذکور کی انگریزی عبارت بھی بلفظ نقل کر دی ہے ۱۲

* From Heroes, Hero worship & the heroic in the History by Thomas Carlyle

حدثنی محمد بن صالح وعبد اللہ بن جعفر وابراھیم بن اسمعیل ابن ابی حبیبۃ عن داؤد ابن الحصین قالوا لما بلغ رسول اللہ اثنی عشر سنۃ خرج ابوطالب الی الشام فی العیر التی خرج فیہا للتجارۃ ونزلوا بالراھب بحیرا فقال لابیطالب فی النبی ما قال وامرہ ان یحتفظ بہ

فردہ ابوطالب معہ

الی مکۃ وشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب یحفظہ ویحوطہ من امور الجاھلیہ

حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن صالح اور عبد اللہ بن جعفر اور ابراھیم بن اسمعیل بن ابی جیبہ نے داؤد بن حصین سے کہ کہا انھوں نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس کی عمر کو پہونچے تو نکلے ابوطالب شام کی طرف اس قافلہ میں جس میں تجارت کے لئے نکلتے تھے۔ اور (بصری میں) بحیرا راہب کے پاس فروکش ہوئے۔ پس کہا بحیرا راہب نے ابوطالب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو کچھ کہا اور وصیت کی ان کو کہ محمد کی نگرانی کرتے رہیں تو واپس لے گئے آنحضرت کو ابوطالب اپنے ساتھ مکہ تک اور جوان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے ساتھ درانحالیکہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور امور جاہلیت سے بچاتے تھے۔

اس تمام روایت میں صرف جملہ **فردہ ابوطالب معہ الی مکۃ** اسپرنگر صاحب اور مسٹر میور کے ثبوت کی پہونچی ہے سو اس کے معنی یوں کہتے ہیں کہ "پس واپس کیا محمد کو ابوطالب نے اس (بحیرا راہب) کے ساتھ مکہ کی طرف"

جو دنیا بھر کی ہدایت اور اصلاح معاش و معاد کیلئے قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکے، ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔

رابعاً:۔ اس وجہ سے کہ یہ ایک دعویٰ ہے کہ آنحضرت نے بصریٰ میں بحیرا راہب سے توریت پڑھی اور ہم اہل اسلام اس سے منکر ہیں پس جب تک ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے ہم خیال اپنے دعوے پر کوئی بینہ پیش نہ کریں اور کوئی صاف روایت گو وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اس مضمون کی نہ دکھلا دیں کہ آنحضرت نے راہب سے توریت پڑھی مسلمانوں کا انکار حق بجانب ہوگا اور مسیحیوں کا دعویٰ بلا دلیل غیر مستند۔

(۳)

بحیرا راہب کا پیغمبر اسلام کے ہمراہ مکہ معظمہ کو جانا۔

(۴)

مکہ معظمہ میں آنحضرتؐ کا اس سے تعلیم حاصل کرنا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اور اُن کے دوست مسٹر ولیم میور نے اسلامی تاریخ کی جس روایت سے اپنے اِن دو دعووں کو مدلل کیا ہے ہم اس کو بجنسہ یہاں نقل کرتے ہیں اور من بعد جو بحث ہم کریں گے اس سے ان صاحبین کے فخریہ اور مایۂ افتخار دعویٰ و دلیل کی ساری قلعی کھل گئی۔

اخبرنا محمد بن عمرؒ	خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے

ع؎ طبقات ابن سعد صفحہ ۶ ، واقدی

اگر واقدی و ابن سعد رحمہا اللہ کی عبارت فَرَدَّہُ مَعَہُ مبہم بھی مانی جائے تو ابن اسحاقؒ کی یہ روایت اس ابہام کو بالکل رفع اور واقعہ کو نہایت صاف کر دیتی ہے کہ ابو طالب نے بحیرا کو ساتھ نہیں کیا بلکہ اس کی باتیں سنکر خود اپنے بھتیجے کے ساتھ جلدی سے چل کھڑے ہوئے اور آپ کو مکہ پہونچا دیا۔

ثالثاً: اس وجہ سے کہ عقل سلیم بھی اسی بات کو تجویز کرتی ہے کہ ابو طالب نے بحیرا کے ساتھ آپ کو روانہ نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ خود اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے کیونکہ ابو طالب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز رکھتے اور ان کی بہت حفاظت کرتے تھے چنانچہ اس خوف سے کہ کہیں یہود اور اہل کتاب نقصان نہ پہونچائیں آپ کو مکہ معظمہ واپس پہونچا دیا اور شام کیطرف آگے نہیں بڑھنے دیا اور جب اتنی حفاظت مدنظر تھی تو کیسے قیاس میں آسکتا ہے کہ خود شام ہی میں رہ گئے ہوں اور آنحضرت کو جو کل بارہ برس کے تھے بحیرا ایک غیر شخص کے ساتھ مکہ واپس کر دیا ہو۔

مانا کہ بحیرا ایک مرد پرہیز گار تھا اور اسپر ابو طالب کو بھروسہ اور اعتماد بھی رہا ہوگا۔ لیکن پھر بھی غیر کفو کا، اجنبی ملک کا اور غیر مذہب کا آدمی تھا اور اس پر اتنا بھروسہ کرنا قرین عقل نہیں ہو سکتا۔ بحیرا عیسائی مذہب کا پیشوا تھا اس نے خود ابو طالب سے کہا کہ اہل کتاب محمدؐ کے دشمن ہیں اگر ان کو شام و روم میں لیجاؤ گے تو وہ لوگ ان کو ایذا پہونچائیں گے بلکہ قتل بھی کر ڈالیں تو ان سے دور نہیں تو باوجود اس کے کہ بحیرا نے محمدؐ کی جان کو معرض خطر میں بتایا اور اپنے ہی مذہب کے لوگوں کو آپ کا دشمن خالص قرار دیا، کیونکر ابو طالب آپ کو تنہا بحیرا کی رفاقت میں مکہ واپس کر سکتے تھے یہ احتیاط کے بالکل خلاف اور شان دور اندیشی کے بالکل منافی تھا

حالانکہ یہ معنی محض غلط ہیں اور اس کے صحیح معنی وہی ہیں جس کو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے کہ "پس واپس لے گئے محمد کو ابو طالب اپنے ساتھ مکہ تک یا مکہ کی طرف"

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ معہ کے پہلے ابو طالب اور بحیرا دو اسم ظاہر ہیں ابو طالب معہ کے متصل ہے اور بحیرا اس سے بہت دور ہے ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور ان کے ہم خیال معہ میں جو ضمیر واحد مذکر ہے اس کا مرجع بحیرا کو قرار دیتے ہیں۔ یعنی ابو طالب نے محمدؐ کو بحیرا کے ساتھ مکہ واپس کیا حالانکہ یہ بالکل غلط اور اصول نحو و عربیت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ضمیر ہمیشہ اپنے سے اقرب اسم ظاہر کی طرف پھرتی ہے جب ایک اسم ظاہر ابو طالب ضمیر معہ کے متصل ہی واقع ہے۔ اور وہ اس کا نہایت صحیح مرجع ہوتا ہے تو کیا ضرور ہے کہ ہم خواہ مخواہ بیچ میں سے کود اکو بحیرا کو اس کا مرجع قرار دیں جو معہ سے بہت دور بھی واقع ہے اور اصول درایت کے لحاظ سے وہ صحیح مرجع ہو بھی نہیں سکتا۔ درایت۔ عقل۔ اصول نحو اور اصول عربیت ہر اعتبار سے معہ کا مرجع ابو طالب ہی کو قرار دینا صحیح ہے یعنی بحیرا کی باتیں سنکر ابو طالب محمدؐ کو اپنے ساتھ مکہ کی طرف واپس لے گئے نہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے نہ فن نحو کی خلاف قاعدگی ہے بلکہ یہ نہایت صاف و سیدھا رستہ ہے۔

ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ ابن اسحاقؒ وغیرہ کی صحیح روایتیں بھی اسپرنگر صاحب کے اس مسلک کی تکذیب کرتی ہیں چنانچہ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ

فخرج به عمه ابو طالب سريعا حتى اقدمه مكة	پس نکلے آپ (محمدؐ) کے ساتھ آپ کے چچا ابو طالب جلدی سے یہانتک کہ آپ کو مکہ پہونچا دیا۔

فلما اشرفوا على الراهب
هبط فحلوا رحالهم فخرج
اليهم الراهب وكانوا
قبل ذالك يمرون به فلا
يخرج اليهم ولا يلتفت
قال فهم يحلون رحالهم
فجعل يتخللهم الراهب
حتى جاء فاخذ بيد رسول
الله فقال هذا سيد
العالمين يبعثه الله
رحمة للعالمين فقال له
اشياخ من قريش ما علمك
فقال انكم حين اشرفتم
من العقبة لم يبق
حجر ولا شجرة الا خر ساجدا
ولا يسجدان الا النبي۔
واني اعرفه بخاتم النبوة
اسفل من غضروف
كتفه مثل التفاحة ثم رجع
فصنع لهم طعاما فلما
اتاهم به فكان هو في

توجب یہ لوگ راہب کے پاس پہونچے تو
آیا وہ پھر لوگوں نے اپنی کجاووں کو کھولا پس
راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ اس کے پہلے
جب یہ لوگ ادھر سے گذرتے تھے
تو راہب نہ تو ان کی طرف آتا تھا نہ التفات
کرتا تھا (غرض) یہ لوگ اپنے کجاووں
کو کھولتے تھے کہ راہب بیچ میں سے
آنے جانے لگا یہانتک کہ وہ (نزدیک)
آیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہاتھ پکڑ لیا پھر کہنے لگا کہ یہہ شخص
عالموں کا سردار ہے۔ (عنقریب) اللہ
اس کو مبعوث کرے گا درحالیکہ وہ عالموں کی
لئے رحمت ہوگا پس شیوخ قریش
نے پوچھا کہ یہہ تجھکو کیسے معلوم؟ اس نے
کہا کہ جب تم لوگ عقبہ سے نیچے اترے
تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہیں تھا
جو اس کو سجدہ نہ کرتا ہو حالانکہ یہہ دونوں
سجدہ نہیں کرتے مگر نبی کو اور میں بیشک
پہچانتا ہوں اس نبی کو اس مہر نبوت سے
جو اس کے مونڈھے کے نیچے ہے مثل
سیب کے پھر راہب لوٹ گیا اور ان لوگوں

یہ ضرور سمجھنے اور سوچنے کی بات تھی کہ آخر بحیرا بھی عیسائی مذہب کا پابند ہے اسوقت ناصح بنا ہے شاید آئندہ اسی کی نیت بدل جائے یا کوئی حادثہ ہی ایسا پیش آجائے جس سے مجبور ہوکر وہ خود محمدؐ کو قتل کرنے پر یا قتل کرانے پر آمادہ ہوجائے تو غریب الوطنی میں کون حمایت کرنے آئے گا

تو از چنگال گرگم در ربودے ۔ چو دیدم عاقبت خود گرگ بودے

غرض یہ بالکل خلاف عقل ہے کہ ابو طالب نے محمدؐ کو بحیرا کے ساتھ واپس کیا اور خود شام میں رہ گئے بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے ۔

رابعاً — اسوجہ سے کہ ترمذی[1] کی حدیث جسپر ڈاکٹر اسپرنگر نے بہت کچھ تکیہ کیا ہے[2]۔ وہ بھی ڈاکٹر صاحب کے دعوے کی کھلے الفاظ میں تکذیب کرتی ہے ۔

حدثنا الفضل بن سهل ابو العباس الاعرج البغدادي نا عبد الرحمن بن غزوان نا يونس بن ابي اسحق عن ابي بكر بن ابي موسى الاشعري عن ابيه قال خرج ابو طالب الى الشام وخرج معه النبي في اشياخ من قريش -	حدیث بیان کی ہم سے فضل بن سہل ابو العباس اعرج بغدادی نے کہ خبر دی ہم کو عبد الرحمن بن غزوان نے کہا خبر دی ہم کو یونس بن ابی اسحاق نے ابو بکر بن ابو موسی اشعری سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نکلے ابو طالب شام کیطرف اور نکلے ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درحالیکہ بہت سے شیوخ قریش ساتھ تھے

[1] مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۲۵ [2] جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۵۲ء جلد ۲۱ -

احد هو خير منكم قالوا
انما اخبرنا خبر بطريقك
هذا قال افرأيتم امرا اراد
الله ان يقضيه هل
يستطيع احد من الناس
رده قالوا لا قال فبايعوه
واقاموا معه قال انشدكم
بالله ايكم وليه قالوا ابو طالب
فلم يزل يناشدهم
حتى رده ابو طالب
وبعث معه ابو بكر بلالا
وزوده الراهب من
الكعك والزيت قال
هذا حديث غريب

ایسا نہیں جہاں لوگ نہ بھیجے گئے ہوں اور ہمکو ان کی خبر دی گئی کہ وہ نبی اسی راہ پر آئے گا راہب نے کہا کیا تمہارے پیچھے کوئی ایسا بھی ہے جو تم سے بہتر ہو انہوں نے کہا ہم کو تو خبر دی گئی ہے کہ وہ نبی اسی سڑک سے گذریگا تب راہب نے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر اللہ کسی کام کو کرنا چاہے تو کوئی انسان اس کو روک دینے پر قدرت رکھتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ راہب نے کہا تو پھر اس (محمد) کی بیعت کرو پھر سب نے بیعت کر لی اور اقامت کی آپکے کیساتھ اسکے بعد راہب نے پوچھا کہ میں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں (بتاؤ) اس (یعنی محمد) کا ولی کون ہے لوگوں نے کہا ابو طالب پھر راہب ابو طالب سے قسم کھا کھا کر بحث ہی کرتا رہا یہانتک کہ ابو طالب نے آپکو واپس کیا اور ابو بکر نے آپ کیساتھ بلال کو بھیجا اور راہب نے روٹی اور زیتون کے تیل کا ناشتہ آپ کیساتھ کیا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اسپرنگر صاحب اس حدیث کو جو بالکل ان کے

رعیۃ الابل فقال ارسلوا الیہ فاقبل وعلیہ غمامۃ تظلہ فلما دنا من القوم وجدھم قد سبقوہ الی فیٔ الشجرۃ فلما جلس مال فیٔ الشجرۃ علیہ فقال انظروا الی فیٔ الشجرۃ مال علیہ فبینما ھو قائم علیھم وھو ینا شدھم ان لا یذھبوا بہ الی الروم فان الروم ان راؤہ عرفوہ بالصفۃ فیقتلونہ فالتفت فاذا السبعۃ قد اقبلوا من الروم فاستقبلھم فقال ما جاء بکم قالوا جئنا ان ھذا النبی خارج فی ھذا الشھر فلم یبق طریق الا بعث الیہ باناس وانا قد اخبرنا خبرہ بعثنا الی طریقك ھذا فقال ھل خلفکم

کیواسطے کھانا تیار کیا تو جب کھانا ان کے پاس لایا درانحالیکہ رسول اللہ اونٹوں کے چرانے میں مصروف تھے تو راہب نے کہا کہ محمد کو بلاؤ پھر آپ آئے ایسی حالت میں کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کئے تھا پس جب قوم کے نزدیک آ گئے تو دیکھا کہ سب لوگ پہلے ہی درخت کے سایہ میں جا بیٹھے ہیں پھر جب رسول اللہ بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ بڑھ کر آپ پر جا رہا پھر راہب نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو درخت کا سایہ ان پر بڑھ گیا ہے پھر وہ ان کے بیچ میں کھڑا ہوا تھا اور ان کو اللہ کی قسم دیکر کہہ رہا تھا کہ محمد کو روم کی طرف نہ لیجاؤ کیونکہ روم والے اگر ان کو دیکھیں گے تو بتائی ہوئی تعریف سے ان کو پہچان لیں گے پھر ان کو مار ڈالیں گے پھر پھرا راہب اس درمیان میں سات آدمی آ گئے جو روم سے آئے تھے تو راہب نے آگے بڑھکر ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو انھوں نے کہا ہم اس لئے آئے ہیں کہ ایسا نبی کہ اس شہر میں آنیکی خبر تھی تو کوئی رستہ

نہیں گیا بلکہ جب آپ مکہ کو واپس جانے لگے تو اس نے راہ میں کھانے کیلئے ناشتہ ساتھ کر دیا۔

(۴)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابو طالب پہلی مرتبہ جب رسول اللہ کو لیکر بصریٰ میں وارد ہوئے تو بحیرا راہب تپاک سے ملا اور بہت آؤ بھگت سے پیش آیا اور اس سے پہلے بارہا ابو طالب وغیرہ کا ادھر سے گذر ہوا مگر کسی دفعہ نہ وہ متوجہ ہوا نہ بات پوچھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحیرا راہب کی یہ پہلی بے تکلفی ابو طالب کے ساتھ تھی اور اس سے پہلے کوئی عمدہ شناسائی نہ تھی ظاہر ہے کہ جب ابو طالب بارہا ادھر سے گذرے اور بحیرا راہب نے کبھی بات تک نہ پوچھی تو پہلی ہی ملاقات میں گو وہ کیسی ہی بے تکلفی کی ہو۔ اتنا بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا کہ ابو طالب اپنے ایسے عزیز بھتیجے کو تنہا اس کے ساتھ مکہ روانہ کرتے۔

(۵)

اس وقت یکایک میرے ذہن میں ایک اور بات آگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری ہی جدت ہے جسکو مجھ سے پہلے کسی نے اب تک نہیں لکھا ہے یا ممکن ہے کہ لکھا ہو لیکن میری نظر سے ابتک نہیں گذرا۔

بحیرا راہب مسیحی عالم نہایت دور اندیش اور توریت و انجیل سے خوب واقف تھا جب آنحضرت بصریٰ میں وارد ہوئے اور اس نے آپ کی چند کرامتوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو پہچان گیا کہ یہ وہی شخص ہے جسکی نسبت توریت و انجیل میں پیشینگوئی کیگئی ہے کیونکہ خاتم الانبیا کی جو صفتیں صحف انبیاء اور کتب مقدسہ میں بتائی گئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں یہ عنقریب مبعوث ہوگا۔ اس کی ربانی آواز سے تمام کرۂ عالم گونج اٹھیگا یہ کل ادیان سابقہ کو منسوخ

دعوے کو ملیامیٹ کر دیتی ہے کیوں پیش کر رہے ہیں اور اس میں کون سی بات انھیں اپنے مطلب کے موافق معلوم ہوتی ہے بلکہ یہ حدیث بارہ وجوہ سے ان کے دعوے کو باطل کرتی ہے۔

(۱)

ایک تو جامع کتاب امام ترمذی خود اس حدیث کو حدیث غریب لکھتے ہیں شائد ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ حدیث غریب کا کیا درجہ ہے! ورنہ وہ اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

(۲)

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب بحیرا راہب نے ابوطالب کو ڈرایا کہ محمد (صلعم) کے شام میں لیجانے سے ان کی جان معرض خطر میں پڑ جائیگی تو وہ ڈر گئے اور آپ کو مکہ واپس کیا اور ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ روانہ کیا۔

اب دیکھئے کہ ابوبکر جناب رسول خدا صلعم سے دو برس چھوٹے تھے اس سفر میں رسول اللہ خود بارہ برس کے تھے تو ابوبکر دس ہی برس کے ہوئے یہ عمر کہاں اس کام کی تھی؟ اور اس وقت بلال کہاں ان کی غلامی میں آئے تھے کیونکہ حضرت بلال اپنے اور ابوبکر رضؓ کے اسلام لانے کے بعد ابوبکر رضؓ کی غلامی میں آئے اور ابوبکر جب مسلمان ہوئے تو پورے ۳۸ برس ہو چکے تھے۔
اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی یہ صاف دلیل ہے۔

(۳)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوطالب نے پیغمبر کو مکہ واپس کیا، ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کیا اور راہب نے آپ کو راہ کا ناشتہ دیا۔
ناشتہ کے ساتھ کرنے سے بھی صاف ظاہر ہے کہ بحیرا راہب آپ کیساتھ

کیوں نہیں بیان کیا اور اگر بیان کیا تو ان بیانات کا ایک لفظ پیش کرنے سے بھی دشمنان اسلام کیوں اسقدر عاجز ہیں۔

(۷)

بحیرا راہب کا مکہ جانا اور خاص مکہ میں آنحضرت کا عرصہ تک اس سے تعلیم حاصل کرتے رہنا ایسی بات ہے جسکو عقل والا انسان کبھی باور نہیں کر سکتا۔

اولاً:۔ تو تعلیم نہ مدتوں چھپ چھپ کر ہو سکتی نہ وہ ایسی چیز ہے کہ ایک شخص پڑھ لکھکر عالم ہو جائے اور کسی کو یہاں تک کہ اس کے خاندان والوں کو بھی کانوں کان خبر نہ ہو۔

دوسرے:۔ یہ کہ بحیرا راہب ایسا کوئی عامی شخص نہ تھا کہ وہ مکہ معظمہ میں مدتوں رہتا اور کسی کو پتہ نہ چلتا وہ مسیحیوں کا پیشوا مسیحی راہب تھا وہ اگر مکہ معظمہ میں جاتا اور آنحضرت اس سے علم حاصل کرتے تو گھر گھر یہ خبر عام ہو جاتی کہ ابو طالب کے گھر بحیرا راہب فروکش ہے اور محمد (صلعم) اس سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف مکہ و حجاز میں بلکہ تمام بلاد شام میں یہ بات زبان زد عام و خاص ہو جاتی پھر جو خبر اسقدر مشہور ہو جائے وہ اتنی مخفی نہیں رہ سکتی کہ مخالفوں کو باوجود سر توڑ کوششوں کے اس کے متعلق کمزور سے کمزور روایت کا ملنا بھی محال عقلی ہو گیا۔ اگر مسلمان مورخین نے پہلوتہی کی تو اسلام کے مخالفین کی روایتیں اور نوشتے تو ضرور ہوتے پر ہوتے۔

(۸)

ابن اسحاق کی روایت پر ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کو بہت تکیہ ہے اور ان کی روایت سے صاف صاف ڈاکٹر صاحب کے دعوے کا ابطال ہوتا ہے چنانچہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

و ناقابل عمل کر دے گا۔ اس کا دین تمام دینوں پر غالب ہو جائیگا۔ بحیرا ہزار پرہیزگار
سہی مگر وہ ایک مسیحی شخص تھا اس کو اپنے دین کا منسوخ و مغلوب ہونا کیونکر پسند
آسکتا تھا، لہذا اس نے یہ عجیب چال اختیار کی کہ ناصح بنکر ابو طالب پر اپنا اعتبار جمایا
اپنی کو محمد (صلعم) کا دلی خیر خواہ ظاہر کیا تاکہ ابو طالب اپنا حرج نکر کے شام میں مصروف
تجارت رہیں۔ اور مجھکو محمد (صلعم) کیساتھ مکہ روانہ کریں تو میں راستہ میں کسی طرح اس
شخص کا خاتمہ ہی کر ڈالوں کہ " رہے بانس نہ بجے بانسری "

لیکن ابو طالب نہایت دور اندیش تھے۔ وہ راہب کی اس چالبازی
کو سمجھ گئے کہ خیر خواہی کے پردہ میں اس کا ضرور کوئی اور منشا رہے ورنہ یہ کہاں سے
بڑا ایسا خیر خواہ آیا کہ اپنے دین و مذہب کو مغلوب و باطل کرنیکیلئے محمد (صلعم) کی نگرانی
و حفاظت کرے گا۔ انھوں نے خود جلدی جلدی اپنا مال تجارت اونے پونے
کرکے کنارہ لگایا جو کچھ خریدنا تھا خرید لیا اور محمد (صلعم) کو اپنے ساتھ لیکر مکہ کو روانہ ہوگئے
اور راہب اپنا سا منہ لیکر رہگیا۔

تاریخی واقعات کو دیکھتے ہوئے جب ہم اس تہ تک پہونچ جاتے
ہیں تو ابو طالب تو تجربے اٹھائے ہوئے تھے واقعات عالم ان کے سامنے
تھے وہ کب چپ بیٹھنے والے تھے ان کے دل میں ضرور یہ خیال گذرا
ہوگا اور ایسا خیال کرنا مقتضائے دقت و عقل تھا۔ اور اس لئے انھوں نے
ہرگز بحیرا جیسے شخص غیر کو آنحضرت کے ساتھ مکہ نہ روانہ کیا ہوگا۔

(۶)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سفر میں ابو طالب کیساتھ
قریش کے اور بہت سے شیوخ بھی تھے پس اگر یہ واقعات ٹھیک ہیں اور
بحیرا راہب آنحضرت کیساتھ مکہ تک گیا اور عرصہ تک رہا تو ان شیوخ قریش نے

فترکوه وانصرفوا عنه۔	پھر اس کو چھوڑا اور اس کے پاس سے چلے گئے۔

ف

الفاظ روایت سے ظاہر ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وکرامات کو دیکھکر بحیرا نے پہچان لیا تھا کہ توریت وانجیل میں جس نبی آخرالزماں کی پیشینگوئی ہے وہ یہی شخص ہے اسی طرح زریر وادریس وغیرہ علمائے اہل کتاب نے بھی آپ کی کرامات وواقعات کو دیکھ دیکھ کر پہچان لیا تھا اور پہچان لینے کے بعد آپ کے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے مگر بحیرا نے سمجھا بجھا کر سب کو واپس کر دیا کہ اب تم اُن کو نہیں پا سکتے۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ترمذی کی حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے یہی متحقق ہوتا ہے کہ بحیرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامتوں کو دیکھکر پہچان گیا اور پہچاننے کے بعد ارادہ یہ کیا کہ کسی ترکیب سے خیرخواہ بنکر آپکو قتل کرا دے مگر ابوطالب کی دوراندیشی اس کی اس چال کو تاڑ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔

اس حدیث سے ہمارے اُس بیاں کی کھلی تائید ہوتی ہے کیونکہ زریر وادریس بھی علمائے اہل کتاب تھے اور اگرچہ انھوں نے بھی آپ کو پہچان لیا کہ توریت وانجیل میں جن رسول کی بشارت ہے وہ یہی ہیں پھر بھی آپ کو رسول تسلیم نہیں کیا اپنے مذہب کا منسوخ وباطل ہوجانا ناگوارا نہیں کیا اور نہایت قساوت قلبی اور ناخداترسی سے آپ کے قتل پر آمادہ ہوگئے انہیں لوگوں کی طرح بحیرا بھی آپ کا زندہ رہنا نہیں چاہتا تھا فرق اتنا ہے کہ زریر وغیرہ ناسمجھ تھے

فخرج به عمه ابوطالب سريعا حتى اقدمه مكة حين فرغ من تجارته بالشام فزعموا فيما روى الناس ان زريرا و تماما وادريسا وهم نفر من اهل الكتاب فقد كانوا راؤا من رسول الله مثل ما رائى بحيرا فى ذالك السفر الذى كان فيه مع عمه ابى طالب فارادوه فردهم عنه بحيرا وذكرهم الله وما يجدون فى الكتاب من ذكره وصفته وانهم ان اجمعوا لما ارادوه لم يخلصوا اليه حتى عرفوا ما قال لهم وصدقوه بما قال

تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ آپ کے چچا ابوطالب جلد نکلے یہانتک کہ آپکو شام میں اپنی تجارت سے فارغ ہونے کے بعد مکہ پہنچادیا۔ پس گمان کیا لوگوں نے اس چیز میں کہ اوروں نے روایت کی کہ البتہ زریر اور تمام اور ادریس کہ یہ سب اہل کتاب تھے اور البتہ دیکھتے تھے وہ رسول اللہ سے جو کچھ کہ بحیرا نے دیکھا اس سفر میں جس میں آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تھے پھر ان اہل کتاب میں سے چند لوگوں نے آپکا ارادہ کیا تو بحیرا نے ان سب کو رسول اللہ کے ارادہ قتل سے باز رکھا اور انہیں اللہ کی یاد دلائی اور کتاب میں جو کچھ آپ کی ذکر و صفت پاتے تھے اُسکو بھی یاد دلایا اور کہا کہ جس امر کا انھوں نے ارادہ کیا ہے اور اگر اسپر سب اکٹھے بھی ہوجائیں تو اس رسول تک نہیں پہونچ سکتے یہانتک کہ بحیرا کے کہنے سے وہ سمجھ گئے ۔ جو کچھ اس نے کہا اور اس کے قول کی تصدیق کی۔

(۱۰)

جب یہ ثابت ہوا کہ بحیرا آنحضرت صلعم کو صرف پہنچانے کی غرض سے مکہ تک ساتھ گیا تو مکہ تک پہنچا کر واپس چلا آیا ہوگا اس کا کیا ثبوت کہ وہ رہ گیا اور برسوں وہیں رہ کر درس دیتا رہا۔

(۱۱)

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ہرگز کوئی ثبوت نہیں دیا نہ وہ کوئی کمزور شہادت تک پیش کرسکتے کہ اگر بحیرا آنحضرت صلعم کے ساتھ مکہ گیا تو آپ کو پڑھایا بھی اور اگر پڑھایا تو کیا پڑھایا۔

واہی تباہی وہم بازیوں اور قیاسات کے تکے اڑانے سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا جب تک بیّنہ اور عقل کی بات نہ ہو۔

(۱۲)

پھران سب کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر ابو طالب کو آنحضرت صلعم کے پڑھانے کا ایسا ہی شوق تھا کہ بحیرا راہب کو بصریٰ شام سے مکہ معظمہ روانہ کیا تو بارہ برس تک کیوں اسطرف سے غافل اور چپ چاپ بیٹھے رہے کیا مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو محمد صلعم کو پڑھا سکتا یا خود آنحضرت صلعم نے پیدا ہوتے ہی گھر والوں سے کہدیا تھا کہ میں نبی ہونیوالا ہوں، مجھکو تم پڑھانا لکھانا نہیں اور پڑھانا ہو تو یہ کام اس طرح چھپا کر کرنا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، یا یہ کہ خود ابو طالب کو بصریٰ میں جا کر اور بحیرا راہب سے ملاقات ہونے کے بعد شوق پیدا ہوا کہ محمد صلعم کو کچھ پڑھانا چاہیئے اگر یہ کہا جائے کہ بصریٰ میں پہونچکر آپنے بحیرا سے پڑھنا شروع کیا اور جب ابو طالب کو یہ معلوم ہوا تو آپ کی اسی خاطر شوق کو ملحوظ

اور ناسمجھی سے فوراً قتل کرنے پر تُل گئے اور بحیرا دور اندیش تھا تدبیر سے کام نکالنا چاہتا تھا کہ سانپ بھی مرے رسّی بھی نہ ٹوٹے بھلا ایسے عیار دشمن کی رفاقت میں ابو طالب تنہا اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی طرف روانہ کرنیوالے تھے۔

روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ جب ابو طالب نے آنحضرتؐ کو مکہ واپس کر دیا تو زریر و تمام وغیرہ اہل کتاب آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے بحیرا کے پاس آئے اور اس نے سمجھا بجھا کر سب کو واپس کر دیا۔ اگر بحیرا آنحضرتؐ کیساتھ مکہ چلا گیا تھا تو زریر و ادریس وغیرہ کس کے پاس آئے اور کس نے ان کو ارادۂ قتل سے باز رکھا؟

(۹)

اگر تھوڑی دیر کے لئے بحیرا کا مکہ جانا بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسپرنگر صاحب کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ بحیرا کو ابو طالب نے آنحضرت صلعم کے پڑھانے ہی کیواسطے ساتھ کیا بلکہ بر تسلیم صحت روایات، عقل اس کے خلاف حکم لگاتی ہے وہ یہ کہ جب بحیرا راہب نے ابو طالب کو سمجھایا کہ محمد (صلعم) کو شام کی طرف نہ لیجاؤ ورنہ اہل کتاب پہچان کر ان کو قتل کر ڈالیں گے تو ابو طالب نے بات مان لی۔ اور یہ دیکھکر کہ بحیرا خود محمدؐ کا بڑا خیر خواہ ہے، اسی کیساتھ آپ کو مکہ واپس کر دیا اور خود تجارت کے کام میں لگے رہے اگر اسپرنگر صاحب کی بات صحیح مان لیجائے تو اس وقت بھی بحیرا کے مکہ جانے کی یہ وجہ ہو گی۔ یہ نہیں کہ ابو طالب نے محمدؐ کو پڑھانے کی غرض سے بحیرا کو مکہ تک ساتھ کیا گیا۔

جواب

ڈاکٹر اسپرنگر ہی جیسے واہمہ بازوں کا خیال ایسا چاہتا ہوگا ورنہ منصف اور صاحب عقل سلیم لوگوں کا قیاس صحیح ایسے لغو امور کو نہیں چاہا کرتا۔

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب وغیرہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بحیرا راہب آنحضرت (صلعم) کے ساتھ مکہ گیا وہاں عرصہ تک رہا اور وہاں آنحضرت (صلعم) نے اس سے تعلیم حاصل کی پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت (صلعم) نے دوسرے سفر میں تکمیل کی ہوگی یہ کیسا اجتماع ضدین ہے جس کو تعصب نے جائز کر رکھا ہے جب بحیرا خاص آنحضرت (صلعم) کو پڑھانے ہی کی غرض سے مکہ تک ساتھ گیا۔ اور عرصہ تک پڑھاتا رہا۔ تو ناقص تعلیم چھوڑ کر چلے آنے کی وجہ کیا؟ کیا سالہا سال کی مدت صرف تعلیم توریت کے لئے کافی نہیں تھی اور پھر یہاں بھی صرف قیاس ہی قیاس ہے کہ شاید آنحضرت (صلعم) نے پڑھا ہوگا۔ نہ کوئی تاریخی روایت ہے نہ کوئی شہادت وبیّنہ ہے درحالیکہ یہ عمر بھی ابتدائی تعلیم کی نہ تھی بلکہ تکمیل تعلیم کا زمانہ گذر چکا تھا ہم نے ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور کی پہلی دلیل کے جو جوابات دیے ہیں وہی اس دلیل کے لئے بھی کافی ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تیسرا واہمہ

کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) نے سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ

ع۵ سر ولیم میور۔

رکھکر آپ کے ساتھ اسے مکہ کی طرف روانہ کیا تو یہ محض ایک واہمہ ہے جس کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے اور محض واہمہ و قیاس مثبت مدعا نہیں ہوا کرتا علاوہ اس کے جیساکہ روایتوں میں موجود ہے اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے شیوخ قریش بھی تھے انھوں نے اس واقعہ کو بیان کیوں نہیں کیا۔ اور کیا۔ تو وہ مشتہر بین الناس کیوں نہیں ہوا، اور مشتہر ہوا تو آج تاریخی دنیا اس بیان کے ایک جملہ ضعیف کے پیش کرنے سے بھی عاجز کیوں ہے۔

بہرحال یہ سب طفلانہ استدلالات ہیں جو مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں مکڑی کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور نے بھی بڑی کاوش کے بعد بڑی محنت کرکے اور اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آنحضرت (صلعم) کے امی ہونے کے ابطال میں دلائل قائم کئے مگر ذرا غور کے بعد عقل سلیم نے ان سب دلائل کو ردّی ثابت کر دیا اور ہماری تھوڑی سی جنبش نے ان کی ساری عمر کی کمائی اور کی ہوئی محنت کو رائگاں کر دیا سچ ہے کہ حق کے سامنے باطل کبھی فروغ نہیں پا سکتا الحق یعلو ولا یُعلٰی

دوسرا واہمہ

روایت صحیحہ میں مصرح ہے کہ آنحضرت (صلعم) پچیس[۵] برس کی عمر میں خدیجہ بنت خویلد[رض] کا مال لیکر شام میں گئے اور اور وہیں مقام بصریٰ میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی قیاس صحیح چاہتا ہے کہ آپ نے اسوقت اس راہب سے علم توراۃ کی تکمیل کی ہو گی۔

---

[۵] ابن سعد صفحہ ۶۲

اس دھوکے میں پڑیں گے کہ آخر اسپرنگر صاحب نے آپ کے سفرزمین کی کوئی روایت تو ضرور دیکھی ہوگی اور ضرور مورخین میں ایسا خیال ہوگا عمدہ روایت نہ سہی کمزور ہی سہی الفاظ ،، کہا جاتا ہے ،،اور الفاظ" عمدہ سند ،، کے لکھنے میں یہ چالاکی اور لوگوں کو اسی دھوکے میں ڈالنا مقصود ہے اگر ناظرین کو مغالطہ میں ڈالنا مقصود نہیں تھا بلکہ تحقیق حق منظور تھی تو اسپرنگر صاحب پر فرض عین تھا کہ وہ روایت مذکورہ کا ماخذ بتاتے اور صاف لکھتے کہ انھوں نے یہ روایت کس کتاب میں دیکھی، کہاں سے لیا تا دوسروں کو بھی تحقیق کا موقع ملتا اور ذرا ہم بھی دیکھتے کہ اس کی سند واقعی غیر معتبر ہے یا کیا ؟ لیکن افسوس کہ اسپرنگر صاحب نے کسی قسم کا حوالہ نہ دیا' اور وہ حوالہ دیتے کہاں سے' کیونکہ روایت تو فقط ان کی جولانی طبع کا نتیجہ ہے۔

بہرحال اسپرنگر صاحب کی اتنی مہربانی بھی غنیمت ہے کہ وہ اس روایت کو غیر مستند قرار دیتے ہیں لیکن یہ مہربانی بھی سر ولیم میور کو نہایت ناگوار گذری کہ کیسی ہی بے بنیاد روایت ہو مگر جب اسلام کے خلاف ہے تو اس کو اپنی زبان سے ہم غیر مستند کیوں کہیں اور اس کے بعد اس روایت کو صحیح ثابت کرنے میں میور صاحب اپنا عجیب وغریب کمال دکھاتے ہیں۔

وہ حضرت واقدی اور ابن سعد رحمہا اللہ کی روایت ذیل سے روایت مذکورہ کو مضبوط اور اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں

اخبرنا خالد بن خداس نا معتمر بن سلیمان سمعت ابی یحدث عن ابی مجلز ان عبدالمطلب او اباطالب	ہمکو خبر دی ہم کو خالد بن خداس نے کہ خبر دی معتمر بن سلیمان نے کہ سنا میں نے اپنے باپ سے کہ حدیث بیان کرتے تھے ابی مجلز سے البتہ عبدالمطلب یا ابوطالب

یمن کا سفر کیا لیکن ہمارے پاس اسکی کوئی عمدہ سند نہیں ہے[۵]

جواب

یورپ کے مورخین میں یہ خاص کمال ہے کہ اپنے اغیار خصوصاً اسلام اور اہل اسلام کو بدنام کرنیکی غرض سے محض بے بنیاد اخبار و روایات کو بھی اس طریقہ سے بیان کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والا خواہ مخواہ دھوکے میں آجاتا ہے اور سادہ لوح جنکی نظر تاریخ پر وسیع نہیں ہے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر کچھ تو اس کی اصلیت ہوگی حالانکہ اصلیت خاک نہیں ہوتی۔

اسی مقام پر دیکھو کہ اسپرنگر صاحب کس چالاکی سے تحریر کر گئے ہیں کہ "کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) نے سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ یمن کا سفر کیا لیکن ہمارے پاس اسکی عمدہ سند نہیں ہے۔

اس تحریر سے سادہ لوح ناظرین خواہ مخواہ

Mohammad it is said in his sixteenth year accompanied by his uncle Zobair on a journey to Yaman, but I have no good authority for this statement.

۵ لائف آف محمدؐ مصنفہ ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ (۷۹) دیکھو انگریزی عبارت

یا ابو طالب، عبد اللہ کے انتقال کے بعد آنحضرت (صلعم) پر زیادہ شفیق ہو گئے عبد اللہ کی وفات کے بعد آنحضرت (صلعم) عبد المطلب کی کفالت میں آ گئے تھے اور ابو طالب نے آپ کو عبد المطلب کی وفات کے بعد اپنی نگرانی میں لیا تھا نہ عبد اللہ کے بعد۔ پس روایت صاف ہو گئی کہ عبد المطلب ہی عبد اللہ کے انتقال کے بعد آنحضرت (صلعم) کو زیادہ پیار کرنے لگے اور جہاں جاتے اپنے ساتھ لیجاتے تھے تاریخ سے عبد المطلب کا شام و یمن میں کہیں سفر کرنا ثابت نہیں نہ کوئی موضوع روایت ہی اس بارہ میں پیش کیجا سکتی پس آپکا یمن کے سفر کو جانا کھلے طور پر غلط ثابت ہو گیا۔

(۳) اگر راوی کے سہو کو قطع نظر کیا جائے قیاس سے کام نہ لیا جائے اور میور صاحب کے دعویٰ محض کو مان لیا جائے کہ عبد اللہ کے بعد ابو طالب محمد (صلعم) کو زیادہ عزیز رکھنے لگے اور جس سفر میں جاتے آپ کو ساتھ لیجاتے تھے تو بھی مدعا غیر ثابت رہتا ہے۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ کسی مدعا کے ثابت کرنے کے لئے ہمکو تمام واقعات پر نظر ڈالنی چاہیئے اور واقعات میں تسلسل قائم کرتے ہوئے ہر پہلو کو دیکھنا چاہیئے عاقل کو لائق نہیں ہے کہ پہلے دعویٰ قائم کر کے تب اس کے لئے دلیل کی جستجو کرتا پھرے اور جب دلیل صحیح نہ ملے تو کسی واقعہ کا ایک ٹکڑا لیکر مخالف پر حجت قائم کر دے واقدی بن سعد۔ ابن ہشام اور ابن اسحاق سب نے بالاتفاق روایت کی ہے اور اس روایت کو خود میور صاحب اور اسپرنگر صاحب نے بھی چار و ناچار تسلیم کیا ہے کہ بصریٰ میں بحیرا کی باتیں جب سنیں تو۔

ورجع بہ ابو طالب فما خرج بہ سفرا	ابو طالب آنحضرت (صلعم) کے ساتھ واپس (مکہ کو) ہوئے پھر آپ کیساتھ اس کے بعد کسی سفر میں

لما مات عبد اللہ عطف علی محمد فکان لا یسافر الا کان معہ فیہ

(راوی بھولتا ہے) جب عبد اللہ کا انتقال ہو گیا تو محمد (صلعم) پر زیادہ مہربان ہو گئے پھر جب کوئی سفر کرتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں ان کے ساتھ ہوتے تھے۔

میور صاحب کا استدلال یہ ہے کہ وفات عبد اللہ کے بعد آنحضرت کا اپنے چچا ابو طالب کیساتھ ہر سفر میں ساتھ رہنا ثابت ہے اور تواریخ سے یہ بھی تحقیق ہے کہ ابو طالب شام ویمن وغیرہ میں تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے پس تمام مقامات شام ویمن میں جہاں جہاں ابو طالب نے سفر کیا آنحضرت صلعم کا سفر کرنا بھی بدیہی طور پر روشن ہو گیا"

واقعی دلیل تو بڑی زبردست تھی اگر اس میں کچھ جان ہوتی) ناظرین کو ضبط سے کام لینا چاہیئے ورنہ ہمارے وجوہ ابطال کو پڑھ کر میور صاحب کے طفلانہ استدلال پر ضرور ہنسی آجائے گی۔

(۱)

ایک تو صاف بات یہ ہے کہ روایت میں عبد المطلب یا ابو طالب ہے جس سے ظاہر ہے کہ راوی سہو کرتا ہے۔ پھر میور صاحب نے کس دلیل سے عبد المطلب کو چھوڑ کر ابو طالب کو اختیار کیا؟ شائد اس لئے کہ ناظرین کے ذہن کو اس طرف منتقل کر کے آنحضرت (صلعم) کے سفر یمن کا ثبوت دیں مگر یہ ایک دیانت دار محقق کی شان نہیں ہے۔

(۲)

قیاس عبد المطلب ہی کو چاہتا ہے۔ کیونکہ راوی کا بیان یہ ہے کہ عبد المطلب

کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ یمن کے سفر کو گئے۔"

اور میور صاحب روایت سے ابو طالب کے ساتھ یمن کا جانا ثابت کر رہے ہیں "من چہ می سرایم وطنبورۂ من چہ می سراید" اس مغالطہ کا کیا کہنا؟

چوتھا واہمہ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ:۔[ع]

بحیرا راہب نہ صرف محمدؐ کے ساتھ مکہ کو گیا بلکہ وہاں ان کے ساتھ اور نیز مدینہ میں عرصہ دراز تک رہا اور محمدؐ اس سے مستفید ہوتے رہے چنانچہ محمدؐ کے پہلے سفر شام کے چالیس برس کے بعد جب ابی سینیا سے مدینہ میں محمدؐ کے پاس وفد گیا ہے تو اسوقت بحیرا مدینہ میں موجود تھا اور اسی کی تائید ہوتی ہے جب ہم صحابہ کی فہرست میں بحیرا راہب کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں فقط

اس تحریر میں دو باتیں ہیں۔

(۱) چالیس برس کے بعد ابی سینیا سے محمدؐ کے پاس وفد کا جانا اور اس وقت بحیرا راہب کا مدینہ میں موجود رہنا۔

(۲) صحابہ کی فہرست (رجال) میں بحیرا راہب کا نام پایا جانا۔

امر اول کی نسبت ہم سخت حیران ہیں کہ کیا لکھیں! کیونکہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور اس سفید جھوٹ بلکہ اس کے کذب سیاہ

ع سلکشنس فرام دی کلکتہ ریویو جلد ششم صفحہ ۴۹۷

بعد ذلك خوفا عليه	نہیں نکلے (آپکی جان) کا خوف کرکے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو طالب اپنے یتیم بھتیجے (محمدؐ) کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے اور چونکہ ماں باپ دونوں وفات پاچکے تھے اس لئے تنہا چھوڑنا مقتضائے شفقت و احتیاط کے خلاف سمجھکر ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ اور جہاں جاتے ساتھ لیجاتے تھے مگر بصریٰ میں جب بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی اور اس نے ڈرایا کہ محمدؐ کو شام میں نہ لیجاؤ ورنہ اہل کتاب ان کو پہچان کر قتل کرڈالیں گے تو ابو طالب نے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کی وہیں سے مکہ واپس آگئے اور آپ کی حفاظت کے خیال سے پھر آپ کو لیکر کہیں سفر میں نہیں نکلے۔

اب میور صاحب بتائیں کہ انکا استدلال صحیح تھا یا واقعات پر نظر کرتے ہوے ہمارا استدلال صحیح اور قرین عقل ہے؟

(۴)

ولو فرضنا ، ہم مان بھی لیں کہ ابو طالب ہمیشہ ہر سفر میں آپ کو ساتھ لیجاتے تھے اور آپ کی حفاظت کا کچھ خیال نہ کرتے تھے جو مقتضائے شفقت و عقل تھا تو بھی آپ کا یمن میں جانا ثابت نہیں کیونکہ میور صاحب نے کوئی روایت پیش نہیں کی کہ ابو طالب آنحضرت (صلعم) کو لیکر یمن گئے یا آپکی نوجوانی کے عہد میں یا بچپنے کے زمانہ میں انھوں نے شام و یمن کا سفر کیا۔ رہا یہ قیاس کہ ابو طالب تجارت پیشہ تھے اور شام و یمن کو جایا کرتے تھے تو آنحضرت (صلعم) کو بھی ساتھ لیکر تجارت کرنے گئے ہوں گے بالکل بچوں کی سی باتیں ہیں۔

(۵)

سب سے بڑے تماشے کی بات یہ ہے کہ اسپرنگر صاحب تو لکھتے ہیں کہ

وہاں کھلے الفاظ میں صراحت کر دی ہے کہ:۔

رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثتہ وامن بہ۔	بحیرا راہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نبی ہونے سے پہلے دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔

آنحضرت (صلعم) کے پہلے سفر شام اور بحیرا راہب کی ملاقات کا قصہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں چونکہ بحیرا راہب نے آنحضرت (صلعم) کو دیکھا تھا اور اس امر کی تصدیق کی تھی کہ توریت و انجیل میں جس آنیوالے پیغمبر آخر الزماں کی بشارت دی گئی ہے اور جسکی صفات بیان کی گئی ہیں وہ یہی ہیں اس لئے بحیرا راہب کے نام کا صحابۂ رسول اللہ کی فہرست میں لکھنا بہت صحیح ہے اور اتنا لکھنے سے یہ دلیل پکڑنی کہ بحیرا بیسیوں سال پیغمبر کے ساتھ رہکر آپ کو درس دیتا رہا میں نہیں سمجھتا کہ کسی سمجھدار کا کام ہوسکتا ہے علماے فن رجال نے جناب عیسی بن مریم کو بھی صحابۂ رسول مدنی کی فہرست میں لکھا ہے۔

عیسی بن مریم علیہ السلام صحابی و نبی فانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء وسلم علیہ فھو آخر الصحابۃ موتا۔	عیسی بن مریم علیہ السلام صحابی ہیں اور نبی بھی ہیں اس لئے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی راتمیں دیکھا اور آپ کو سلام کیا تھا ایس وہ موت کی لحاظ سے آخری صحابی ہیں (کہ دنیا میں نزول فرماکر پھر مریں گے)

معراج کی رات میں رسول اللہ صلعم نے چوتھے آسمان پر حضرت عیسی سے ملاقات کی اور جیساکہ روایت میں بیان کیا گیا ہے جناب عیسی بن مریم نے

عہ دیکھو تجرید اسماء الصحابۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد جلد اول صہ ۴۶۳

ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ نہ تو ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ہی اپنا کوئی ماخذ بتایا نہ ان کے عزیز یار مدد سرولیم میور نے کسی کتاب کا حوالہ دیا کہ یہ روایت فلاں کتاب سے لی گئی ہے ایسی بے سروپا اور بے بنیاد روایت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں سند لانا نہایت شرمناک امر ہے اور ایسی پھُسپھُسی بنیاد پر اتنے بڑے زبردست دعوے کی عمارت قائم کرنی یورپ والوں ہی کا کام ہے اور اس فریب میں وہی لوگ آسکتے ہیں جو یوروپین مورخین کی چالبازیوں اور اصول تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ ؎

بروایں دام برمرغ دگر نہ　　　کہ عنقا را بلند است آشیانہ

امر ثانی کی نسبت یہ گذارش ہے کہ رجال کی کتابوں میں ضرور بحیرا راہب کو صحابہ کے زمرہ میں لکھا ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بحیرا راہب پیغمبر کے ساتھ مکہ میں اور پھر مدینہ میں سالہا سال بلکہ بیسیوں برس تک رہا اور آپ کو تعلیم دیتا رہا۔ کیونکہ صحابی ہونے کیلئے صرف ایک مرتبہ رسول کو ایمان کے ساتھ دیکھنا شرط ہے جس نے ایک مرتبہ بھی آپ کو ایمان کی حالت میں دیکھا وہ صحابی ہوگیا اگر ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے دوست سرولیم میور کے دل میں کچھ بھی انصاف و حق جوئی کا گذر ہوتا اور کتب حدیث و رجال کا مطالعہ بلا تعصب فرماتے تو انہیں صاف طور پر معلوم ہوجاتا کہ مسیحیوں کا دعویٰ بلا دلیل محض غلط ہے اور اسلام کی جن روایتوں سے وہ بحیرا راہب کا محمدؐ کے ساتھ مدتوں رہنا ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے دعوے کو بجائے ثابت کرنے کے باطل کرتی ہیں۔

رجال کی کتابوں میں جہاں ؎ بحیرا راہب کو صحابہ کے زمرہ میں لکھا ہے

؎ دیکھو کتاب اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۱۶۶ چھاپ کلکتہ

عن ابی اسحاق عن البراء قال اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذی القعدۃ فابی اھل مکۃ ان یدعوہ یدخل مکۃ حتی قاضاھم علی ان یقیمہ بھا ثلاثۃ ایام فلما کتبوا الکتب کتبوا ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک لکن انت محمد بن عبد اللہ قال انا رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ ثم قال

انھوں نے ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ عمرہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینہ میں تو مکہ والوں نے آپ کے مکہ میں داخل ہونے دینے سے انکار کیا یہانتک کہ آپ نے صلح کی ان سے اس بات پر کہ تین دن وہاں اقامت کریں پھر جب صلحنامہ لکھا تو (مسلمانوں نے) لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جسپر محمدؐ رسول اللہ نے مصالحت کی" ان الفاظ پر مکہ والوں نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپکو رسول اللہ تسلیم کرتے تو آپ کو روکتے کیوں لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں (تو محمد بن عبد اللہ ہی لکھوائیے) آپ نے فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

دوسرا :- اسوجہ سے کہ آنحضرت کا حالت بیداری میں اسی جسد خاکی کیساتھ آسمانوں پر جانا ممکن ہے اس میں کوئی استبعاد نہیں اور اسی سبب سے قرآن کے ظاہر الفاظ اور احادیث مرویہ پر اعتماد کر کے جمہور علمائے اسلام معراج جسمانی کے قائل ہوئے اور یہی مذہب جمہور علمائے اسلام کا ہے رہی یہ بات کہ انسان کا اپنے اس جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنی عقل کے خلاف ہے اور فلسفہ کی رو سے باطل ہے بالکل لغو اعتراض ہے ہم نے اس کتاب کے جلد اول میں اس امر کا عقلی ثبوت دیا ہے کہ معراج فی نفسہ امر ممکن ہے اور انسان کا اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر جانا کچھ مستبعد یا محال نہیں ہے یہ بحث انشاء اللہ تعالی کسی جلد میں آیندہ بھی لکھی جائیگی

آپ کو دیکھا اور آپ کو سلام کیا اتنی سی بنا پر ایسے جلیل القدر نبی کو علمائے رجال نے[1] فہرست صحابہ محمد صلعم عربی میں لکھدیا کیا ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور یہ دعوی کرنے کی جرأت کریں سکے کہ محمد عربی صلعم نے جناب عیسی بن مریم سے علم نبوت حاصل کیا اور قرآن و احادیث میں جو کچھ ذخیرہ علم ہے وہ حضرت مسیح کی تعلیم کا نتیجہ ہے؟ وہ یقیناً ایسی جرأت نہیں کر سکتے اور جب ایسا نہیں کہسکتے تو پھر بحیرا راہب کو صرف صحابہ رسول کی فہرست میں لکھدینے سے رسول کا معلم کیوں قرار دیں۔ کتب رجال میں تو صاف لکھتے ہیں کہ بحیرا راہب نے شام میں آنحضرت (صلعم) کو دیکھا اور آپ پر نبی ہونے سے پہلے ایمان لایا اس لئے وہ صحابی رسول شمار کیا گیا

پانچواں واہمہ

حدثني عبيد الله بن موسى عن اسرائيل	حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ بن موسی نے اسرائیل سے۔

[1] علمائے فن رجال نے حضرت عیسی کے صحابی محمد عربی صلعم ہونیکی جو وجہ بتائی ہے وہ رکیک وجہ ہے۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں یہ قطعی صراحت نہیں ہے کہ آنحضرت کو جسد عنصری کے ساتھ معراج ہوئی چنانچہ حضرت عائشہ اور دوسرے بہت سارے صحابہ کبار معراج روحانی کے قائل ہیں لیکن چونکہ پیغمبر کا خواب سچا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے اس لئے آنحضرت نے جو کچھ دیکھا وہ سب صحیح اور مطابق واقعہ تھا۔ اور جب معراج خواب میں ہوئی تو خواب میں اگر عیسی بن مریم نے آپ کو دیکھا تو اس سے وہ صحابی نہیں بن سکتے۔

تو پھر حضرت علی کے ہاتھ سے کاغذ لیکر رسول اللہ کے لفظ کو مٹایا کیونکر اور خود لکھا کیسے؟ اور جب حدیث میں صاف صراحت ہے کہ آنحضرت نے کاغذ لیکر خود لکھا تو اب انکار کی کون سی گنجایش ہے اور آپ کے خواندہ ہونے کا اس سے اچھا ثبوت کیا ہو سکتا ہے؟

پہلا جواب

لفظ رسول اللہ کے مٹا دینے سے لازم نہیں آتا کہ آپ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے اور اس امر کو بخاری ہی کی دوسری روایت جو اس کے متصل ہے واضح کر دیتی ہے۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عاذب قال لما صالح	حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے (کہا) حدیث بیان کی ہم سے غندر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق سے کہا انھوں نے کہ سنا میں نے براء بن عاذب کو کہ کہا اس نے کہ جب صلح کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

ثانیاً - یہ کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے جسد خاکی کیساتھ آسمان پر زندہ رہنے کے قائل ہیں اسکے نزدیک چار نبی جسد خاکی کے ساتھ قیامت تک زندہ رہیں گے جن میں سے دو نبی خضر والیاس زمین پر اور دو نبی ادریس وعیسیٰ آسمان پر ہیں حدیث معراج میں عیسیٰ وغیرہ کے کیساتھ ادریس کا آپ سے ملاقات کرنا بھی مروی ہے تو اس بنا پر چاہیئے تھا کہ ادریس علیہ السلام کو بھی صحابہ رسول میں شمار کیا جاتا حالانکہ ادریس کو کسی نے بھی صحابی رسول نہیں لکھا ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ کا صحابی رسول اللہ صلعم ہونا محض متاخرین کا واہمہ ہے ۔

لعلی امح رسول اللہ قال لا واللہ لا امحوك ابدا فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتب فکتب ھذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ ۔	پھر علی سے فرمایا کہ (اچھا) رسول اللہ کے الفاظ کو مٹا دو علیؓ نے (جو صلحنامہ لکھنے والے تھے) کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں آپ کے نام کو محو نہیں کرینگا کبھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ کو لیلیا پھر لکھا کہ " یہ صلحنامہ ہے جسپر محمد بن عبد اللہ نے مصالحت کی ۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ہے ۔

الفاظ روایت یہ ہیں کہ (فاخذ رسول اللہ الکتب فکتب) علیؑ کے انکار پر رسول اللہ صلعم نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیلیا پھر لکھا آپ نے "

یہی ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور سر ولیم میور صاحب کی سند ہے کہ رسول اللہ صلعم لکھنا پڑھنا جانتے تھے کیونکہ اگر آپ امی محض تھے اور لکھنا نہیں جانتے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

بہرحال معراج جسمانی ہو یا روحانی ہو کسی حالت میں حضرت عیسیٰ کا صحابی رسول ہونا درست نہیں ٹھیرتا کیونکہ معراج کی رات میں آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کے سوا، آدم۔ نوح۔ موسیٰ اور ابراہیم خلیل اللہ وغیرہم علیہم السلام بہت سے انبیاء اولوالعزم سے ملاقات کی ان سب نے آپ کو دیکھا اور آپ کو سلام کیا پھر حضرت عیسیٰ کی خصوصیت کیا رہی۔ تمام پیغمبروں کو صحابی رسول ہونا چاہیئے اور سب کو صحابہ کی فہرست میں درج ہونا چاہیئے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے حضرت عیسیٰ کے سوا ہم کسی نبی کو صحابہ رسول اللہ کے زمرہ میں نہیں پاتے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسد عنصری کیساتھ زندہ آسمان پر موجود تھے (اور ہیں) اس لئے آپ صحابی ہوئے اور دوسرے انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہوئی تھی اس لئے وہ صحابہ میں شمار نہیں کئے جاسکتے تو یہ محض ایک مغالطہ ہے کیونکہ:۔

اولاً۔ تو حدیثوں میں تو سب کو ایک شان سے بیان کیا گیا ہے نہ یہ صراحت ہے نہ کہیں اس امر کا اشارہ ہے کہ دوسرے انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور حضرت عیسیٰ بن مریم ؑ اپنے دنیاوی جسد عنصری کے ساتھ ملاقات کی یہ استثنا بالکل بلا دلیل ہے۔

دوسرا جواب

سوائے قاضی ابوالولید باجی کے کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے صلحنامہ لیکر خود لکھا اور قاضی باجی کا بھی کچھ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو لکھنا آتا تھا بلکہ ظاہر الفاظ حدیث پر نظر کر کے انھوں نے اس لکھنے کو آپ کا معجزہ قرار دیا کہ باوجود امی محض ہونے کے آپ لکھنے پر قادر ہو گئے بانیہمہ قاضی صاحب کا دعوی روایت و درایت کے بالکل خلاف تھا اس لئے تمام فقہائے مشرق و مغرب نے ان کی تکذیب کی چنانچہ حافظ ابن کثیر[ع] لکھتے ہیں ۔

ومن زعم من متاخری الفقہاء کالقاضی ابی الولید الباجی انہ علیہ السلام کتب یوم الحدیبیۃ ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ فانما حملہ علی ذلک روایۃ فی صحیح البخاری ثم اخذ فکتب وھذہ محمولۃ علی الروایۃ

اور متاخرین فقہا میں سے جس شخص (جیسے قاضی ابوالولید باجی) نے یہ گمان کیا کہ آنحضرت نے حدیبیہ کے دن خود لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جس پر مصالحت کی محمد بن عبد اللہ نے" تو یہ گمان اسکا صحیح بخاری کی اس روایت کی بنا پر ہے کہ "پھر لیا آپ نے صلحنامہ کو پس لکھا" حالانکہ یہ الفاظ (مجازی ہیں اور) محمول ہیں اس دوسری روایت پر (جس میں صراحت ہے) کہ

ع تفسیر حافظ ابن کثیر جلد ہفتم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹۸

رسول اللّٰہ صلعم اھل الحدیبیۃ کتب علی بن ابیطالب رضوان اللّٰہ علیہ بینھم کتابا فکتب محمد رسول اللّٰہ فقال المشرکون لاتکتب محمد رسول اللّٰہ لو کنت رسولا لم نقاتلک فقال لعلی امحہ قال علی ما انا بالذی امحاہ فمحاہ رسول اللّٰہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والوں سے صلح کی (تو) لکھا علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان میں ایک صلحنامہ تو پھر اس صلحنامہ میں جب (آپ) محمد رسول اللہ لکھا تو مشرکین نے کہا کہ محمد رسول مت لکھو۔ اگر (ہم) تم (کو) رسول (جانتے) ہوتے تو تم سے لڑائی کیوں کرتے پس فرمایا رسول اللہ نے علی سے کہ اس (رسول اللہ) کو مٹا دو علی نے کہا کہ میں رسول اللہ کو مٹانے والا آدمی نہیں ہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔ؑ

بات یہ ہے کہ صلحنامہ میں جوں ہی محمد رسول اللہ لکھا گیا، مشرکین معترض ہوئے کہ ہم رسول اللہ نہ لکھنے دیں گے آنحضرت نے دفع شر کیلئے حکم دیا کہ اچھا اس لفظ کو مٹا دو۔ علی نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ کو اپنے ہاتھ سے لکھکر اپنے ہی ہاتھ سے تو نہیں مٹاؤں گا چونکہ صلحنامہ میں محمد رسول اللہ تک ہی لکھنے کی نوبت آئی تھی اس لئے آنحضرت نے خود آخر کے دو لفظ مٹا دئے یہ کون سی ایسی مشکل بات تھی جو بلا پڑا ہوا آدمی نہیں کر سکتا تھا اور کسی مکتوب کے آخر کے دو لفظوں کا مٹا دینا پڑھے لکھے ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتی ہے ذرا سوچو اور عقل و انصاف سے کام لو۔

ؑ صحیح بخاری جلد ثانی کتاب الصلح مطبوعہ کلکتہ صفحہ (۷۳)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قاضی ابوالولید باجی جو اس بارہ میں ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور کے استاد ہیں معتمد علیہ نہیں ہیں اور ان کا یہ مسلک بھی ان کے شاگردوں ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کو کچھ مفید نہیں ہوسکتا ان لوگوں نے خواہ مخواہ کو انہیں اپنا پیشوا و استاد بنالیا۔

اولاً۔ تو یہ روایت جو خبر آحاد ہے قرآن مجید کی خبر متواتر کے منافی ہے اور خبر آحاد جو اخبار متواترہ کی تکذیب کرتی ہو خود غلط ہوجاتی ہے اور اسی پر تمام اہل عالم کا اتفاق ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ قاضی نے صرف ظاہر الفاظ پر عقل سے کام نہ لیکر اعتماد کیا اور غلطی میں پڑ گئے ورنہ درحقیقت روایت کا یہ مطلب ہی نہیں ہے جیساکہ ہم متعاقب بیان کریں گے۔

تیسرے۔ یہ کہ باوصف یہ مطلب نکالنے کے قاضی باجی اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت کو ہرگز لکھنا نہیں آتا تھا حدیبیہ کے روز جو آپنے لکھدیا وہ معجزہ کے طور پر روحانی قوت کے اثر سے تھا جیساکہ اور معجزات کا حال ہے۔

تیسرا جواب

صحیح بخاری میں اسی کتاب الصلح کے باب الشروط میں ایک دوسری روایت ہے کہ۔

حدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر قال اخبرنی	حدیث بیان کی مجھ سے عبداللہ بن محمد نے کہ حدیث بیان کی ہم سے عبدالرزاق نے کہا خبر دی ہمکو معمر نے کہا انھوں نے خبر دی مجھکو

الاخری ثم امر ذلکتب ولھذا اشتد النکیر من فقھاء المشرق والمغرب وتبرؤا منه وانما اراد الرجل اعنی الباجی انه کتب ذالک علی وجه المعجزة لا انه کان یحسن الکتابة۔

پھر حکم دیا آپ نے تو لکھا لکھنے والی نے اور اسی لئے انکار میں سختی کی مشرق ومغرب کے فقہانے اور قاضی باجی کے قول سے راضی نہیں ہوسے اور قاضی باجی کا بھی اس کے سوا کوئی مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت نے بہ طریق معجزہ لکھا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو لکھنا اچھا آتا تھا۔

امام ابو العباس احمد بن محمد مقری لکھتے ہیں[ع]۔

ولما تکلم ابو الولید فی حدیث الکتابة یوم الحدیبیة الذی فی البخاری قال بظاھر لفظه فانکره علیه الفقیه ابوبکر الصائغ وکفره باجازة الکتب علی تکذیب للقرآن۔

اور جب ابو الولید نے کلام کیا یوم حدیبیہ والی اس حدیث کتابت میں جو صحیح بخاری میں ہے درانحالیکہ انھوں نے ظاہر لفظ کی بنا پر کہا تھا تو انکار کیا انپیر فقیہہ ابو بکر صائغ نے اور تکفیر کی ان کی بہ سبب اجازت کتابت کے رسول امی پر اور بلا شبہہ یہ قرآن کی تکذیب ہے (اور اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا)

ع کتاب النفح الطیب جلد اول صفحہ ۵۵

ما صددناك عن البيت ولا قاتلناك ولكن اكتب محمد بن عبد الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم والله انى لرسول الله وان كذبتمونى اكتب محمد بن عبد الله قال الزهري وذلك لقوله۔

تو آپ کو کعبہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے ولیکن لکھوائیے محمد بن عبداللہ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں بلا شبہہ اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم جھٹلاؤ (تو اس سے کیا ہوتا ہے) لکھو محمد رسول اللہ کی جگہ پر محمد بن عبداللہ زہری کہتے ہیں یہ بسبب آپ کے قول۔



اس روایت سے ظاہر ہے کہ حدیبیہ کے روز جب مصالحت ٹھیر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلا کر صلحنامہ لکھوانا شروع کیا بیچ میں سہیل نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اعتراض کیا اور اس کی عوض میں باسمك اللّٰھم لکھوایا اس کے بعد محمد رسول اللہ لکھنے پر معترض ہوا کہ عہد نامہ پر یہ لفظ نہ لکھا جائے کیونکہ ہم اگر آپ کو رسول سمجھتے تو لڑائی کیوں ٹھنتی آپ نے فرمایا تمہارے جھٹلانے سے میری نبوت میں فرق نہیں آتا اور کاتب کو حکم دیا کہ محمد رسول اللہ مٹا کر اسکی جگہ پر محمد بن عبداللہ لکھو چنانچہ اس نے لکھدیا اور عہد نامہ مکمل کیا گیا۔

اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے ہوتے یا آپ کو لکھنا آتا تو دوسرے کاتب سے کیوں لکھواتے؟ اگر تم یہ جواب دو کہ

الزهری فجاء سهیل بن عمرو فقال هات اکتب بیننا و بینکم کتابا فدعا النبی صلی الله علیه وسلم الکاتب فقال النبی صلعم اکتب بسم الله الرحمٰن الرحیم قال سهیل اما الرحمٰن فوالله ما ادری ما هو ولکن اکتب باسمك اللّٰهم کما کنت تکتب فقال المسلمون والله لا نکتبها الا بسم الله الرحمٰن الرحیم فقال النبی صلعم اکتب باسمك اللّٰهم ثم قال هذا ما قاضی علیه محمد رسول الله فقال سهیل والله لو کنا نعلم انك رسول الله

زہری نے کہ پس آئے (حدیبیہ کے دن) سہیل بن عمرو پھر کہا کہ لائیے اپنے اور آپ کے درمیان ایک صلحنامہ لکھیں پس بلایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو پھر فرمایا آپ نے کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اس پر) سہیل نے اعتراض کیا کہ مگر رحمٰن کو تو واللہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا لفظ ہے لیکن لکھوائیے باسمک اللّٰھم جیسا کہ آپ پہلے لکھواتے تھے تب مسلمانوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم سوای بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اس کو تو نہ لکھیں گے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اچھا) لکھو باسمک اللّٰھم پھر فرمایا کہ (لکھو کہ) یہ عہدنامہ ہے جس پر صلح کی محمد رسول اللہ نے تب سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ خدا کی قسم اگر ہم سمجھتے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔

ثانیاً:۔ اس وجہ سے کہ آنحضرت اگر لکھے پڑھے تھے تو اپنے اس راز کے فاش ہو جانے کے خیال سے خود لکھنا پسند نہیں کیا۔ تو پھر اسی مجلس میں رسول اللہ کے لفظ کو مٹا کر ابن عبد اللہ کیوں اور کیسے لکھا؟

چوتھا جواب

کسی تاریخی روایت پر بحث کرنے سے پہلے اصول روایت پر اس کو جانچ لینا ضروری ہے۔ اگر معیار اصول صحت پر ٹھیک اتر جائے تو قابل بحث ہے ورنہ غیر صحیح اور لاطائل روایات پر بحث کرنی وقت عزیز کا ضائع کرنا ہے حدیث زیر بحث کا راوی براء (بن عاذب) ہے اور وہ خود بیان کرتا ہے کہ

روی احمد بن طریق الثوری عن ابی اسحاق عن البراء قال ماکل ما نحدثکموہ عن رسول اللہ سمعناہ منہ حدثناہ اصحابنا وکان لیشغلنا رعیۃ الابل۔

(روایت کی احمد نے بطریق ثوری ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ) ہم جو کچھ حدیث تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں وہ سب رسول اللہ سے نہیں سنے ہیں (بلکہ) ہمارے لوگوں نے ہم سے بیان اور ہم کو تو اونٹ کے چرانے ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔

جب براءؓ نے خود علانیہ کہدیا کہ میں نے اکثر حدیثیں رسول اللہؐ سے

ع۵ الاصابہ فی تمیز الصحابہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۸۹ ۔

دوسرے سے لکھوانا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ خود اس کو لکھنے نہیں آتا کیونکہ سلاطین عالم کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ ان کے حکم سے دوسرے ملازمین و کاتبین عہد نامے اور صلحنامے لکھا کرتے تھے حالانکہ ان میں کے اکثر سلاطین پڑھے لکھے ہوتے تھے۔

یہ جواب درست ہے اور اسی سے ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے جب تم نے تسلیم کیا کہ سلاطین عالم کے دستور کے مطابق آنحضرت نے کاتب سے لکھوایا تو اب ہم پہلی روایت کے متعلق بلا کھٹکے کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کاتب عہد نامہ نے رسول کے فرمان کے مطابق محمد رسول اللہ لکھا اور سہیل فریق مخالف نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول نہ لکھنے دیں گے اسکی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے تو آنحضرت نے حکم دیا کہ اچھا محمد رسول مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھدو لیکن حضرت علی نے حمیت اسلامی کے جوش میں آکر فرمایا کہ میں تو محمد رسول اللہ کے الفاظ کو نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آنحضرت نے حضرت علی کے ہاتھ سے عہد نامہ لے لیا اور دوسرے کاتب سے محمد بن عبد اللہ لکھوا دیا۔

اب بتاؤ کہ تمہارا جواب مان لینے کے بعد بھی ہمارا دعوی بدیہی طور پر ثابت رہا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کا خواندہ ہونا باطل ہوا یا نہیں؟ اگر یہ لکھا جائے کہ آنحضرت کو لکھنے آتا تھا مگر صلحنامہ قصداً اس لئے نہیں لکھا تا اپنے پڑھے ہونے کا راز فاش نہ ہو جائے تو یہ وہم بھی درست نہیں ہے۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ عہدنامہ یا صلحنامہ جیسی تحریروں کا دوسرے کاتبوں سے لکھوانا بادشاہوں کا دستور رہا ہے بادشاہ و سلاطین یہ چیزیں خود نہیں لکھا کرتے۔

رسول اللہ نے عہد نامہ کو لے لیا پھر لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ ہے جس پر عہد کیا محمد بن عبد اللہ نے فقط اور کُتِبَ کو صیغہ مجہول پڑھنے سے کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہیں ہوتی مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ جب علی نے لکھنے سے انکار کیا تو رسول اللہ نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیلیا اور پھر لکھا گیا
ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبد اللہ

اگر معترض کو کُتِبَ کے صیغہ مجہول پڑھنے میں کلام ہے اس کی وجہ پیش کرنی چاہیئے اور بتانا چاہیئے کہ اس کے مجہول پڑھنے میں کونسا امر مانع ہے۔ اب ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے مقلدین بتائیں کہ روایت زیر بحث سے وہ اپنا لایعنی دعوے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں۔

چھٹواں جواب

لکھنا بمعنی لکھوانا بھی مستعمل ہے اور یہ محاورہ دنیا کی ہر قوم و ہر زبان میں دائر و سائر ہے۔ ایک جاہل گنوار جو حرف سے بھی آشنا نہیں اور صحیح تلفظ تک ادا نہیں کر سکتا کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو آج ایک خط لکھا ہے یا فلاں کو کل ایک خط لکھنے کا ارادہ ہے یا کسی کے خط کا جواب دینا ہے پس ان جیسے سب صورتوں میں لکھنا لکھوانے کے معنی میں آتا ہے سلاطین اور والیان ملک اور بڑے بڑے لوگوں میں جو خط و کتابت ہوتی ہے وہ اُن کے ملازمین ہی لکھتے ہیں جو اس کام کے لئے مقرر ہوتے ہیں لیکن خط لکھنے کی اسناد اصل ہی کی طرف ہوتی ہے اور کہنے میں یہی آتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے فلاں رئیس یا بادشاہ کو اس

نہیں سنیں کیونکہ مجھکو اونٹوں کے چرانے سے فرصت نہیں ملتی تھی تو اسکی تمام مرویات غیر معتبر ہوگئیں اور روایت زیر بحث سے استناد ہی درست نہیں رہا۔

معلوم نہیں کہ یہ روایت براء نے کس سے سنی اور جس سے سنی وہ مرد ثقہ بھی تھا یا نہیں۔

واقعہ حدیبیہ کے متعلق اور بھی روایتیں ہیں جن کو براء کے سوا دوسرے صحابہ نے بیان کیا ہے اور جن میں کی دو روایتوں کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے کسی روایت میں یہ مضمون نہیں ہے کہ "علی نے رسول اللہ کے مٹانے سے انکار کیا تو آنحضرت نے کاغذ ان سے لیلیا اور مٹا کر خود محمد بن عبد اللہ لکھدیا"، پس اس بارہ میں براء بن عازب کی روایت کا متفرد ہونا اس کی عدم صحت کی کافی دلیل ہے اور یہ انکا بیان اس کا موید ہے

پانچواں جواب

حدیث زیر بحث کو صحیح باور کر لینے کے بعد بھی ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کا مطلب اسوقت حاصل ہو سکتا ہے جب عبارت روایت فاخذ رسول اللہ الکتاب فکتب۔ میں "فکتب" کو صیغہ ماضی معروف پڑھا جائے یعنی رسول اللہ صلعم نے عہدنامہ کو لیکر خود لکھا لیکن اسکے صیغۂ معروف ہی پڑھنے کے لئے کوئی بیّن وجہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فَکُتِبَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے یعنی فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْکِتَابَ فَکُتِبَ ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ پس

(۲)

دبیر جہاندیدہ راپیش خواند زباں برکشاد و سخن برفشاند

(۳)

دبیر نویسندہ راپیش خواند سخن ہرچہ بایست یا او براند
بفرمانش برنامہ خسروی زعنبر نوشتند خط پہلوی

غرض کہ یہ محاورہ ہر زبان میں اس کثرت سے شایع و ذائع ہے جس کا احصار محال ہے اور یہ ایک ایسی معلوم و مشہور اصلاح ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور جب یہ امر متحقق ہے تو روایت زیر بحث مخالفین اسلام کیلئے کچھ مفید نہ رہی۔ ہم روایت کو بھی صحیح باور کریں۔ کَتَبَ کو صیغہ معروف بھی پڑھیں تو بھی مخالف کا یہ دعوی کہ رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے خود لکھا باطل ہوجاتا ہے کیونکہ لکھنا لکھوانے اور حکم کرنے کے معنی میں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری اتنی تحریر مخالف کو خاموش و لاجواب کرنے اور اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے کافی سے بہت زیادہ ہے

چھٹواں واہمہ

واہمہ پرست علماے مسیحی فرماتے ہیں کہ محمد مصطفےؐ نے سلمان فارسی سے بہت کچھ علمی فائدے اٹھائے۔ سلمان فارسی مجوسی عالم اور مذہب مجوس کی متبرک کتاب ژند یا ژندسے خوب واقف تھے وہ آخر مسلمان ہوگئے اور ان کے مسلمان ہونے کے بعد محمد صلعم نے ان سے علمی استفادہ

مضمون کا مراسلہ لکھا ہے حالانکہ لکھنے والا کوئی دوسرا ہوتا ہے، بادشاہ صرف مضمون کے لکھنے کا حکم دیتا ہے اور اسی حکم کی وجہ سے اسکی طرف کتابت کی اسناد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں شاہنامہ فردوسی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

ازاں پس خبر با فریدوں رسید | کہ گرشاسپ شد از جہاں ناپدید
یکے نامہ نزد نریماں نوشت | کہ ای پہلواں گرد نیکو سرشت

(۲)

یکے نامہ بنوشت شاہ زمیں | بخاور خدا و بہ سالار چیں

(۳)

سپہدار توراں دو دیدہ پر آب | شگفتے فرو ماندہ زا فراسیاب
یکے نامہ بنوشت ارژنگ وار | برو کرد صد گونہ رنگ و نگار

اشعار میں لکھنے کی نسبت بادشاہوں کی طرف کیگئی ہے حالانکہ معلوم ہے کہ ان میں سے کسی بادشاہ نے بھی اپنے ہاتھ سے کسی کو خط نہیں لکھا نہ بادشاہوں کا یہ کام ہے چنانچہ اس کی توضیح وتائید دوسرے مقامات سے ہوتی ہے۔

(۱)

سپہبد نویسندہ راپیش خواند | دل آگندہ بودش ہمہ بر فشاند
یکے نامہ فرمود نزدیک سام | سراسر درود و نوید و خرام

(۲)

یکے نامۂ بر حریر سپید | بد واندروں بیم جنگ و امید
دبیر خردمند بنوشت خوب | پدید آورید اندرو زشت خوب

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)
الاعراف	یونس	ہود	رعد	ابراہیم	الحجر
(۷) بنی اسرائیل	(۸) الکہف	(۹) مریم	(۱۰) طٰہٰ	(۱۱) الانبیاء	(۱۲) الحج
(۱۳) المومنون	(۱۴) الفرقان	(۱۵) العنکبوت	(۱۶) السجدہ	(۱۷) الفاطر	(۱۸) السبا
(۱۹) الصافات	(۲۰) ص	(۲۱) الزمر	(۲۲) حم السجدہ	(۲۳) الزخرف	(۲۴) الدخان
(۲۵) الجاثیہ	(۲۶) محمدؐ	(۲۷) ق	(۲۸) القمر	(۲۹) الرحمٰن	(۳۰) الواقعہ
(۳۱) الملک	(۳۲) الحاقہ	(۳۳) المعارج	(۳۴) المزمل	(۳۵) المدثر	(۳۶) الدہر
(۳۷) المرسلات	(۳۸) النبا	(۳۹) الغاشیہ	(۴۰) البلد	(۴۱) اللیل	(۴۲) القارعہ
(۴۳) النحل	(۴۴) الروم	(۴۵) الشوری	(۴۶) الذاریات	(۴۷) الطور	(۴۸) الحدید
(۴۹) الصف	(۵۰)		(۵۱) التطفیف		(۵۲) یٰس

ان سورتوں کے علاوہ جو چند آیتیں دوسری سورتوں میں جنت ودوزخ کے متعلق آگئی ہیں وہ کوئی نئے مضامین کی آیتیں نہیں ہیں بلکہ ان کو مکررات سمجھنا چاہیئے۔

کیا چنانچہ قرآن مجید میں جنت و دوزخ کے متعلق جسقدر مضامین ترغیب و ترہیب ہیں وہ سب، سلمان فارسی کی تعلیم سے ہے کیونکہ ژند پاژند میں بھی ترغیب و ترہیب اور جنت و دوزخ کے بیانات اسی طرح واقع ہوئے ہیں

پہلا جواب

ہم پوچھتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ نے تو سلمان فارسی سے ان کے مسلمان ہونیکے بعد تعلیم حاصل کی ہوگی، لیکن سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کی کیا وجہ ہوئی۔ جب آپ کی ساری نبوت کی کائنات یہ تھی کہ قرآن کا ایک اچھا جزو، سلمان فارسی کے معلومات ژند و پاژند پر مدون و مولف ہوا، اور انہیں کی زبان سے جو کچھ سُنا، اس کو اپنی زبان میں ترجمہ کرکے وحی الٰہی قرار دیدیا تو سلمان فارسی محمد صلعم کی نبوت کے قائل کیسے ہوگئے۔ اور جو دھوکے دھڑی میں مسلمان ہوگئے تو ایسا سمجھدار عالم بعد کو اسلام پر قائم کیونکر رہا۔ پس سلمان فارسی کا مسلمان ہونا اور آخر دم تک اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا، واہمہ بازعلمائے مسیحی کی تنگ بندیوں کا روشن جواب ہے۔

دوسرا جواب

ترغیب و ترہیب اور جنت و دوزخ کی قریباً تمام آیات ذیل کی باون ۵۲ سورتوں میں وارد ہیں۔

ملاقات کی مکہ معظمہ میں ساتھ رہے اور پیغمبر اسلام ان کے علم و فضل سے مستفید ہوتے رہے پھر جب آنحضرت نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مدینہ پہونچکر مسلمان ہو گئے۔

جواب

افسوس ہے کہ فخر یورپ علمائے مسیحی بے سند اور صریح جھوٹ بولتے ہیں اور شرم نہیں کرتے۔

اولاً۔ تو دعویٰ کیا اور دلیل ندارد اس کا کیا تاریخی ثبوت ہے کہ سلمان فارسیؓ ہجرت سے پہلے آنحضرتؐ سے ملے ہاں کوئی کمزور سے کمزور روایت بھی تو پیش کی ہوتی کہ قسم کھانے کو جگہ رہتی واقعی ان متعصب علمائے مسیحی کو بے سند دعووں کے کرنے اور اسلام پر افترا باندھنے میں کمال حاصل ہے

دوسرے۔ یہ کہ جب سلمان فارسیؓ خود پیغمبرؐ کے استاد تھے اور دیکھتے تھے کہ میری ہی بتائی ہوئی باتوں کو وہ آسمانی وحی قرار دیکر اپنے کو رسول اللہ مشہور کرتے ہیں تو باوجود اس علم کے انھوں نے پیغمبر کے مذہب مصنوعی کو کیوں اختیار کیا اور مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی سے کیوں قائم رہے۔

تیسرے یہ کہ سلمان فارسیؓ نے اگر اپنی استادی کو خود راز میں رکھا تو مسٹر ویری اور سر ولیم میور وغیرہ تک یہ کہانی کسطرح پہونچی ؟ اگر انھوں نے راز میں نہیں رکھا بلکہ ظاہر کر دیا کہ محمد کی ساری نبوت میری تعلیم کی وجہ سے ہے تو یہ راز فاش ہو کر مشہور کیوں نہیں ہوا۔ اور اگر مشہور ہوا تو اسلام کے دشمنوں کے نوشتوں میں اس کا پتہ کیوں نہیں ہے

بہر حال جنت و دوزخ کے متعلق جتنی آیتیں قرآن مجید میں ہیں وہ تمام انہیں (۵۲) سورتوں میں ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔

سلمان فارسی مدینہ میں ہجرت کی بعد[ع] مسلمان ہوئے اور ۳۶ھ میں فوت ہوئے اس حساب سے تمام آیات جنت و دوزخ سلمان فارسی کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی نازل ہو چکی تھیں پس واہمہ باز مخالفین اسلام کا یہ کہنا کہ قرآن مجید کی آیات ترغیبی و ترہیبی سلمان فارسی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں کتنا بڑا مغالطہ اور کیسا صاف و صریح کذب و افترا ہے تعجب ہے کہ علامہ ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن مجید میں مذکورہ بالا باون سورتوں کو مکی تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ترغیبات و ترہیبات کو سلمان فارسی کی تعلیم بتلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ سلمان فارسی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام لائے جبکہ آیات جنت و دوزخ تمام اتر چکی تھیں اور یہ امور ایسے مشہور و معلوم ہیں جن کو تاریخی دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے اگر اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے مسیحی علماء نہ جاننے کا عذر کریں تو اس مبلغ علم پر یہ نکتہ چینیاں؟ نہایت شرمناک بات ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

علامہ ای۔ یم۔ وہیری۔ ایم۔ اے۔ اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی نے ہجرت سے بہت پہلے پیغمبر اسلام سے

ع اصابہ فی تمیز الصحابۃ ۱۲۔

تعلیم سلمان فارسی کہنا ابلہ فریبی ہے۔

ثانیاً:۔ اسوجہ سے کہ دنیا کے ہر مذہب حق کا موضوع ایک ہی ہے یعنی انسان کو بری باتوں سے روکا جائے اور اچھی باتوں کی ہدایت دیجائے پھر اس کو واضح طور پر بتایا جائے کہ اس دنیا کے ماورار ایک اور عالم ہے جہاں انسان مرنے کے بعد جاتا ہے وہاں نیکی و بدی کی جزا، و سزا پاتا ہے نیکیوں کے بدلے میں عمدہ عمدہ راحت کی چیزیں اور آرام و آسایش کے سامان ہیں اور گناہوں کی پاداش میں سخت ترین عذاب و عقاب پس جس مذہب میں ترغیب یا ترہیب ہے یا ترہیب ہے مگر ترغیب نہیں ہے یا ترغیب و ترہیب کچھ نہیں ہے وہ مذہب مکمل نہیں ہے اور وہ کبھی فروغ نہیں پا سکتا نہ اس کی اشاعت عام ہوسکتی۔ کیونکہ ترغیب و ترہیب مقتضائے بشریت سے ہے جب تک ڈرایا نہ جائے کہ فلاں کام کرنے میں یہ خرابیاں ہیں یا اس کے ارتکاب سے یہ یہ سزائیں بھگتنی پڑتی ہیں انسان اس کام سے باز نہیں آتا اس لئے کہ کسی کام سے باز رہنے کے لئے کوئی وجہ ہونی چاہیئے خصوصاً ایسے کام جن کے ارتکاب میں بالفعل لذت یا نفع ہو۔ اسی طرح جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ فلاں فلاں کام اچھے ہیں اور ان کے کرنے سے راحت و آسائش کا ملنا یقینی ہے، انسان ان کے کرنے پر دل سے متوجہ نہیں ہوتا پس جب مذہب نے اپنے پیرووں کو حکم دیا کہ تم فلاں فلاں کام کرو اور فلاں فلاں کام نہ کرو تو ساتھ ہی ترغیب و ترہیب بھی واجب ہوئی کہ اطاعت میں اور احکام شریعت کے بجالانے میں یہ فوائد اور آرام و آسائش ہیں اور ارتکاب نواہی و معاصی میں یہ نقصانات

جو یورپ کے دشمنان اسلام گھبرا گھبرا کر اسلامی تواریخ ٹٹولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات رکیکہ اور تحریفات جلیہ سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرا جواب

اتنا کہہ دینا کہ ژند پاژند میں دوزخ و جنت کی ترغیب و ترہیب اسی طرح پر ہے جس طرح قرآن مجید میں وارد ہے ایسے عظیم الشان دعوے کا کمزور ثبوت بھی نہیں بن سکتا۔ کم از کم ان دونوں کتابوں کے بیس تیس مقامات کو بالمقابلہ نقل کر کے پیش کرنا چاہیئے تا دیکھنے والے وزن کر سکیں کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے۔

چوتھا جواب

اگر یہ صحیح بھی ہو کہ قرآن مجید میں جنت و دوزخ کی وہی ترغیبات و ترہیبات ہیں جو کتاب ژند پاژند میں ہیں (حالانکہ یہ دعویٰ محض غلط ہے) تو اس سے آنحضرت کا سلمان فارسی سے تعلیم پانا یا قرآن مجید کا ژند پاژند سے ماخوذ ہونا لازم نہیں آتا۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ سلمان فارسی مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے جس وقت قرآن کا بیشتر حصہ نازل ہو چکا تھا اور جنت و دوزخ کی قریباً کل آیتیں اتر چکی تھیں ایسی حالت میں تعلیمات قرآنیہ

ساتواں واہمہ

عقل کے دشمن کہتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ ایک پڑھی لکھی، سمجھدار اور اپنے مذہب کی بڑی واقف کار عورت تھی۔ وہ لونڈی کی حیثیت سے پیغمبر اسلام کی حرم میں داخل ہوئی چنانچہ اس کے بطن سے آنحضرت کے ایک بیٹا ابراہیمؑ پیدا ہوا جو چند مہینوں کا ہو کر فوت ہو گیا قرآن کی تدوین اور نئے مذہب کے قائم کرنے میں آپ کو اس عورت سے بھی بہت کچھ مدد ملی اور اسلام کے بہت سے مسائل اس کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ اگرچہ عام مورخین اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت کی لونڈی تھی جس کو والی اسکندریہ نے تحفہ میں بھیجا تھا اور اس کے بطن سے ابراہیم بن محمدؐ پیدا ہوئے لیکن میرے نزدیک اس کی کچھ اصلیت ہی نہیں ہے ماریہ قبطیہ ہرگز رسول اللہ صلعم کی کوئی لونڈی نہیں تھی نہ ابراہیم بن محمد کسی لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوئے خود حاطب بن ابی بلتعہ کا والی اسکندریہ کے پاس بطور وفد رسول کے جانا ثابت نہیں ہے۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ یہ روایت (کہ حاطب بن ابی بلتعہ رسول اللہ کی طرف سے بطور وفد مقوقس والی مصر و اسکندریہ کے پاس گئے۔ اس نے تین لونڈیاں تحفہ کے طور پر پیش کیں جن میں سے ماریہ قبطیہ کو آنحضرت اپنے تصرف میں لائے جس سے ابراہیم پیدا ہوئے) صحاح ستہ کی کسی حدیث میں نہیں ہے بلکہ یہ روایت طبرانی کی ہے جو ایسی واہی تباہی کہانیوں کی روایت کر دینے کا عادی ہے اور بعد والے مورخین نے آنکھ بند کر کے

ومضرات ہیں تاکہ نعمتوں کے خیال سے انسان اُن احکام کی بجا آوری میں کوشش کرے اور عذاب ومضرات کے خوف سے ارتکاب مناہی سے باز رہے۔

جب اسقدر ثابت ہوگیا کہ ہر مذہب حق کے لئے نعمار بعد الموت کی بشارت اور عذاب مابعد الموت کی ترہیب لازمی وضروری ہے تو دنیا کی ناطق مخلوق کو ترغیب وترہیب انہیں چیزوں میں ہوگی جو ان کے گردوپیش ہیں جن سے وہ لذت اٹھاتے ہیں اور جن کو وہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ جن چیزوں کو ہم نے دیکھا نہیں جن کی لذت معلوم نہیں یا جو چیزیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں ان کی رغبت دلانی یا ان سے ڈرانا محض بے فائدہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی جن چیزوں سے انسان لذت یا نفع اٹھاتا ہے اور جن چیزوں سے اس کو تکلیف پہونچتی ہے اُن تمام لذائذ وتکالیف میں دنیا کے سارے بنی آدم برابر کے حصہ لینے والے ہیں۔ پھر جب تمام بنی آدم کیلئے لذائذ وتکلیفات ایک ہی ہیں تو تمام مذاہب حقہ کی ترغیب وترہیب کا متحد ہونا بھی ضرور ہے۔

پس اگر قرآن مجید نے انہیں چیزوں کی ترغیب دی اور انہیں چیزوں سے ڈرایا جو ژند یا ژند یا دوسری آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں تو اس میں کونسی قباحت ہے اور اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آنحضرت نے ان مضامین کو ژند یا ژند سے اخذ کر لیا؟ بلکہ دوسری آسمانی کتابوں سے قرآن کا مطابق ہونا اُس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش درنظر

دوسرے خچر۔ تیسرے۔ دو یا تین لونڈیاں جن میں کی ایک ماریہ قبطیہ تھی)۔ لونڈیوں میں سے ماریہ قبطیہ کو آنحضرت نے خود لیلیا جس سے ابراہیم پیدا ہوئے اور بقیہ کو دوسرے (صحابہ) کے حوالہ فرما دیا یہ ماریہ قبطیہ آخر کو مسلمان ہو گئی اور سنہ ۱۶ ہجری میں حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں اُس نے انتقال کیا۔

تاریخ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے جن ممالک میں لونڈی غلاموں کا رواج تھا وہاں ان لوگوں کی کیا آؤ بھگت تھی اور کس طرح ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔ اور کس قسم کی تعلیم ان کو دی جاتی تھی۔ ماریہ قبطیہ لونڈی تھی۔ وہ ہرگز کوئی پڑھی لکھی عورت نہ تھی اور بفرض محال اگر پڑھی لکھی تھی بھی تو اس کی تعلیم اس درجہ کی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ محمد مصطفےٰ جیسے ربانی علم والے کو کچھ سکھا سکتی اور اس کی تعلیم پر اسلام جیسے برتر مذہب کی بنا قائم ہوتی۔

دشمن اسلام کو چاہیئے کہ ماریہ قبطیہ کا علم و فضل ثابت کرے۔ پھر اس بات کا ثبوت دے کہ پیغمبر اسلام نے اس سے پڑھا اور نیز یہ کہ ماریہ قبطیہ کس مذہب کی عورت تھی اور کون سے مسائل اسلام اس کی تعلیم پر قائم کئے گئے۔ اور اگر وہ ان امور پر کمزور سے کمزور دلیل بھی قائم نہیں کر سکتا اور واقعی نہیں کر سکتا۔ تو ایسی واہی تباہی باتیں کرنے سے پہلے اسکو اپنے بیمار دماغ کا علاج کرنا چاہیئے۔

دوسرا جواب

ماریہ، بت پرست قبطی قوم کی ایک بت پرست عورت تھی۔ اگر وہ صاحب علم

ان کی تقلید کی اور سب نقل کرتے چلے آئے۔
دوسرے: اس وجہ سے کہ ماریہ قبطیہ سے ایک حدیث بھی مروی نہیں ہے حالانکہ اگر وہ آنحضرت کے تحت میں ہوتی تو ضرور کچھ نہ کچھ حدیثیں اس سے روایت کی جاتیں۔
ابراہیم بن محمدؐ ماریہ قبطیہ کے نہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ محل اس بحث کا نہیں ہے ورنہ ہم اس کو اچھی طرح ثابت کر جاتے انشاء اللہ تعالیٰ اس مبحث میں آئندہ بشرط فرصت ایک مستقل رسالہ لکھا جائے گا۔ بہرحال اگر عام مورخین کی تقلید میں اس روایت کو مان لیا جائے تو اس واہمہ کے تین عمدہ جواب ہیں۔

پہلا جواب

سنہ ہجری میں جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عرب وعجم کے پاس سفارتیں بھیجیں اور سب کو اسلام کی دعوت دی ان سفارتوں میں سے ایک سفارت بادشاہ مقوقس والی مصر واسکندریہ کے پاس بھیجی گئی جس کے سردار حاطب[ع] بن ابی بلتعہ تھے۔ مقوقس بادشاہ نے آپ کو نبی اللہ تسلیم کیا۔ وفد رسول اللہ صلعم کو عزت واحترام کے ساتھ مہمان رکھا اور تعظیم وتکریم کے ساتھ جواب دیکر رخصت کیا تو بطور بادشاہی تحائف کے تین چیزیں ساتھ بھیجیں۔ ایک اونٹ جس کا نام دلدل تھا

ع تہذیب الاسماء الامام النووی مطبوعہ صفحہ ۱۹۲

اور ان سے پیغمبر اسلام نے توریت کی تعلیم پائی اور مسائل توریت کو قرآن میں داخل کیا۔

پہلا جواب

اگر دن کو رات ماننا ممکن ہے تو ہم اس واہمہ کو مان کر گزارش کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اگر توریت کے مسائل کو عبد اللہ بن سلام سے معلوم کر لیا تو انہیں مسائل کو معلوم کیا ہو گا جن کو قرآن مجید نے منسوخ و باطل کر دیا۔ پھر تو ایسی تعلیم سے قرآن کے کلام اللہ ہونے اور پیغمبر کی نبوت میں کوئی قدح نہیں ہوئی۔

دوسرا جواب

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ معظمہ میں رہے عبد اللہ بن سلام سے ملاقات نہیں ہوئی مدینۂ منورہ میں تشریف لانے کے بعد سلنہ ہجری میں[ع] عبد اللہ بن سلام نے خدمت شریف میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آنحضرت کا دعوائے نبوت ہر طرف عام ہو گیا تھا اور قرآن مجید کا بیشتر حصہ (قصص واحکام) مکمل ہو چکا تھا۔ سمجھدار وہ ہے جو بات کرنے سے پہلے سوچ لے کہ ہماری بات کہاں تک قبول کی جا سکتی ہے اور وہ قبول

ع الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۱۲۔

اور اپنے مذہب سے واقف تھی بھی تو وہی بت پرستی کے مسائل جانتی رہی
ہوگی جن کی قرآن مجید نے تکذیب کی اور جن کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ کر پھینکدیا
پس اگر ماریہ قبطیہ کی وجہ سے پیغمبر اسلام کو کچھ معلومات ہوئے تو ان معلومات
سے آپ کی نبوت کو کسی قسم کا ہرج نہیں پہونچ سکتا زیادہ سے زیادہ یہ
کہہ سکتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ اور اس جیسے بت پرست اور باطل مذہب والوں سے
آپ کو ان کے جزوی مسائل وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئے جن کو کھلے
طور پر آپ نے باطل کر دیا۔

تیسرا جواب

ماریہ قبطیہ ۷ھ ہجری میں مدینہ منورہ آئی اور اس کے آنے کے
تین ہی سال بعد آنحضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ماریہ قبطیہ کے
آنے کے وقت مذہب اسلام قریباً مکمل ہو چکا تھا۔

میں نہیں سمجھتا کہ ایسی حالت میں ماریہ کو رسول کی معلمہ قرار دینے سے
مخالفین اسلام کیا نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ تعلیم کہاں تک قادح نبوت
ہو سکتی ہے۔

آٹھواں واہمہ

جس کا درجہ کذب سیاہ سے بھی زیادہ ہے یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام
حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل کے ایک بہت بڑے یہودی عالم تھے

لکھا ہے کہ :-

اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عبد اللہ بن ابی عبیدۃ عن ابیہ قال عمار بن یاسر لقیت صهیب ابن سنان علی باب دار الارقم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا فقلت ما ترید فقال ما ترید انت فقلت اردت ان ادخل علی محمد فاسمع کلامہ قال وانا ارید ذلك قال فدخلنا علیہ فعرض علینا الاسلام فاسلمنا ثم مکثنا یومنا علی ذالك حتی امسینا ثم خرجنا ونحن مستخفون فکان اسلام عمار

خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے کہا انھوں نے کہ خبر دی مجھکو عبد اللہ بن ابی عبیدہ نے اپنے باپ سے کہ کہا عمار بن یاسر نے کہ ملاقات کی میں نے صہیب بن سنان سے ارقم کے مکان کے دروازہ پر درانحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھے تو میں نے صہیب سے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے انھوں نے جواب دیا کہ جو تمہارا ارادہ ہے میں نے کہا میرا ارادہ تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور اس کی بات سنوں صہیب نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے عمار کا بیان ہے کہ پھر ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو ہم پر اسلام پیش کیا گیا پس اسلام قبول کیا ہم نے پھر دن بھر وہیں ٹھیرے رہے ہم یہانتک کہ شام کی ہم نے پھر وہاں سے نکلے ہم درحالیکہ ہم پوشیدہ رہتے تھے تو عمار اور صہیب کا

ہونے کے قابل ہے بھی یا نہیں افسوس کہ علمائے مسیحی افراط تعصب میں اس کا ذرا خیال نہیں کرتے۔

نواں واہمہ

مسٹر ڈی۔ ایس مارگولی اوتھ[1] طبقات ابن سعد (جلد ۳ صفحہ ۱۶۲) کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر اسلام مکہ معظمہ میں زید بن ارقم کے مکان میں اپنی خفیہ پارٹی کے ساتھ تشریف فرما تھے اصہیب بن سنان اور عمار بن یاسر دو غلام پوشیدہ طور پر آپ کے پاس آتے اور آپ کو تعلیم دیتے تھے۔ قرآن کی تصنیف و تالیف انہیں لوگوں کی مدد سے ہوئی۔

جواب

اتنا سچ ہے کہ صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر زید بن ارقم کے مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے چنانچہ اسی مکان میں یہ دونوں مسلمان ہوئے رہی یہ بات کہ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان آپ کو تعلیم دیتے تھے اور یہ کہ قرآن کی تصنیف میں شریک تھے ایک نمایاں کذب وافترا، اور طبقات ابن سعد کا حوالہ دینا اس سے بڑھ کر بہتان عظیم اور دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے۔ طبقات ابن سعد جلد (۳) صفحہ (۱۶۲) میں صاف

[1] دیکھو کتاب Mohummud and the Rise of Islam (by) D. S. Margoliouth

کہتے ہیں۔ بعض خالد بن عمرو بن عقیل کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام طفیل بن عامر بن جندلہ بن سعد بن جدیم بن کعب بن سعد بن اسلم ہے بہر حال درحقیقت نام جو کچھ رہا ہو وہ مشہور صہیب بن سنان کے نام سے ہیں اور وہ رومی الاصل تھے علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے باپ اور چچا کسریٰ کی طرف سے ایلہ کے عامل تھے دریائے دجلہ کے کنارے موصل کی طرف ان کی بستی تھی۔

غرضکہ صہیب کا نشو ونما روم میں ہوا۔ یہ بچے ہی تھے کہ رومیوں نے لوٹ مار کر ان کو پکڑ لیا۔ ایک زمانہ تک غلامی میں نشو ونما پاتے رہے پھر قبیلہ بنی کلب کے ایک شخص نے ان کو خریدا اور مکہ معظمہ میں لاکر عبداللہ بن جدعان تمیمی کے ہاتھ بیچ دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن جدعان نے ان کو آزاد کر دیا۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ صہیب بن سنان رومیوں کی غلامی سے گھبرا کر جان بچا کے بھاگے اور مکہ معظمہ پہنچے مگر یہ روایت عام مورخین میں معتمد علیہ نہیں ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صہیب رومی کا اکثر زمانہ اور خاص کر زمانہ تعلیم وتربیت غلامی میں گزرا پھر جب آزاد ہوئے تو مشرکین مکہ کی صحبت نصیب ہوئی جو سوائے بدمعاشی۔ جہالت۔ زنا۔ بت پرستی کے دوسرا کوئی عمدہ کام جانتے ہی نہیں تھے۔ تو ایسے شخص (صہیب بن سنان) کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مذہب مسیحی کا بڑا واقف کار تھا۔ صاحب علم وفضل تھا۔ محمد مصطفےٰ کا استاد اور تصنیف قرآن میں شریک تھا بلکہ اسلام کی بنا

ے کتاب الاصابہ وترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲۔

وصھیب بعد بضعة وثلاثین رجلا۔	اسلام اکتیس یا انتالیس مردوں کے بعد تھا۔

اس کے سوا، ابن سعد میں کہیں اس بات کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تعلیم دیتے تھے یا قرآن مجید کی تدوین و تصنیف میں ان کی کسی قسم کی شرکت تھی۔

اللہ اکبر! طبقات ابن سعد چھپی ہوئی کتاب ہے ہر گلی کوچہ کے عربی کتب خانہ میں عام طور پر ملتی ہے دنیا سے عربی جاننے والے مفقود نہیں ہوئے ہیں باوجود ان امور کے مسٹر مارگولوتھ نے کس جرات کے ساتھ لکھدیا کہ صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر دو غلاموں کا رسول خدا کو تعلیم دینا ابن سعد میں مذکور ہے اور تاریخ جاننے والوں سے کچھ شرم نہیں کی جب مطبوعہ کتب پر افترا باندھنے کا یہ حال ہے تو جو کتابیں نایاب و غیر مطبوع ہیں یا جن کی زبانیں مروج نہیں ہیں ان کے حوالوں میں اور انکی تحریف و تغیر میں کیا کچھ آفتیں نہ ڈھاتے ہوں گے پھر ظاہر ہے کہ جس قوم نے توریت و انجیل جیسی آسمانی کتابوں کو محرف کر ڈالا اس کو غیر آسمانی کتابوں کے محرف کرنے میں کونسا امر مانع آسکتا ہے پس عاقل کو چاہیئے کہ ایسے مورخین کے حوالوں اور محض بیانات پر اعتماد نہ کرے جبتک خود معلوم نہ کر لے۔

دوسرا جواب

صہیب بن سنان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صہیب بن سنان

(۷) قیس نصرانی	(۸) حاطب بن ابی بلتعہ
(۹) صہیب بن سنان	(۱۰) عمار بن یاسر
(۱۱) عبد اللہ بن سلام یہودی	(۱۲) سلمان فارسی

یہ بارہ شخص جن میں سے اکثر غلام تھے، پیغمبر اسلام کے استاد و معلم تھے۔ یہ سب آپ کی خفیہ پارٹی کے اعلیٰ ترین ممبر تھے جو زید بن ارقم کے گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تصنیف و تالیف کرتے تھے۔ قران کے تمام مسائل انہیں لوگوں کی طباعیوں کا نتیجہ ہیں اور اسلام ایک نیا مذہب جو مذہب یہود و نصاریٰ وغیرہ کا معجون مرکب ہے انہیں یاروں کی کرامات ہے۔

پہلا جواب

ہمارے ان مسیحی عنایت فرماؤں کی یہ کوئی ذاتی جدید تحقیقات نہیں ہے۔ بعض کفار مکہ بھی عاجز آکر ایسی ہی ہٹ دھرمی کے بلا دلیل دعوے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے دو مقامات پر کفار کے ایسے مطاعن کو نقل کر کے ان کی تکذیب فرمائی ہے۔

پہلی آیت سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا وَقَالُوْ

اور کافر (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ تو نرا جھوٹ ہے جسکو اس (محمد) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اسکی مدد کی (ایسی بات کہنے سے) یہ لوگ (بڑے ہی) ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے اور (یہ بھی) کہتے ہیں

اسی کی وجہ سے قائم ہوئی؟ کسی سمجھدار منصف کا کام نہیں ہے۔

اولاً:- تو رومیوں کے غلاموں کو پڑھنا ہی جرم تھا رومی نصاریٰ نہ اپنے غلاموں کو پڑھاتے تھے نہ ان کو پڑھنے کا موقع دیتے تھے

ثانیاً:- یہ کہ ان رومی غلاموں کی تعلیم جرم نہ بھی رہی ہو تو صہیب بن سنان کو علم و فضل حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ دشمنان اسلام کوئی تاریخی روایت پیش نہیں کر سکتے کہ صہیب رومی کا شمار کبھی ذی علم لوگوں میں رہا ہے۔ اور جب ان کی علمی قابلیت اتنی بھی نہ تھی کہ اہل علم میں اُن کا نام لیا جاتا تو ہمارے مسیحی دوستوں کا یہ دعویٰ کہ "محمد مصطفےٰ نے ان سے علم حاصل کیا اور قرآن جیسی جلیل الشان کتاب اُن کی امداد سے مصنّف ہوئی" کسقدر بعید العقل ہے۔

علیٰ ہذا القیاس عمار بن یاسر بھی معمولی اور غلامی سے آزاد کیے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔ نہ وہ کوئی صاحب علم شخص تھے نہ کسی آسمانی مذہب کے واقفکار تھے۔ وَمَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ۔

دسواں واہمہ

علامہ راڈویل مترجم قرآن۔ علامہ ویری ایم۔ اے مترجم قرآن علامہ اسپرنگر اور سر ولیم میور وغیرہ مسیحی علماء لکھتے ہیں کہ:-

(۱) بلعام آہنگر (۲) یعیش غلام بنی مغیرہ

(۳) جبر غلام عامر بن الحضرمی (۴) یسار غلام

(۵) عایش غلام خویطب بن عبد العزیٰ (۶) عداس غلام عتبہ بن ربیعہ

تم بھی دوسروں سے اس کے جواب میں ویسی ہی فصیح عبارت لکھوا کر قرآن کے دعوے کو باطل کردو۔

دوسرا جواب

قرآن مجید کی فصاحت ایسے اعلیٰ ترین درجہ پر ہے کہ فصحائے عرب جن کو اپنی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کے بڑے بڑے دعوے تھے اپنی مجموعی طاقت سے بھی قرآن جیسی فصیح ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت بنا نہ سکے۔ پس اگر محمد کو قرآن سکھانیوالا شخص عربی ہے (درانحالیکہ وہ کوئی مشہور فصیح نہیں ہے) تو دوسرے فصحائے عرب جو فصاحت و قدرتِ کلام میں اپنی نظیر اپنے ہی کو سمجھتے تھے قرآن کے مثل بنانے پر کیوں نہیں قادر ہو سکے؟ کیونکہ اعلیٰ درجہ کا فصیح ادنیٰ درجہ کے فصیح سے بہتر کلام کہہ سکتا ہے نہ یہ کہ اس کے برابر کہنے پر بھی قادر نہ ہو۔

پھر اگر قرآن عجمی لوگوں کا بنایا ہوتا جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی تو فصحائے عرب بطریق اولیٰ قرآن جیسی عمدہ عبارت لکھتے تھے حالانکہ تمام موجودہ فصحائے عرب کو خود عجز کا اعتراف تھا اور کسی نے ایک آیت بھی جواب میں بنا کر پیش کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ اس امر کی بیّن دلیلیں ہیں کہ قرآن نہ تو عجمیوں کا بنایا ہوا ہے۔ نہ عرب کے کسی فصیح کا بتلایا ہوا بلکہ وہ سرے سے بشر ہی کا کلام نہیں ہے وھو کلام المالک الملک العلام۔

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا -	(قرآن) اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں جسکو اس (شخص) نے کسی سے لکھوالیا ہے اور وہی صبح وشام اسکو پڑھ پڑھ کر سنا ئی (اور یاد کرائی) جاتی ہیں

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ	اور (اے پیغمبر!) ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ کفار (قرآن کی نسبت) اشتباہ کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو اس شخص (محمد) کو کوئی آدمی سکھا یا کرتا ہے سو جس شخص کی طرف (سکھانیکی) نسبت کرتے ہیں اس کی بولی تو عجمی ہے اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان (میں) ہے

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عبارت بڑی فصیح عربی ہے غیر ملک کا آدمی ایسی عمدہ عربی جان نہیں سکتا۔ تو وہ دوسرے کو کیا سکھائے۔ قرآن کے مقابلہ میں جب کفار مکہ کی کوئی دلیل وتدبیر پیش نہ گئی تو "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" انھوں نے عاجز آکر یہ انوکھا طعن قرآن پر کر دیا کہ محمد کو کوئی شخص سکھاتا ہے اور اسی آموختہ کو وہ وحی آلہی اور کلام ربانی کہکر دوسروں کو فریب دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس طعن کے دو جواب دئے ایک یہ کہ محمدؐ صلعم کو جو شخص سکھاتا ہے وہ عربی ہے یا غیر عربی؟ اگر غیر عربی ہے تو عجمی شخص جس کی مادری زبان عربی نہیں ہے نہ خود فصیح عربی بولنے پر قدرت رکھتا وہ دوسرے (محمدؐ) کو فصیح عربی کی تعلیم کیونکر دیسکتا ہے؟ اور بالفرض محال اگر عجمی شخص قرآن جیسی عبارت سکھا سکتا ہے تو جس طرح محمدؐ دوسرے سے قرآن لکھوا لیتے ہیں

ان دونوں کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تو ٹھیر کر سننے لگتے پھر جب مشرکین مکہ آپ کو بہت ایذا دیتے تو ان دونوں کے پاس آکر کچھ دیر بات چیت میں دل بہلاتے تھے۔ مشرکین کو تو کچھ نہ کچھ بات شگوفہ چھوڑنے کیلئے درکار ہی رہتی تھی، یہ دیکھکر بکواس کرنے لگے کہ ہو نہ ہو محمد (صلعم) ان دونوں سے توریت و انجیل پڑھتے ہیں۔

(۵) فراء سے روایت ہے کہ خویطب بن عبد العزی کا ایک نصرانی اور عجمی غلام عایش تھا۔ اس کو مشرکین محمد مصطفیٰ کا معلم قرار دیتے تھے۔

(۶) بعض مفسرین نے عداس غلام عتبہ بن ربیعہ کے کو لکھا ہے۔

(۷) بعض عمار بن یاسر کو کہتے ہیں۔

(۸) بعض کہتے ہیں کہ قیس[۵] ایک نصرانی تھا جو آپ کو انجیل پڑھایا کرتا تھا۔

(۹) بعض سلمان فارسی کو لکھتے ہیں۔

(۱۰) بعض نے حاطب[۶] بن ابی بلتعہ کو لکھا ہے۔

مسٹر ویری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک نہیں بلکہ سب کے سب آنحضرت کو سکھاتے اور آپ کی خفیہ پارٹی کے جانباز ممبر تھے۔ نمبر ۲ سے نمبر ۶ تک جن پانچ نفوس کا مذکور ہے یعیش، جبر یسار، عایش اور عداس وہ سب غلام تھے۔ وہ کوئی مشہور لوگوں میں نہیں تھے نہ مسٹر ویری اور سر ولیم میور وغیرہ نے کہیں اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ وہ توریت و انجیل کے بڑے واقف تھے بلکہ اگر وہ لوگ کچھ مذہب مسیحی سے واقف بھی تھے تو غلامی نے ان کو کسی کام کا نہ رکھا ہوگا۔

---

[۵] ترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲　[۶] انگریزی ترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲

تیسرا جواب

قرآن مجید نے کفار کے استنے ہی اعتراض کو نقل کیا ہے کہ محمدؐ کو کوئی شخص سکھاتا ہے۔ اس بات کی صراحت نہیں کی کہ آخر وہ کون شخص تھا جس کی نسبت کفار کو محمد مصطفےٰ کے معلم ہونیکا گمان فاسد تھا کیوں کہ اس صراحت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

مفسرین نے اس شخص کی تعیین میں بہت اختلاف کیا ہے۔

(۱) ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ مکہ میں ایک آہنگر تھا بلعام جس کو آنحضرت کچھ مذہبی باتیں سکھاتے تھے۔ یہ بلعام مذہب کا عیسائی اور عجمی تھا۔ کفار نے اسی کو آپ کا معلم قرار دیدیا۔

(۲) عکرمہ سے روایت ہے کہ بنی مغیرہ کا ایک غلام تھا یعیش جسکو آنحضرت قرآن سکھاتے تھے۔ مشرکین مکہ نے جو آپ کو اس کے مکان پر آتے جاتے دیکھا تو آوازے کسنے لگے کہ یعیش ہی محمد کو قرآن سکھاتا ہے۔

(۳) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ بنو حضرمی میں سے کسی کا ایک نصرانی غلام تھا جبر اور وہ کچھ انجیل پڑھا ہوا تھا اس کی نسبت مشرکین کو یہ شبہ گذرا۔

(۴) عبد اللہ بن مسلمہ سے روایت کی گئی ہے کہ ہم میں سے دو غلام تھے ابو فکیہہ یسار اور جبر۔ یہ دونوں تلوار بنانے کا پیشہ کرتے تھے اور مکہ میں توریت و انجیل پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت جب ادھر سے گذرتے تے اور

اور ان کے باپ یہ سب ان لوگوں میں ہیں جو سب کے پہلے مسلمان ہوئے اور اس پاداش میں کفار مکہ نے ان لوگوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے ان لوگوں نے تمام مظالم کو ٹھنڈے دل سے برداشت کیا مگر اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان پر ادنیٰ ظلم یہ تھا کہ بلال حبشی کو مکہ کی گرم۔ ریتلی اور تپتی ہوئی زمین پر سلا کر اوپر سے جسم کو گرم پتھروں سے داغتے اور مارتے تھے عمار بن یاسر کی ماں سمیہ کو ناشدنی ابوجہل نے نہایت شرمناک اور دردناک عذاب دیکر قتل کر ڈالا اور عمار بن یاسر نے اُف تک نہ کیا۔

سوچو اور انصاف کرو کہ اسلام کی بنا اگر انہیں لوگوں کی مدد اور تعلیم پر ہوتی تو وہ لوگ مسلمان ہی کیوں ہوتے اور ہوتے بھی تو کون سی دانشمندی تھی کہ ایک جھوٹے مذہب کی خاطر بلا فائدہ اتنے مصائب کا سامنا کرتے پس ان لوگوں کا مسلمان ہونا، مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا اور باوجود حد سے گذری ہوئی زیادتیوں کے اسلام کو نہ چھوڑنا یہی سب کافی ثبوت ہیں کہ آنحضرت سچے نبی ہیں۔ اور قرآن خدا کا برگزیدہ کلام ہے اور یہ سب لوگ آپ کو سچا نبی اللہ سمجھکر مسلمان ہوئے

گیارہواں وہمہ

پادری ٹسڈل صاحب۔ اپنی بیش قیمت تصنیف ینابیع الاسلام میں تین شخصوں کا نام

عـه الاصابہ فی تمییز الصحابہ عـه تہذیب الاسماء لکنودی۔ سـه تہذیب الاسماء

للـه۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۔

سر ولیم میور وغیرہ کی عقلوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ غلام تسلیم کرتے ہیں انہیں محمد مصطفیٰؐ کا معلم کیسے قرار دیتے ہیں؟ کیونکہ غلام کسی کی غلامی میں رہ کر درس وتدریس کا موقع نہیں پا سکتا اور سب سے پہلے تو یہی محتاج ثبوت ہے کہ یہ پانچوں غلام پڑھنا لکھنا کچھ جانتے بھی تھے یا نہیں؟

بلعام کی نسبت تاریخوں میں کوئی مواد نہیں ہے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ وہ کون تھا اور کس مرتبہ کا شخص تھا۔ تفسیروں میں واہی تباہی روایتیں اس کو آہنگر بتاتی ہیں۔ تو ایسا گم نام شخص جو آہنگری کا پیشہ کرتا ہو اور جس کو مورخین نے اپنی تاریخوں میں لکھنے کے قابل تک نہ جانا ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کتنا پڑھا لکھا ہوگا۔ اور اس نے پیغمبر اسلام کو کیا سکھایا ہوگا۔ ایسی بے سروپا لغو لاطائل روایات سے سند لینا مسٹر میور اور مسٹر ویری ہی جیسے متعصب لوگوں کا کام ہے۔

قیس سراقی نمبر ۸۔ کے متعلق مسٹر ویری نے کوئی کیفیت نہیں لکھی کہ وہ کون تھا کس کا بیٹا تھا۔ کس قبیلہ کا تھا۔ کہاں کا رہنے والا تھا۔ اور جب کسی قسم کی کوئی کیفیت ہی نہیں بتائی گئی تو ایسی اوٹ پٹانگ بات کا ہم کیا جواب لکھتے ہیں۔ سلمان فارسی کا نام لینا فضول ہے کیونکہ آیت زیر بحث مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اور سلمان فارسی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمان ہوئے جب قرآن مجید کا بیشتر حصہ نازل ہو چکا تھا۔

چوتھا جواب

عمار بن یاسر۔ صہیب بن سنان۔ خباب۔ بلال حبشی۔ حاطب بلتعہ۔ عمار کی ماں

حالانکہ ورقہ آپ کی بعثت سے بہت پہلے ہی فوت ہوچکا تھا پھر اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ ورقہ، یہودی تاریخ، یہودی عقائد اور یہودی علوم سے ایسی ہی وسیع واقفیت رکھتا تھا جیسی قران مجید کے مضامین سے پائی جاتی ہے۔

عبداللہ بن سلام کے متعلق ہم آٹھویں واہمہ کے تحت میں بحث کر آئے ہیں۔

بارہواں واہمہ

پادری ٹسڈل صاحب نے اپنی فارسی کتاب ینابیع الاسلام میں اس امر کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اسلام نہ کوئی آسمانی مذہب حقانی ہے نہ قرآن کلام اللہ ہے بلکہ پیغمبر اسلام نے خود تمام مذاہب موجودہ یعنی مذہب مسیحی یہودی۔ زردشتی۔ سنسکرت۔ اور ویدک وغیرہ سے واقفیت حاصل کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی پس ملت اسلام انہیں مذاہب موجودہ سے انتخاب کر کے بنایا گیا کہ کوئی مسئلہ کسی مذہب سے لیا کوئی مسئلہ کسی مذہب سے وعلی ہذا

پہلا جواب

ہم شروع مقدمہ میں خود علمائے نصاریٰ کی زبانوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک توریت و انجیل کا ترجمہ عربی میں

لیتے ہیں کہ وہ یا تو خود یہودی تھے یا یہودی مذہب رکھتے تھے اور آنحضرت نے مسائل توریت انہیں سے سیکھے یعنی عبداللہ بن سلام۔ حبیب بن مالک اور ورقہ بن نوفل۔

جواب

عبداللہ بن سلام اور حبیب بن مالک دو شخص تو آفاقی تھے البتہ تیسرا شخص ورقہ بن نوفل مکہ کا باشندہ تھا مگر ٹسڈل صاحب کی بدقسمتی سے نہ تو وہ خود یہودی تھا نہ یہودی مذہب رکھتا تھا۔ اسکی نسبت اتنا ضرور لکھا ہے کہ اس نے بت پرستی چھوڑکر مسیحی مذہب اختیار کر لیا تھا مگر وہ بھی قبل اسکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونیکا اظہار فرمایا عالم دنیا سے چل چکا تھا ہاں جب اس نے اپنی زندگی میں سنا کہ غار حرا میں آنحضرت پر فرشتہ خدا ظاہر ہوا ہے تو وہ اس بات پر ایمان ضرور لایا کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی ہوکر ظہور فرمانے والے ہیں لیکن اس کے بعد بہت جلدی فوت ہوگیا تو ورقہ اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو سب سے پہلے آنحضرت کی نبوت پر ایمان لائے مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے اس سے یہودی تاریخ اور یہودی مذہب کا مفصل علم حاصل کیا جیساکہ مسیحیوں کا زعم فاسد ہے ہمارے پاس اس امر کی ذرا بھی شہادت نہیں کہ کبھی آنحضرت ورقہ کے پاس یہودی علوم سیکھنے اور یہودی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنے کیلئے تشریف لے گئے ہوں۔

اس کے علاوہ خود سر ولیم میور لائف آف محمد میں لکھتا ہے کہ

آپ کی بعثت سے قریباً پانچ سال بعد آپ کو یہودی لوگوں یا یہودی علوم کے عالموں سے تعلقات قائم کرنیکا موقع حاصل ہوا ہوگا

تیسرا جواب

انجیل احکام سے خالی ہے اور اس لئے اس نے اپنے پیرووں کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ، توریت وانجیل دونوں پر ایک شان سے اعتقاد رکھتے ہیں اور دونوں ان کے معمول بہ ہیں۔ پس اگر تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں انجیل کے واقف کار علمائے مسیحی موجود تھے اور یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ انھوں نے آپ کو سکھایا تو ہم پوچھتے ہیں کہ علمائے مسیحی نے آپکو کیا سکھایا۔ کیونکہ احکام انجیل میں ہیں نہیں اور جسقدر احکام تھے بھی ان کو قرآن نے منسوخ وباطل کر دیا۔ مثلاً انجیل مقدس اپنے معتقدین کو سکھاتی ہے کہ کوئی تمہارے ایک گال پر طانچہ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کردو کہ لو اس پر بھی مارو۔

اندرائن کے پھل کیطرح نصیحت ظاہر میں تو بہت خوشنما و نرم معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ خوشنمائی سے کوسوں دور اور بالکل قانون قدرت کے خلاف ہے نہ اس حکم پر آجتک کسی نے عمل کیا نہ کبھی کرسکتا، خود علمائے نصاریٰ بھی کسی ایک ایسے پادری کا نشان نہیں دیسکتے جس نے ایک بار بھی اس حکم پر عمل کیا ہو۔ تو ایسے نہ چل سکنے والے حکم کا کیا فائدہ جو صرف کتاب میں لکھے رہنے کے لائق ہو۔

اب اس حکم انجیل کے مقابل میں قرآن مجید کا حکیمانہ حکم دیکھو کہ وہ فرماتا ہے

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا | برائی کا بدلہ برائی ہے مثل اس کے

میں نہیں ہوا تھا اور آنحضرت سوائے اپنی مادری زبان (عربی) کے بول لینے کے نہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے نہ کسی دوسری زبان سے واقف تھے اور جب آپ انجیل کی زبان ہی سے نا واقف تھے تو اس کے مسائل کا انتخاب کیسے کر سکتے تھے؟ اور اس کے قصوں کو اپنی زبان میں کیونکر ترجمہ کر سکتے تھے۔

پس جب تک پادری صاحب یہ نہ ثابت کرلیں کہ آنحضرت عبرانی زبان سے واقف تھے یا انجیل عربی زبان میں مترجم موجود تھی، ان کا دعویٰ محض واہمہ سے زیادہ وزنی نہیں ہوگا۔ پھر اس ثبوت کے بعد ہی ان کو یہ ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ آنحضرت نے انجیل پڑھی اور فلاں مسیحی عالم نے ان کو سکھایا کیونکہ محض اتنا کہہ دینے سے کہ آپ انجیل کی زبان جانتے تھے آپ کے انجیل سے واقف ہونیکا ثبوت نہیں ہو جائیگا۔

دوسرا جواب

تاریخی اوراق ہم کو نشان نہیں دیتے کہ مکہ معظمہ میں جب کہ محمد مصطفےٰ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اس کے پہلے یا مابعد کوئی نصرانی عالم یا انجیل مقدس کا واقف کار موجود تھا۔ سر ولیم میور اور ڈاکٹر اسپرنگر کا اس نشان دینے سے عاجز ہونا ہمارے دعوے کی کافی دلیل ہے۔ اور جب اس عہد میں کسی مسیحی عالم کا وجود ہی نہیں ملتا تو یہ کہنا کہ "آنحضرت نے مسیحیوں سے مسائل انجیل کو سیکھ سیکھ کر قرآن میں داخل کر لیا" بالکل خلاف عقل ہے جس کو سمجھدار باور نہیں کر سکتا۔

پانچواں جواب

جن لوگوں نے انجیل کو پڑھا ہے وہ پادری ٹسڈل کے دھوکے میں نہیں آسکتے کیونکہ یہ کتاب سوائے قصوں، حواریوں کے حالات اور مسیح علیہ السلام کی کچھ سیرت کے اپنے میں کوئی مفید شان نہیں رکھتی اور وہ کسی طرح قرآن جیسی بالاترین کتاب اللہ کا سرچشمہ قرار نہیں دیجا سکتی۔

چھٹواں جواب

پادری ٹسڈل صاحب نے ذیل کے مضامین کی نسبت بہت زور دیا ہے کہ وہ توریت شریف سے لئے گئے ہیں اور یہ کہ پیغمبر اسلام نے عرب کے یہود سے سیکھکر ان کو قرآن مجید میں وحی الٰہی بتا کر داخل کر لیا۔

(۱) واقعۂ ہابیل وقابیل	(سورۂ مائدہ)
(۲) حالات ابراہیمؑ۔	(سورہ حجر وغیرہ)
(۳) سلیمان وبلقیس	(نمل)
(۴) ہاروت وماروت۔	(سورۃ البقر)
(۵) سورۃ الاعراف۔ آیت	(۱۷۲)
(۶) عبادت عجل۔	(طٰہٰ)
(۷) بہشت کے دروازے۔	(سورۃ الحجر)
(۸) سات آسمان۔	(سورۂ بنی اسرائیل)

فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَى اللّٰہِ۔ پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

پس کسی نے تمہارے ساتھ بُرائی کی تو اس کا معاف کردینا اللہ کے نزدیک بہت اچھا اور موجب ثواب ہے لیکن اگر تم معاف نہ کرو تو تم بھی بدلہ میں ویسی ہی بُرائی کرو جیسی اس نے تمہارے ساتھ کی ہے قرآن کے مطالب عالیہ کو انجیل کے قصوں اور بعض نہ چل سکنے والے احکام سے مقابلہ کرو تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ قرآن انجیل سے لیا نہیں گیا ہے بلکہ اس نے انجیل کے خلاف قدرت احکام کو باطل و منسوخ کردیا ہے پس ایسی صورت میں یہ کہنا کہ آنحضرت نے پادریوں سے احکام انجیل کو سیکھ سیکھ کر قرآن بنالیا جہالت اور محض تعصب ہے۔

چوتھا جواب

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کرلیں کہ آنحضرت کے وقت میں خاص مکہ معظمہ کے اندر مسیحی عالم اور انجیل مقدس کے اچھے جاننے والے موجود تھے اور آنحضرت نے اُن سے انجیل کے معلومات حاصل کئے تو آپ کو انجیل کے وہی مسائل معلوم ہوئے ہوں گے جن کو قرآن میں منسوخ کردیا گیا۔ پھر ان معلومات کے حاصل کرنے سے آپ کی نبوت کی قدح کیونکر ہوئی؟ اور اس سے قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کونسا شبہہ واقع ہوگیا؟

(۳۰) یونس - (سورۃ الانبیار، وغیرہ)

(۳۱) لوط - (سورۃ الانبیار)

(۳۲) آدم - (سورۃ الاعراف والحجر وغیرہ)

مندرجۂ بالا فہرست مضامین سے صرف نمبر (۱ - ۴ - ۱۵ - ۱۹ - ۲۰ - پانچ مضمون کی آیتیں ہیں۔ جو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئیں باقی ستائیس آیات ومضامین سب کے سب مکی ہیں -

عدن اور فرقان کے الفاظ مکی سورتوں میں موجود ہیں مثلاً عدن کا لفظ سورۂ رعد۔ سورۂ کہف اور سورۂ فاطر میں وارد ہے اور یہ تینوں سورتیں مکی ہیں - فرقان کا لفظ سورۂ انبیار اور سورۂ فرقان میں موجود ہے - اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں -

تمام انبیار کے حالات تفصیل کے ساتھ مکی سورتوں میں وارد ہیں - حضرت داؤد کا ذکر سورۂ انبیار۔ شعرار۔ سبا۔ ص۔ میں ہے اور یہ سب سورتیں مکی ہیں -

حضرت موسیٰ وہارونؑ کے واقعات سورۂ انعام۔ اعراف۔ یونس ہود۔ ابراہیم۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیار۔ فرقان۔ شعرار۔ نمل قصص۔ عنکبوت۔ سجدہ۔ صافات۔ مومن۔ حم السجدہ۔ زخرف۔ دخان۔ احقاف ذاریات۔ قمر۔ مزمل۔ عبس وغیرہ میں نہایت صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں -

حضرت نوحؑ کا ذکر سورۂ اعراف۔ یونس ہود۔ انبیار۔ مومنون۔ فرقان شعرار۔ عنکبوت۔ صافات۔ نوح وغیرہ میں وارد ہے اور یہ سب مکی سورتیں ہیں حضرت یعقوب اور حضرت یوسف ان کے بھائیوں کے واقعات

(۹) ملک الموت۔	(سورۃ الزخرف)
(۱۰) اعراف۔	(سورۃ الاعراف)
(۱۱) رجم شیطان۔	(سورۃ الحجر۔ صافات۔ الملک)
(۱۲) عرش پانی پر۔	(سورۃ ہود)
(۱۳) قصۂ یوسف۔	(سورۃ یوسف)
(۱۴) داؤد۔	(سورۃ انبیاء۔ نمل۔ سبا۔ ص۔)
(۱۵) طالوت۔	(سورۃ البقر)
(۱۶) طاغوت وجنات عدن وفرقان	(سورۃ فرقان)
(۱۷) امتلاء جہنم۔	(سورۃ ق)
(۱۸) فار التنور۔	(سورۃ ہود۔ المومنون)
(۱۹) خیط ابیض	(سورۃ البقر)
(۲۰) کتبنا علی بنی اسرائیل۔	(سورۃ مائدہ)
(۲۱) لوح محفوظ	(سورۃ البروج)
(۲۲) خلق آسمان وزمین۔	(سورۃ الحجر)
(۲۳) حالات نوح۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۴) اسمٰعیل۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۵) یعقوب واولادہ۔	(سورۃ الانبیاء ص)
(۲۶) موسیٰ۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۷) ہارون۔	(؍؍ ؍؍)
(۲۸) اسحاق۔	(سورۃ الانبیاء۔ طٰہٰ وغیرہ)
(۲۹) ایوب۔	(؍؍ ص)

ضعیف سے ضعیف ثبوت ہے نہ سر ولیم میور اور پادری ٹسڈل ہی نے اس کے ثبوت کا بیڑا اٹھایا بلکہ یہ سب عنایت فرمایان اسلام نہایت چالاکی سے اس رستہ ہی کو کترا گئے پس جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اگر وہ مضامین سے بالکل خالی ہوتیں اور یہ مضامین صرف مدنی سورتوں میں ہوتے تو البتہ پادری صاحبوں کو ایک حد تک یہ کہنے کی گنجائش تھی چونکہ مکہ میں کوئی یہودی آباد نہیں تھا اس لئے مکی سورتوں میں ان مضامین کا نام ونشان نہیں ملتا اور مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں یہود اور توریت کے جاننے والے یہودی انتہائی کثرت سے آباد تھے اس لئے پیغمبر اسلام نے یہ مضامین ان سے سیکھ سیکھ کر قرآن میں درج کر لئے۔ لیکن افسوس کہ پادریوں کی نحوسی قسمت سے یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔

نہ تو مکہ ہی میں کوئی یہودی آباد تھا نہ مکہ کے آس پاس دور دور تک کسی یہودی کا پتہ ملتا تھا اور ایسے شہر میں قرآن کی ان سورتوں کا نازل ہونا جن کو یہودی سرچشموں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے پادریوں کے دعوے کو باطل لغو اور بے بنیاد ثابت کرتا ہے۔

ساتواں جواب

ان امور سے قطع نظر کیجائے تو بھی پادریوں کی تائید میں کسی قسم کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ مدینہ کے یہودی مکہ معظمہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔

بتمامہا سورۂ یوسف میں ہیں اور یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔

حضرت ایوب کا قصہ سورۂ انبیاء اور صٓ میں ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔ حضرت یونس کے حالات سورۂ یونس۔ انبیاء۔ صافات اور نٓ میں ہیں۔ اور یہ سب مکی سورتیں ہیں۔

حضرت لوط کا تذکرہ سورۂ اعراف۔ ہود۔ حجر۔ انبیاء۔ فرقان۔ شعراء۔ نمل۔ عنکبوت۔ صافات وغیرہ میں ہے۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت آدم کے حالات سورۂ اعراف۔ حجر۔ بنی اسرائیل۔ مریم۔ طٰہٰ۔ صٓ۔ میں وارد ہیں۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت ابراہیم۔ اسحاق اور اسماعیل کے واقعات سورۂ انعام۔ ہود۔ ابراہیم۔ حجر۔ نمل۔ مریم۔ انبیاء۔ شعراء۔ عنکبوت۔ صافات۔ صٓ۔ زخرف۔ ذاریات۔ اعلیٰ۔ میں مصرح ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

حضرت الیاس کا ذکر سورۂ صافّات مکی سورہ میں موجود ہے۔

زمین و آسمان کی پیدائش کا بیان سورۂ نمل۔ قٓ۔ رعد۔ فاطر۔ حٰمٓ سجدہ میں تصریح کے ساتھ ہے۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔

علامہ راڈویل نے بھی ان تمام سورتوں کا مکی ہونا اپنے ترجمہ قرآن مجید میں کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

اس تفصیل سے ناظرین پر ظاہر ہوگا کہ قرآن مجید کے جو مضامین یہودی سرچشموں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان میں سے اکثر یا قریباً سب کے سب مکی سورتوں میں پائے جاتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں اس وقت ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں تھا جو یہودی الاصل یا یہودی المذہب یا توریت کا واقف کار ہو۔ نہ تو تاریخوں میں اس امر کا کوئی

یہ دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور باوجود امی ہونے کے میں قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب لایا ہوں جو ایک زندہ معجزہ اور میری نبوت کی دلیل ہے اور محمد مصطفیٰ کا یہ عجیب دعویٰ سنکر تمام یہود دم مارے بیٹھے رہے اور کسی نے آپ کی تردید و تکذیب کے لئے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔

نواں جواب

ذیل کے مضامین کو پادری ٹسڈل صاحب لکھتے ہیں کہ وہ زردشتی سرچشموں سے لئے گئے ہیں اور ان کی اس پھسپھسی دلیل پر سر ولیم میور صاحب ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے داد قابلیت دیتے ہیں۔

(۱) آنحضرت کی معراج۔
(۲) جنت۔ حور۔ غلمان کے حالات
(۳) ملک الموت۔
(۴) عزازیل کا جہنم میں سے نکلنا۔
(۵) نور محمدی۔
(۶) پل صراط۔
(۷) ہر ایک نبی کا آنیوالے نبی کی آمد کی خبر دینا۔
(۸) آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
(۹) جن
(۱۰) ذرات کائنات۔

میں ایسی فضول باتوں کے جواب میں اپنا اور ناظرین کا زیادہ وقت

آٹھواں جواب

اگر اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذر جانا ممکن ہے اور پادری ٹسڈل یا ان کے ہمنوا موافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود سے سیکھنا اور یہودی علوم کا تعلیم پانا ثابت کر سکتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن یہود سے آنحضرت نے تعلیم حاصل کی وہ آپ کے دوست تھے یا دشمن تھے ۔ اگر دشمن تھے تو آپ کو علوم یہودیہ کی تعلیم کیوں کر دی اور اگر یہ کہا جائے کہ پہلے دوست تھے ۔ دوستی کی حالت میں علوم سکھائے اور جب سیکھکر آپ نے نبوت کا دعوی کر دیا تو اسوقت دشمن ہو گئے تو یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ اس حالت میں ضرور تھا کہ وہ یہود تمام لوگوں میں رازِ تعلیم کو فاش کر دیتے اور اس بات کا اعلان کرتے پھرتے کہ یہ سب کچھ ہم ہی نے محمد کو سکھایا اور ہم ہی لوگوں سے سیکھ پڑھ کر وہ اتنا بڑا دعوی کر رہا ہے پھر اس راز کے فاش ہونے پر آنحضرت کو جو رسوائی اٹھانی پڑتی وہ ظاہر ہے اور اسکی روایتیں مسلمانوں میں نہ سہی تو مخالفین میں بشیار موجود ہوتیں ۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین اسلام اس قسم کی کوئی واہی سے واہی روایت بھی پیش نہیں کر سکتے اور یہ امر ان کے دعوی کے باطل ہونے کی زبردست سند ہے اور اگر وہ یہودی جن سے آنحضرت نے سیکھا آپ کے دوست تھے اور دوستی میں آپ کو سب کچھ سکھا پڑھا دیا تو یہ سب سے زیادہ عجائب غرائب بات ہے کوئی سمجھدار باور کر سکتا ہے کہ محمد مصطفےٰ نے یہودیوں سے تعلیم حاصل کی پھر انہیں کے سامنے

کیونکر ماخوذ کر لئے گئے اور کس نے آپ کو سکھایا۔ رہی یہ بات کہ پیغمبر اسلام خود فارسی زبان جانتے تھے اور آپ نے وساتیر اور ژند و پاژند سے آپ ہی ان مضامین کو منتخب کر کے قرآن میں داخل فرمایا ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو دنیا بھر کے اگلے پچھلے مخالفان اسلام اپنی متفقہ کوشش سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

دسواں جواب

آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو زردشتی کتاب سے ماخوذ کہنا اور "بنام ایزد بخشندہ مہربان" کا ترجمہ بتلانا نہایت درجہ کی ابلہ فریبی ہے۔ اگر پادری صاحب ذرا بھی انصاف وحق جوئی سے کام لیتے تو ان کو قرآن ہی سے اس کا جواب مل جاتا کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ النمل میں صاف ارشاد ہوا ہے۔

قَالَتْ يَآ اَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔

(جب ہدہد نے سلیمان کا فرمان ملکہ بلقیس کو پھونچا دیا تو وہ اسے دیکھکر) بولی کہ اے اہل دربار! (یہ) ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے (کہ) یہ سلیمان کی طرف سے اور یہ (یعنی اس کی عبارت اس طرح پر ہے کہ سب سے پہلے اس میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہے (اور بسم اللہ کے بعد) یہ کہ ہم سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بنکر ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو مراسلت

ضائع نہیں کروں گا صرف چند باتیں اس غرض سے لکھونگا تا دروغ گو اپنی منزل تک پھونچا دیا جائے۔

ان مندرجۂ بالا مضامین میں سے ۴۔۵۔۷۔۱۰ کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں بلکہ پادری صاحب کی یہ نہایت شرمناک کارروائی ہے نمبر۶۔ یعنی پل صراط کا ذکر قرآن میں نہیں ہے البتہ بعض صحیح حدیثوں میں پل صراط کا بیان کیا گیا ہے تو اس سے قرآن کا زردشتی سرچشمہ سے ماخوذ ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

اس کے علاوہ باقی پانچ مضامین سب کے سب قرآنی ہیں۔

نمبر۱۔ یعنی معراج کا بیان سورۂ بنی اسرائیل میں ہے۔

نمبر۲۔ یعنی جنت وحور وغیرہ کا ذکر اور سورتوں کے علاوہ۔ سورۃ الواقعۃ سورۃ الرحمن۔ سورۂ یٰسین اور سورۃ الصافات میں تفصیل کے ساتھ ہے مضمون نمبر۳۔ یعنی ملک الموت کا ذکر سورۃ الانعام۔ الاعراف النحل اور السجدہ میں ہے۔

نمبر۸۔ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک آیت ہے جو سورۃ التوبہ کے سوا قرآن کی تمام مکی و مدنی سورتوں کے ابتداء میں ہے۔

نمبر۹۔ یعنی جن وجنات کا ذکر قرآن کی بہت سی سورتوں میں ہے جن میں کی اکثر مکی ہیں مثلاً سورۃ الانعام۔ حم السجدہ۔ الحجر وغیرہ اب دیکھو یہ سب سورتیں جن میں پادری صاحب کے بتائے ہوئے مضامین موجود ہیں، مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مکہ معظمہ میں نہ کوئی زردشتی مذہب کا عالم تھا نہ کسی آتش پرست کا وجود تھا پادری صاحب اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر خود ہی انصاف سے فرمائیں کہ پھر یہ مضامین زردشتی مذہب سے

ضرور ہے کہ آنحضرت ان سب زبانوں سے واقف تھے؟ اور اگر واقف ہوئے تو کس سے سیکھا تاریخوں اور نوشتوں میں تو ادنیٰ شہادت بھی نہیں ملتی کہ عرب میں زردشتی وحبشی وغیرہ مذاہب کا وجود تھا یا ان مذاہب کے جاننے والے عرب بھر میں کہیں ایک دو بھی پائے جاتے تھے پس جب تک یہ امور پایہ ثبوت کو نہ پہنچ لیں پادری ٹسڈل کا دعویٰ محض گوزشتر ہے۔

بارہواں جواب

یہ بات مثل بدیہیات کے روشن ہے کہ بودہ گوتما اور ویدیہ دونوں مذہب چین وہند کی سرحد سے آگے نہیں بڑھے۔ خود اس زمانہ میں جب کہ دنیا اس قدر ترقی کر چکی ہے اور ہر مذہب دنیا کے گوشہ گوشہ میں عام ہو رہا ہے نہ بودہ مذہب نے چین سے آگے قدم بڑھایا نہ وید برہمنوں کی سبھا سے باہر نکلی۔ خاص عرب کی سرزمین تک تو ان مردہ مذاہب اور اُن کی زبان اور اُن کے علوم کا سایہ تک بھی نہیں پہونچا۔

جب ایسے روشن زمانہ میں کہ مذہب کے پھیلنے کے ذرائع کثرت سے ہو گئے ہیں اور دنیا کا گوشہ گوشہ علم کی صداؤں سے گونج اٹھا ہے ان مذاہب کا یہ حال ہے کہ نہ وہ اپنے ملک سے آگے بڑھے ہیں نہ ان کی زبان عام ہے نہ مذہبی کتابوں کی تعلیم و درس و تدریس جاری ہے تو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جب کہ اشاعت کے ذریعے بالکل مسدود تھے یہ مذاہب ہر طرف پھیل کر عرب تک جا پہونچے ہوں گے اور ان مذہبوں کے علما اور جاننے والے خاص مکہ معظمہ میں موجود تھے

سلطانہ بلقیس ملکہ سبا کے نام لکھی تھی۔ اس کا عنوان خط یا سرنامہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھا اس سے ثابت ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کوئی نیا مضمون نہیں ہے جسکو زردشتی کتاب سے ہی کوئی معنوی خصوصیت ہو بلکہ معنی کے لحاظ سے دنیا کی ہر مذہب و مشرب میں یہ مضمون دائر و سائر رہا ہے اور ہر مذہب نے اپنی کتاب کو اپنے پروردگار اور خالق برحق کے نام سے شروع کیا ہے پس جو کچھ فرق ہے الفاظ کا ہے معنی میں سب متحد ہیں۔

تو یہ نہ کہو کہ محمد مصطفٰے نے زردشتی کتاب یا صحف انبیاء سے اس مضمون کو اخذ کرلیا بلکہ یوں کہو کہ جس ذات واحد نے اُن صحف قدیمہ کو اُن انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا اُسی واحد مطلق نے قرآن مجید کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اس صورت میں مضامین کا متحد ہونا سب کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے نہ یہ کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ کیا جائے درآنحالیکہ قرآن مجید بار بار اس امر کا اعلان بھی کرتا ہے کہ میں اپنے پہلے کے تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہوں اور ان پر ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہوں۔

گیارہواں جواب

یہ دعویٰ کرنا پیغمبر اسلام نے توریت و انجیل کے سوا، زردشتی کتاب ژندو ساتیر اور وید اور مذہب بدھ اور صبشی وغیرہ تمام مذاہب سے واقف ہو کر، تمام کتابوں کو دیکھکر قرآن مدون کیا جو گویا دوسری کتابوں کے مسائل کا معجون مرکب ہے مجنون ہی آدمی کا کام ہے کیونکہ دعویٰ کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا

کے ساتھ سمجھدار ایسا ہی سلوک کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں ؟ اور کیا ایسی بیوفائی کر چکنے کے بعد بھی سازش مخفی رہ سکتی تھی ۔

سر ولیم میور لائف آف محمد میں رقمطرازی کرتا ہے کہ :-

"لیکن اس غرض کے لئے کافی روایتیں ملک شام کے جنوبی حدود میں ابھی (یعنی عہد رسالت میں ۱۲) باقی تھیں اور اس جگہ سے بلاریب کسی یہودی واسطے سے یہ روایتیں محمد تک پہونچیں"

یہ دلیل اپنی کمزوری سے خود اپنا جواب ہے ۔ سبحان اللہ ! ذرا ناظرین سر ولیم میور جیسے فاضل نصرانی کی اس زبردست دلیل کو ملاحظہ فرمائیں کہ "کسی یہودی واسطے سے یہ روایتیں محمد تک پہنچیں"

ایسے ہی زبردست دلائل و شہادات کی بنا پر پادری لوگ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ ملک شام سے آپ کے پاس یہودی آتے اور آپ کو مسیحی و یہودی روایتیں سنایا کرتے تھے اور ان سنی سنائی اوٹ پٹانگ روایتوں پر قرآن جیسی کتاب کی بنیاد ڈالی گئی ۔

"کسی یہودی واسطہ" کے الفاظ خود اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ سر ولیم میور کو اپنی لاعلمی اور جہالت کا آپ اعتراف ہے ۔ وہ صرف انکل کے تکے اڑاتا ہے اور اس کا ہر دعویٰ دھوکے کی ٹٹی ہے ۔

چودھواں واہمہ

یہی سر ولیم میور صاحب ! پھر اپنی کتاب لائف آف محمد کے صفحہ ۱۰۱ اس

ہوں گے اور پھر ان لوگوں نے ایسا چپکے چپکے پیغمبر اسلام کو سکھایا پڑھایا کہ غیر تو غیر آپ کے گھر والوں، بی بیوں اور بیٹیوں تک کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی افسوس ہے کہ پادریوں کو افراط تعصب میں اتنا خیال بھی نہیں رہتا کہ ہمارا کذب وافترا، حباب دریا کا اتنا بھی قایم رہ سکتا ہے یا نہیں؟

تیرہواں واہمہ

پادری راڈویل قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ آنحضرت نے عرب کے یہود اور اپنے مسیحی مخبروں سے خفیہ طور پر تعلیم حاصل کی۔

اس واہمہ کا گذشتہ صفحات پر واقعی طور پر قلع قمع ہو چکا ہے۔

پادری ٹسڈل ینابیع الاسلام میں لکھتا ہے کہ،، آنحضرت کو یہود پر بڑا اعتبار تھا۔ جو کچھ آپ ان لوگوں سے سنتے تھے اس کو وحی الٰہی یقین کرتے تھے اما حیف است کہ ایشاں وے را فریفتہ اند (ینابیع الاسلام صفحہ ۹۸) لیکن افسوس ہے کہ پادری صاحب اپنے اتنے بڑے دعوے پر سوائے وہم بازیوں کے کمزور سے کمزور شہادت بھی پیش نہ کر سکے۔ دلیل تو بڑی بات ہے۔

اولاً:۔ تو قرآن کا بیشتر حصہ مکہ میں نازل ہوا جہاں یہود کا وجود نہیں تھا۔

دوسرے:۔ یہ کہ اگر آنحضرت کو یہود پر ایسا ہی بھروسا تھا اور ایسی ہی گہری دوستی اور سازش تھی کہ خفیہ تعلیم حاصل کر لی اور کسی کو پتہ تک نہ چلا تو قرآن میں یہود کی ہجو کیوں کیگئی۔ ان پر لعنت کیوں کیگئی۔ توریت کے بہت سے مسائل کو منسوخ و باطل کیوں کیا گیا۔ کیا بھروسے اور اعتماد والے دوستوں

ہمیشہ بصیرت کے ساتھ یقین کرتے تھے کہ جو کچھ آپ سناتے ہیں وہ حرف بحرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن پادری ٹسڈل کو دیکھو کہ اس کی آنکھیں کل دنیا کی آنکھوں سے زیادہ تیز ہیں اور ایسی تیز ہیں کہ جس چیز کو راڈویل صاحب لانیحل راز قرار دیتے ہیں وہ ان کے نزدیک اظہر من الشمس ہے اور تعجب پر تعجب ہے کہ سر ولیم میور بھی باایں ہمہ دعوئے عقل و علم ٹسڈل صاحب کی ہمنوائی کا دم بھرتے ہیں۔

سر ولیم میور۔ پادری ٹسڈل اور ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ سب کا یہی حال ہے کہ پہلے تو قرآن مجید کے متعلق ایک بے بنیاد دعویٰ کر دیتے ہیں اور ادھر ادھر کی واہی تباہی گپیں ہانکتے رہتے ہیں پھر جب ثبوت کا وقت آتا ہے اور ثبوب د شہادت کے پیش کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو کانوں پر ہاتھ رکھکر نہایت بھولے پن سے فرمانے لگتے ہیں کہ ایک لانیحل اور ناقابل حل معمہ ہے جس کو ہم اتنی دور سے حل نہیں کر سکتے۔

پھر آگے چلکر راڈویل صاحب اپنے دیباچہ ترجمۂ قرآن میں فرماتے ہیں کہ

> چونکہ محمد نے یہودان عرب اور اپنے مسیحی مخبروں سے تعلیمات حاصل کرنے میں نہایت اخفا سے کام لیا اس لئے وہ اس بات کے قابل ہوئے کہ مکہ کے جاہل بت پرستوں کے آگے بڑی دلیری سے اپنی سیکھی ہوئی باتوں کے وحی الٰہی ہونے کا اعلان کریں۔

راڈویل صاحب کے ان دونوں متضاد بیانات پر یہ ایک لانیحل سوال

لکھتے ہیں کہ :-

"یہودیوں کی کتابوں اور قصوں کے ایک بڑے
حصہ کا مفصل علم حاصل کرنا - اپنے پہلے ذخیرہ
کے ساتھ اُن کو جوڑنا اور مقفیٰ منجی ہوئی سورتوں
میں اُن کو ڈھالنا یہ ایک ایسا کام تھا جس کے
پورا کرنے کے لئے بیشک بہت بڑی
محنت اور بہت لمبے وقت کی ضرورت
تھی - محمد ضرور آدھی رات کو بہت سے گھنٹے
نیند سے چھین کر اس کام پر صرف کرتے
رہے ہوں گے"

ناظرین سر ولیم میور کی اس فاضلانہ تحریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور انکی منطقی قابلیت کی داد دیں - سبحان اللہ! کیا مضبوط دلیلیں ہیں - ثبوت ہو تو ایسا ہو پھر اس کے ساتھ ناظرین کے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب وہ علامہ راڈویل مترجم قرآن کی اس عبارت کو دیکھیں گے کہ :-

"یہ مضمون (محمد کی تعلیم کا) ایسے اخفا کے پردوں"
"میں محجوب ہے کہ اس فاصلہ سے ہماری آنکھوں"
"کیلئے اُن پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک"
"پہونچنا محال ہے"

بات تو یہی ہے کیونکہ یہ راز خود آنحضرت کے زمانہ میں کسی پر نہ کھلا جو لوگ آپ کے پاس دن رات رہتے تھے ان کو بھی کبھی یہ شبہ کرنے کا موقع نہیں ملا کہ پیغمبر کسی انسان سے پوشیدہ طور پر پڑھتے یا مدد لیتے ہیں بلکہ وہ سب کے سب

تو کیا اس سے یہ قطعی رائے قایم کر لینی کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کے مضمون کو چرا لیا ہے صحیح ہوگی۔ ایسا تو نہیں ہے ورنہ ایک غیر شخص کو یہ کہنے کا جائز حق حاصل ہوگا کہ حضرت عیسیٰ نے توریت اور صحف قدیمہ کے مضامین کو چرا چرا کر انجیل بنالی اور اس کو کلام الٰہی مشتہر کیا بہ نسبت قرآن کے انجیل پر یہ اعتراض زیادہ چسپاں ہو جاسے گا کیونکہ توریت و انجیل دونوں عبرانی زبان میں تھیں۔ حضرت عیسیٰ کا پڑھا لکھا ہونا معلوم و مسلّم ہے اور انجیل کے تمام قصص و مواعظ قریباً توریت کے قصص و مواعظ سے مشابہ اور ملتے اور جلتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ مسیحی دنیا اس اعتراض کا کیا جواب دیسکتی ہے اور ہمارے دوست پادری ٹسڈل کو سوائے سکوت کے کیا چارہ کار ہوگا؟ جب کہ خود انجیل بھی کھلے الفاظ میں اپنے کو ناقص مان کر اپنے پیرووں کو اتباع توریت کا حکم دیتی ہے۔

تحقیقی جواب

سر ولیم میور اور پادری ٹسڈل وغیرہ کے نزدیک دین اسلام کی تکذیب کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو دوسری کتابوں اور دوسرے ادیان کے عقائد سے نکالکر دکھا دیا جائے اور ان مسیحیوں کے پندار میں اتنا ہی ثابت کرنے سے اسلام کا جھوٹا اور پیغمبر اسلام کا غیر امی ہونا مبرہن ہو جائیگا حالانکہ قرآن مجید کا دوسرے مذاہب کی آسمانی کتابوں کے موافق ہونا اور قرآن کے قصص۔ احکام اور عقائد کا دوسرے صحف قدیمہ کے قصوں اور

پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تعلیم ایسے اخفار کے پردے میں ہوئی کہ آپ ہی کے
قول کے مطابق ''استنے فاصلہ سے آپ کی آنکھوں کے لئے ان پردوں کو
پھاڑ کر حقیقت تک پہنچنا محال ہے'' تو یہ علم کسطرح ہوگیا کہ ان حجابوں کے
پیچھے کوئی چیز بھی ہے وہ کونسی آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ آپ نے دیکھ لیا
خوب! اندھے ہونے کا اقرار اور مشاہدہ کا دعوی؟ سبحان اللہ! آخر وہ
کون سی کوٹھڑی۔ کونسا مکان۔ اور کون سی وادی تھی جہاں بقول سر ولیم میور
کے ''آنحضرت آدھی رات کے بعد بیدار ہوکر یہود یا مسیحیوں سے خفیہ پڑھتے
اور قرآن مرتب کرتے تھے۔ یہ کیا بچوں کی سی باتیں ہیں کہ کوئی سمجھدار بچہ بھی
ایسی بھونڈی باتیں نکرتا ہوگا۔ بات تو جب ہے کہ مرد میدان بنکر کوئی مسیحی
یا تمام مسیحی دنیا بھی اس امر کا ثبوت دیدے کہ آپ نے فلاں مسیحی یا یہودی
سے پڑھا یا مدینہ سے یہود مکہ میں آکر آپ کو پڑھاتے تھے ''الکل ٹپیا'' تو سے
بجز اپنی آبرو ریزی اور تضییع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہے محض مشابہت
ثابت کردینے سے کہ قرآن مجید کے فلاں فلاں مضامین توریت یا انجیل وغیرہ کی فلاں فلاں مضامین سے ملتے ہیں
کوئی سمجھدار یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ پیغمبر اسلام نے مسیحیوں اور یہود وغیرہ سے
تعلیم حاصل کی اور ان کتابوں کے مضامین سے قرآن کو مرتب کیا بلکہ
اس دعوے کا ثبوت اسی وقت ہو سکتا ہے جب تاریخی روایات
و بینات سے صاف صاف دکھلا دیا جائے کہ آنحضرت نے فلاں اشخاص
سے فلاں فلاں زبانیں اور کتابیں پڑھیں اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں
کہ پادری لوگوں اور مسیحی متعصب مصنفوں کے ہاتھ ایسے دلائل سے بالکل
خالی ہیں۔
دو شخصوں کے دو مضامین اگر ایک دوسرے سے مشابہ اور ملتے جلتے ہوں

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	(اے محمد) تم فقط ایک ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کیلئے ایک ہدایت دینے والا گذرا ہے

دوسری آیت سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِکُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ	اور ہر ایک امت کے لئے ایک رسول ہے

تیسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔	اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہم نے ہر ایک امت میں ایک رسول مبعوث کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی کہ ہم نے ہر قوم میں پیغمبر کو مبعوث کیا۔

چوتھی آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ۔	تم (ای محمد) نہیں ہو مگر ایک ڈرانیوالے فی الواقع ہم ہی نے تم کو خوشخبری سنانیوالا اور (عذاب سے) ڈرانیوالا دبنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں کہ اس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔

تیسرا مقدمہ

محمد مصطفےٰ کوئی انوکھے پیغمبر نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے بہت سارے انبیاء گذر چکے ہیں اور انہیں میں سے ایک ویسے ہی پیغمبر وہ بھی ہیں۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی بھی بہت سی آیتیں وارد ہیں۔ میں یہاں

احکام و عقائد کے مشابہ ہونا یہی باتیں اس امر کو کافی طور پر ثابت کرنیوالی ہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ قرآن کلام اللہ ہے اور محمد مصطفٰے واقعی اللہ کے سچے رسول اور نبی امی تھے۔

ہم اس مضمون کو بہت مختصر اور جامع طور پر بیان کریں گے لیکن ناظرین پہلے ذیل کے مقدمات کو ذہن نشین فرمالیں۔

پہلا مقدمہ

نوع انسان کی ہر قوم و ہر جماعت میں رسول کے بھیجنے کی ضرورت رہا کی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے۔

يَا بَنِيْ آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اے آدم کے بیٹو! جب کبھی تم ہی میں سے (ہمارے) پیغمبر تمہارے پاس پہونچیں (اور) ہمارے احکام تم کو پڑھ پڑھ کر سنائیں تو (انکا کہا مان لینا) کیونکہ جو شخص (ان کے کہنے کے مطابق) پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کریگا تو اُن پر نہ تو (کسی طور کا) خوف طاری ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔

دوسرا مقدمہ

ہر قوم و ملک میں ہادی و رسول گذرے ہیں اس کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں مگر میں چارہی آیتوں پر کفایت کرتا ہوں۔

لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۔ | (اور) جن کا حال ہم نے تم سے بیان نہیں کیا

پانچواں مقدمہ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر اور جتنی آسمانی کتابیں ہوئی ہیں قرآن اُن سب پیغمبروں اور کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مسلمانوں کو تمام اگلے پچھلے انبیاء اور انکی کتابوں پر ایمان لانیکی ہدایت کیگئی ہے اور اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے کل انبیاء اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان نہ لایا جائے اور سب کی تصدیق نہ کیجائے ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ یہاں صرف سات آیتیں پیش کیجاتی ہیں۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) یہ (قرآن) اُسی (فرشتے) نے خدا کے حکم سے تمہارے دل میں ڈالا ہے (اور قرآن) اُن کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس (کے زمانہ نزول) سے پہلے (موجود) ہیں اور ایمان والوں کیلئے ہدایت اور (فلاح دارین کی) خوشخبری ہے۔

دوسری آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

صرف دو آیتیں نقل کرتا ہوں۔

پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

محمد اس سے بڑھکر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (ایسے اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الاحقاف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَا اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔

اے پیغمبر! (ان منکروں سے) کہو کہ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا (پیغمبر) نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ (آئندہ) میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ (جانتا کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائیگا) میری طرف جو وحی نازل ہوتی ہے میں تو صرف اسی پر چلتا ہوں اور میں صاف طور پر ڈر سنا دینے والا ہوں اور بس۔

چوتھا مقدمہ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے بہت سارے انبیاء مختلف ممالک و اقوام میں گذرے جن میں سے بعض پیغمبروں کو قرآن میں بیان کیا گیا اور بہت سے پیغمبروں کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا

اور (اے پیغمبر! تمہاری طرح ہم) کتنے پیغمبر بھیج چکے ہیں) جنکا حال ہم (اس سے) پہلے تم سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔

(یہ سب کے سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے (اور کہتے ہیں کہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے ۔

پانچ مقدمات کی تمہید ہو چکی تو اب ہم اصل مقصود کی نسبت گذارش کرتے ہیں جیسا کہ عقل و قیاس کا مقتضا ہے قرآن نے ہر ملک و قوم کے لئے پیغمبر کی ضرورت تسلیم کی (دیکھو پہلا مقدمہ) اور پھر یہ صراحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ملک اور ہر قوم کی طرف ایک پیغمبر کو مبعوث کیا (دیکھو دوسرا مقدمہ) اور ان پیغمبروں میں سے بعض پیغمبروں کے حالات سے آنحضرت کو مطلع فرمایا اور بعض کا ذکر نہیں کیا (دیکھو چوتھا مقدمہ) قرآن مجید میں نام بنام صرف پچیس[۲۵] یا چھبیس[۲۶] پیغمبروں کے قصے بیان کئے گئے ہیں اور ان میں کے اکثر وہ نفوس مقدسہ ہیں جو ممالک شام اور بابل و نینوا کی سرزمین اور اس کے اطراف میں مبعوث ہوئے اور سوائے حضرت نوح کے کسی نبی کی بعثت تمام عالم کے لئے عام نہیں تھی بلکہ ہر نبی ایک خاص ملک و قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا پس عقل و شریعت کا حکم ہے کہ ہندوستان۔ چین۔ جاپان وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی ضرور انبیاء مبعوث ہوئے ہوں گے جن کا بیان قرآن میں ضروری نہیں سمجھا گیا (مقدمہ ۲ و ۴)

ہندو پیروان بدھ۔ اور مجوسی وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ رامچندر جی کرشن جی۔ گوتما بدھا اور زردشت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبران برگزیدہ تھے جو ہند و چین وغیرہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور وید مقدس اور ژند اوستا وغیرہ ان کی آسمانی کتابیں ہیں۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ

(اے پیغمبر!) اسی (خدا) نے تم پر یہ کتاب برحق اتاری جو ان (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے (نازل ہو چکی) ہیں اور اسی نے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے تورات اور انجیل اتاری۔

چوتھی آیت سورۃ الانعام میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ۔

اور یہ کتاب (آسمانی) ہے جسکو ہم نے اتارا ہے برکت والی (کتاب) ہے اور (جو کتابیں) اسکے پہلے نازل ہو چکی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے۔

پانچویں آیت بھی اسی سورہ میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ

(اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہ راست دکھائی تو (اے پیغمبر) انہی کے طریقے کی تم (بھی) پیروی کرو۔

چھٹویں آیت سورۃ النساء میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم۔

اے اہل کتاب (قرآن) جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور وہ اس (کتاب) کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔

ساتویں آیت سورۃ البقرۃ کے آخر میں سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ

(یہ) پیغمبر (محمد) اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کیطرف سے ان پر اتری ہے اور (انکے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی

مکمل قانون اپنے سے اگلے غیر مکمل قانون کو منسوخ کر دیا کرتا ہے اور اس
منسوخ ہو جانے سے اس کا قانون سرکا ہونا لازم نہیں آتا اور جب ان تمام
کتابوں کا آسمانی ہونا قرین صواب یا مسلم ہے اور قرآن کی صراحت سے یہ
بھی ثابت ہو گیا کہ اصول ہر مذہب کا ایک ہی ہے اور یہ کہ اسلام تمام اگلے
مذاہب کی ہدایتوں کو صحیح تسلیم کرتا اور ان کتابوں کے آسمانی ہونیکی تصدیق
کرتا ہے اور پیغمبر اسلام ویسے ہی رسول ہیں جیسے ہمیشہ سے ہوتے
آئے ہیں اور وہی باتیں سکھاتے ہیں جو اگلے انبیا سکھاتے آئے ہیں
بس فرق اتنا ہے کہ اگلے مذاہب کم و بیش ناقص تھے اور اسلام کامل
و مکمل ہے تو یہ نہ کہو کہ پیغمبر اسلام نے فلاں فلاں مضامین فلاں فلاں مذاہب
سے لیکر قرآن کو مرتب و مدون کر لیا بلکہ یوں کہو اور حق بات کہو کہ جس منبع سے توریت
انجیل زبور۔ ژندواوستا۔ وید مقدس اور وغیرہ دنیا میں آئیں اسی منبع سے
قرآن مجید بھی نازل ہو کر ہم تک پہنچا اور جب ان سب کا منبع ایک ہے تو قرآن
کے بعض مضامین کا دوسرے کتب آسمانی کے بعض مضامین سے
مشابہ اور متحد ہونا لازمی بات اور اس کے کلام اللہ ہونیکی صاف دلیل ہے
اس بیان سے پادری ٹسڈل صاحب کے دعاوی کی ساری قلعی کھل گئی
اور اسلام و پیغمبر اسلام کی مخالفت میں جو عمارت انہوں نے بہت محنت سے
تیار کی تھی وہ سب چشم زدن میں منہدم ہو گئی۔ جن امور سے وہ مذہب اسلام
کی تکذیب کرنی چاہتے تھے وہی امور اس کی حقانیت کے ثبوت بن گئے
سبحانہٗ جلت کبریاءہ۔

گیارھویں دلیل

اگر قرآن مجید ان لوگوں کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتا تو اس سے تکذیب لازم نہیں آتی (دیکھو چوتھا مقدمہ) اور ہم کو ان کی نبوت اور ان مذکورہ کتابوں کے آسمانی ہونے سے انکار کرنا لائق نہیں ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ یہ سب لوگ مخصوص الممالک اور مخصوص الاقوام انبیاء رہے ہوں اور ہم مسلمانوں کو تو تمام اگلے پچھلے پیغمبروں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس جب توریت و انجیل وغیرہ کا کلام اللہ ہونا ثابت و مسلم ہے۔ رامچندر کرشن جی۔ گوتما بدھا۔ اور زردشت وغیرہ کا نبی ہونا اور ان کی کتابوں کا آسمانی ہونا خود قرآن مجید کی شہادت سے قرین عقل و صواب ہے تو قرآن مجید کے مضامین کا ان کتابوں کے مضامین سے مشابہ ہونا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت ہو گیا اسلام کوئی انوکھا مذہب نہیں ہے نہ محمد مصطفٰے کوئی انوکھے پیغمبر ہیں وہی باتیں جو اگلے پیغمبر سکھانے آئے تھے آنحضرت بھی سکھاتے تھے اور وہی احکام و ہدایات جو اگلی آسمانی کتابوں میں تھے انہیں کی قرآن نے بھی تصدیق کی۔ صرف اسلوب بیان بدلگیا البتہ قرآن نے یہ دعویٰ ضرور کیا کہ تمام دوسری کتابیں غیر مکمل ہیں اور پیغمبر اسلام ایک کامل مذہب اور مکمل کتاب لیکر مبعوث ہوئے اور مکمل مذہب کے آنے سے دوسرے غیر مکمل مذاہب غیر ضروری العمل ہو گئے جیسا کہ ہر گورنمنٹ کا

---

۵ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	آج ہم نے تمہارا (یعنی محمد کا) دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

کیونکہ اگر یہی روایتی واقعات قرآن کے مضامین کا منبع ہوتے
تو وہ اس غرض کے لئے بالکل ناکافی تھے ہمارے پاس
اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ مکہ میں یا مدینہ میں
مسیحی مذہب کے متعلق اتنے روایتی حالات موجود
تھے جن سے اس قسم کے بیانات جیسے قرآن
میں پائے جاتے ہیں اور اناجیل کے مضامین
سے گہری مشابہت اور تفصیلی مطابقت رکھتے ہیں،
پوری تفصیل و بسط کے ساتھ مرتب ہو سکتے ہوں فقط
لائف آف محمد صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰۔

اس کے بعد سر ولیم میور مفصل طور پر ان تمام اقوال کی تردید کرتے ہیں جن میں یہ ادعا کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے عرب کے مسیحیوں سے قرآنی مضامین کو اخذ کیا سر ولیم میور کے نزدیک نہ تو عرب کے مسیحیوں کے پاس وہ مسیحی کتابیں تھیں جن میں اسلامی تعلیمات کا کھوج لگایا جاتا ہے نہ اُن مسیحیوں کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ ان سے قرآنی مضامین اخذ ہو سکتے اور نہ آنحضرت کو اپنی عمر بھر میں کبھی عرب کے مسیحیوں سے میل جول رکھنے کا موقع ملا مگر سخت افسوس اور نہایت تعجب ہے کہ دوسرے مسیحیوں کے تمام اقوال کو ایک ایک کر کے رد کرنے کے بعد خود سر ولیم میور نے جو رائے اپنی پیش کی ہے وہ ان سب سے زیادہ بے بنیاد ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ۔

لیکن اس غرض کے لئے کافی روایتیں ملک شام
کے جنوبی حدود میں ابھی باقی تھیں اور اس جگہ سے

پادری ٹسڈل کی رائے جو اس نے ینابیع الاسلام میں ظاہر کی ہے ناظرین اس رسالہ کے گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں اس کے خلاف علامہ راڈویل اور نولڈیک ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسیحی مذہب کے متعلق کسی تحریری سرچشمہ سے معلومات حاصل نہیں کئے بلکہ جو حالات و تعلیمات روایتی طور پر ملک میں رائج اور مسیحیوں کی زبانوں پر تھیں وہی اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہوئیں چنانچہ راڈویل کا قول ہم اوپر کسی مقام پر نقل کر آئے ہیں کہ " محمدؐ کو مسیحی کتب تک رسائی نہیں ہوئی " اور بعینہٖ یہی مذہب پروفیسر نول ڈیک کا ہے اور ان دونوں علمائے مسیحی کے ان تحریرات سے پادری ٹسڈل کے دعوے کی تردید و تغلیط ہوگئی جو لکھتا ہے کہ " ملک عرب کے مسیحیوں کے پاس بہت سی مسیحی کتابیں موجود تھیں وہ لوگ ان کتابوں کو دن رات پڑھتے تھے اور آنحضرت کے ساتھ ہر وقت نشست و برخواست رکھتے تھے۔ وہی مثل کہ سارے جھوٹے مر گئے ان کو بخار بھی نہ آیا۔ سر ولیم میور لائف آف محمد میں راڈویل اور پروفیسر نول ڈیک کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے معلومات کسی تحریری سرچشمہ سے حاصل نہیں کئے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ مسیحی مذہب کے جو عقائد اور حالات اور تاریخی واقعات روایت کے طور پر ملک عرب کے مسیحیوں میں چلے آتے تھے انہیں سے قرآن کے مضامین اخذ کئے گئے مگر یہ خیال غلط ہے،

یا زردشت وغیرہ کی طرح مجہول و پوشیدہ نہیں ہیں آپ کے دن رات کے واقعات مفصل موجود ہیں۔ آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہم تک پہنچائے گئے ہیں لیکن اس امر کے لئے ایک ذرہ برابر شہادت موجود نہیں کہ آپ نے کسی یہودی یا مسیحی سے تعلیم حاصل کی یا ابراہیمی معتقدات وفرائض معلوم کرنے کے لئے یہود وغیرہ کی طرف رجوع کیا ہو یا کسی دوسرے مذہب موجود الوقت کے واقف کار لوگوں سے مصاحبت رکھی ہو اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔

علامہ راڈویل اپنے ترجمہ قرآن میں صاف لکھتا ہے کہ آپ کا دوسرے لوگوں سے تعلیم پانا نہ صرف دشمنوں سے پوشیدہ تھا بلکہ آپ کے پیرو اور معتقدین بھی اس سے بیخبر تھے۔

بھلا کون عقلمند باور کر سکتا ہے کہ ایک شخص دوسروں سے خفیہ طور پر تعلیم حاصل کرے اور باہر آکر اپنے دشمنوں اور دوستوں میں یہ اعلان کرے کہ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں وہ خدا کی طرف سے ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو خود مجھکو پہلے معلوم نہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے سکھائیں۔"

پھر سالہا سال گذر جانے پر بھی یہ راز کسی متنفس پر نہ کھلے درحالیکہ ہزاروں آدمی دن رات اس کے ہر ایک فعل کو غور وتجسس کی نظر سے دیکھنے والے تھے اور آپ کا سونا۔ جاگنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ بولنا۔ خاموش رہنا۔ غرض آپ کی ہر بات نہایت توجہ اور غور کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اس امر میں جس کو شبہ ہو احادیث کی کتابوں کو دیکھ لے۔

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آنحضرت کی پیروی کرنیوالوں کو

بلا ریب کسی یہودی واسطے سے یہ روایتیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچیں۔

میور صاحب تعصب کی رو میں لکھنے کو تو لکھ گئے مگر اتنا نہ سمجھے کہ جن وجوہ سے دوسرے مسیحیوں کے اقوال کو انہوں نے رد کیا ہے وہی وجوہ ان کے اس قول کی تکذیب کے لیے بھی کافی ہیں بلکہ کچھ اس سے زیادہ میور صاحب کے اس واہمہ پر ہم بحث کر آئے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں سب سے پھر ان سب کی تردید علامہ کارلائل اپنی مشہور کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں بڑے زور و شور سے کرتے ہیں کہ محمد ایک ان پڑھ آدمی تھا اور اس کو سوا اپنی مادری زبان عربی اور صحرائی تجربیات کے کچھ نہیں آتا تھا غرض یہ حال ہے کہ ایک مسیحی معترض ایک رائے ظاہر کرتا ہے تو دوسرا اس کی تردید کرتا ہے اسلام کی مخالفت میں تو سب کا ایک سے مگر ایک امر کہتا ہے تو دوسرا نفی خود مسیحی معترضین اور مخالفین اسلام میں اتنا سخت اختلاف اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان لوگوں کے پاس آنحضرت کے غیر امی ہونیکا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کیونکہ اگر واقعی آپ کے پڑھے لکھے ہونے کا کوئی صحیح ثبوت ہوتا اور اس کی صحیح روایتیں موجود ہوتیں تو مخالفین اسلام میں باہم اختلاف کیوں ہوتا؟

بارھویں دلیل

محمد مصطفے (صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، حضرت عیسی یا گوتما بدھا

ع۔ دیکھو اس مقدمہ کی نویں دلیل ۱۲۔

میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بارہ دلیلیں پیغمبر اسلام کو امی ثابت کرنیکیلئے کافی سے زیادہ ہیں اور اس کے خلاف جتنے اعتراضات مسیحیوں نے کئے ہیں اور جتنے وا ہمے رسول کے غیر امی ہونے کے متعلق کئے ہیں ان سب کا قلع قمع ہوگیا فالحمد للہ علی ذالک۔ فقط والسلام علی خیر الانام

کامل یقین اور پختہ ایمان تھا کہ آپ واقعی رسول اللہ ہیں ہر ایک آیت جو آپ ارشاد فرماتے ہیں اس کا حرف حرف مالک عرش کی طرف سے نازل ہوا، اور اس میں کسی انسان کی طرف سے نہ کچھ ملونی ہوئی ہے نہ ہو سکتی۔ پھر ان لوگوں میں سے جن نفوس کو آپ کے ساتھ زیادہ گہرا تعلق تھا اور جو آپ کے اندرونی بیرونی حالات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے ان کو آپ کی وحی کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے زیادہ یقین واثق تھا ظاہر ہے کہ اگر ان لوگوں کو ذرا بھی شبہ ہوتا کہ آپ غیروں سے مدد لیتے ہیں تو اُن کے ایمان ایسے مستحکم نہ ہوتے اور انکا یقین ایسا غیر متزلزل اور راسخ نہ رہتا حالانکہ ان قریب تر رہنے والوں کو کبھی یہ شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں ملا کہ آپ کسی دوسرے انسان سے پوشیدہ مدد لیتے ہیں بلکہ وہ نہایت بصیرت کے ساتھ ایمان رکھتے تھے کہ جو کچھ آپ سناتے ہیں وہ حرف بحرف وحی الٰہی ہے۔ یہ ایک یقینی اور قطعی دلیل ہے کہ آپ نے کبھی کسی سے پوشیدہ طور پر تعلیم حاصل نہیں کی ورنہ ممکن نہیں تھا کہ تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ دراز تک آپ کا تعلیم پانا خود آپ کے محرم راز اصحاب سے بالکل مخفی رہتا اور کوئی سمجھدار کبھی مان نہیں سکتا کہ آپ نے ایسے مخفی طور پر اہل کتاب وغیرہ سے مدد لی کہ سالہا سال میں نہ صرف آپ کے صحابہ اس راز سے بیخبر رہے بلکہ آپ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات بھی مرتے دم تک اس سے لاعلم رہیں اور اسی لیے تو علامہ راڈویل ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:۔

"یہ مضمون ایسے اخفا کے پردوں میں محجوب ہے
کہ اس فاصلہ سے ہماری آنکھوں کے لئے
ان پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک پہنچنا محال ہے"

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ	سورتیں لے آؤ اور خدا کے سوا جس کو تم سے بلاتے بن پڑے بلا لو پس اگر (تمہارے یہ مددگار) تمہارا کہنا نہ کر سکیں تو جان لو کہ قرآن خدا ہی کے علم سے اترا ہے۔

تیسری آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ	کیا (کفار) کہتے ہیں کہ اس (محمد) نے قرآن از خود بنا لیا ہے (اصل میں یہ) ایمان ہی نہیں لانا چاہتے سو اگر وہ سچے ہیں تو اسی طرح کا کلام (یہ بھی بنا کر) لے آئیں۔

چوتھی آیت سورہ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔	کیا (یہ کفار قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس کو خود پیغمبر نے بنا لیا ہے تو (اے پیغمبر تم ان سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوی میں) سچے ہو تو تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ہی۔ ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جسکو تم سے (بلاتے) بن پڑے (اپنی مدد کیلئے) بلا لو۔

پانچویں آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا	اور وہ جو ہم اپنے بندے (محمد) پر (قرآن) اتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو (کہ وہ

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونیکا
دوسرا ثبوت

قرآن مجید نے خود اپنے کلام اللہ ہونیکا بڑا ثبوت یہ دیا ہے کہ کوئی دنیاوی طاقت اُس جیسی فصیح کتاب بناکر پیش نہیں کرسکتی۔ دنیا بھر کے فصحا و بلغا اور جن و انس ملکر متفق کوشش کریں تو بھی قرآن کی ایسی ایک سورۃ نہیں بنا سکتے۔

قرآن مجید نے پانچ مقامات پر نہایت کھلے الفاظ میں ڈنکے کی چوٹ یہ دعویٰ کیا ہے۔

پہلی آیت سورۃ الاسراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر آدمی اور جنات جمع (ہوکر اس بات پر آمادہ) ہوں کہ اس قرآن کی طرح کا (اور کلام) بنا لائیں تو بھی اس جیسا کلام نہیں (بنا) لاسکتے اگرچہ ان میں سے ایک کی پشتی پر ایک (کیوں نہ) ہو

دوسری آیت سورۂ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا (یہ کافر) کہتے ہیں کہ اس (محمد) نے قرآن کو اپنے دل سے بنا لیا ہے تو (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر تم سچے ہو تو تم بھی اسی طرح کی بنائی ہوئی (زیادہ نہیں) دس ہی

سورتیں بھی نہیں بنا سکتے تو جاؤ ایک ہی سورۃ اس جیسی فصیح بنا کر پیش کردو اس پر بھی کفار عرب جیسے ہیکڑ اور غیرت وحمیت والوں نے میدان فصاحت میں اترنے کا نام نہیں لیا سب ہتھیار ڈالدیئے اور سوا اس کے اپنے عجز کا اعتراف کریں اُن کے لیئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔

اس نوبت کو پہنچکر اور حجت کو تمام کر چکنے کے بعد آخر میں یہ زبردست دعویٰ کیا گیا کہ اگر دنیا بھر کے جنات و انسان ملکر متفقہ کوشش کریں تو بھی قرآن جیسی فصیح کتاب کا بنا نا محال ہے اور تمام عالم کے فصحار کی مجموعی طاقت بھی قرآن کی ایسی فصیح ایک سورت نہیں بنا سکتی۔

قرآن کا یہ دعویٰ تیرہ سو برس سے آجتک اسی زور وشور کے ساتھ باقی ہے اور کسی غیرت دار مخالف کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوتی۔ دنیا میں بڑے بڑے فصیح و اسپیکر گزر گئے۔ خود عہد رسالت میں ملک عرب کے اندر ایسے نامور فصحار اور نامی گرامی شعرائے جادو بیان موجود تھے جن کی فصاحت کی دھاک بیٹھی تھی جن کی تقریروں سے دنیا میں ہلچل پڑجاتی تھی۔ جن کے موثر بیانوں سے قوموں میں نہ بجھنے والی آتش جوش بھڑک اٹھتی اور ہزاروں قبیلے جان دینے پر امادہ ہوجاتے اور مرمٹ جاتے تھے باوصف اس دعویٰ فصاحت کے اور باوجود اتنے اور ایسے فصحائے جادو بیان کے قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہ ہوسکنا اور کسی ایک فرد کا قرآن کے مقابلہ میں ویسی ایک فصیح سورۃ بنا نیکی جرأت نہ کرنی نہایت تعجب انگیز امر ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جسپر مخالفین اسلام کو انصاف سے غور و تامل کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی یہ ایک صاف اور بدیہی دلیل ہے۔

بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ

خدا کی کتاب نہیں) اور (اپنے اس دعوی میں) سچے ہو تو اسی جیسی ایک سورۃ (تم بھی) بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی (اپنی مدد کیلئے) بلا لو پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور وہ) منکروں کیلئے (دہکی دہکائی) تیار ہے۔

پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن اللہ کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے کفار عرب نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ قرآن ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ محمدؐ خود تصنیف کرتے ہیں قرآن نے کفار کی اس بکواس کا یہ جواب دیا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ محمدؐ ہی کا بنایا ہوا ہے تو آخر تم بھی ویسے ہی انسان ہو اور فصاحت و بلاغت کا بڑا دعویٰ بھی کرتے ہو تم بھی ویسا ہی کلام بنا کر پیش کر دو تو البتہ ایک بات ہے کیونکہ انسان جیسا کلام بنا سکتا ہے لیکن تم ہرگز قرآن کی ایسی فصیح عبارت نہیں بنا سکتے پر نہیں بنا سکتے۔

اس کے بعد پھر قرآن نے ان کو چیلنج دیا کہ اچھا زیادہ نہیں دس ہی سورتیں قرآن کی ایسی فصیح تم بنا لاؤ۔ اس پر بھی فصحائے عرب میں ہر طرف سناٹا ہی رہا گویا ایک طرف سے سب کو سانپ سونگ گیا کہ کوئی قرآن جیسی عبارت لکھنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

تیسری مرتبہ قرآن نے اور زیادہ سختی و تشدد کا یہ چیلنج دیا کہ اگر تم دس

فہرست ان فصحائے عرب کی جو عہد جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں تھے

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب وولدیت	سال وفات	کیفیت
۱	امیہ بن الصلت	امیہ ابوالقاسم بن ابی الصلت	سنہ ۲ ہجری	
۲	اوس بن حجر	بن مالک تمیمی یمنی	ابتدائے ظہور اسلام میں مرے	
۳	تمیم	بن ابی مقبل بن عوف عامری نجدی		انکی اخیر عمر میں اسلام کا ظہور ہوا
۴	درید	ابوزفافہ بن الصمہ بن حارث نجدی		یہ سادات بنو جشم میں بڑے عاقل ومدبر اور بڑے فصیح وبلیغ صاحب عظمت تھے
۵	عمرو	بن احمر بن فراس بن معن باہلی نجدی	ابتدائے خلافت معاویہ میں وفات ہوئی	
۶	عمرو اہتم	ابو ربیعہ بن سنان اہتم تمیمی نجدی۔	سنہ ۵۷ ہجری	
۷	شماخ	معقل بن ضرار بن سنان سعدی نجدی	سنہ ۱۸ ہجری	
۸	نمر	بن تغلب بن زہیر بن قیس اکلی نجدی۔	سنہ ۲۵ ہجری	
۹	امیہ	ابو کلاب بن حرثان بن الاسکر الکبری	ایام زیاد بمقام بصرہ	یہ اور ان کے بیٹے کلاب دونوں مسلمان ہوگئے اور بصرہ میں انتقال کیا

تیسرا ثبوت

قرآن مجید کی فصاحت تین حال سے خالی نہیں ہو سکتی۔

(۱) یا وہ عام فصحاء کے کلام کے مساوی ہو۔

(۲) یا تمام فصحاء کے کلام سے زیادہ ہو مگر عادت کے خلاف یا خارق عادت نہ ہو۔

(۳) یا تمام فصحا کے کلام سے اتنا زیادہ ہو کہ عادت کے خلاف ہو اور کوئی اس کے مثل کہنے پر قادر نہ ہو۔

پہلی دونوں صورتیں باطل ہیں اس لئے کہ اگر قرآن فصاحت و بلاغت میں عام فصحا کے کلام کے برابر ہوتا یا فصاحت میں اس کا درجہ خلاف عادت نہ ہوتا تو فصحائے عرب ضرور قرآن کا جواب دیتے اور ان کے عاجز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ذیل میں ہم ان نامی گرامی شعرائے عرب کی اجمالی فہرست بتاتے ہیں[۵] جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھے جن کی فصاحت اور قادر الکلامی کی تمام عرب میں دھوم تھی جو اپنی فصاحت کے غرے میں کل اہل دنیا کو گونگا سمجھتے تھے اور ان میں سے اکثر مسلمان بھی ہو گئے۔

۵ـ از کتاب روضتہ الادب فی طبقات شعراء العرب تالیف از سکندر آغا آبکاریوس مسیحی۔

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب و ولدیت	سال وفات	کیفیت
۲۰	لبید	ابو عقیل بن ربیعہ بن مالک بن جعفر عامری	ابتدائی خلافت معاویہ میں ایک سو چالیس برس کی عمر میں فوت ہوئے	یہ جانباز مسلمان قرآن کے جامعین میں سے ہیں۔
۲۱	مالک	ابو مغوار بن نویرہ بن عمرو یربوعی یمنی۔	عہد خلافت صدیق اکبر	یہ مسلمان ہوئے اور دھوکے میں قتل ہو گئے۔
۲۲	متمم	بن نویرہ ابو نہشل	عہد خلافت عمر رضی	مسلمان ہو گئے
۲۳	معن	بن اوس بن نصر مزنی تہامی	سنہ ۲۹ ہجری	آخر عمر میں مسلمان ہوئے
۲۴	میمون اعشیٰ	ابو نصیر بن قیس بن جندل اسدی	سنہ ۷ ہجری	مسلمان ہو گئے
۲۵	یزید	بن ورقاء بن یربوع یمنی	سنہ ۱۷ ہجری	مسلمان ہو گئے مگر رمضان کے روزے نہیں رہتے تھے۔

یہ پچیس شعرائے نامی اور فصحائے گرامی ہیں جن میں کا ہر ایک فرد فصاحت میں عرب کا روح رواں تھا ان میں سے شروع کے آٹھ نفوس تو اپنے کفر پر قائم رہے بعضوں نے ضد و حسد کی وجہ سے مسلمان ہونا قبول نہ کیا باقی سب کے سب مسلمان ہو گئے جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے عرب کے گوشہ گوشہ میں شعر گوئی اور زبان دانی کا چرچا تھا عربی زبان کی فصاحت اپنے پورے عروج پر تھی اور عرب کے ان مغرور و طلاقت لسان فصحاء کو جتنا کچھ اپنی فصاحت و گویائی پر ناز و غرہ تھا

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب وولدیت	سال وفات	کیفیت
۱۰	تماضر خنساء	بنت عمرو بن الشرید سلمیہ نجدیہ	صحرا میں ان کا انتقال ہوا	یہ عورت مرثیہ گوئی میں مشہور تھی اور آخر اسنے مسلمان ہوکر انتقال کیا
۱۱	حسان	ابو الولید حسان بن ثابت بن منذر یثربی	سنہ ۵۴ھ عہد معاویہ رض	مشہور شاعر ہیں جو آخر مسلمان ہوئے۔
۱۲	خویلد	بن خالد ہذلی حجازی	سنہ ۲۶ ہجری	مسلمان ہوگئے۔
۱۳	مخبل	ابو یزید ربیعہ بن مالک سعدی یمنی	زمانۂ خلافت عمر یا ابتدائے خلافت عثمان رض	مسلمان ہوگئے
۱۴	ربیعہ	بن مقروم بن خالد ضبی نجدی	سنہ ۲۸ ہجری	مسلمان ہوگئے
۱۵	عباس	ابو الہیثم بن مرداس بن ابی عامر اسلمی نجدی	سنہ ۱۶ ہجری	مسلمان ہوگئے
۱۶	عبد اللہ	بن رواحہ بن ثعلبہ انصاری یثربی	سنہ ۸ ہجری	مسلمان ہوکر مقتول ہوئے
۱۷	ابو ثور	عمرو بن معدیکرب بن عبد اللہ زبیدی یمنی	سنہ ۲۱ ہجری میں شہید ہوئے۔	عرب کے مشہور پہلوان ہیں اور اسلام کے جانباز بہادر صاحب صمصام
۱۸	قیس	ابو یزید بن خطیم بن عدی بن عمرو یثربی	ہجرت سے پہلے شہید ہوئے۔	یہ اسلام کے جانبازوں میں تھے
۱۹	کعب	بن زہیر بن ابی سلمی مزنی نجدی	ابتدائے خلافت عثمانی	مسلمان ہوکر طبعی موت سے مرے

نہیں کیا اور نہیں کر سکے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا قرآن کی خارق عادت فصاحت کے اقراری ہوئے قرآن مجید نے بار بار ان کو چیلنج دیا اور فصحاء عرب کے عجز اور خاموشی ان کو لعنت ملامت کی ان کو جہنمی قرار دیا ان پر لعنت و پھٹکار برسائی مرنے کے بعد ان کو جہنم کی آگ کا ایندھن فرمایا اور فصحاء عرب نے اپنی ان ساری ذلتوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کیا مگر جواب میں آمنا نہو سکا کہ تین آیت کی ایک سورت ویسی ہی فصیح بنا دیتے پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ وہ قرآن جیسی فصیح عبارت بنانے پر قدرت ہی نہیں رکھتے تھے اور یہ بات ان کے امکان سے باہر تھی ورنہ وہ نچلے بیٹھنے والے نتھے اور اس کے ساتھ ہی جب ہم تاریخوں میں یہ پڑھتے ہیں کہ بہت سارے ہیکڑ فصحاء نامور قرآن مجید کی فصاحت کے معترف و شیدائی بن گئے اور اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر کے محمد عربی کی خالص پیرو ہو گئے تو یہ خیال حق بالکل یقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پس جب دونوں صورتیں باطل ٹھریں تو تیسری صورت متعین و ثابت ہوگئی یعنے قرآن مجید کی فصاحت ایسے بالاترین درجے پر ہے کہ کوئی بشری طاقت اس جیسی عمدہ عبارت نہیں بنا سکتی اسی کا نام اعجاز معجزہ ہے اور اسی کا نام کلام الٰہی ہے۔ بندوں میں یہ کہاں طاقت کہ خالق اکبر کے کلام کا مقابلہ کرسکیں

چوتھا ثبوت

اسی تیسرے ثبوت کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی فصاحت حد اعجاز میں ہے یا حد اعجاز میں نہیں ہے۔ اگر حد اعجاز میں نہیں ہے

وہ تاریخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے فی البدیہہ قصیدہ کا قصیدہ لکھ دینا ان کے لئے ایک معمولی بات تھی ان کی لونڈیاں تک برجستہ گوئی میں اتنی مشاق ہوتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا شاعر ان کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

ایسے وقت میں محمد مصطفےٰ صلعم نے دعوی نبوت کر کے ثبوت میں قرآن کو پیش کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اگر تم کو اس میں شبہ ہے تو اسکی جیسی فصیح ایک سورت ہی بنا کر لا دو۔ خواہ تم میں کا کوئی ایک بنائے یا سب ملکر مجتمعہ طاقت سے بناؤ۔

یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ کے دعوے نبوت کے ساتھ تمام ملک عرب آپکا دشمن اور جان کا لاگو ہوگیا۔ ادنی سے اعلی تک اس کوشش میں رہنے لگا کہ محمد (صلعم) کو کسی طرح نیچا دکھائیں آپ کے دعوی کو باطل کر کے ذلیل وخوار کریں اور جو اس پر قادر نہ ہوسکیں تو آپ کے وجود ہی سے دنیا کو خالی کردیں اس کوشش میں کل اہل عرب نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ خصوصاً قریش اور مکہ والوں نے تو دامے درمے سخنے قدمے کسی طرح کوئی بات آپ کی تکذیب او تذلیل میں اٹھا نہیں رکھی۔

باوجود ان مساعی اور سر توڑ کوششوں کے قرآن کے مثل نہ ایک سورت کوئی بنا سکا نہ کسی کو جھوٹ موٹ بنانے کی جرأت ہی ہوئی اگر کوئی ایک شخص نہیں بنا سکتا تھا تو سب ملکر مجموعی قوت سے بنا لیتے۔

یہ بہت صاف بات ہے کہ اگر کفار عرب کو قرآن مجید کے مثل ایک سورت بنانے کی قدرت بھی ہوتی تو وہ کبھی باز رہنے والے نہ تھے وہ ضرور قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کر دیتے تا قرآن کا ایسا عظیم الشان دعوی باطل ہوجاتا اور قرآن لانیوالے کی ساری شیخی کرکری ہوجاے لیکن انہوں نے ہرگز ایسا

چیلنج دیا کہ تم سب اہل عالم ملکر اپنی پوری قوت صرف کر ڈالو تب بھی قرآن
جیسی ایک سورت نہ بنا سکو گے اس دعوی اور تحدی میں قرآن منفرد ہے
اسی نے اپنے بیمثل ہونے کا دعوے کیا اسی نے فصحائے عرب کو
خصوصاً اور تمام اہل عالم کو عموماً اپنے مقابلہ کے لئے پکار پکار کر علی الاعلان
بلایا کہ اگر تم کو میرے کتاب اللہ ہونے میں شک ہے تو محمد کچھ دنیا اور
انسان نہیں ہے آخر وہ تم ہی میں کا ایک امی شخص ہے اور تم کو اپنی
فصاحت کا دنیا اور گھمنڈ بھی ہے۔ تم لوگ بھی اپنی انفرادی یا اجتماعی
قوت سے کام لیکر ویسی ہی ایک کتاب یا اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ۔
قرآن کا یہ بول بالا رہا۔ کسی نے اس کے جواب لکھنے کی جرأت
کی نہ آجتک اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کی گئی۔
اگر انصاف پسند مخالفین تعصب سے کام نہ لیں تو قرآن کے کلام اللہ
ہونے پر یہ بھی ایک اوسط درجہ کی معتبر دلیل ہے۔

چھٹواں ثبوت

کبھی کسی انسان نے اپنے مصنوع کے بیمثل ہونے کا دعویٰ نہیں
کیا اور وہ کر بھی نہیں سکتا کیونکہ جب وہ خود ہی بیمثل نہیں ہے تو اس
کی صنعت کیونکر بیمثل ہو سکتی ہے۔ انسان کیسا ہی بالاترین درجہ پر ہو
اس کی بنائی ہوئی چیز ما فوق القدرت نہیں ہو سکتی کہ کوئی دوسرا انسان اس
جیسی چیز نہ بنا سکے جب سے دنیا کا پتا چلتا ہے اور جب سے تاریخ کا
نشان ملتا ہے آجتک انسان کی مصنوعات میں سے کوئی ایسا مصنوع

یعنے ویسی فصیح عبارت کا بنانا ممکن ہے تو فصحائے عرب کے لئے معارضہ بھی ممکن تھا لیس باوجود اس کے کہ قرآن کا معاوضہ ممکن تھا فصحائے عرب کو قرآن کے مثل بنانے کی کوشش تھی اور کفار عرب قرآن کے لانیوالے بے یارومددگار مدعی نبوت کو ذلیل ورسوا کرنا دل سے چاہتے تھے قرآن کے معارضہ کی جرءت نہ کرنی ایک بین معجزہ اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی روشن دلیل ہے اگر قرآن خود محمد مصطفےٰ کا بنایا ہوا ہوتا تو طلاقت لسان اہل عرب کو اس کے مثل نہ بنا سکنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ بشر کا مقابلہ بشر کر سکتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ قرآن مجید بہمہ وجوہ معجزہ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ اس جیسا کلام بلیغ بنا سکی نہ بنا سکتی نہ کبھی بنا سکے گی۔

فرض محال سے لازم نہیں آتا۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ جناب رسول خدا علیہ التحیتہ والثنار پڑھے لکھے تھے یا اس پر بھی ترقی کر کے کہا جائے کہ آپ بہت بڑے عالم اور فصیح و بلیغ شاعر تھے تو بھی ان آخری تین ثبوتوں میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور باوصف قرآن کے دعوی وتحدی کے اس کے مثل کے پیش کرنے سے تمام فصحائے عرب کا عاجز آجانا بلا شبہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا مضبوط ترین ثبوت ہے۔

پانچواں ثبوت

سوائے قرآن مجید کے آجتک کسی کتاب کے مصنف نے نہ اپنی کتاب کے بےمثل ہونے کا دعوے کیا نہ دنیا بھر کے جن وانس کو اتنا زبردست

شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ -	نہیں سکتے (کیسے) بودے یہ (جو مکھی کے) پیچھے پڑیں (اور نہ پکڑ سکیں) اور کیسی بودی (وہ بیچاری مکھی) جس کا پیچھا کیا جائے

(سورۃ الحج -)

ایسا ہی ایک مضمون سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا	بھلا آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور آسمان سے تم لوگوں کیلئے (کس نے) پانی برسایا (ہم ہی نے برسایا) پھر پانی کے ذریعے ہم (ہی) نے خوشنما باغ اگائے (لوگو!) تمہارے بس کی تو بات نہ تھی کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکو -

بہر حال یہ بدیہات میں سے ہے کہ انسان حیوان - نباتات جمادات وغیرہ جتنی قدرتی چیزیں ہیں سب اپنی ذات میں بے مثل ہیں اور انسان خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے ان قدرتی چیزوں کے مثل بنانے پر نہ اس کو قدرت ہے نہ کبھی ہو سکتی -

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار کے تمام معبود اپنی پوری قوت صرف کر دیں تو بھی وہ مکھی جیسی ایک حقیر مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے بلکہ پیدا کرنا تو بڑی بات ہے اگر مکھی کوئی چیز اٹھا لیجائے تو وہ اتنے کمزور ہیں کہ اس کو مکھی سے چھین بھی نہیں سکتے -

دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ " ہم آسمان سے پانی برسا کر خوشنما باغ اگا دیتے ہیں، تم بنی نوع انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ درختوں کو

پیش نہیں ہوا جس کا مثل بنانے پر انسان قادر نہو اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی جیسی چیز انسان بنا سکتا ہے۔

یہ عظمت صرف قدرتی اشیاء کو حاصل ہے جن کا وجود اور جن کی بقاء انسان کی طاقت و اختیار سے باہر ہے قدرتی چیزوں کی مثل تو کیا۔ اس کے لگ بھگ بھی بنانے پر انسان قادر نہیں ہے۔ مصنوعات باری میں سے کسی ادنی سے ادنی درجہ کی چیز لیلو۔ کبھی کوئی دنیاوی قوت اس جیسی چیز بنانے پر قادر نہیں ہو سکتی۔

مثال کے طور پر گلاب کے پھول پر غور کرو جس کو قدرت کے برترین ہاتھوں نے بنایا ہے اور بتاؤ کہ کیا کوئی بڑا سے بڑا انسان یا نوع انسان کی مجموعی طاقت یا تمام دنیا کی اتفاقی قوت بھی اس بات پر قادر ہے کہ گلاب کا ایسا پھول بنادے۔

یقیناً تم اس بات کا جواب نفی میں دو گے کہ واقعی کوئی دنیاوی قوت ایسا پھول بنانے پر قادر نہیں اور یہ عقلاً محال و ناممکن ہے کہ انسان ضعیف البنیان ایسا پھول بنانے پر قدرت پا سکے اسی مضمون کو اللہ تعالی قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِن يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ

لوگو! ایک مثال بیان کیجاتی ہے تو اس کو کان لگا کر سنو کہ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی۔ پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے (پیدا کرنیکے) لئے (سب کے سب) اکھٹے (ہی کیوں نہ) ہوں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لیجائے تو اس کو اس سے چھڑا

قرآن مجید ان اور ان جیسی تمام باتوں سے معرا ہے تو چاہیے تھا کہ اس میں وہ الفاظ فصیحہ نہ ہوتے جن پر کلام عرب کی فصاحت کا دار و مدار تھا بلکہ جیسا فصیح کلام اہل عرب کا ہوتا تھا قرآن مجید اتنا فصیح بھی نہ ہوتا۔

(۲)

جب تک جھوٹ کی آمیزش نہ ہو کلام موزوں فصیح نہیں ہوا کرتا جس شاعر نے مبالغہ و دروغ گوئی کو خیر باد کہا اس کا کلام فصاحت کے درجہ سے گر گیا اور اس کی بین شہادت یہ ہے کہ لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت عہد رسالت کے بڑے مشاہیر شعرائے عرب سے تھے۔ یہ دونوں آخر مسلمان ہوئے مسلمان ہونے کے بعد جو اشعار انہوں نے کہے ان کا درجہ ایام جاہلیت کے اشعار سے بہت ہی گرا رہا یہ کیوں؟ اس لیے کہ اسلام نے کذب سے منع فرمایا اور ان فصیح و مسلم شعراء نے اپنے شعروں کو جھوٹ کی آمیزش سے پاک رکھنا چاہا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کلام کی فصاحت کی وہ عظمت باقی نہ رہی جو ایام جاہلیت کے مجموعہ اکاذیب کلام میں تھی۔ قرآن مجید جھوٹ اور مبالغہ کی آمیزش سے قطعاً پاک ہے اور باوجود اس کے فصاحت کے بالاترین درجہ پر ہے۔

(۳)

کسی بڑے سے بڑے فصیح شاعر اور عمدہ سے عمدہ استاد کو لیلو۔ کبھی اس کے سارے کلام کو کلیتہً ایک ساں فصیح و عمدہ نہ پاؤ گے اچھے سے اچھے شاعر کے چوٹی کے قصیدہ میں ایک شعر یا دو شعر بہترین ہوں گے کوئی ایسا شاعر و فصیح پیش نہیں کیا جا سکتا جس کے تمام اشعار اعلیٰ درجہ کے فصیح ہوں اور جس کا پورا کلام فصیح ترین اور نقصان و حشو و زوائد سے پاک ہو۔

قرآن مجید میں یہ بات کہاں ہے؟ وہ تو اول سے آخر تک فصاحت کے

اگا سکو - اور یہ دونوں دعوے بالبداہتہ صحیح ثابت ہیں -
قرآن کے کلام اللہ ہونیکا بھی ویسا ہی بدیہی ثبوت دیا کہ کوئی انسانی طاقت ویسا فصیح کلام نہیں بنا سکتی پس اگر وہ انسان کا کلام ہے تو ہم اہل عرب کو تو اپنی فصاحت کا بڑا گھمنڈ ہے ایک ہی سورت ویسی فصیح بنا لاؤ -
اللہ تعالی کا یہ دعوے سچا اُترا فصحائے عرب کی تمام مجموعی قوت بھی قرآن کے مثل ایک سورت بنا کر نہ پیش کر سکی اور اس میدان میں سب نے اپنی ہار مان لی اور گویا سب نے اس امر کا بدیہی ثبوت دیدیا کہ جس قدرت کے ہاتھوں نے انسان حیوان اور نبات وجمادات جیسی بےمثل چیزوں کو پیدا کیا ہے کہ ان کا مثل کوئی دوسرا بنا نہیں سکتا اسی صاحب قدرت کا کلام قرآن مجید بھی ہے کہ اس جیسا کلام کوئی دنیاوی طاقت نہیں بنا سکتی -

ساتواں ثبوت

قرآن مجید میں بہت ساری آیتیں ایسی مجتمع ہوگئی ہیں جو فصاحت کو نقصان پہونچانے والی ہیں اور جن کا اجتماع بالاتفاق کلام کو فصاحت کے درجہ سے گرا دیتا ہے مثلاً

(۱)

اہل عرب کی ساری فصاحت وصف مشاہدات پر منحصر تھی مثلاً اونٹ کی تعریف گھوڑے کی صفت عورتوں اور لونڈیوں اور اون کے حسن وجمال کی مدح سرائی بادشاہ کی مدحت تیر وتلوار اور جنگ وحرب کے ذکر و اوصاف اپنی غارتگری اور لوٹ مار کا بیان تعریف وتعلی وخودستائی وغیرہ

استے وجوہ قلت فصاحت کے جمع ہو جانے کے قرآن مجید کا فصاحت کی ایسے بڑے مرتبہ پر ہونا کہ نوع بشر کی انفرادی اور مجموعی دونوں طاقتیں اسکی جواب دینے اور اس کے مثل کلام بنانے سے مطلقاً عاجز رہیں اس کے مافوق العادت کلام اور کتاب اللہ ہونے کا صاف ثبوت ہے۔

آٹھواں ثبوت

ہر فصیح اور ہر شاعر کا ایک خاص رنگ اور ایک جُدا انداز رہا ہے کہ اس کی ساری فصاحت و ناموری اسی خاص رنگ میں محدود و منحصر رہتی اپنی اس سرحد سے جہاں قدم آگے بڑھایا اور ناموری و استادی میں بٹا لگا۔ امرء القیس اس بزم فصاحت کا صدر نشین مانا گیا ہے جہاں خوبصورت عورتوں کا مذکور گھوڑوں کی تعریف اور شراب نوشی کی باتیں ہوں ان کے علاوہ دوسرے اصناف سخن میں وہ کمتر قلم اٹھاتا ہے۔ اور جب اٹھاتا ہی تو اسکی استادی کی کرکری ہو جاتی نابغہ جیسا گویا شاعر واقعات خوف کو خوب باندھتا ہے بس آگے خیریت۔ اعشیٰ شاعر کے اشعار حسن طلب میں لاجواب سمجھے گئے ہیں زہیر کا کلام ترغیب و ترہیب میں خاص اثر رکھتا ہے اور اسی طرح فارسی میں فردوسی طوسی رزم کا مرد میدان ہے جس کو تمام اگلے پچھلے شعرائے عجم نے اپنا استاد اور خداوند سخن تسلیم کیا ہے اس کے شاہنامہ کا ایک ایک شعر اشرفیوں میں تلتا ہے مگر باوجود اس عظمت شان کے جب وہ اپنے اس خاص مذاق رزمیت کی رصد سے آگے قدم بڑھاتا ہے تو ساری عظمت خاک میں ملجاتی ہے اس کی یوسف زلیخا بلکہ خود شاہنامہ کے دوسرے بزمیہ و عشقیہ

ایسے درجہ پر ہے کہ کوئی قوت اس جیسا کلام نہیں بنا سکتی۔

(۴)

تکرار مضمون فصاحت کے مرتبہ کو گھٹا دیتا ہے کوئی فصیح شخص ایک عمدہ شعر کہے اور پھر اسی مضمون کو دوسرے الفاظ و انداز میں دہرا دے تو دوسرا تکراری شعر ہرگز پہلے شعر کی عمدگی کو نہیں پہونچے گا اور اس کے نظائر اساتذہ شعراء کے دواوین میں بکثرت موجود ہیں۔

قرآن مجید میں تکرار مضامین بہت ہے ایک ہی مضمون اور ایک ہی قصہ کو بار بار متعدد مقامات پر دُہرایا گیا ہے لیکن کہیں اس کی فصاحت میں فرق نہیں آنے پاتا کہ کوئی حصہ فصاحت کے درجہ سے گر جائے اگر ایسا ہوتا تو مشاہیر فصحائے عرب ناقص حصۂ قرآن کا جواب ضرور لکھتے اور اس سے بہتر عبارت لکھکر قرآن کے دعوی تحدی کو باطل کر دیتے یا کم سے کم قرآن کی عدم فصاحت کو مشتہر کرتے کہ اس کا فلاں مقام ناقص ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور عربی ادب جاننے والے کو تو اسکی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ قرآن خود اس کے سامنے ہے اور وہ فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۵)

قرآن مجید میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرتا ہے اللہ کی پرستش کا حکم کرتا ہے عبادات کو واجب کرتا ہے برائیوں سے منع کرتا ہے مکارم اخلاق کی ترغیب دیتا ہے ترک دنیا اور اختیار آخرت پر برانگیختہ کرتا ہے۔

یہ سب ایسے خشک مضامین ہیں جو فصاحت کے درجہ سے کلام کو بہت نیچے گرا دیتے ہیں اور ان مضامین میں عموماً دلچسپی نہیں ہوتی پس باوجود

خلوص نیت، صفات الٰہی، توحید، تصوف، عقائد، احوال آخرت، دنیا کی مذمت اور اس کا عدم ثبات، حرمت و حلت اشیاء، علم فرائض، نفقہ، کلا بعم، تہذیب اخلاق، تقویٰ، طہارت، رذائل کی مذمت۔ ریاکاری پر تہدید، اصلاح بین الناس، ذکر و عبادت وغیرہ کے ہر قسم کے اجمالی و تفصیلی بیانات ہیں۔ سورۃ الاحزاب میں جنگ احزاب کا واقعہ کس شان اور کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے کھنچ جاتا ہے پند و مواعظ اور اخلاق سے تو گویا سارے کا سارا قرآن ہی بھرا پڑا ہے اور ان تمام مختلف مضامین میں فصاحت کی وہی ایک شان ہے شروع سے اخیر تک ایک ہی قسم کی فصاحت روانی و سلاست اور متانت و سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ نہ کہیں ذرا اختلاف ہے نہ کسی قسم کا نقص ہے نہ کہیں بیجا مبالغہ ہے نہ جھوٹ کی آمیزش ہے۔ ان تصریحات سے ان لوگوں کا اعتراض بھی دفع ہوگیا۔ جو اکثر جوش تعصب میں اکر کہدیا کرتے ہیں کہ قرآن کا جواب نہ ہونا یا ویسی فصیح کتاب کا نہ بنایا جا سکنا اگر اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے تو شاہنامہ فردوسی اور گلستان سعدی وغیرہ بھی لاجواب کتابیں ہیں جن کا جواب نہ دیا گیا نہ ان جیسی بہتر کتابیں تصنیف ہوئیں حالانکہ ان کتابوں کا انسانی تصنیف ہونا معلوم ہے۔

جواب

اس کا تفصیلی جواب ہم اسی کتاب کی پہلی جلد میں دے چکے ہیں۔

اولاً:۔ تو شاہنامہ یا گلستان یا ان جیسی اور کتابیں ایک خاص مذاق پر ہیں کہ اس مذاق سے جہاں باہر ہوئیں ان کی ساری خوبی و فصاحت خاک میں ملگئی قرآن میں یہ بات کہاں؟

اشعار کو اکوڑیوں مول بھی کوئی نہیں پوچھتا۔
سعدی شیرازی پند و موعظت اور فلسفۂ اخلاق کا جادو نگار امام مانا گیا ہے اور اس صنف کے سوائے جہاں دوسرے مذاق میں گھسا پھر اس کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا بوستاں میں اُس نے بڑے شد و مد سے ایک رزمیہ داستان لکھنے شروع کی اور ایک ہی مختصر سی حکایت لکھنے میں دم پھول گیا اور وہ چند اشعار بھی جو بڑی کوشش و جانکاہی سے لکھے گئے اس قابل نہیں قرار پائے کہ فردوسی و نظامی کے اشعار کے سامنے لائے جائیں خواجہ حافظ زمین غزل کا بادشاہ ہے اور غزل کو چھوڑ کر دوسری صنف میں قلم اُٹھانے کی وہ خود جرأت نہیں کرتا۔
غرض ہم کہانتک بیان کریں کہ ہر زبان و ہر قوم میں اس کے نظائر لاتعد ولاتحصی ہیں ہر فصیح و ہر شاعر ایک اپنا خاص مذاق رکھتا ہے اور اس کی ساری فصاحت و گویائی اُسی مذاق و رنگ میں منحصر ہے۔
اس تمہید کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب تم قرآن مجید کے مضامین اور ان کی فصاحت پر غور کرو کہ اس میں سیکڑوں ہی مختلف و متضاد مضامین بھرے پڑے ہیں مگر کہیں اس کی فصاحت اور خوبی بیان میں نقصان نہیں نظر آتا۔
قرآن شریف میں کسی خاص فن کی بندش نہیں ہے۔ اس میں الٰہیات کے مسائل ہیں انبیا علیہم السلام کے حالات ہیں گذری ہوئی قوموں کے عبرتناک واقعات ہیں۔ آئندہ آنے والے امور کے متعلق پیشنگوئیاں ہیں بہشت و دوزخ کے متعلق ترغیبات و ترہیبات ہیں۔ سزا و جزا کے احکام ہیں۔ تدبیر منزل اور سیاست مدن کی تفصیلی تعلیمات ہیں۔ حب الٰہی اور وصول الی اللہ

انتقال کے قرآن کے ربط کلام اور حسن التیام میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا
اور یہی وہ صفت ہے جس سے فصحائے عرب اور ادبائے عجم
سراسیمہ ہو کر بے اختیار چلا اٹھے مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ قرآن شریف ہر ایک
امر اور اصناف کلام کے ہر ایک صنف کے بیان میں اعلیٰ سے اعلیٰ پایہ
رکھتا ہے دنیا بھر کے اگلے پچھلے تمام فصحار تمام ادبار اور تمام شعرار کے کلام
اس صفت سے خالی ہیں صنف بشر اور نوع انسان میں کوئی فرد ایسا نہیں
ہوا جسکو تمام اصناف سخن کے فصیح بیان پر یکساں قدرت حاصل ہو پس
(محمد جیسے) ایک اُمّی اَن پڑھ سے ان مختلف فنون اور مختلف حالتوں میں
یکساں فصاحت و بلاغت اور تمام امور میں یکساں التزام کے ساتھ قرآن
مجید کا بتحدی پیش کیا جانا اس کے کلام ربانی ہونے کا صریح بلکہ بدیہی
ثبوت ہے۔

نواں ثبوت

وہ ہے جو خود قرآن مجید کی سورۃ الزمر میں دیا گیا ہے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ	اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی) یہ کتاب اُتاری جسکی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی رہیں اور سمجھانے کیلئے بار بار دہرائی گئی ہیں (اسکی تاثیر یہ ہے کہ) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس کے سننے سے انکے بدن کانپ اُٹھتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو

ثانیاً :- یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان کتابوں کا جواب نہیں ہوا اور وہ لاجواب تسلیم کی گئیں۔ شاہنامہ کے جواب میں سکندر نامہ صولت فاروقی اور چار ضرب آئینی بہتیری کتابیں لکھی گئیں گلستاں سعدی کے جواب میں گلستان خسرو بہارستان جامی گلستان قاآنی اور فارستان وغیرہ کتنی کتابیں تصنیف ہوگئیں یہ ممکن ہے کہ پوری کتابیں پوری کتابوں کا جواب مثل نہ ہوں مگر ایسا نہیں ہے کہ جواب ہی نہیں ہوا بلکہ بہت سارے مقامات میں جواب، اصل سے بہت بڑھ گیا ہے قرآن مجید کا جواب کہاں ہوا؟ فصحائے عرب نے تو قرآن مجید کے جواب میں قلم اٹھانے کی جرات ہی نہیں کی۔

ثالثاً :- یہ بات قابل توجہ ہے کہ شاہنامہ یا گلستاں وغیرہ کے مصنفین نے خود اپنی تصنیفوں کے بے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا باوجود اس کے ان کتابوں کا جواب لکھا گیا اور قرآن مجید نے اپنے بے مثل بلکہ کتاب اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تمام فصحائے عالم کو اپنے مثل بنالانے پر چیلنج دیا اور باوصف اس کے عرب کے ہیکڑ فصحاء نے جواب لکھنے کا نام نہیں لیا۔ نہ آجتک قرآن کے مثل ایک سورت بنانے پر کسی کو قدرت وجرات ہوئی سہ ببیں تفاوت رہ از کجا است تابکجا۔

قرآن مجید میں فوری انتقال مضامین بھی کثرت سے ہے مثلاً ایک جملہ میں امر ہے اور اس کے بعد ہی کے جملہ میں نہی ہے۔ پہلے میں خبر ہے تو دوسرے میں استخبار کہیں وعدہ ہے تو اس کے متصل ہی وعید ہے اس گریز یا انتقال مضمون میں بھی عجیب لطف اور شان فصاحت ہے جس سے وہی شخص کچھ لطف اٹھا سکتا ہے جو کم از کم زبان عربی اور معانی وبیان سے واقف ہو اب دیکھو کہ باوجود اسالیب سکے بدلنے اور مضامین کے

وقت بہت عسرت کا وقت تھا رفتہ رفتہ آپ کے پیرووں کی تعداد بڑھتی گئی یہانتک کہ ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہوگئی اور لگے دشمنوں کو ترکی بترکی جواب دینے پھر ایک ایک کر کے یا تو سب کو مطیع و منقاد کر لیا یا تلوار کے گھاٹ اتارا تمام جزیرہ نمائے عرب مین اسلام کا بول بالا ہوگیا مسلمان غالب ہو گئے کفار مغلوب اور وہی مسلمان جو روٹی روٹی کو محتاج تھے ان کی دولت کی کچھ انتہا نہ رہی غرض پیغمبر اسلام کے پورے حالات زندگی پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ پر کیسے کیسے انقلابات کا حسرتناک زمانہ گذرا اور آپ پر رنج و ماتم، مفلسی، تنگدستی، بیچارگی، ظلم و جفا وغیرہ کے کیسے اندوہناک و عبرتناک مصائب کا آسمان ٹوٹتا رہا۔

پس اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہوا یا خود پیغمبر اسلام ہی کا کلام ہوتا تو اس میں خیالات مختلفہ ضرور ہوتے پر ہوتے بخلاف اس کے دیکھا جاتا ہے کہ وہ شروع سے آخر تک ایک ہی نسق پر چلا جاتا ہے اور جو تعلیم مد نظر ہے وہ قرآن کی ہر ہر جگہ سے پٹری ٹیک رہتی ہے یہ بات اس کے کلام آلہی ہونے کی بڑی دلیل ہے فقط والسلام علی سید الانام منا و من اللہ الملک العلام

تم الجزء الثالث من کتاب الحکمۃ البالغۃ ویلیہ الجزء الرابع۔

تمت

۸ جمادی الاولی ۱۳۳۲ ہجری - یکم خورداد ۱۳۲۳ فصلی

اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ یاد الٰہی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

ایسی ہی ایک آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ	تو کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور نہیں کرتے
وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ	(کہ کہیں سر مو فرق نہیں) اور اگر (قرآن خدا کے
غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ	سوا کسی اور) کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور
اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔	اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔

سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید جملۃً واحدۃً ایک ہی مرتبہ سب کا سب نہیں اترا بلکہ نجماً نجماً سالہائے دراز تک نازل ہوتا رہا ہے جس کی مدت کم سے کم بیس سال اور زیادہ سے زیادہ تیئس (۲۳) سال ہے۔

اگر قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اتنی مدت تک ہر وقت اس کے خیالات یکساں رہتے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لڑکپن سے لیکر بڑھاپے تک انسان کے خیالات میں بڑا رد و بدل واقع ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ پیغمبر اسلام کو دیکھو کہ چالیس (۴۰) برس تک آپ اپنے کنبہ، خاندان، قبیلے بلکہ سارے عرب میں محبوب خلائق رہے ہر شخص آپ کو راستباز، عادل اور امین یقین کرتا رہا۔ چالیس (۴۰) برس کی عمر میں آپ کے سر پر نبوت کا سہرا بندھا اور نبوت کا دعویٰ بلند کرتے ہی عرب کا بچہ بچہ آپ کا دشمن بنگیا گویا مکہ کی سرزمین آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی اہل عرب نے جتنی ایذائیں اور جیسی کچھ تکلیفیں آپ کو پہونچائیں ان کے بیان میں تاریخوں کے دفاتر بھرے پڑے ہیں۔ یہ زمانہ بڑے صبر و امتحان کا تھا لیکن جب مکہ والوں کا ظلم و جور حد سے بہت آگے بڑھگیا تو مجبوراً آپ کو وطن چھوڑ دینا پڑا اور بھاگ کر مدینہ میں جا رہے۔ یہاں ظلم و جور سے تو امن ہوگیا مگر غریب الوطنی کا

غلطنامۂ کتاب حکمت بالغہ جلد سوم

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	۷	آیت میں	آیت سے	۱۹	۲۷	۱۹	پہونچی	پونچی
۲	۳	۱۴	واجب	ضروری	۲۰	۵۹	۱۷	ایک	یہ ایک
۳	۵	۱۰	اور	اس لئے	۲۱	۶۶	۱۷	پڑا ہوا	پڑھا ہوا
۴	״	۱۱	ناخواندہ ہوگئے	ناخواندہ رہجاتی ہیں	۲۲	۷۲	۱۶	لکھا جائے	کہا جائے
۵	״	۱۹	دوڑے	دوبڑے	۲۳	۷۵	۶	اُس کی	تو اس کی
۶	۱۵	۱۳	ملت خلیفہ	ملت حنیفیہ	۲۴	۷۷	۷	اصلاح	اصطلاح
۷	۱۷	۹	اوہ	وہ	۲۵	۸۸	۴	ہرج	حرج
۸	۱۸	۵	کوکسی	کونسی	۲۶	״	۱۰	فرمائی	فرمایا
۹	۱۹	۲	تحریر نہیں ہوئی	تحریر میں نہیں آئی	۲۷	۱۰۵	۱۳	نصیحت	یہ نصیحت
۱۰	۲۸	۱۰	محمد عربی کے	محمد عربی اپنے	۲۸	۱۰۶	۳	بس کسی	یعنی کسی
۱۱	״	״	آپ اپنے	اپنے	۲۹	۱۱۱	۵	چونکہ	کہ چونکہ
۱۲	۲۹	۷	کی ہے	کی ہے کہ	۳۰	۱۱۶	۱۶	کرنا پیغمبر	کرنا کہ پیغمبر
۱۳	۳۰	۱۶	ناقابل	ناقابل عمل	۳۱	۱۲۱	۱۰	ثبوب	ثبوت
۱۴	۳۲	۱۰	اور مشقت اور وطن	اور وطن	۳۲	״	۱۱	ایک	یہ ایک
۱۵	۳۳	۳	عربی	عبری	۳۳	۱۲۲	۴	ذریعہ	ذریعہ سے
۱۶	״	۶	عربی	عبری	۳۴	۱۲۶	۱۸	میں ہے	میں
۱۷	״	۹	عربی ہیں	عبری میں	۳۵	۱۳۲	۱۲	تالیف از	تالیف
۱۸	۳۶	۱۶	کھل گئی	کھل جائیگی	۳۶	۱۵۲	۱۲	آیتیں	باتیں
					۳۷	۱۵۵	۱۸	رصد	سرحد

مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن کا مفید سلسلۂ اشاعت

حکمت بالغہ جلد اول۔ جناب مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی معزز رکن مجلس اشاعۃ العلوم نے ایک سلسلہ کی بنا ڈالی ہے کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق جتنے دلائل آجتک قائم کئے گئے ہیں ان سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کیا جائے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی یہ ایک بہت بڑی اور اہم خدمت ہے جس کو جناب موصوف الیہ نے شروع کیا ہے۔ اللہ کریم اس کوشش کو مشکور اور بخیر خوبی انجام تک پہنچائے اور مولف علام کو جزائے خیر دے اس سلسلہ کی یہ پہلی جلد ہے جسکو مولف سلمہ اللہ نے چار حصوں پر منقسم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں قرآن مجید کی پوری تاریخ اور گویا اتقان فی علوم القرآن کے ایک معتد بہ حصہ کا خلاصہ ہے۔ دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے جس میں روشن دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو قرآن سردار دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہی قرآن بلا کسی کمی بیشی کے اسوقت تک اہل اسلام کے ہاتھوں اور سینوں میں موجود ہے اور یہی عقیدہ اسلام کے تمام مختلف فرقوں کا ہے۔ تیسرے حصہ میں قرآن مجید کے اسماء وصفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں اور ضمناً بہت سے علمی مسائل و مضامین پر معرکہ آرا بحثیں کی گئی ہیں۔ چوتھے حصہ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے اس میں چند مقامات اور قرآن کی ایک سو (۱۰۰) پیشینگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکیں۔ اور بہت سی پوری ہو رہی ہیں۔ یہ حصہ، مخالفان اسلام پر ایک قوی حجت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

پیشینگوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے اکثر مسائل حل کر دئے گئے ہیں اور فلسفہ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن اور اسلام پر کرتا ہے ان میں سے اکثروں کا مدلل اور روشن جواب دیا گیا ہے۔

وفضائل حج وعمرہ وممنوعات ومکروہات احرام وخطبہ ہائے حج ومقامات قبولیت دعا وبقاع متبرکہ وغیرہ معتبر کتب فقہ سے اخذ کرکے نہایت خوبی کیساتھ لکھے گئے ہیں یہ رسالہ بیشتر دو دفعہ چھپا تھا لیکن اب کے مجلس اشاعۃ العلوم نے ایک جدید تہذیب اور دلکش طرز سے اسکو مرتب کرکے اپنے سلسلۂ اشاعت میں داخل کرلیا ہے چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵۰ پونڈی حجم ۱۲۷ صفحات قیمت ۴ر

العروۃ الوثقیٰ - مولفہ جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب قادری مہاجر یہ رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رویت مبارک اور فضائل رویت بہت عمدگی کے ساتھ بیان کئے ہیں اور یہ اپنے رنگ میں بہت عمدہ رسالہ ہے۔ حجم ۱۶۴ صفحات قیمت ۴ر

الوسیلۃ العظمیٰ - مولف جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب قادری مہاجر یہ رسالہ بھی سلیس عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ نے اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت باسعادت کے وقت جواز قیام اور فضائل قیام کا ثبوت دیا ہے اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اچھی طرح ثابت کردیا ہے کہ قیام کی اصل علت اور کُنہ کیا ہے۔ حجم ۱۳۲ صفحات قیمت ۴ر

مکارم الحفظ - جناب مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب (مولوی فاضل) کی یہ ایک عمدہ تصنیف ہے قرآن او حفظ قرآن کتاب کا موضوع ہے حفظ قرآن کے متعلق عمدہ عمدہ نکات اور اس کے تفصیلی آداب وقواعد بیان کئے گئے ہیں بڑے بڑے حفاظ کے دلچسپ تذکرے اور ضمناً دلپذیر لطائف وقصص نے کتاب کو بہت بارونق بنا دیا ہے۔ مطالعہ سے مولف سلمہ اللہ کی قابل قدر جانکاہی اور کتاب کی قدر وقیمت ظاہر ہوسکتی ہے ضخامت ۸۰ صفحہ قیمت فی جلد ۳ر

یہ مبارک کتاب اپنے رنگ کی پہلی اور نہایت عجیب و غریب کتاب ہے۔

چھپائی عمدہ۔ کاغذ سفید چکنا۔ ۵ پونڈی حجم ۶۵۰ صفحات۔ قیمت عہ ۸/ر

حکمۃ بالغہ جلد دوم - یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بابوں پر ختم ہوئی ہے مقدمہ کتاب میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت سے بحث کر کے آیت خاتم النبیین کی لاجواب تفسیر کی ہے پہلے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معرکہ آرا پیشنگوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب حدیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئیں اور ابتک پوری ہوتی جاتی ہیں۔

دوسرے باب میں ان پیشنگوئیوں کو لکھا ہے جو تدوین کتب حدیث کے پہلے ہی پوری ہو چکی تھیں پہلی قسم پیغمبر علیہ السلام کی حقیقت نبوت پر ایک قوی حجت بینہ ہے اور دوسری قسم میں معلومات عجیبہ کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ حجم ۱۴۰ قیمت فی جلد ۸/ر

سفرنامہ حرمین شریفین - از تصانیف عالم باعمل فاضل بے بدل جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول حامی شریعت واقف طریقت عارف حقیقت مولانا الحاج مولوی محمد محی الدین حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ لطیفیہ ویلور وام فضلہ وعم فیضہ المونور۔ جس میں قاصدین بیت اللہ و زائرین روضہ سید کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کیلئے سفر حجاز کی تسہیلات اور مفید تجربات کے جمع کرنے کے علاوہ بہت سے تمدنی اور معاشرتی امور میں مورخانہ اور محققانہ روش اختیار کی گئی ہے اور شریف مباحث سے کتاب کو زینت دی گئی ہے۔ حجم ۳۴۳ صفحہ قیمت ۱۲/ ۶/ر

زاد السبیل الی دار الخلیل - مولف مولانا مولوی مفتی محمد سعد اللہ خاں صاحب مرحوم یہ رسالہ حجاج و زائرین بیت اللہ کے لئے نہایت مفید ہے اس میں مناسک

یہ سب کتابیں ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہیں

دفتر مجلس اشاعۃ العلوم مدرسۂ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد دکن

مقاصد الاسلام حصۂ پنجم

حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ کی مفید تصانیف اور ان کے برکات سے کون واقف نہیں ہے حضرت قبلہ ممدوح کی تصانیف موجودہ زمانہ کے اقتضاء کے موافق حمایت اسلام کی کامل ضمانت اور علوم و برکات اسلام کی اشاعت کیلئے پوری کفیل ہیں مقاصد الاسلام کے نام سے حضرت ممدوح نے ایک مفید سلسلہ تصانیف کی بنیاد ڈالی ہے انعقاد مجلس اشاعۃ العلوم کے پیشتر اس سلسلہ کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اب مجلس نے یہ پانچواں حصہ شائع کیا ہے اور دیگر حصص زیر طبع ہیں اس حصہ میں تصوف سزا و جزا، فقر و فقیری، خلافت، نبوت اہل بیت و صحابہ کے مفید حالات اور خلفائے راشدین کی خلافت پر نہایت عمدہ پیرائے میں عقلی و نقلی بحثیں کیگئی ہیں اور نہایت محققانہ طرز سے ہر ایک بات ثابت کی گئی ہے چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵۰ پونڈی حجم ۱۲۰ صفحہ قیمت ۶ر

المعلن

ابو درجات حافظ محمد ولی الدین فاروقی مہتمم
مجلس اشاعۃ العلوم